رشد و ہدایت کی آخری آسمانی کتاب، قرآن مجید کے علوم و اسرار جاننے اور
فہم و تدبر کے لئے آسان انداز میں

تفسیر تعلیم القرآن

شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

1

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دیتے جب بھی

مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ (111) وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ

وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں ○ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا

نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًاؕ

دشمن بنایا انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو ان میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے بناوٹی باتوں کے وسوسے ڈالتا ہے

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ (112) وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـٕدَةُ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کی بناوٹی باتوں کو چھوڑ دو ○ اور تاکہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل

الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِیَرْضَوْهُ وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (113)

ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور تاکہ وہ ان باتوں کو پسند کرلیں اور وہ اسی گناہ کا ارتکاب کریں جس کے یہ خود مرتکب ہیں ○

آیت 111 شانِ نزول: کفارِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مذاقاً کہا کرتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے مُردوں کو زندہ کر دیجئے اور ہمیں فرشتے دکھائیے جو آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت اتری، کہ اے حبیب! اگر ہم کفار کے مطالبے پر تمام مخلوق کو ان کے سامنے جمع کر دیتے اور وہ سب آپ کے لائے ہوئے پیغام کی سچائی کی گواہی دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے، ہاں اللہ تعالیٰ کا ارادہ جس کے ایمان کے متعلق ہوتا وہ ایمان لاتا۔ **اہم بات:** بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے سے وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن اس نے انسان کو مجبور اور بالکل بے اختیار نہیں بنایا بلکہ ایک قسم کا اختیار دیا ہے، اس کے ساتھ عقل اور قوت بھی عطا فرمائی ہے، اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

آیت 112، 113 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کفار کی ایذا رسانی پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! جیسے یہ کفار آپ کے دشمن ہیں ایسے ہی ہر نبی کی قوم کے کافر خواہ انسان ہوں یا جن، ان کے دشمن تھے۔ یہ ایک آزمائش ہے لہٰذا آپ ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ یہ ایک دوسرے کو دھوکے میں رکھنے کے لئے نت نئی باتیں گھڑتے اور وسوسے ڈالتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے لیکن ایمان و کفر اور خیر و شر کے مدِ مقابل رہنے میں اللہ کی کچھ حکمتیں ہیں لہٰذا آپ انہیں چھوڑ دیں اور صبر کریں۔ ان کے وسوسوں کا مقصد یہ ہے کہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہو کر ان کو پسند کرلیں اور وہ بھی ایسے گناہ کا ارتکاب کریں۔ **اہم باتیں:** (1) معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے دشمن ضرور ہوئے ہیں ایسے ہی علما و اولیا کے دشمن بھی ضرور ہوتے ہیں۔ (2) شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) شیطان ہر سرکش و نافرمان کو کہتے ہیں چاہے انسان ہو یا جن۔ (۲) اس سے مراد ابلیس کی اولاد ہے۔ اسکی اولاد کا ایک گروہ انسانوں کو وسوسہ ڈالتا ہے اور ایک جنوں کو۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ

تو کیا میں اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنالوں ؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری اور جن لوگوں کو ہم نے

الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ

کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو○ اور سچ

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ

اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات کامل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے○ اور اے سننے والے!

مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾

زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں، یہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ صرف اندازے لگاتے ہیں○

آیت 114 **شانِ نزول:** کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے اور ہمارے درمیان یہود و نصاریٰ کے پادریوں کو پنچ بنالیں جو یہ فیصلہ کریں کہ ہم حق پر ہیں یا آپ؟ اس پر فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاکم بنالوں حالانکہ وہی ہے جس نے یہ مفصل کتاب مجھ پر نازل کر کے میرے نبی ہونے کا فیصلہ فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے بڑھ کر کسی کا فیصلہ نہیں۔ جن لوگوں کو آسمانی کتابوں کا صحیح فہم نصیب ہوا جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور عام علماءِ اہلِ کتاب، وہ تورات و انجیل میں مذکور نشانیوں سے جانتے ہیں کہ یہ قرآن حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تو اے سننے والے تو اس میں شک نہ کرنا۔

آیت 115 آیت کا معنیٰ ہے کہ تیرے رب کے کلمات وعدہ و وعید میں سچا ہونے اور احکام دین میں انصاف کے اعتبار سے کامل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہر بات کو سننے والا اور ہر فعل کو جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) رب کی بات سے "فیصلہ الٰہیہ ہے جو کافر و مومن کے متعلق ہو چکا اور تمام آسمانی کتابیں اور قرآن مجید سب اس میں شامل ہیں۔ (2) قرآن مجید مراد ہو تو یہاں چار شانیں بیان ہوئیں: (۱) یہ مکمل ہے، کوئی پہلو نا تمام نہیں۔ (۲) اس کی بیان کردہ تمام باتیں حق اور سچائی پر مبنی (۳) اور شرعی احکام ہر اعتبار سے عدل و انصاف پر مشتمل ہیں۔ (۴) یہ ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

آیت 116 گمراہوں کی پیروی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: اے سننے والے! اگر کفار کے کہنے پر یا نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے والوں کے نقش قدم پر چلے گا تو یہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ کفار جو آپ سے دین کے متعلق جھگڑ رہے ہیں یہ صرف گمان کی پیروی کرتے اور بصیرت و حق شناسی سے محروم ہیں۔ نیز یہ لوگ دین کے بارے میں غلط اندازے لگا رہے ہیں کہ یہ حلال ہے یہ حرام؛ جبکہ اٹکل سے کوئی چیز حلال یا حرام نہیں ہوتی۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں "ظن" سے مراد کفار کا اپنا مذہب ثابت کرنے میں باپ دادا کی تقلید کرنا ہے۔ (2) مجتہد کا قیاس باطل گمان پر نہیں بلکہ دلیل شرعی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ (3) مجتہدین کی پیروی درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ

بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے ○ تو اس میں سے کھاؤ جس پر

اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو ○ اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ

حالانکہ وہ تمہارے لئے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر چکا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں سوائے ان چیزوں کے جن کی طرف تم مجبور ہو جاؤ اور بیشک بہت سے لوگ

بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ

اپنی خواہشات کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو

آیت 117 فرمایا کہ کفار جو دوسروں سے فیصلہ کروانے کی بات کرتے ہیں، انتہائی نادان ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ لوگوں میں سے کون گمراہ ہے اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے تو جو جس جزا کا مستحق ہے اسے وہ جزا دے گا۔

آیت 118 مشرکین نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تم اپنا قتل کیا ہوا جانور تو کھاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا یعنی جو طبعی موت مرا اسے حرام جانتے ہو، اس پر مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اگر تم آیاتِ الٰہیہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس جانور کو کھاؤ جسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا اور جو طبعی موت مرا یا بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا اسے نہ کھاؤ کیونکہ جانور کے حلال ہونے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہونے سے ہے۔ رہا یہ کہ ذبح شدہ حلال اور دوسرا حرام کیوں تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ خالق و مالک جو چاہے حکم فرمائے۔ خدا کے نام پر ذبح شدہ جانور کے حلال ہونے میں ایک حکمت نامِ الٰہی کی تعظیم اور خدا کے خالق و حاکمِ حقیقی ہونے کا عملی اقرار ہے کہ اس کے نام پر ذبح کردہ جانور حلال اور اس کے علاوہ حرام ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ اس جانور کا گوشت کھانے میں تمہیں کیا رکاوٹ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے حالانکہ جو چیزیں اس نے حرام کی ہیں وہ تفصیل سے بیان فرما دی ہیں۔ ہاں! جس حرام چیز کے کھانے کی طرف تم مجبور ہو جاؤ تو وہ تمہارے لئے اس مجبوری کی حالت میں مباح ہے۔ بیشک بہت سے لوگ لاعلمی میں اپنی خواہشات سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرا کر گمراہ کرتے ہیں لہٰذا ان کی بات نہ مانو۔ **اہم بات:** قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور جو چیز حرام نہ کی گئی وہ حلال ہے۔ حرام چیزوں کا تفصیلی بیان قرآن و حدیث میں ہوتا ہے۔

آیت 120 فرمایا کہ ظاہری گناہ یعنی جو اعلانیہ کئے جائیں یا ظاہری اعضاء سے کئے جائیں اور باطنی گناہ یعنی چھپ کر یا دل سے کئے جائیں، سب گناہ ترک کر دو، تبھی عذابِ آخرت سے نجات ملے گی ورنہ جو لوگ گناہوں کے مرتکب ہیں انہیں آخرت میں ان کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ **اہم بات:** مسلمانوں کے عذابِ آخرت کے متعلق فائنل بات یہ ہے کہ جس مسلمان نے مرنے سے پہلے سچی توبہ کر لی اسے آخرت میں سزا نہ ہوگی اور جو مسلمان توبہ کے بغیر مر گیا اس کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ

بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں انہیں عنقریب ان گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا

اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ

ہو اسے نہ کھاؤ اور بیشک یہ نافرمانی ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر

اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ

تم ان کا کہنا مانو گے تو اس وقت تم بھی یقیناً مشرک ہو گے۔ اور کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنا دیا جس کے ساتھ

فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا

لوگوں میں چلتا ہے (کیا) وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں (پڑا ہوا) ہے (اور) ان سے نکلنے والا بھی نہیں۔ یونہی کافروں کے لئے ان کے اعمال آراستہ

تو سزا دے اور چاہے تو اپنے فضل و کرم سے معاف کر دے۔

آیت 121 جس جانور پر ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق فرمایا کہ اس کا گوشت نہ کھاؤ، یہ فسق یعنی نافرمانی ہے۔ بقیہ مشرکوں کی تم سے اس معاملے میں بحث کی وجہ یہ ہے کہ شیاطین، ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ مردار کھانے کے معاملے میں تم سے جھگڑا کریں اور اے مسلمانو! اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کہنے میں کافروں کی بات مانی تو تم بھی یقیناً مشرک ہو گے کیونکہ دین میں حکمِ الٰہی کو چھوڑ کر دوسرے کا حکم ماننا اور اسے حاکم جاننا شرک ہے۔

اہم بات: بغیر علم دینی مسائل میں جھگڑنا یا محض جھگڑے کی نیت سے مناظرہ کرنا شیطانی لوگوں کا کام ہے البتہ تحقیقِ حق کے لئے مناظرہ کرنا عبادت ہے۔ **مسئلہ:** جس جانور پر مسلمان یا کتابی نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا وہ حرام ہے اور اگر بھول کر چھوڑ دیا تو حلال ہے۔ مسلمان و کتابی کے علاوہ دوسرے کا ذبح کیا ہوا مطلقاً حرام ہے اور یہاں کتابی سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جو نبی اور کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ محض نام کے عیسائی اور حقیقت میں دہریہ مراد نہیں۔

آیت 122 شانِ نزول: ایک روز ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کوئی ناپاک چیز پھینکی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو اگرچہ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے لیکن اسے سنتے ہی طیش میں آ گئے اور ابوجہل کے پاس پہنچ کر اسے مارنے لگے، وہ عاجزی و خوشامد کرتے ہوئے کہنے لگا: اے ابو یعلیٰ! آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے دین کے معاملے میں ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بد عقل بتایا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جیسا بد عقل کون ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو۔ پھر اسی وقت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق یہ آیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے بارے میں اور تیسرے قول کے مطابق حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں اسلام قبول کرنے والے اور کفر پر قائم رہنے والے کی مثال بیان کی گئی، فرمایا: کیا وہ جسے ہم نے نورِ ایمان عطا کیا وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو کفر و جہالت کے اندھیروں میں پڑا ہوا ہے اور ان سے نکلنے والا نہیں۔ جیسے مؤمنین کے لئے اس کا ایمان آراستہ کیا گیا ہے ایسے ہی

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ

رہے تھے○ اور ویسے ہی ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو (ان کا) سردار بنایا تاکہ اس میں وہ اپنی سازشیں کریں اور وہ صرف اپنے خلاف سازشیں

اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى

کر رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں○ اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے

مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ

جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔ عنقریب مجرموں کو ان کے مکروفریب کے بدلے میں

عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ

اللہ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب پہنچے گا○ اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے

کے لئے ان کا کفر اور گناہ آراستہ کر دیے گئے۔ **اہم بات** حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعے سے پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نصرت اور تائید و نصرت بہت خیر وخوبی کا ذریعہ بنتی ہے جیسے یہاں ان کے لئے ایمان کی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بن گئی۔

آیت 123 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ مکہ کے کافر سرداروں کی دشمنی سے پریشان نہ ہوں، آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی یہی معاملات درپیش ہوئے تھے اور خدائی حکمت یہی رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بستی میں غریبوں کو نبیوں کی پیروی کرنے والا اور نافرمانوں کو بستی کا سردار بنایا اور یہ سردار اپنی بستیوں میں نبیوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اسی راہ پر چلتے ہوئے کفارِ مکہ نے بھی مکہ مکرمہ کے راستوں پر چند افراد بٹھائے ہوئے تھے تاکہ یہ مکہ آنے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے روکیں، اس پر فرمایا گیا کہ حقیقت میں یہ صرف اپنے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں۔

آیت 124 **شانِ نزول:** (1) ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر نبوت حق ہے تو میں آپ سے زیادہ اس کا حقدار ہوں کیونکہ میں عمر میں بڑا اور آپ سے زیادہ مالدار ہوں۔ (2) ابو جہل نے کہا: اللہ کی قسم! ہم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کبھی ایمان نہ لائیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس بھی ویسے ہی وحی آئے جیسے انکے پاس آتی ہے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟ نیز نبوت مطالبہ کرنے پر نہیں ملتی۔ مزید فرمایا کہ عنقریب ان بڑے دعوے دار مجرموں کو ان کی سازشوں اور حرکتوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب ملے گا۔ **اہم بات:** آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے نبوت حاصل نہیں کر سکتا، یہ محض عطائے الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نبوت عطا فرماتا ہے۔ ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے، جو نبوت کو کسبی یعنی محنت سے قابلِ حصول مانے، وہ کافر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختمِ نبوت کے بعد تو اب کسی بھی طور پر نبوت نہیں مل سکتی۔

آیت 125 آیت میں شرحِ صدر سے مراد بندے کے دل میں روشنی پیدا فرمانا ہے جس کے سبب بندے کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی

لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ

کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ

اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے ○ اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے بیشک

فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ

ہم نے نصیحت ماننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کر دیں ○ ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ

اور وہ ان کا مددگار ہے ○ اور (یاد کرو) وہ دن جب وہ ان سب کو اٹھائے گا (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لوگوں کو اپنا تابع بنا

کے مطابق ہو جاتا ہے اور دل کی تنگی سے مراد یہ ہے کہ اس میں علم اور دلائلِ توحید و ایمان کی گنجائش نہ رہے پھر جب اسے اسلام کی طرف بلایا جائے تو اسے اتنا دشوار معلوم ہو کہ گویا زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ **اہم بات:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد وہ نور ہے جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کا دل کھل جاتا ہے۔ عرض کی گئی: کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟ فرمایا: ہاں! (اس کی تین علامتیں ہیں:) (1) آخرت کی طرف رغبت (2) دنیا سے نفرت (3) موت سے پہلے اس کی تیاری۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: 14)

آیت 126 فرمایا گیا کہ "یہ" یعنی قرآنِ مجید یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم وہ راستہ ہے جو بلا تکلف رب تک پہنچا دیتا ہے یہ سیدھا راستہ منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ بیشک ہم نے نصیحت ماننے والوں کے لئے تفصیل سے آیتیں بیان کر دیں۔

آیت 127 فرمایا کہ نصیحت ماننے والوں کے لئے ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر جنت ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے۔ **اہم بات:** "سلام" اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو دارُ السلام کا معنیٰ ہوا: "اللہ تعالیٰ کا گھر"، اس صورت میں "دار" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف عزت افزائی کے لئے ہے جیسے بَیْتُ اللہ ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ "سلامتی والا گھر" اور جنت کو "سلامتی والا گھر" اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں ہر قسم کے عیبوں، تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے نیز جنتیوں کو جنت میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور اہلِ اعراف کی طرف سے سلام کہا جائے گا اور جنتی بھی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔

آیت 128 اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت فرمائے گا: اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر کے اپنا تابع بنا لیا اور انسانوں میں سے جو جنات کے دوست ہوں گے کہ سرکش جنات نے ان کے لئے بد عملیوں کو آسان کیا وہ حسرت سے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور آج ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی زبانی ان سے فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے خدا چاہے یعنی قبر سے حشر تک اور میدانِ حشر میں حساب سے لے کر جہنم میں داخل

وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

اور انسانوں میں سے جو ان کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے جو

اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ

تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اللہ فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے خدا چاہے۔ بیشک تمہارا رب حکمت والا،

عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

ع ۱۵

علم والا ہے۔ اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کے سبب مسلط کر دیتے ہیں۔ اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ!

اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۗ

کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر میری آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے آج کے اس دن کی حاضری سے ڈراتے تھے؟

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

وہ کہیں گے: ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ

ہمیشہ تک جہنم میں نہ رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں انہیں ایک عذاب سے دوسرے عذاب میں منتقل کیا جائے گا، جمہور مفسرین نے ایک یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رب تعالیٰ کے علم میں ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کی، انہیں آگ سے نکال لیا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے۔

آیت 129 اس آیت میں فرمایا گیا کہ ہم ظالموں میں سے ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کی وجہ سے مسلط کر دیتے ہیں اور ظالم کی ظالم کے ذریعے پکڑ فرماتے ہیں۔ یہاں ظالموں کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ ظلم سے باز نہ آئے تو ان پر دوسرا ظالم مسلط کر دیا جائے گا۔ لہٰذا قوم کے افراد ظلم چھوڑ دیں ورنہ ان پر ظالم حکمران مقرر کر دیے جائیں گے۔

آیت 130 ارشاد فرمایا: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کے سناتے تھے اور تمہیں روزِ قیامت کی حاضری اور عذاب سے ڈراتے تھے؟ کافر جن و انسان دونوں گروہ، رسولوں کی تشریف آوری اور اپنے ایمان نہ لانے کا اقرار کریں گے اور خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ اہم باتیں: (1) رسول صرف انسانوں سے ہوتے ہیں جنات سے نہیں چونکہ یہاں جن و انس دونوں سے خطاب ہے اس لئے جنوں کو انسانوں کے ساتھ شمار کرتے ہوئے مِنْكُمْ فرمایا۔ (2) دنیا کی لذات و خواہشات میں ڈوبنا ایمان سے دور اور کفر کے قریب کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے کفار قیامت میں اقرار کریں گے۔

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

کافر تھے۔ یہ اس لیے ہے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لیے ان کے

مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ

اعمال سے درجات ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں اور اے حبیب! تمہارا رب بے پرواہ ہے، رحمت والا ہے۔ اے لوگو!

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لے آئے جیسے اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔ تم فرماؤ، اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

آیت 131 رب تعالیٰ بستیوں کو ان کی معصیت کی وجہ سے لوگوں کی بے خبری میں تباہ نہیں کرتا بلکہ عذاب سے پہلے رسول بھیجتا ہے جو انہیں ہدایت و دلائل دیتے ہیں، اس پر بھی وہ سرکشی کریں تو ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بد عملی کے بغیر عذاب نہیں بھیجتا نیز نبی کی تبلیغ پہنچے بغیر کسی کو بد عملیوں کی سزا نہیں ملتی۔

آیت 132 ارشاد فرمایا: اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال سے درجات ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنتیوں کو جنت میں ان کے نیک اعمال کے مطابق درجے ملیں گے اور جہنمیوں کو جہنم میں ان کے برے اعمال کے مطابق یا یہ معنی ہے کہ نیک اعمال کے درجے مختلف ہیں۔ ایک ہی عمل ایک شخص کے لئے زیادہ اور دوسرے کے لئے کم ثواب کا باعث ہوتا ہے **اہم باتیں:** (1) عمل کا صلہ اخلاص، نیت، جگہ، وقت، موقعہ اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ (2) اس آیت میں دلیل ہے کہ جنات بھی جنت میں جائیں گے کیونکہ یہاں سب کے لئے "دَرَجٰتٌ" فرمایا گیا۔

آیت 133 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب اپنے بندوں سے اور ان کی بندگی سے بے پرواہ ہے، وہ رحمت والا ہے اس لئے اے لوگو! تمہیں نصیحت فرماتا ہے ورنہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کرکے تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے جیسے بہت سی قوموں کو اس نے فنا کر دیا یا جیسے تم دوسروں کے بعد اس دنیا میں آئے اسی طرح تمہارے بعد دوسرے آجائیں گے تو اس دنیاوی زندگی پر غرور نہ کرو۔

آیت 134 فرمایا کہ بیشک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے جیسے قیامت، حساب، جزا و سزا، سب اپنے وقت پر ضرور آئیں گی کیونکہ خدا کو وعدہ پورا کرنے سے کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

آیت 135 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم کفارِ مکہ سے کہہ دو کہ تم اپنی مرضی سے کفر و سرکشی کے وہی اعمال کرتے رہو جو کر رہے

إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۙ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝١٣٥

میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لوگے کہ آخرت کے گھر کا (اچھا) انجام کس کے لئے ہے؟ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے ۝

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ

اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں یہ مشرک ان میں سے ایک حصہ اللہ کے لئے قرار دیتے ہیں پھر اپنے گمان سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کے لئے ہے

وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ

اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے تو جو ان کے شریکوں کے لئے ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شریکوں کو

شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝١٣٦ وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ

پہنچ جاتا ہے۔ کتنا برا یہ فیصلہ کرتے ہیں ۝ اور یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل

...میں تکالیف پر صبر اور اسلام پر قائم رہ کر اپنا کام کرتا ہوں۔ **اہم بات:** آیت میں کفر و سرکشی کی اجازت نہیں بلکہ یہ اظہارِ غضب کا کلام ہے۔

آیت 136 زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ تھا کہ کھیتیوں، پھلوں، چوپایوں اور دیگر مالوں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور ایک بتوں کے لئے مقرر کرتے، جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کرتے اسے مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے، اگر اس میں سے کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جو حصہ بتوں کے لئے مقرر کرتے وہ بتوں اور ان کے خادموں پر خرچ کرتے لیکن اگر اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کردہ حصے میں مل جاتا تو نکال کر پھر بتوں کے حصہ میں شامل کر دیتے۔ ان کی اس جہالت کا ذکر فرمایا گیا کہ انہیں خالق و منعمِ حقیقی کے عزت و جلال کی ذرا بھی معرفت نہیں، کہ بے جان بتوں کو کارسازِ عالم کے برابر کر دیا۔ بلکہ یہ بہت ہی برا فعل ہے۔

آیت 137 یہاں کفار کی دوسری جہالت بیان کی گئی کہ بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل عمدہ کر دکھایا تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کر دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ اے حبیب! آپ انہیں اور ان کے بہتانوں کو چھوڑ دیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں شریکوں سے مراد شیاطین ہیں جن کے غربت و مفلسی و جاہلانہ غیرت کے وسوسوں سے مشرکین جانوروں سے بدتر ہو گئے کیونکہ جانور بھی اولاد سے پیار کرتے ہیں لیکن یہ کفار خود اپنی بیٹیوں کا خون بہا دیتے۔ (2) اہلِ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد عمرو بن لُحی کے زمانے تک دینِ ابراہیمی پر قائم رہے۔ عمرو بن لحی نے مقام بلقاء سے بت لا کر مکہ میں نصب کیے، لوگوں کو ان کی پوجا و تعظیم کی دعوت دی اور طرح طرح کی گمراہیاں عرب میں شروع کیں۔ (3) ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے یعنی بندہ اپنے اختیار سے جو کچھ کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرما دیتا ہے لیکن راضی صرف نیکیوں سے ہوتا ہے۔

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کردیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کے

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ڰ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ

بہتانوں کو چھوڑ دو○ اور مشرک اپنے خیال سے کہتے ہیں: یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے، اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں اور کچھ مویشی ایسے

اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ

ہیں جن کی پیٹھوں (پر سواری) کو حرام کردیا گیا اور کچھ مویشی وہ ہیں جن کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، (یہ باتیں) اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے (کہتے ہیں)

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا

عنقریب وہ انہیں ان کے بہتانوں کا بدلہ دے گا○ اور کہتے ہیں: ان مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے

وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ

اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو پھر سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دے گا،

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا

بیشک وہ حکمت والا، علم والا ہے○ بیشک وہ لوگ تباہ ہوگئے جو اپنی اولاد کو جہالت سے بیوقوفی کرتے ہوئے قتل کرتے ہیں اور اللہ نے جو رزق

آیت 139،138 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے بعض مویشیوں اور کھیتیوں کو اپنے باطل معبودوں کے ساتھ نامزد کر کے اپنے زعم میں کہنے لگے کہ ان مویشیوں اور کھیتیوں سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے، اسے وہی کھائے گا جسے ہم چاہیں گے اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر سواری کو حرام کردیا گیا جیسے بحیرہ اور سائبہ، اور کچھ مویشی وہ ہیں جن کے ذبح پر اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ اپنے بتوں کا نام لیتے ہیں اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے کہتے ہیں۔ نیز مشرکین کہتے ہیں: ان بحیرہ و سائبہ وغیرہ مویشیوں کے پیٹ میں جو بچہ اگر زندہ پیدا ہو تو وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے، عورتوں پر حرام ہے اور اگر مرا ہوا ہو تو سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ حکمت والا، علم والا ہے۔ **اہم بات**: یہاں کفار کی چند بد عملیاں بیان کی گئی ہیں۔ (1) بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ جن سے کوئی کام نہ لیا جائے یہ کام شرک ہے مگر ان کا کھانا حرام نہیں۔ (2) بتوں کے نام پر ذبح کرنا یہ شرک ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے اور یہ "مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" میں داخل ہے۔

آیت 140 زمانہ جاہلیت میں ربیعہ اور مضر وغیرہ قبائل میں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کا رواج تھا۔ بعض لوگ لڑکوں کو بھی قتل کردیتے۔ ان کے متعلق یہ فرمایا گیا کیونکہ اولاد نعمت ہے، اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی اور نسل مٹتی ہے، یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت میں اس پر عذاب عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق (بحیرہ و سائبہ وغیرہ) انہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے

مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ

جنہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں○ اور وہی ہے جس نے

اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ

کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے اور کچھ نہ پھیلے ہوئے (تنوں والے) اور کھجور اور کھیتی کو پیدا کیا جن کے کھانے مختلف ہیں اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ

اور انار (کو پیدا کیا یہ سب) کسی بات میں آپس میں ملتے ہیں اور کسی میں نہیں ملتے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی

يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً

کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا○ اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے

ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں۔ اہم بات: ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دی۔ (ترمذی، حدیث: 1732) درس: دورِ جاہلیت میں اولاد کو قتل کرنے کا ایک بنیادی سبب تنگدستی کا خوف تھا۔ فی زمانہ بھی کفار اور بعض مسلمان لڑکیوں کو ماں کے پیٹ میں یا دنیا میں آتے ہی تنگدستی کے ڈر سے قتل کروا دیتے ہیں۔

آیت 141 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے پیدا فرمائے جیسے خربوزہ اور تربوز اور کچھ تنے والے پیدا فرمائے جو زمین پر پھیلے ہوئے نہیں جیسے آم، امرود اور مالٹا نیز کھجور اور کھیتی، زیتون اور انار کو پیدا فرمایا، ان میں اللہ تعالیٰ کی عجیب نعمت ہے کہ پھلوں میں تاثیر اور ذائقے کے اعتبار سے تو فرق ہے لیکن رنگ اور پتوں کے اعتبار سے بہت مشابہت ہے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اہم باتیں: (1) یہاں فصلوں کا حق ادا کرنے کا حکم ہے، اس میں عشر یا نصف عشر یعنی پیداوار کا 10واں یا 20واں حصہ اور مساکین کو کچھ پھل وغیرہ دینا داخل ہے۔ (2) ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس کے پھل سال تک باقی رہیں یا نہ رہیں۔ (3) اطاعتِ الٰہی کے سوا اور کام میں جو مال خرچ کیا جائے وہ قلیل بھی ہو تو اسراف ہے۔

آیت 142 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے پیدا کئے جیسے اونٹ، خچر اور گھوڑے اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں جیسے بکری۔ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کئے انہیں کھاؤ اور اہلِ جاہلیت کی طرح اللہ تعالیٰ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا کر شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وَّفَرْشًا ۚ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾

اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے جانور (پیدا کیے)۔ اللہ نے تمہیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے○

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

(اللہ نے) آٹھ نر و مادہ جوڑے (پیدا کیے۔) ایک جوڑا بھیڑ سے اور ایک جوڑا بکری سے۔ تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ

یا وہ جسے دونوں مادہ جانور پیٹوں میں لیے ہوئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو علم کے ساتھ بتاؤ○ اور (اللہ نے نر اور مادہ کا) ایک جوڑا

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

اونٹ سے اور ایک جوڑا گائے سے (پیدا فرمایا) تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ جانور

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

اپنے پیٹوں میں لیے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا؟ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ

اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع قُلْ لَّآ اَجِدُ

پر جھوٹ باندھے؟ تاکہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○ تم فرماؤ، جو میری طرف

آیت 144،143 شانِ نزول: جب اسلام میں احکام کا بیان ہوا تو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھگڑا کیا اور ان کا خطیب مالک بن عوف آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اے محمد! ہم نے سنا ہے کہ آپ ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم نے بغیر کسی اصل کے چوپایوں کی چند قسمیں حرام کر لیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آٹھ نر و مادہ اپنے بندوں کے کھانے اور نفع اٹھانے کے لئے پیدا کئے۔ ان میں حرمت کہاں سے آئی، نر کی طرف سے یا مادہ کی طرف سے؟ مالک بن عوف یہ سن کر ساکت و متحیر رہ گیا اور کچھ نہ بول سکا کیونکہ اگر کہتا کہ نر کی طرف سے حرمت آئی تو لازم ہوتا کہ تمام نر حرام ہوں، اگر کہتا کہ مادہ کی طرف سے آئی تو ضروری ہوتا کہ تمام مادائیں حرام ہوں اور اگر کہتا پیٹ کا بچہ حرام ہے تو سب نر و مادہ حرام ہوتے کیونکہ وہ بچہ یا نر ہو گا یا مادہ۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کا رد کیا چنانچہ یہاں نر و مادہ آٹھ جانوروں کا بیان فرمایا یعنی نر و مادہ اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری، اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ کے نہ نر حرام کیے نہ ان کی مادائیں حرام کیں اور نہ ان کی اولاد۔ تمہارا یہ فعل کہ کبھی نر حرام ٹھہراؤ کبھی مادہ کبھی اُن کے بچے، سب تمہاری اپنی اختراع ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ ان جانوروں کو تم حرام مانتے ہو، اگر اس میں سچے ہو تو اس حرمت کی قطعی یقینی دلیل لاؤ۔ اہم بات: دلیل پیش کرنا حلت کا دعویٰ کرنے والے پر نہیں بلکہ حرمت کا دعویٰ کرنے پر لازم ہے۔

آیت 145 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان جاہل مشرکوں سے فرمائیں جو حلال چیزوں کو اپنی مرضی سے حرام کر لیتے ہیں کہ

مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
وحی کی جاتی ہے، اس میں کسی کھانے والے پر میں کوئی کھانا حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں میں بہنے والا خون ہو یا سور کا گوشت

خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ
ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا جانور ہو جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو تو جو مجبور ہو جائے اور اس حال میں کھائے کہ نہ خواہش سے کھانے والا ہو اور

لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَ عَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ
نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے ○ اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا

وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَایَاۤ
اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ کے ساتھ یا انتڑیوں سے لگی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ٘ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ
یا جو چربی ہڈی سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں ○ پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب

میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اس میں ان چار کے سوا کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام نہیں پاتا: (۱) مردار (۲) رگوں میں بہنے والا خون (۳) سور کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہے (۴) وہ نافرمانی کا جانور جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو لہٰذا تمہارا دوسری چیزوں کو حرام کہنا باطل ہے۔ حرام چیزوں کے متعلق مزید اصول یہ ہے کہ اگر کوئی ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر شدید مجبور ہو جائے کہ نہ کھانے سے جان جانے یا عضو ضائع ہو جانے کا ظنِ غالب ہو تو کھالے لیکن نہ خواہش سے کھائے اور نہ ضرورت سے زیادہ۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرما کر اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ **شرعی احکام:** (1) جما ہوا خون یعنی تلی بھی حلال ہے کیونکہ یہ بہتا ہوا خون نہیں، اس کے علاوہ ہر بہتا خون حرام ہے۔ (2) ہر نجس چیز حرام ہے۔ (3) جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا تو حرام ہے، زندگی میں کسی کا نام پکارنے کا اعتبار نہیں۔

آیت 146 اس آیت میں بتایا گیا کہ یہودیوں پر ان کی سرکشی کے باعث یہ چیزیں حرام کر دی گئیں: (۱) ہر ناخن یعنی انگلی والا جانور خواہ انگلیاں بیچ سے پھٹی ہوں جیسے کتا اور درندے یا پھٹی نہ ہوں بلکہ کھر کی صورت میں ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ اور بطخ وغیرہ۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں بطور خاص شتر مرغ، بطخ اور اونٹ مراد ہیں۔ (۲) گائے بکری کی چربی، البتہ جو چربی گائے بکری کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لئے حلال تھی۔ **اہم بات:** گزشتہ شریعتوں کے وہ احکام جو بطور سزا جاری کئے گئے تھے وہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔

آیت 147 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے یہودیوں پر جن چیزوں کے حلال و حرام ہونے کی آپ کو خبر دی اگر وہ اسے جھٹلائیں تو آپ فرما دیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے، جھٹلانے والوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ انہیں

ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں پر سے نہیں ٹالا جاتا ○ اب مشرک کہیں گے کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی

قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

جھٹلایا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا۔ تم فرماؤ، کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے لئے نکالو۔ تم تو صرف جھوٹے خیال کے پیچھے ہو

وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾

اور تم یونہی غلط اندازے لگا رہے ہو ○ تم فرماؤ تو کامل دلیل اللہ ہی کی ہے تو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا ○

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا

تم فرماؤ، اپنے وہ گواہ لے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اس چیز کو حرام کیا ہے (جسے تم حرام کہتے ہو) پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں

ایمان لانے کا موقع ملے ورنہ بہر حال جن پر عذابِ الٰہی کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو ان سے ٹالا نہیں جاتا، اپنے وقت پر آ ہی جاتا ہے۔

آیت 148 مشرکوں نے اپنے مختلف حرام کاموں کے درست ہونے پر یہ دلیل دی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے، نہ ہمارے باپ دادا اور ہم بحیرہ و سائبہ وغیرہ کو حرام قرار نہ دیتے۔ ہم نے جو کچھ کیا اور کرتے ہیں سب مشیتِ الٰہی سے ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ان کاموں سے راضی ہے۔ اس بات کا رد یوں کیا گیا کہ اگر ان کی یہ بات درست ہوتی اور ان کے شرک نیز حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا لطف و عنایت ہوتا حالانکہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اس گمراہی کو اپنایا ان پر غضبِ الٰہی نازل ہوا اور انہیں بعد والوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ تو ان سے کہہ دیں کہ تمہارے پاس اپنے اس دعوے کی کوئی یقینی دلیل نہیں بلکہ یہ تمہارے بے دلیل خیالات اور فضول قسم کے تخمینے ہیں۔

آیت 149 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ کہ ایسی کامل دلیل جو تمام شکوک و شبہات جڑ سے اکھاڑ دے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہ دلیل اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس نے رسولوں کو معجزات دے کر بھیجا اور ہر مکلف پر اپنے احکام لازم کئے۔ اگر وہ چاہتا تو جبر اً سب انسانوں کو مومن بنا دیتا لیکن اس قسم کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کا مطلوب نہیں۔ اس کی حکمت یہی ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کام لیں، حق و باطل کو جانچیں، انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اور شیطان کے وسوسوں میں فرق کریں، اپنے اختیار سے برے کام ترک کریں اور شیطان کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اختیار کریں۔ وہ جو چیز اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دے گا۔

آیت 150 یہاں بیان ہوا کہ کافروں کے پاس اپنے حلال و حرام پر کوئی دلیل نہیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! ان سے کہیں کہ اپنے

فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے
وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٠﴾ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ
اور اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں ۞ تم فرماؤ، آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک
شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۚ
نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل نہ کرو، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے
وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ
اور ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ اور جس جان (کے قتل) کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق نہ مارو۔
ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ ۞ اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقے سے

والے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں حرام کی ہیں جنہیں تم حرام قرار دیتے ہو پھر اگر مشرکین اپنی جھوٹی بات پر کوئی گواہی لے آئیں تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور بتوں کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے یعنی انہیں معبود مانتے ہیں۔ **اہم بات:** جھوٹی گواہی، اس کی تصدیق وتائید اور جھوٹے آدمی کی وکالت حرام ہے۔

آیت 151 یہاں حلت وحرمت کے وہ احکام بیان ہو رہے ہیں جو خود رب تعالیٰ نے عطا فرمائے، ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو کھیتیوں اور جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دیتے ہیں کہ آؤ! میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا، وہ یہ ہے: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، یہ کائنات کا بدترین جھوٹ اور صریح ناشکری و احسان فراموشی ہے۔ (2) ماں باپ کے ساتھ بھلائی نہ کرنا، کیونکہ تم پر ان کے بہت حقوق ہیں، انہوں نے تمہاری پرورش کی، تمہارے ساتھ شفقت ومہربانی کا سلوک کیا اور تمہاری ہر خطرے سے نگہبانی کی۔ (3) مفلسی کے باعث اولاد قتل کرنا جیسا کہ اہل جاہلیت بارہا اولاد کو مار ڈالتے تھے، انہیں بتایا کہ روزی دینے والا اللہ ہے جو تمہیں اور انہیں سب کو روزی دے گا پھر تم کیوں قتل جیسے شدید جرم کا ارتکاب کرتے ہو (4) بے حیائی کے کام کرنا، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی (5) ناحق قتل کرنا، اور فرمایا کہ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

آیت 152 فرمایا کہ یتیم کے مال کے پاس اس طریقے سے جاؤ جس سے اس کا فائدہ ہو حتّٰی کہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دو اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ اپنی طرف سے پوری دیانت کے ساتھ ناپ تول صحیح کر لیا تو بھول

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

حتی کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اور جب بات کرو تو عدل کرو اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔ (اللہ نے) تمہیں یہ تاکید فرمائی ہے تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۵۲ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

نصیحت حاصل کرو۔ اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اس کے راستے سے جدا

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى

کردیں گی۔ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ نیک آدمی پر

الَّذِيْۤ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۴ ع

احسان پورا ہو اور ہر شے کی تفصیل ہو اور ہدایت و رحمت ہو کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں۔

چوک معاف ہے کیونکہ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں اور جب بات کرو یعنی گواہی دو یا فتویٰ دو یا حاکم بن کر فیصلہ کرو تو ہر حال میں انصاف سے کام لو، قرابت اور وجاہت کا لحاظ نہ ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے عہد پورے کرو، اس کے خلاف کسی عہد کو پورا نہ کرو۔ یہاں عہد الٰہی سے مراد وہ احکام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے بندوں کو ملے یا وہ عہد ہے جو انسان اپنے اوپر لازم کرلے جیسے منت، ان سب کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ اہم بات: بندوں کے ساتھ کیے گئے جائز عہد پورا کرنا بھی عہد الٰہی کو پورا کرنے میں داخل ہے۔

آیت 153 یہاں مذکور آیتوں میں اسلام اور شریعتِ اسلامیہ کے جو احکام بیان ہوئے یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور مخالفِ اسلام راستوں پر نہ چلو خواہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا اور کوئی ملت، اگر تم ان پر چلے تو اللہ تعالیٰ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ تمہیں یہ حکم اس لئے فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اہم بات: عقائد کی درستی، عبادات کی بجا آوری، معاملات کی صفائی اور حقوق کی ادائیگی سیدھا راستہ ہے۔ جو ان میں سے کسی میں کوتاہی کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں۔

آیت 154 ارشاد فرمایا: پھر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی تاکہ نیک آدمی پر احسان پورا ہو یا نیک آدمی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم کے مطابق نیک کام کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نعمت پوری کرنے کے لئے تورات عطا فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تورات میں رکھی ہوئی دینی نعمتوں کا بیان فرمایا کہ اس میں دین کے تمام احکام، عقائد اور مسائل کی تفصیل ہے لہٰذا اس میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بیان اور دلائل بھی ہیں اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے تاکہ بنی اسرائیل بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ اہم بات: سب سے پہلے

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا

اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، تو تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۞ (اس لئے اتری) تاکہ تم یہ (نہ) کہو

اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا

کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۞ یا (تاکہ تم یہ نہ) کہو کہ

لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ

اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت

رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ

آگئی ہے تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ پھیرے۔ عنقریب وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے

عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ

منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں ان کے منہ پھیرنے کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے۞ وہ صرف اسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس

کتاب الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی، آپ سے پہلے پیغمبروں کو صحیفے ملتے تھے۔

آیت 155 فرمایا کہ قرآن شریف برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ اسے مبارک فرشتہ، مبارک مہینے رمضان میں مبارک ذات پر لے کر آیا، اسے دیکھنا، چھونا، پڑھنا، سمجھنا، سمجھانا سب برکت کے کام ہیں، اس کی تعلیمات اور ان پر عمل سراسر برکت ہے، تو تم قرآن کریم میں مذکور احکام مانو، اس پر عمل کرو تاکہ اس کی برکت سے تم پر رحم کیا جائے۔

آیت 156 فرمایا گیا کہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ تمہیں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں جیسے تورات و انجیل تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں یہودیوں اور عیسائیوں پر اتری تھیں، سرزمین عرب میں نہ کوئی رسول آیا اور نہ کوئی کتاب پھر جو تورات و انجیل آئیں وہ ہماری زبان میں نہ تھیں اور نہ ہمیں کسی نے ان کے معنی بتائے پھر ہم ہدایت پر کیسے آتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرما کر تمہارا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا۔

آیت 157 آیت میں نزولِ قرآن کی ایک حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم اپنی ذہانت اور فہم و فراست کی وجہ سے ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اگر تم اپنے اس بیان میں سچے ہو تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی اور تمہارا عذر ختم ہو گیا ہے تو جو نبی کے معجزات اور ان کی کتابوں کا انکار کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ اسے دائمی عذاب کا مستحق بناتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیات سے منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں ان کے منہ پھیرنے کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے۔

آیت 158 جب وحدانیت اور نبوت کے دلائل نیز کفریہ عقائد کا باطل ہونا ظاہر کر دیا گیا تو اب ایمان لانے میں کس بات کا انتظار

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ

فرشتے آجائیں یا تمہارے رب کا عذاب آجائے یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آجائیں۔ جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی اس دن کسی کو

نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا

اس کا ایمان قبول کرنا نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ حاصل کی ہوگی۔ تم فرماؤ: تم بھی انتظار کرو

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ

اور ہم بھی منتظر ہیں۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں

اب تو کفار صرف اس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس ان کی روح قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے آجائیں یا ان کا عذاب آجائے یا قیامت کی خبر دینے والی خاص نشانی آجائے یعنی سورج مغرب سے طلوع ہو اور یوں مشاہدے کے طور پر ہر چیز ان کے لئے ظاہر ہو جائے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ جس دن غیب کے معاملات ظاہر ہو جائیں گے یا عذاب سامنے آچکا ہو گا اس دن کافر کو ایمان لانا نفع نہ دے گا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ حاصل کی ہو گی یعنی جس گنہگار مومن نے توبہ نہ کی ہو گی تو اب اس کی توبہ قبول نہ ہو گی کیونکہ یہ ایسی حالت ہے جس نے انہیں ایمان لانے اور گناہوں سے توبہ کرنے پر مجبور کر دیا لہٰذا جس طرح عذاب الٰہی دیکھ کر کفار کا ایمان لانا بے فائدہ ہے یونہی قربِ قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں۔ تم فرماؤ: اے کافرو! تم موت کے فرشتوں کی آمد، عذاب یا نشانی میں سے کسی ایک کے آنے کا انتظار کرو، ہم بھی تم پر عذاب کے منتظر ہیں اور جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انتظار درست تھا یعنی کافر ہلاک اور مغلوب جبکہ مسلمان غالب ہوں گے، یونہی بروزِ قیامت کفار ہلاک اور مومن کامیاب ہوں گے۔

آیت 159 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور خود مختلف گروہ بن گئے یعنی یہود و نصاریٰ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور بعد میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے یا اس سے مراد تمام مشرکین ہیں کیونکہ ان میں سے بعض نے بتوں کی پوجا کی اور کہا کہ یہ ہماری سفارش کریں گے، بعض نے فرشتوں کی عبادت کی اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بعض نے ستاروں کی پرستش کی، یہ ان کی دین میں تفریق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اہم بات: اس آیت میں مسلمانوں کو دین میں فرقہ بندی اور بدعات اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں بھی فرقے ہیں لیکن سب مسلمان گمراہ نہ ہوں گے کیونکہ فرمانِ نبوی ہے: یہ امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3950) اور حق پر صرف ایک فرقہ ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے: میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی (ان میں سے) ایک جنت میں جائے گا اور 72 جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! وہ جنتی کون ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: وہ جماعت ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3992) جنتی گروہ اکثریت والا ہو گا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3950)

اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

ان کا معاملہ صرف اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ○ جو ایک نیکی لائے

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں اور جو کوئی برائی لائے تو اسے صرف اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ

تم فرماؤ: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، (یہ) مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا ابراہیم کی ملت ہے اور وہ مشرکوں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾

میں سے نہیں تھے ○ تم فرماؤ: بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے ○

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا

اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ○ تم فرماؤ، کیا اللہ کے سوا اور رب طلب کروں

آیت 160 ایک نیکی کرنے والے کے لئے دس نیکیوں کی جزا ہے اور یہ کوئی انتہائی مقدار نہیں بلکہ فضلِ الٰہی کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے، ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے جبکہ ایک برائی کرنے والے کے لئے صرف اس ایک برائی ہی کا بدلہ ہے اور اطاعت گزار کے ثواب میں کمی کر کے یا گناہ گار کو جرم سے زیادہ سزا دے کر یا جرم کے بغیر سزا دے کر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اہم بات: ظلم کے دو معنی ہیں: (1) غیر کی چیز میں بلا اجازت تصرف کرنا (2) بے قصور کو سزا دینا یا کام لے کر اس کی اجرت نہ دینا۔ ان جیسی آیات میں ظلم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔

آیت 161 ارشاد فرمایا کہ تم فرماؤ: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، یہ مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور اے کفارِ قریش! حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک و بت پرست نہ تھے لہٰذا تمہارا ملتِ ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔

آیت 162، 163 ان دو آیات میں مسلمان کی زندگی کا محور و مرکز متعین کر دیا گیا، چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! تم فرماؤ کہ بیشک میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اہم بات: حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ہیں کیونکہ آپ کا نور تمام مخلوق سے پہلے پیدا ہوا، یومِ الست میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار آپ نے کیا اور امت کے لئے بھی ایمان و اسلام کا اول نمونہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہی ذات ہے۔

آیت 164 کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے کہ آپ ہمارے دین میں داخل ہو کر ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، اس پر

وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ

حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو عمل کرے گا وہ اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا آدمی کسی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ

پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے ○ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں

خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۗ

نائب بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلندی عطا فرمائی تاکہ وہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے

اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٥﴾ ع

بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے ○

فرمایا گیا کہ اے حبیب! ان کافروں کو جواب دو کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور رب طلب کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے یعنی خدا شناس کس طرح گوارا کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خدا مانے۔ دوسرے حصے کا شانِ نزول: ولید بن مغیرہ کہتا تھا کہ میرا راستہ اختیار کرو، اس میں اگر کچھ گناہ ہے تو میری گردن پر، اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ مجرم گناہ سے بالکل بری ہو جائے اور کسی دوسرے پر اس کے گناہ ڈال دیئے جائیں یا ایک آدمی کے گناہ دوسرے پر بغیر کسی سبب کے ڈال دیئے جائیں یہ نہیں ہو سکتا البتہ جو آدمی گناہ کا طریقہ ایجاد کرے یا کسی کو گناہ کے راستے پر لگائے تو اس کی وجہ سے جتنے لوگوں نے جتنے گناہ کئے ان سب کے وہ گناہ اس آدمی پر بھی ڈال دیئے جائیں گے جو حقیقت میں اس کے اپنے ہی اعمال کا انجام ہے۔ مزید فرمایا کہ پھر قیامت کے روز تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

آیت 165 یہاں امت محمدیہ سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کی اُمت سب امتوں میں آخری امت ہے، اس لئے ان کو زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا کہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرف کریں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت، حسن وجمال، رزق ومال، علم وعقل اور قوت وکمال میں تم میں سے ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی، اس کا مقصد تمہاری آزمائش کرنا ہے کہ کون نعمتوں کے ملنے پر شکر ادا کرتا اور کون ظلم و زیادتی کی راہ پر چلتا ہے۔ بیشک تمہارا رب فاسق وفاجر اور گنہگار کو بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور مؤمنین کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم بات:** یقینی کام کو بھی قریب ہی کہہ دیا جاتا ہے اسی لئے یہاں فرمایا کہ تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ عذاب کے وقت اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے میں دیر نہیں لگتی۔

۷ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۳۹

ایاتہا ۲۰۶ — رکوعاتہا ۲۴

سورۂ اعراف مکیہ ہے اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى

الٓمّٓصٓ ○ اے حبیب! یہ) ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے ڈر سنائیں اور مومنوں کے لئے نصیحت ہے پس آپ کے دل میں

لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ؕ

اس کی طرف سے کوئی تنگی نہ ہو○ اے لوگو! تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف جو نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ۔

سورۂ اعراف کا تعارف یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق پانچ آیتوں کے علاوہ بقیہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، ان پانچ میں سے پہلی آیت وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ ہے۔ یہ مکی سورتوں میں سب سے بڑی سورت ہے۔ اس میں 24 رکوع اور 206 آیتیں ہیں۔ اس کی آیت 46 میں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ اَعْراف کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام اَعْراف رکھا گیا۔ **فضیلت:** حدیث پاک میں ہے: جس نے قرآنِ پاک کی پہلی 7 بڑی سورتوں کو حفظ کیا اور ان کی تلاوت کرتا رہا تو یہ اس کے لئے کثیر ثواب کا باعث ہے (مستدرک، حدیث: 2114) ان میں سے ایک سورۂ اعراف ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے وحدانیت الٰہی، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے، اعمال کی جزا ملنے، قرآن کے کلام الٰہی ہونے، اس کی پیروی ضروری ہونے، بروزِ قیامت اعمال کا وزن ہونے کا بیان، شرک کا رد، مکارمِ اخلاق کی تعلیم نیز حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بلعم بن باعور کے واقعات اور کفار و مشرکین کے اخروی انجام، بروزِ قیامت ایمان والوں کے حالات، جہنمیوں اور اہلِ اعراف سے ہونے والی گفتگو اور جہنمیوں کی آپسی گفتگو کا بیان ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اے حبیب! یہ کتاب یعنی قرآن پاک آپ کی طرف اس لئے نازل کیا گیا کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور یہ قرآن مومنوں کے لئے نصیحت ہے، اس خیال سے کہ لوگ نہ مانیں گے، اعتراض کریں گے اور اسے جھٹلانے لگیں گے اس کی تبلیغ فرمانے سے کوئی تنگی نہ آئے۔ **درس:** اس آیت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی ہے اور اس کے ذریعے تمام مبلغین کو درس ہے کہ لوگوں کے نہ ماننے یا تکلیفیں دینے کی وجہ سے تبلیغِ دین میں دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قرآن مومنوں کیلئے نصیحت ہے، یہاں آج کے مسلمانوں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ کیا یہ قرآن سے نصیحت حاصل کر رہے ہیں یا نہیں قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی؟

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم سے فرماؤ کہ اے لوگو! قرآن مجید کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝٣ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ

تم بہت ہی کم سمجھتے ہو○ اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا جب وہ

قَآئِلُوْنَ ۝٤ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝٥

دوپہر کو سو رہے تھے○ تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم (ہی) ظالم تھے

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٦ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ

تو بیشک ہم ضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے جن کی طرف (رسول) بھیجے گئے اور بیشک ہم ضرور رسولوں سے سوال کریں گے○ تو ضرور ہم ان کو اپنے

بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝٧ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

علم سے بتا دیں گے اور ہم غائب نہ تھے○ اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ

نازل کیا گیا ہے۔ اس کی پیروی چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے نہ جاؤ۔ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

آیت 4 سابقہ آیت میں قرآن پاک کی پیروی کا حکم دیا گیا اب حکم الٰہی کی پیروی چھوڑنے اور اس سے اعراض کرنے کے نتائج پچھلی قوموں کے انجام کی صورت میں بتائے جا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا دن میں قیلولہ کے وقت آیا، انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا وہ عذاب اچانک آیا اور وہ بھاگنے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔

آیت 5 فرمایا کہ بستی والوں پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آیا تو وہ اسے اپنے اوپر سے دور نہ کر سکے، اس وقت ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم ہی ظالم تھے، اس وقت انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا لیکن اس وقت کا اعتراف فائدہ نہیں دیتا۔ اہم بات: عذاب دیکھ کر توبہ کرنا یا ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔

آیت 6 فرمایا کہ ان امتوں سے پوچھا جائے گا جن کی طرف رسول بھیجے گئے کہ تمہیں تمہارے رسولوں نے تبلیغ کی یا نہیں اور تم نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا، ان کے حکم کی کیا تعمیل کی اور رسولوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے اپنی امتوں کو ہمارے پیغام پہنچائے اور تمہاری قوم نے تمہیں کیا جواب دیا تھا۔ اہم بات: علما فرماتے ہیں کہ یہ سوال و جواب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق نہ ہوگا اور نہ کوئی بد باطن کافر یہ کہہ سکے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تبلیغ نہیں فرمائی۔

آیت 7 فرمایا کہ بروز قیامت ہمارا کفار سے اور ان کے انبیاء علیہم السلام سے پوچھ گچھ فرمانا قانونی کارروائی کے لئے ہوگا نہ کہ اس لئے کہ ہمیں اصل واقعہ کی خبر نہیں۔

آیت 8،9 اس آیت میں قیامت کا ایک اور حال بیان ہو رہا ہے کہ اس دن میزان کے ذریعے اعمال کا وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے اور ان میں

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑧ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا

تو وہی کامیاب ہونے والے ہوں گے ۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اس وجہ سے کہ وہ

بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ⑨ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ

ہماری آیتوں پر ظلم کیا کرتے تھے ۔ اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے،

ع ۱ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑩ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو ۔ اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو

آیت 9 ... ہوگی تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کر کے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا۔ اہم باتیں: (1) وزن کرنے کا مطلب ہے کسی چیز کی مقدار کی معرفت حاصل کرنا۔ عرف میں ترازو سے تولنے کو وزن کرنا کہتے ہیں اور جس آلے سے وزن کیا جائے اسے میزان کہتے ہیں۔ (2) صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ بروزِ قیامت ایک میزان لا کر رکھی جائے گی جس میں دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا اور اسے حق سمجھنا ضروری ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے پلڑوں کی نوعیت اور کیفیت کیا ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ تو یہ ہماری عقل و فہم کے دائرے سے باہر ہے اور ہم اسے جاننے کے مکلف نہیں۔ غیب کی چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی نوعیت اور کیفیت اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ (3) تحقیق یہ ہے کہ جن کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا انہیں اعمال کے وزن کے بغیر دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن ہوگا، اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اعمال کا وزن کئے بغیر بے حساب جنت میں داخل فرما دے گا۔

آیت 10 یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنی وہ عظیم نعمتیں یاد دلا رہا ہے جن کی وجہ سے اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے، فرمایا کہ ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے، اپنے فضل سے تمہیں غذا، پانی، ہوا، سورج کی روشنی سب مہیا کیں، تمہیں ان کے لئے آسمان پر یا سمندر میں جانے کی حاجت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتیں ہیں اس کے باوجود لوگوں میں ناشکری غالب ہے۔ اہم بات: شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور نعمت کا [illegible] جبکہ ناشکری یہ ہے کہ آدمی نعمت کو بھول جائے اور اسے چھپائے۔

آیت 11 یہاں سے ایک اور عظیم نعمت یاد دلائی جا رہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر فرمائی، فرمایا کہ بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ یہاں یا تو یہ مراد ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت میں ان کی اولاد کی صورتیں بنائیں یا یہ مراد ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کی صورت بنائی اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں، تو فرمایا کہ ابلیس کے سوا سب نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ اہم بات: یہ واقعہ سورۂ بقرہ آیت 34 میں بھی بیان ہوا ہے۔ یہاں اس کے بیان کا مقصد ایک مرتبہ پھر عظیم نعمتِ الٰہی کو یاد دلانا، شرفِ انسانیت کو بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دوست و دشمن کی روش دکھانا ہے۔

لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝۱۱ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ
سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا ۝ اللہ نے فرمایا: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے

اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝۱۲ قَالَ فَاهْبِطْ
کس چیز نے روکا؟ ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا ۝ اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے اتر

مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝۱۳ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ
جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے، نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے ۝ شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے

اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۴ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۱۵ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ
جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے ۝ اللہ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے ۝ شیطان نے کہا: مجھے اس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے

آیت 12 "تو نے مجھے آگ سے بنایا" اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل واعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہو وہ اس سے افضل ہو گا جس کی اصل مٹی ہو۔ اس خبیث کا یہ خیال غلط وباطل تھا کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک ومولیٰ فضیلت دے، فضیلت کا مدار اصل پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت وفرمانبرداری پر ہے۔ آگ کا مٹی سے افضل ہونا بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش، تیزی اور بلندی چاہنا ہے اور یہ چیزیں تکبر کا سبب بنتی ہیں جبکہ مٹی سے وقار، حلم اور صبر حاصل ہوتا ہے، نیز شیطان نے صریح حکمِ الٰہی کے مقابلے میں قیاس کیا اور جو قیاس نص کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔

آیت 13 فرمایا: تو جنت سے اتر جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے کیونکہ یہ جگہ منکر وسرکش کی نہیں بلکہ اطاعت وتواضع کرنے والوں کی ہے۔ نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے کہ انسان تیری مذمت کرے گا۔ درس: تکبر ایسا مذموم وصف ہے کہ ہزاروں برس کا عبادت گزار اور فرشتوں کا استاد کہلانے والا ابلیس بھی اس کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں مردود ٹھہرا اور قیامت تک کے لئے ذلت ورسوائی کا شکار ہو گیا۔

آیت 14، 15 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک کہ جب سب لوگ مر جائیں گے۔ اہم بات: شیطان مردود نے دوسری مرتبہ صور پھونکنے یعنی مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے تک مہلت چاہی تھی تاکہ موت کی سختی سے بچ جائے مگر اسے پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک کی مہلت دی گئی۔

آیت 16 شیطان نے کہا: مجھے اس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں گا، ان کے دلوں میں وسوسے ڈالوں گا، انہیں باطل کی طرف مائل کروں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا، تیری اطاعت وعبادت سے روکوں گا اور بعض کو کافر ومشرک بنادوں گا۔ اہم بات: شیطان نے یہاں گمراہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی، اس میں یا تو شیطان نے خود کو مجبور محض مان کر یہ کہا یا پھر اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کے طور پر کہا۔

لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑯ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ

سیدھے راستہ پر لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا○ پھر ضرور میں ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور

اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ⑰ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا

ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا○ اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل و مردود

مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑱ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ

ہو کر نکل جا۔ بیشک ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم بھر دوں گا○ اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی

زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲

جنت میں رہو پھر اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے○

آیت 17﴾ شیطان نے اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پھر میں ضرور بنی آدم کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں یعنی چاروں طرف سے ان کے پاس آؤں گا اور انہیں گھیر کر راہِ راست سے روکوں گا تاکہ وہ تیرے راستے پر نہ چلیں اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سامنے سے مراد یہ ہے کہ میں ان کی دنیا کے متعلق وسوسے ڈالوں گا، پیچھے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے متعلق وسوسے ڈالوں گا، دائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کے دین میں شبہات ڈالوں گا اور بائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کو گناہوں کی طرف راغب کروں گا۔ اہم بات: چونکہ شیطان بنی آدم کو گمراہ کرنے نیز شہوتوں اور قبیح افعال میں مبتلا کرنے میں اپنی انتہائی کوشش کرنے کا عزم کر چکا تھا یا وہ انسان کی اچھی بری صفات سے واقف تھا یا اس نے فرشتوں سے سن رکھا تھا اس لئے اسے گمان تھا کہ وہ بنی آدم کو بہکا لے گا اور انہیں فریب دے کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر اور اس کی طاعت و فرمانبرداری سے روک دے گا۔

آیت 18﴾ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل و مردود ہو کر نکل جا کہ آج فرشتوں میں اور آئندہ ہر جگہ ذلیل و خوار ہو، بیشک بنی آدم میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں تجھ سے، تیری اولاد سے اور تیری اطاعت کرنے والے آدمیوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ اہم باتیں: (1) پیغمبر کی دشمنی تمام کفروں سے بڑھ کر ہے، شیطان عالم و زاہد ہونے کے باوجود تعظیم نبی سے انکار پر ذلیل و رسوا ہوا۔ (2) دوزخ میں شیطان، جنات اور انسان سب جائیں گے۔

آیت 19﴾ شیطان کو ذلیل و رسوا کر کے جنت سے نکال دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا جنت میں رہو اور جنتی پھلوں میں سے جہاں چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا
پھر شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا تاکہ ان پر ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے اور کہنے لگا تمہیں تمہارے رب نے
رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ
اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ○ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بیشک
لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
تم دونوں کا خیر خواہ ہوں○ تو وہ دھوکا دے کر ان دونوں کو اتار لایا پھر جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کی شرم کے مقام ان پر کھل گئے
وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ
اور وہ جنت کے پتے ان پر ڈالنے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا
وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ
اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟○ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر

آیت 21،20 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے۔ کہنے لگا: اس درخت میں یہ تاثیر ہے کہ اس کا پھل کھانے والا فرشتہ بن جاتا یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کرلیتا ہے، تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے یا ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور شیطان نے ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ بیشک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

آیت 22 شیطان نے جھوٹی قسم کھا کر ان دونوں کو دھوکا دیا اور ممانعت کی تاویلیں کر کے انہیں اس درخت سے کھانے کی طرف لے آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت انتہا درجے کی تھی اس لئے آپ علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی جھوٹ بول سکتا ہے نیز جنت قربِ الٰہی کا مقام ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اس مقام قرب میں رہنے کا اشتیاق تھا اور فرشتہ بننے یا دائمی بننے سے یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے لہٰذا آپ نے شیطان کی قسم کا اعتبار کر لیا اور ممانعت کو تنزیہی سمجھتے ہوئے یا خاص درخت کی ممانعت سمجھتے ہوئے اسی جنس کے دوسرے درخت سے کھالیا۔ اس کے کھاتے ہی جنتی لباس جسم سے جدا اور پوشیدہ اعضا ظاہر ہو گئے۔ جب بے ستری ہوئی تو ان بزرگوں نے انجیر کے پتے اپنے جسم شریف پر ڈالنے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ **اہم بات:** پوشیدہ اعضاء کا چھپانا انسانی فطرت میں داخل ہے، جو شخص ننگے ہونے کو فطرت سمجھتا ہے جیسے مغربی ممالک میں ایک طبقے کا رجحان ہے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی فطرتیں مسخ ہو چکی ہیں۔

آیت 23 فرمایا کہ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم

لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے ○ اللہ نے فرمایا: تم اتر جاؤ، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ

اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور نفع اٹھانا ہے ○ (اللہ نے) فرمایا: تم اسی میں زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے

وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَ

اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے ○ اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے اور

ع ٥

نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اہم بات: یہاں اپنی جانوں پر زیادتی کرنے سے مراد گناہ کرنا نہیں بلکہ اپنا نقصان کرنا ہے، اس طرح کہ جنت کے بجائے زمین پر آنا پڑا اور وہاں کی آرام کی زندگی کی جگہ یہاں مشقت کی زندگی اختیار کرنا پڑی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے لغزش کے بعد دعا مانگی اس میں مسلمانوں کے لئے تربیت ہے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو تو بارگاہِ الٰہی میں ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اس کا اعتراف کریں اور اس سے مغفرت و رحمت کا سوال کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا گناہ بخش دے۔

آیت 24 چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا اصل مقصد انہیں زمین میں خلیفہ بنانا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق سے پہلے ہی فرشتوں سے فرما دیا تھا نیز اولادِ آدم نے آپس میں عداوت و دشمنی بھی کرنا تھی اور جنت جیسی مقدس جگہ ان چیزوں کے لائق نہیں لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم و حوا! تم اپنی ذریت کے ساتھ جو تمہاری پیٹھ میں ہے جنت سے اتر جاؤ، تمہاری اولاد میں بعض دوسرے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور دنیوی زندگی سے نفع اٹھانا ہے۔

آیت 25 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم زمین ہی میں زندگی بسر کرو گے، اسی میں تمہاری وفات ہوگی اور اسی سے بروزِ قیامت جزو سزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 26 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت سے زمین پر اترنے کا حکم دیا اور زمین کو ان کے ٹھہرنے کی جگہ بنایا تو وہ تمام چیزیں بھی اتاریں جن کی دین یا دنیا کے اعتبار سے حاجت تھی۔ ان میں سے ایک چیز لباس ہے جس کی طرف دین یا دنیا دونوں کے اعتبار سے حاجت ہے کیونکہ لباس ستر ڈھانپنے کے کام آتا ہے اور ستر عورت نماز میں شرط ہے نیز لباس سردی گرمی روکنے کے کام آتا ہے۔ آیت میں فرمایا گیا: اے اولادِ آدم! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے، ایک لباس وہ جو زیب و زینت کے کام آتا ہے اور پرہیزگاری کا لباس یعنی ایمان، تقویٰ، حیا اور نیک خصلتیں سب سے بہتر ہیں۔ یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اہم باتیں: (1) لباس صرف انسانوں کے لئے بنایا گیا لہٰذا جانور بے لباس ہی ہوتے ہیں۔ (2) لباس بہت بڑی نعمت ہے اس کے پہننے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ مسئلہ: بقدرِ ستر عورت چھپانے کے قابل لباس پہننا فرض ہے اور لباسِ زینت پہننا مستحب ہے۔

لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۲۶ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ

(ایک لباس وہ جو) زیب و زینت ہے اور پرہیزگاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ۝ اے آدم کی اولاد!

لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا

تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیے تاکہ انہیں ان کی

سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

شرم کی چیزیں دکھا دے۔ بیشک وہ خود اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۷ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ

نہ لانے والوں کا دوست بنا دیا ہے ۝ اور جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا تھا اور اللہ نے (بھی)

اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸

ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ: بیشک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں ۝

آیت 27 یہاں سے بنی آدم کو ہوشیار کیا جا رہا ہے کہ وہ شیطان کی مکاریوں سے بچتے رہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: اے اولادِ آدم! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیے تاکہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھا دے۔ بیشک شیطان اور اس کی ذریت سارے جہان کے لوگوں کو دیکھتے ہیں جبکہ لوگ انہیں نہیں دیکھتے۔ جہاں کسی نے کسی اچھے کام کا ارادہ کیا، اسے اُس کی نیت کی خبر ہو گئی اور فوراً بہکا دیا۔ اور فرمایا: بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنا دیا ہے یعنی شیطان بظاہر کفار کا دوست ہے اور کفار دل سے شیطان کے دوست ہیں ورنہ حقیقت میں شیطان کفار کا بھی دوست نہیں، وہ تو ہر انسان کا دشمن ہے کہ سب کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانے کی کوشش میں ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جو دشمن تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے اس سے اللہ تعالیٰ کے بچائے بغیر خلاصی ممکن نہیں؛ تو تم اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔ (2) اس آیت میں مومن، کافر، ولی، عالم، پرہیزگار سب سے خطاب ہے، کوئی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ جانے۔ (3) شیطان کا علم و قدرت بہت وسیع ہے کہ زمانے میں، ہر جگہ، ہر آدمی کو وسوسے ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔ **درس:** مسلمان کو ہر وقت شیطان کے مقابلے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

آیت 28 زمانۂ جاہلیت میں کفار ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کرتے تھے۔ ایسی بے حیائی پر جب ان کی مذمت کی گئی تو انہوں نے اس کے عذر بیان کئے: (1) ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا تھا لہٰذا ان کی اتباع میں یہ کرتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان افعال کا حکم دیا ہے۔ یہ محض بہتان تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! تم جواب میں فرماؤ: بیشک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ **اہم بات:** اگرچہ یہ آیت خاص ننگے ہو کر طواف کرنے کے بارے میں آئی مگر اس میں ہر قبیح فعل اور تمام صغیرہ کبیرہ گناہ داخل ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ

تم فرماؤ: میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے اور (یہ کہ) ہر نماز کے وقت تم اپنے منہ سیدھے کرو اور عبادت کو اسی کے لئے خالص کرکے

لَهُ الدِّیْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَرِیْقًا هَدٰى وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ

اس کی بندگی کرو۔ اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے ○ ایک گروہ کو ہدایت دی اور ایک فرقے پر گمراہی ثابت ہو گئی،

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے اور سمجھتے یہ ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں ○ اے آدم کی اولاد! ہر

آیت 29 بری باتوں سے منع کرنے کے بعد اب ان چیزوں کا بیان ہو رہا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، فرمایا: اے حبیب! ان کافروں سے فرماؤ کہ میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے وقت تم اپنے منہ سیدھے کرو یعنی جہاں بھی ہو نماز کے وقت اپنے چہرے کعبہ کی طرف سیدھے کر لو یا یہ معنی ہے کہ جب نماز کا وقت آئے اور تم مسجد کے پاس ہو تو مسجد میں نماز ادا کرو اور کوئی یہ نہ کہے کہ میں اپنی مسجد میں یا اپنی قوم کی مسجد میں نماز ادا کروں گا یا یہ معنی ہے کہ تم اپنے سجدے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرلو، اور یہ حکم فرمایا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے یا اس کے حکم کی بجا آوری کی نیت سے عبادت کرو، اس میں کسی کو دکھانے یا کسی کی نیت ہو نہ عبادت میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے بنی آدم میں سے بعض کو مومن اور بعض کو کافر پیدا فرمایا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ویسے ہی لوٹائے گا جیسے ابتدا میں پیدا فرمایا تھا مومن مومن بن کر اور کافر کافر بن کر۔ ایک قول یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے شقی اور بدبخت لوگوں میں سے پیدا کیا ہے وہ قیامت کے دن اہلِ شقاوت سے اٹھے گا خواہ پہلے نیک کام کرتا ہو۔ ایک معنی یہ ہے کہ جس طرح انسان ماں کے پیٹ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر پیدا ہوتا تھا قیامت کے دن بھی اسی طرح ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اٹھے گا۔ اہم باتیں: (1) قِسط کے کئی معنی ہیں: (۱) حصہ (۲) عدل وانصاف (۳) ظلم (۴) درمیانی چیز یعنی جس میں افراط و تفریط یعنی کمی زیادتی نہ ہو۔ یہ لفظ بہت سی چیزوں کو شامل ہے، عقائد میں عدل، عبادات میں عدل، معاملات میں عدل، بادشاہ کا عدل کرنا، قوم کا انصاف کرنا، اولاد، رشتہ داروں اور اپنے نفس کے معاملے میں عدل وغیرہ سب اس میں داخل ہیں۔ (2) اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت (اور اس کی رضا جوئی) کے علاوہ ہر ایک کی عبادت (اور اس کی رضا جوئی) سے بری ہو جائے۔

آیت 30 فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان و معرفت کی ہدایت اور طاعت و عبادت کی توفیق دی۔ ان کے مقابلے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو گمراہ ہوئے، یہ کفار ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا یعنی شیطانوں کے حکم پر کفر و معاصی کو اختیار کیا اور اس کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ اہم بات: عمومی گمراہی سے بدتر گمراہی یہ ہے کہ آدمی گمراہ ہونے کے باوجود خود کو ہدایت یافتہ سمجھے۔

آیت 31 فرمایا گیا کہ اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو یعنی ستر عورت کے لئے کفایت کرنے والے لباس کے ساتھ زینت والا لباس بھی ہو، عمدہ لباس میں اپنے رب کے حضور حاضری دو۔ ایک قول یہ ہے کہ خوشبو لگانا زینت میں داخل ہے یعنی نماز کے

زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ ع

نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ

تم فرماؤ: اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ ایمان

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

والوں کے لئے ہے، قیامت میں تو خاص انہی کے لئے ہوگا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ

تم فرماؤ، میرے رب نے تو ظاہری باطنی بے حیائیاں اور گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے اور اسے کہ

لئے ان چیزوں کا بھی اہتمام رکھو۔ **شانِ نزول:** بنی عامر زمانۂ حج میں اپنی خوراک بہت کم کر دیتے، گوشت اور چکنائی تو بالکل نہ کھاتے اور اسے حج کی تعظیم جانتے۔ مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ایسا کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ کھاؤ اور پیو گوشت ہو خواہ چکنائی اور اسراف نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ **اہم باتیں:** (1) اسراف یہ ہے کہ پیٹ بھر چکنے کے بعد بھی کھاتے رہو یا حرام کی پرواہ نہ کرو اور یہ بھی اسراف ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کی اسے حرام کر لو۔ (2) ستر عورت نماز، طواف بلکہ ہر حال میں واجب ہے۔ (3) جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں نماز پڑھے اور مسجد میں اچھی حالت میں آئے۔ (4) اس آیت میں دلیل ہے کہ کھانے پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے ان کے جن پر شریعت میں دلیلِ حرمت قائم ہو۔

آیت 32 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان جاہلوں سے فرما دیجئے جو ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کرتے ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے اسی لئے پیدا فرمائی کہ وہ اس سے زینت حاصل کریں اور نماز و طواف اور دیگر اوقات میں اسے پہنیں اور اس پاکیزہ رزق اور کھانے پینے کی لذیذ چیزوں کو کس نے حرام کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالیں۔ تم فرماؤ کہ یہ دنیا و آخرت کی نعمتیں صرف اہلِ ایمان ہی کے لئے ہیں لیکن چونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایک مہلت اور امتحان بھی رکھا ہے اس لئے کفار کو بھی اس میں سے مل جاتا ہے بلکہ مہلت کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور فرمایا: ہم اسی طرح ان لوگوں کے لئے حلال و حرام کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں کہ میں اللہ اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں تو وہ میرے حلال کئے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام جانتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں زینت سے مراد لباس ہے جو ستر پوشی کے کام آئے۔ ایک قول کے مطابق یہ زینت کی تمام اقسام کو شامل ہے، اسی میں لباس اور سونا چاندی بھی داخل ہے۔ (2) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہے۔ حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جبکہ حلت کے لئے کوئی دلیلِ خاص ضروری نہیں۔

آیت 33 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ان مشرکین سے خطاب ہے جو برہنہ ہو کر طوافِ کعبہ کرتے اور اللہ

تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ

...کے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے ○ اور ہر

اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ

...کے لئے ایک مدت مقرر ہے تو جب ان کی وہ مدت آجائے گی تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہوگی اور نہ ہی آگے ○ اے آدم کی اولاد!

اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

...تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائیں جو تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت کریں تو جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرے گا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ

...پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور جو ہماری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں تکبر کریں گے

...حلال کی ہوئی پاک چیزیں حرام کر لیتے تھے، ان سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام نہیں کیں بلکہ اس نے جو چیزیں ...حرام کی ہیں وہ یہ ہیں: (1) بے حیائیاں، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی، یہاں فواحش سے مراد ہر کبیرہ گناہ ہے، جو علانیہ ہو ما ظہر یعنی ...ظاہری ہے اور جو خفیہ ہو وہ ما بطن یعنی باطنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زنا ہے، جو علی الاعلان ہو جیسے اجرت دے کر ...عورتوں سے بدکاری کرنا ما ظہر ہے اور جو خفیہ طور پر ہو جیسے کسی جوان لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجے میں یا پیار کا ...دھوکہ دے کر کیا تو یہ ما بطن ہے۔ (2) اِثم یعنی گناہ، یہاں ہر صغیرہ گناہ مراد ہے یا وہ گناہ کہ جس پر شرعی سزا لازم نہ ہو یا ہر گناہ ...چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ (3) ناحق زیادتی یعنی کسی شخص کا وہ چیز طلب کرنا جو اس کا حق نہیں۔ (4) ہر طرح کا کفر و شرک (5) یہ کہ تم ...اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے جیسے اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے کو حرام ٹھہرانا۔ اہم بات: حدیث پاک میں ہے: ...اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی بے حیائیوں کو حرام کر دیا۔ (مسلم، حدیث: 6991)

34 ... یہاں مقررہ مدت سے یا تو یہ مراد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کرنے والی امتوں کے لئے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے، ...جب وہ وقت آئے گا تو عذاب ضرور آئے گا یا یہ مراد ہے کہ ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آئے گا تو موت کا ...آ جائے گی۔ درس: چونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اس لئے ہر وقت موت کے لئے تیار، گناہوں سے دور اور نیک اعمال ...میں مصروف رہنا چاہیے۔

35 ... فرمایا کہ اے اولادِ آدم! تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول تشریف لائیں گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ کر سنائیں ...گے تو ان میں سے جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور ممنوعات سے بچتے ہوئے عبادت و اطاعت کا راستہ اختیار کرے گا تو قیامت کے دن ...اس پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ دنیا میں کچھ چھوڑ دینے کی وجہ سے غمگین ہوگا بلکہ حسبِ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ...نوازا جائے گا۔

36 ... اور فرمایا کہ جو ہماری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں تکبر کریں گے، انہیں تسلیم نہیں کریں گے تو یہ لوگ جہنمی ہیں،

أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

تو یہ لوگ جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا

أَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۗ أُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۗ حَتّٰىٓ إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

یا اس کی آیتیں جھٹلائیں؟ تو انہیں ان کا لکھا ہوا حصہ پہنچتا رہے گا حتیٰ کہ جب ان کے پاس ان کی جان قبض کرنے کے لئے ہمارے بھیجے ہوئے

يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوٓا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۗ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا

(فرشتے) آتے ہیں تو وہ (فرشتے ان سے) کہتے ہیں: وہ کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ (جواباً) کہتے ہیں وہ ہم سے غائب ہو گئے

وَشَهِدُوا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كٰفِرِينَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے ○ اللہ ان سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں

مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ ۗ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۗ حَتّٰىٓ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا

گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو جاؤ۔ جب ایک گروہ (جہنم میں) داخل ہوگا تو دوسرے (گروہ) پر لعنت کرے گا حتیٰ کہ جب سب اس میں

جَمِيعًا ۙ قَالَتْ أُخْرٰىهُمْ لِأُولٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّونَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ

ہو جائیں گے تو ان میں بعد والے پہلے والوں کے لئے کہیں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں آگ کا دگنا عذاب

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اہم بات: تکبر کی بہت بڑی قباحت یہ ہے کہ آدمی جب تکبر کا شکار ہوتا ہے تو نصیحت قبول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آیت 37 فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو اس نے نہیں فرمائی یا جو اس نے فرمایا اسے جھٹلائے یعنی قرآنِ پاک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب نہ ماننے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرے۔ لوحِ محفوظ یا نوشتۂ تقدیر میں جتنی عمر اور روزی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے لکھ دی ہے وہ ان کو پہنچے گی حتی کہ جب ان کے پاس ان لوگوں کی عمریں اور روزیاں پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ملک الموت اور ان کے معاون ان کی جان قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ فرشتے ان مشرکین سے کہتے ہیں: تمہارے وہ جھوٹے معبود کہاں ہیں جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے؟ مشرکین اس کے جواب میں کہتے ہیں: وہ ہم سے غائب ہو گئے، ان کا کہیں نام و نشان ہی نہیں اور موت کے وقت مشرکین اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ پر افترا کی مختلف صورتیں ہیں: (1) بتوں یا ستاروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔ (2) یزدان اور اہرمن دو خدا اقرار دینا۔ (3) اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ٹھہرانا۔ (4) باطل احکام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔

آیت 38، 39 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو کر جہنم میں چلے جاؤ۔ جب ایک دین سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ جہنم میں

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

فرمائے گا سب کے لیے دگنا ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں ○ اور پہلے والے دوسروں سے کہیں گے تو تمہیں ہم پر کوئی برتری نہ رہی

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا

تو اپنے اعمال کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ

ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے حتّٰی کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذٰلِكَ

اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ○ ان کے لیے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے (اسی کا) اوڑھنا ہو گا اور ہم ظالموں کو

والے اپنے ہم دین دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یعنی ہر قسم کا کافر اپنی قسم کے کافر پر لعنت کرے گا مشرک مشرکوں پر، یہودی یہودیوں پر، عیسائی عیسائیوں پر لعنت کرے گا حتّٰی کہ جب سب جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو بعد والے یعنی پیروکار پہلے والوں یعنی گمراہ کرنے والوں کے لیے بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: سب کے لیے دگنا عذاب ہے اور سب کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا لیکن تمہیں ایک دوسرے کا عذاب معلوم نہیں۔ یہ سن کر گمراہی کے پیشوا پیروی کرنے والوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر عذاب سے چھٹکارے میں کوئی برتری نہ رہی، کفر و انبیاء کے منکروں کی اہانت، مسلمانوں کو ستانا ہم تم دونوں کرتے تھے تو تم اپنے کفر اور برے اعمال کا مزہ چکھو۔

سابقہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے اور ان سے تکبر کرنے والوں کی سزا بیان ہوئی کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اب اس ہمیشگی کی کیفیت بیان کی، ایک یہ کہ ان کے اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی زندگی میں ان کا عمل آسمان پر جا سکتا ہے نہ موت کے بعد ان کی روح جا سکتی ہے کیونکہ ان کے اعمال و ارواح دونوں خبیث ہیں۔ ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ خیر و برکت اور رحمت کے نزول سے محروم رہتے ہیں۔ اور دوسری کیفیت یہ بیان کی کہ وہ تب تک جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل نہ ہو جائے اور یہ ناممکن ہے لہٰذا کفار کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے۔ اور فرمایا کہ ہم مجرموں یعنی کفار کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اہم بات: اس سے ثابت ہوا کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ان کے لیے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے اسی کا اوڑھنا ہو گا یعنی اوپر نیچے ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ہو گی اور فرمایا کہ ہم ظالموں یعنی کافروں کو ان کے کفر کا ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓىٕكَ

ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ۝ اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے، وہ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ

جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝ اور ہم نے ان کے سینوں سے بغض و کینہ کھینچ لیا، ان کے نیچے نہریں بہیں

الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

گی اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنا دیا گیا۔

آیت 42 کفار کے لئے وعید اور اخروی سزاؤں کے بیان کے بعد ایمان والوں کے لئے آخرت کے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے۔ فرمایا: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے، تو وہ جنت والے ہیں اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان اعمال سے مقدم ہے پہلے ایمان قبول کیا جائے پھر نیک کام کیے جائیں۔ (2) کوئی شخص نیک اعمال سے بے نیاز نہیں۔ (3) یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے کوئی بہت زیادہ مشقت برداشت نہ کرنا پڑے گی بلکہ اکثر و بیشتر احکام وہ ہیں جن پر آدمی بہت سہولت کے ساتھ عمل کر لیتا ہے جیسے نماز، روزہ اور دیگر عبادات تو جنت میں جانے کا راستہ نہایت آسان ہے، صرف ہمت کا مسئلہ ہے۔

آیت 43 اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان کیسا پیارا تقابل بیان فرمایا کہ جہنمیوں کے گروہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور جنتیوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے بغض و کینہ نکال دیا، یہ سب پاکیزہ دل والے ہوں گے، نیز جہنمیوں کے نیچے آگ کے بچھونے ہوں گے اور جنتیوں کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایسے عمل کی توفیق و ہدایت دی جس کا یہ ثواب ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس عمل کی توفیق و ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور جنتی نعمتیں دیکھ کر کہیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے جس کا رسول تم سے دنیا میں وعدہ کرتے تھے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنا دیا گیا۔ جنت کو دو وجہ سے میراث فرمایا گیا: (1) کفار کے حصہ کی جنت یعنی کافروں کے لئے ایمان لانے کی صورت میں جو جنتی محلات تیار تھے وہ ان کے کفر کے باعث اہلِ ایمان کو دے دیے جائیں گے تو گویا یہ ان کی میراث ہوئی۔ (2) جیسے میراث اپنی محنت و کمائی سے نہیں ملتی اسی طرح جنت کا ملنا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہو گا، اعمال ظاہری سبب ہیں اور وہ بھی جنت میں داخلے کا سبب بننے کے قابل نہیں کیونکہ ہمارے اعمال ناقص ہیں، یہ سابقہ نعمتوں کا شکرانہ یا جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بن جائیں تو بھی بہت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) پاکیزہ دل ہونا جنتیوں کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جو یہاں اپنا دل بغض و کینہ اور حسد سے پاک رکھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنتیوں میں داخل فرمائے گا۔ جنت میں جانے سے پہلے سب کے دلوں کو کینہ سے پاک کر دیا جائے گا (2) کینہ کا مفہوم:

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ

اور جنتی جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسے سچا پایا تو کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا

مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۝٤٤

جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں، پھر ایک ندا دینے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝٤٥ وَبَیْنَهُمَا

جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسے ٹیڑھا (کرنا) چاہتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور جنت و دوزخ کے درمیان میں

حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ

ہے کہ کسی کو بھاری جاننا، اس سے نفرت کرنا اور دشمنی رکھنا اور یہ بات ہمیشہ ہمیشہ دل میں رکھنا۔ (3) اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر جنت میں بھی ہوگا (4) علم و عمل اور ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی عطا سے ہے (5) یہاں مفسرین نے فرمایا کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے عمل کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں تمہارے اعمال کے سبب جنت کا وارث بنا دیا گیا۔ گویا بندہ اپنے عمل کو ناچیز سمجھ کر صرف اللہ کریم کے فضل پر بھروسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ناقص عمل کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرما کر قابلِ ذکر بنا دیتا ہے۔

آیت 44 جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جنت والے جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا اور رسولوں نے جو فرمایا تھا کہ ایمان و طاعت پر اجر و ثواب پاؤ گے ہم نے اسے سچا پایا، کیا تم لوگوں نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے رب تعالیٰ نے کفر و نافرمانی پر عذاب کا کیا تھا؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! ہم نے بھی اسے سچا پایا۔ پھر ایک ندا دینے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں یعنی کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں جہنمیوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ گنہگار مومن۔ (2) جنتیوں کا جہنمیوں سے کلام ان کی ذلت و رسوائی میں اضافہ کرنے کے لئے ہوگا کیونکہ دنیا میں عموماً کافر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے، انہیں طعنے دیتے اور ان پر پھبتیاں کستے تھے، آج اس کا بدلہ ہو رہا ہوگا۔ (3) یہ ندا کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے یا دوسرا فرشتہ جس کی یہ ڈیوٹی ہوگی۔

آیت 45 یہاں جہنمیوں کے اوصاف بیان ہوئے کہ وہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے کہ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کو بدل دیں اور وہ قیامت کا انکار کرنے والے تھے۔ **اہم بات:** یہاں یہ وعیدیں بطورِ خاص کافروں کے متعلق ہیں لیکن جو مسلمان کہلانے والے بھی دوسروں کو دین پر عمل کرنے سے منع کرتے اور جو دین میں تحریف و تبدیلی چاہتے ہیں وہ بھی کم مجرم نہیں بلکہ وہ بھی جہنم کے مستحق ہیں۔

آیت 46 فرمایا کہ جنت و دوزخ کے درمیان میں ایک پردہ ہے تاکہ دوزخ کا اثر جنت اور جنت کا اثر دوزخ میں نہ آ سکے، یہ پردہ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ

تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے○ اور جب ان اعراف والوں کی آنکھیں

اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ

جہنمیوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا○ اور اعراف والے کچھ مردوں کو

رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ

پکار کر کہیں گے جنہیں ان کی پیشانیوں سے پہچانتے ہوں گے: تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کرتے تھے وہ تمہیں کام نہ آیا○ کیا یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں کرے گا (ان سے تو فرمایا گیا ہے کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر نہ کوئی خوف

اعراف ہے چونکہ یہ بہت اونچا ہو گا اس لئے اسے اعراف کہتے ہیں کیونکہ اعراف کا معنی ہے: بلند جگہ۔ مزید فرمایا کہ اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو جنتیوں اور جہنمیوں سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے کہ جنتیوں کے چہرے سفید اور تروتازہ ہوں گے اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی، وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اعراف والے کس طبقے کے ہوں گے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اعراف پر ٹھہرے رہیں گے پھر آخر کار جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ (۲) وہ لوگ جہاد میں شہید ہوئے مگر ان کے والدین ان سے ناراض تھے وہ اعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ (۳) جن کے والدین میں سے ایک ان سے راضی ہو ایک ناراض، وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ اعراف کا مرتبہ اہلِ جنت سے کم ہے۔ (2) فرمایا گیا: اعراف والے جنتیوں کو پکاریں گے۔ جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہے اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں گے۔ اللہ کی عطا سے کسی کو ایسی طاقت ملنا ممکن ہے۔

آیت 47 جب اعراف والوں کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف پھیر دی جائیں گی اور وہ اس میں جہنمیوں کو ہونے والے عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جہنم میں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا جنہوں نے شرک و کفر کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

آیت 49،48 اہلِ اعراف جہنمیوں میں سے کفار کے سرداروں کو جنکی پیشانیوں پر جہنمی ہونے کی علامت ہوگی پکار کر ان سے کہیں گے: تمہاری جماعت اور تکبر تمہیں کچھ کام نہ آیا۔ اور غریب جنتی مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے: کیا یہ وہی ہیں جنہیں تم دنیا میں حقیر اور رحمت الٰہی سے دور سمجھتے تھے۔ اب خود دیکھ لو! ان سے تو بلا خوف و غم جنت میں داخل ہونے کا فرمایا گیا جبکہ تم کس بڑی مصیبت میں مبتلا ہو۔ **درس:** دنیا میں مومن کی فقیری یا کافر کی امیری سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے نیز مسلمان کو غربت کے طعنے دینا کفار کا طریقہ، ایذاء مسلم اور حرام فعل ہے۔

وَلَآ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ

اور نہ تم غمگین ہو گے○ اور جہنمی جنتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں کچھ پانی دے دو یا

مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَهُمۡ

اس رزق سے کچھ دے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ جنتی کہیں گے: بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں○ جنہوں نے اپنے دین کو

لَهۡوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ نَنۡسٰهُمۡ کَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ یَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ

کھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکا دیا تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا

وَمَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِکِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ هُدًی وَّرَحۡمَةً

اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے○ اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک عظیم علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا ایمان لانے

لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِیۡلَهٗ ؕ یَوۡمَ یَاۡتِیۡ تَاۡوِیۡلُهٗ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ نَسُوۡهُ

والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے○ وہ تو صرف قرآن کے کہے ہوئے آخری انجام کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس دن وہ آخری انجام آئے گا تو جو اس سے

آیت 50 اہل اعراف کے جنت میں جانے کے بعد دوزخی عرض کریں گے: یارب! جنت میں ہمیں اپنے رشتہ داروں کو دیکھنے اور ان سے بات کرنے کی اجازت عطا فرما تو انہیں اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے رشتہ داروں کو جنت کی نعمتوں میں دیکھ کر پہچان لیں گے اور پکار کر کہیں گے: ہمیں کچھ پانی اور اللہ کی نعمتوں میں سے کھانے کو دو۔ جنتی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حرام سے مراد شرعی حرام نہیں کیونکہ وہاں شرعی احکام جاری نہ ہوں گے بلکہ مراد کامل محرومی ہے (2) جنتیوں کا جہنمیوں کی مدد نہ کرنا کافر جہنمیوں کے متعلق ہے ورنہ جہنم کے مستحق مسلمانوں میں سے بہت سے گناہگاروں کو نیک رشتہ داروں کی شفاعت نصیب ہوگی۔

آیت 51 یہاں کفار کی ایک بری صفت بیان ہوئی کہ انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اس طرح کہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں جسے چاہا حرام اور جسے چاہا حلال قرار دیا اور ایمان کی دعوت ملنے پر ایمان والوں سے مذاق مسخری کرنے لگے، چونکہ انہوں نے دنیاوی لذتوں میں مشغول ہو کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو بھلا رکھا تھا اور آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کاموں کا بدلہ دے گا۔

آیت 52 یہاں کتاب سے مراد قرآن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا کہ ہدایت کے لئے تمام ضروری چیزیں اس میں بیان فرمادیں، جس چیز کی دعوت دی اس کی حقانیت کے زبردست دلائل قائم فرمائے! اس کی رحمتِ عامہ تو سارے عالم کے لئے ہے کہ ساری دنیا کو ایک ہدایت نامہ مل گیا مگر رحمتِ خاصہ صرف مومنوں کے لئے ہے کیونکہ اس سے نفع صرف وہی اٹھاتے ہیں۔

آیت 53 جنہوں نے آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلایا وہ صرف آخری انجام کا انتظار کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن جب اس قرآن کا بتایا ہوا

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ
پہلے ہوئے تھے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تھے، تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں
اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ
یا ہمیں واپس بھیج دیا جائے تو ہم جو پہلے عمل کیا کرتے تھے اس کے برخلاف اعمال کرلیں۔ بیشک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے کھوئے گئے
ع مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ
جو یہ بہتان باندھتے تھے ○ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ
پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے کہ (ایک) دوسرے کے پیچھے جلد جلد چلا آرہا ہے اور اس نے سورج
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ
اور چاند اور ستاروں کو بنایا اس حال میں کہ سب اس کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! پیدا کرنا اور تمام کاموں میں تصرف کرنا اسی کے لائق ہے۔ اللہ بڑی برکت والا

آخری انجام آئے گا تو کافر اقرار کرتے ہوئے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول کی تعلیمات یعنی حشر و نشر، قیامت کے دن اٹھنا اور ثواب و عذاب وغیرہ سب حق ہے لیکن اس وقت ان کا اقرار کوئی فائدہ نہ دیگا، جب یہ مسلمانوں کی شفاعت ہوتی دیکھیں گے کہ انبیاء، اولیاء، علماء، صلحاء، چھوٹے بچے، ماہِ رمضان اور خانہ کعبہ وغیرہ شفاعت کر رہے ہیں تب کفِ افسوس ملتے ہوئے کہیں گے کہ ہے کوئی جو ہماری بھی سفارش کرے یا ہمیں دنیا میں ہی واپس بھیج دیا جائے تاکہ کفر کے بجائے ایمان لائیں مگر انکی خواہش پوری نہ ہوگی کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل کا وقت ضائع کر دیا اور یہ جو کہتے تھے کہ بت اپنے پجاریوں کی شفاعت کریں گے اب انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے یہ دعوے جھوٹے تھے۔ درس: یاد رہے! یہ بات طے شدہ ہے کہ کچھ گنہگار مسلمان ضرور جہنم میں جائیں گے لہٰذا ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرنی اور عذاب جہنم سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

آیت 54 قیامت کے تفصیلی احوال کے بعد یہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، وحدانیت اور وقوعِ قیامت پر دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ فرمایا گیا: بیشک تمہارا رب اللہ ہے، اس کی قدرت و وحدانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو دنیا کے چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا۔ اگر یہ ایک لمحے میں پیدا ہوتے تو کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ اتفاقی حادثہ ہے لیکن جب ان کی تخلیق ایک مخصوص مدت و طریقہ کار سے ہوئی تو معلوم ہوا کہ انہیں کسی اور نے وجود بخشا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ چھ دن سے مراد چھ ادوار ہیں، اور فرمایا: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اللہ رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے یعنی رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی کو اور دن کی روشنی سے رات کے اندھیرے کو دور فرما دیتا ہے۔ رات دن میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے تسلسل سے چلا آرہا ہے اور سورج، چاند، ستاروں کو ایسا بنایا کہ نہ کبھی خراب ہوں اور نہ انہیں تبدیل کیا جائے مگر

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾ ۚ

جو سارے جہانوں کا رب ہے○ اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا○

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو اور اللہ سے دعا کرو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے۔ بیشک اللہ کی رحمت

قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ

نیک لوگوں کے قریب ہے○ اور وہی ہے جو ہواؤں کو اس حال میں بھیجتا ہے کہ اس کی رحمت کے آگے آگے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھا لاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی مردہ شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر اس مردہ شہر میں پانی اتارتے ہیں تو اس پانی

جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! کائنات میں تخلیق اور تصرّف کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اسی کی ذات خیر و برکت والی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کم مدت میں آسمان و زمین کی تخلیق کی قدرت کے باوجود اتنے عرصے میں ان کی پیدائش فرمانے میں بندوں کے لئے تعلیم ہے کہ جلد بازی سے بچیں۔ (2) یہ آیت متشابہات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کے عرش پر استوا فرمانے سے در حقیقت کیا مراد ہے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت 55 فرمایا کہ اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ لوگوں کو دعا وغیرہ جن چیزوں کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ ان میں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں چونکہ دُعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا: اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3382) (2) دعا میں حد سے بڑھنے کی مختلف صورتیں ہیں، جیسے انبیا علیہم السلام کا مرتبہ مانگنا، اسی طرح جو چیزیں محال یا قریب بہ محال ہیں ان کی دعا کرنا، ایسے کام کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا، اسی طرح گناہ کی دعا مانگنا وغیرہ۔

آیت 56 فرمایا کہ اے لوگو! انبیا علیہم السلام کے تشریف لانے اور دعوتِ حق دینے کے بعد تم کفر و شرک کر کے زمین میں فساد برپا نہ کرو اور جب بھی دعا کرو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی طمع کرتے ہوئے دعا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔ **اہم بات:** دعا اور عبادات میں خوف و امید دونوں ہونے چاہئیں، اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

آیت 57 یہاں قدرتِ خداوندی اور وقوعِ قیامت پر مزید دلائل بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت سے پہلے ہوا پھر ہوا کے ذریعے بادل اور بادلوں سے اس مردہ زمین پر بارش اتارتا ہے جو خشک پڑی ہوتی ہے اور سبزے کا نشان تک نہیں ہوتا پھر اس پانی کے ذریعے وہاں غلہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ وہ مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور اس کی پیداوار کے ذریعے لوگوں کو زندگی کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ یہ دلیل قدرت اس بات کو ماننے پر مجبور کرتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو ویرانی کے بعد زندگی عطا فرما

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ

کے ذریعے ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے۔ (یہ بیان اس لئے ہے) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو اچھی زمین ہوتی ہے

یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

اس کا سبزہ تو اپنے رب کے حکم سے نکل آتا ہے اور جو خراب ہو اس کا سبزہ بڑی مشکل سے تھوڑا سا نکلتا ہے۔ ہم اسی طرح شکر کرنے والے لوگوں

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ع

کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔ بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سردار بولے:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تو ربُّ العالمین کا

کر سرسبز و شاداب کر دیتا ہے، ایسے ہی مُردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ یہ بیان اس لئے ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آیت 58 عمدہ زمین سے مومن کی تمثیل ہے کہ جس طرح عمدہ زمین پانی سے نفع پاتی اور اس میں پھول پھل پیدا ہوتے ہیں یونہی جب مومن کے دل پر قرآنی انوار اور نورِ نبوت کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نفع پاتا، ایمان لاتا اور طاعات و عبادات سے پھلتا پھولتا ہے۔ اور خراب زمین سے کافر کی تمثیل ہے کہ جیسے خراب زمین بارش سے نفع نہیں پاتی ایسے ہی کافر قرآن پاک اور فیضانِ نبوت سے نفع نہیں پاتا اور اس سے محروم رہتا ہے۔ اور فرمایا: ہم اسی طرح شکر کرنے والے لوگوں یعنی مسلمانوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

آیت 59 یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے اپنی امتوں کو توحید و رسالت اور عقیدۂ قیامت کی دعوت دینے کا بیان ہے کہ یہ دعوت نئی نہیں بلکہ ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام ان چیزوں کی دعوت دیتے آئے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا کیونکہ آپ علیہ السلام کفار کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، فرمایا گیا کہ بیشک ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم کو عبادتِ الٰہی کی دعوت دی اور نہ ماننے کی صورت میں روزِ قیامت یا روزِ طوفان کے عذاب سے ڈرایا۔ **اہم بات:** انبیاء علیہم السلام کے ان تذکروں میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر زبردست دلیل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اُمّی ہونے کے باوجود ان واقعات کو بیان فرمانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ نبی برحق ہیں اور پروردگارِ عالم نے آپ پر علوم کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

آیت 60 حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی قوم کو نصیحت فرمانے پر قوم کے سردار بولے: اے نوح! بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

آیت 61-63 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کمالِ خلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم!

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

رسول ہوں○ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے○

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں ڈرائے

وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا

اور تا کہ تم ڈرو اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے○ تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ہماری

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ

آیتیں جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا بیشک وہ اندھے لوگ تھے○ اور قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ

اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں ؟○ اس کی قوم کے کافر سردار بولے،

میں تو اپنے رب کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، جب دنیوی بادشاہ کسی ناتجربہ کار اور جاہل کو کوئی اہم عہدہ نہیں سونپتا تو اللہ تعالیٰ جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ کیسے کسی بے وقوف یا کم علم کو منصب نبوت سے سرفراز فرمائیگا۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ کیا تمہیں تمہی میں سے ایک شخص کے ذریعے اللہ سے ڈرنے کی نصیحت آنے پر تعجب ہے کہ اس کے سبب اللہ سے ڈرو اور مستحق رحم ٹھہرو۔ **اہم بات:** نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتیں۔

آیت 64 جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا اور اپنی بات پر ڈٹے رہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ جو مومنین حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور باقی سب کو غرق کر دیا، بیشک وہ اندھے لوگ تھے۔ یہاں اندھے سے دل کا اندھا ہونا مراد ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کے دل اندھے تھے، معرفت کا نور ان کی قسمت میں نہ تھا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اس وقت تک دنیوی عذاب نہیں آتا جب تک وہ پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں۔

آیت 65 "عاد" نام کی دو قومیں ہیں، پہلی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، اور دوسری حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، اسی کو ثمود کہتے تھے۔ اس آیت میں پہلی قوم عاد کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور شرک پر عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

آیت 66 قوم کے کافر سرداروں نے گستاخی کرتے ہوئے حضرت ہود علیہ السلام کو جواب دیا: ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے اور تمہیں دعویٔ رسالت میں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ

بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں○ (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! میرے ساتھ بے وقوفی کا

سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾

کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں○ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں○

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ

جب اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد جانشین بنایا اور تمہاری جسامت میں قوت اور وسعت زیادہ کی تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ

تاکہ تم فلاح پاؤ○ قوم نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن چیزوں کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا

اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو○ فرمایا: بیشک تم پر تمہارے رب کی

آیت 68،67 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کے جواب پر حضرت ہود علیہ السلام نے بڑے تحمل سے فرمایا: اے میری قوم! بے وقوفی کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں اور رسول علیہم السلام کامل عقل والے اور ہمیشہ ہدایت پر ہوتے ہیں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔ اہم باتیں: (1) تمام جہان کی عقل نبی کی عقل کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سمندر کا ایک قطرہ کیونکہ نبی تو وحی کے ذریعے علم و عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے برابر کوئی دوسری چیز محال ہے۔ (2) اہلِ علم و کمال کو بوقتِ ضرورت اپنے منصب و کمال کا اظہار جائز ہے۔

آیت 69 حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا کہ کیا تمہیں تمہی میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آنے میں تعجب ہے؟ اور تو اللہ تعالیٰ کے یہ احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا اور تمہیں عظیم جسمانی قوت سے نوازا، لہٰذا اس پر ایمان لا کر بندگی اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو سلطنت اور بدنی قوت عطا فرمائی تھی، چنانچہ شداد ابن عاد جیسا بڑا بادشاہ ان ہی میں ہوا۔

آیت 70 حضرت ہود علیہ السلام کی قوم آپ کی دعوت کے جواب میں کہتی کہ کیا ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔

آیت 71 قوم کی سرکشی پر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے فضول گھڑے ہوئے ناموں یعنی بتوں کی جن کی کوئی اصل اور

رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا

عذاب اور غضب لازم ہو گیا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کی کوئی دلیل

مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۟ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

اللہ نے نہیں اتاری تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ○ تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی

ع ۸ ۱۶ وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۟ۧ وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ

اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے ○ اور قوم ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

صالح نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانی آگئی۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

تمہارے لیے نشانی کے طور پر اللہ کی یہ اونٹنی ہے۔ تو تم اسے چھوڑے رکھو تاکہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

حقیقت نہیں؛ کے بارے میں جھگڑ کر اپنے آپ پر رب کا عذاب اور غضب لازم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی الوہیت پر کوئی دلیل نہیں اتاری، تو تم بھی عذاب نازل ہونے کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ تم پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کرتا ہوں۔

آیت 72 اس آیت میں قوم عاد پر عذاب نازل ہونے کا ذکر ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش روک دی، تین سال بارش نہ ہوئی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے بیت اللہ جا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے سفید، سرخ اور سیاہ تین قسم کے بادل بھیجے۔ اس کے ساتھ آسمان سے ندا ہوئی کہ اپنے اور اپنی قوم کے لئے ان میں سے ایک بادل اختیار کرو، انہوں نے اس خیال سے سیاہ بادل اختیار کیا کہ اس سے بہت پانی برسے گا چنانچہ وہ بادل قوم عاد کی طرف چلا، اسے دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوئے مگر اس سے اتنی شدت کی ہوا چلی کہ اونٹوں اور آدمیوں کو اڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی تھی۔ اس ہوا نے گھر اکھیڑ دیئے اور انہیں ہلاک کر دیا پھر قدرتِ الٰہی سے سیاہ پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے ان کی لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔ حضرت ہود علیہ السلام مؤمنین کو لے کر قوم سے جدا ہو گئے تھے وہ سلامت رہے۔

آیت 73 ثمود عرب کا قبیلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور اپنے دعویٰ نبوت کی سچائی پر روشن نشانی پیش کی اور فرمایا یہ اللہ کی اونٹنی ہے تو تم اس کے ساتھ برائی کرنے سے باز رہو ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ قوم ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے عرض کی تھی: اگر آپ سچے نبی ہیں تو پہاڑ کے اس پتھر سے فلاں فلاں صفات کی اونٹنی ظاہر کریں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ایمان کا وعدہ لے کر رب سے دعا کی۔ سب کے سامنے وہ پتھر پھٹا اور اسی شکل و صورت کی جوان اونٹنی نمودار ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنے برابر بچہ جنا۔ یہ معجزہ دیکھ کر جندع تو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ ایمان لے آئے جبکہ باقی لوگ کفر پر قائم رہے۔ اہم بات: اس اونٹنی کی

فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ

ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم عاد کے بعد جانشین بنایا اور اس نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا

تم نرم زمین میں محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے تھے تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور

فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا

زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ اس کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ

لگے: کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کا رسول ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جس کے ساتھ انہیں

مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

بھیجا گیا ہے۔ متکبر بولے: بیشک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ پس (کافروں نے) اونٹنی کی ٹانگوں کی رگوں کو کاٹ دیا

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷۷﴾

اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔

پیدائش سے حضرت صالح علیہ السلام کے کئی معجزات کا ظہور ہوا: (1) وہ اونٹنی نہ کسی پیٹھ میں رہی نہ پیٹ میں بلکہ طریقۂ عادیہ کے خلاف پہاڑ کے ایک پتھر سے پیدا ہوئی، اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔ (2) ایک دن قبیلے کا سارا پانی پی جانا اور اس پینے کے دن اتنا دودھ دینا جو کہ تمام قبیلہ کو کافی ہو یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

آیت 74 حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر بھی سمجھایا کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں کفر اور گناہ کرنے سے بچو کہ ان کے سبب زمین میں فساد پھیلتا ہے اور رب قہار کے عذاب آتے ہیں۔ **اہم بات:** قوم ثمود نے گرمیوں کے لئے بستیوں میں محل اور سردیوں کے لئے پہاڑوں میں گرم مکانات تعمیر کیے ہوئے تھے۔

آیت 75، 76 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے لگے: کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رب کے رسول ہیں؟ انہوں نے کہا: بیشک ہمارا یہی عقیدہ ہے، ہم انہیں اور ان کی تعلیمات کو حق سمجھتے ہیں۔ سرداروں نے کہا: جس پر تم ایمان رکھتے ہو، ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔

آیت 77 قوم ثمود میں ایک صدوق نامی عورت نے مصدع ابن دہر اور قیدار سے کہا کہ اگر اونٹنی کو ذبح کر دو تو میری جس لڑکی سے چاہے نکاح کر لینا۔ یہ دونوں اونٹنی کی تلاش میں نکلے اور اسے ایک جگہ پا کر قیدار نے اس کی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں جس پر مصدع نے اس کی مدد کی اور سرکشی کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ

تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ۝ تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے میری قوم!

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لُوْطًا

بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ۝ اور (ہم نے) لوط کو بھیجا،

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ

جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی ۝ بیشک تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ

عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو ۝ اور ان کی

لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔

آیت 78 اونٹنی کے قتل کے تین دن بعد اولاً وہ لوگ ہولناک آواز میں گرفتار ہوئے جس سے ان کے جگر پھٹ گئے پھر سخت زلزلہ قائم کیا گیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

آیت 79 قوم کی ہلاکت سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام مومنوں کے ساتھ بستی سے نکل کر جنگل میں چلے گئے تھے پھر ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشوں پر گزرے تو اس وقت ان سے یہ خطاب فرمایا۔

آیت 81،80 حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہلِ سَدُوم کی طرف مبعوث کیا۔ اس قوم کی بستیاں نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور وہاں غلے اور پھل بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ اس لئے جابجا سے لوگ یہاں آتے اور انہیں پریشان کرتے تھے۔ ایسے وقت میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان سے کہا کہ اگر تم مہمانوں کی اس کثرت سے نجات چاہتے ہو تو جب وہ لوگ آئیں تو ان کے ساتھ بدفعلی کرو، اس طرح یہ فعلِ بد ان میں رائج ہوا۔ ان دو آیات میں ذکر ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں دینِ حق کی دعوت دی اور فعلِ بد سے روکا کہ جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی کرتے ہو، یقیناً تم حد سے گزر چکے ہو۔ اہم باتیں: (1) اغلام بازی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ایجاد ہے اسی لئے اسے "لواطت" کہتے ہیں۔ (2) لڑکوں سے بدفعلی حرام قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ ایک حدیث میں ہے: اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قومِ لوط والا عمل کرے۔ (سنن الکبری للنسائی، حدیث: 7337) (3) انسان کو شہوت اس لئے دی گئی کہ نسلِ انسانی باقی رہے اور معروف طریقے کے مطابق اولاد حاصل کی جائے، جب آدمیوں نے مردوں سے شہوت پوری کرنا چاہی تو وہ حد سے گزر گئے اور اس قوت کے مقصدِ صحیح کو فوت کر دیا کیونکہ مرد کو نہ حمل ہوتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطانیت کے اور کچھ نہیں۔

آیت 82 حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر ان کی قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ان پاکیزگی چاہنے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو: گویا

جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٨٢﴾

قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پاک بنتے پھرتے ہیں۔○

فَأَنجَيْنَٰهُ وَأَهْلَهُۥٓ إِلَّا ٱمْرَأَتَهُۥ كَانَتْ مِنَ ٱلْغَٰبِرِينَ ﴿٨٣﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ باقی رہنے والوں میں سے تھی○ اور ہم نے ان پر بارش برسائی

فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٨٤﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ع

تو دیکھو، مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟○ اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: اے میری قوم!

ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا۟ ٱلْكَيْلَ

اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی تو ناپ

وَٱلْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا۟ ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا ۚ

اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

پاکیزگی ان کے لیے استہزاء بن گئی اور اس قوم کا ذوق اتنا خراب ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس اچھی صفت کو عیب قرار دیا۔ ورنہ جب کسی کے دن برے آتے ہیں تو اسے اوندھی سوجھتی ہے، اچھی چیزیں بری جبکہ بری چیزیں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ نئی نسل کی ایک تعداد میں یہ وبا عام ہے، یہ لوگ جب کسی کو دین کے احکام پر عمل کرتا دیکھتے ہیں تو ان کی طبیعت خراب ہو جاتی اور خلاف شرع امور دیکھ کر انہیں تسکین حاصل ہوتی ہے۔

آیت 83 اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام، آپ کی دو بیٹیوں اور سارے مسلمانوں کو نازل ہونے والے عذاب سے بچا لیا لیکن حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واہلہ تھا وہ آپ پر ایمان نہ لائی تھی بلکہ کافرہ ہی رہی، اپنی قوم سے محبت رکھتی اور ان کے لیے جاسوسی کرتی تھی، یہ عذاب میں مبتلا ہوئی۔

آیت 84 حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر اس طرح عذاب آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک اور آگ سے مرکب پتھروں کی خوفناک بارش برسائی۔ امام مجاہد علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اوندھا کر کے گرا دیا، اس کے بعد پتھروں کی بارش ہوئی۔ **اہم بات:** بدکاری تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے قوم لوط پر ایسا عذاب آیا جو دوسری عذاب پانے والی قوموں پر نہ آیا۔

آیت 85 "مدین" مصر سے آٹھ دن کے سفر پر ایک بستی تھی۔ اہل مدین شرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کرنے کے گناہ میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان وطاعت قبول کرنے کی دعوت دی اور ایسے احکام بیان فرمائے جو ان کی اصلاح کا سب سے قوی ذریعہ تھے۔ **اہم بات:** بعض

ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔ اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستے سے

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ

ایمان لانے والوں کو روکو اور تم اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہاری تعداد میں اضافہ کردیا

وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اِنْ كَانَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ

اور دیکھو، فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟ اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآىِٕفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ہے اور ایک گروہ (اس پر) ایمان نہ لائے تو تم انتظار کرو حتّٰی کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

احکام کے کفار بھی مکلف ہیں کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی کافر قوم کو ناپ تول درست کرنے کا حکم دیا اور نہ ماننے پر عذاب الٰہی آیا اور قیامت میں کافروں کو نماز چھوڑنے پر بھی عذاب ہوگا۔

آیت 86 یہ لوگ مدین کے راستوں پر بیٹھ جاتے اور راہ گیروں سے کہتے کہ اس شہر میں ایک جادوگر ہے اور ان کے بعض لوگ مسافروں پر ڈکیتیاں ڈالتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں اس سے منع فرمایا اور ان کو رب کی نعمتیں یاد دلائیں اور فسادیوں کے انجام سے ڈرایا۔ اہم بات: قوموں کے تاریخی حالات معلوم کرنا اور نزولِ عذاب کے مقامات کو دیکھنا عبرت حاصل کرنے کے لئے بہت مفید ہے، اس سے خوفِ خدا اور عبادات کی ترغیب ملتی ہے۔

آیت 87 حضرت شعیب علیہ السلام نے اہلِ مدین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میری رسالت میں اختلاف کرکے دو فرقے ہو گئے کہ ایک فرقے نے مانا اور ایک منکر ہو تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کردے کہ تصدیق کرنے والے ایمانداروں کو عزت دے اور ان کی مدد فرمائے اور جھٹلانے والے منکرین کو ہلاک کرے اور انہیں عذاب دے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ

اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے

مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ

نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟ ○ بیشک (پھر تو) ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے

كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ

اگر اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ رَبَّنَا افْتَحْ

مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری

آیت 88 حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سن کر قوم کے وہ سردار جنہوں نے ایمان لانے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی پیروی سے تکبر کیا تھا، کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟ **اہم بات:** ”اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا“ کا لفظی معنی ہے: ”یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔“ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے ان کے دین میں داخل تھے تبھی انہوں نے آپ کو لوٹ آنے کی دعوت دی، اس کے چند جواب ہیں: (1) حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والے پہلے کافر تھے تو جب قوم نے ان مؤمنین کو مخاطب کیا تو اس خطاب میں آپ علیہ السلام کو شامل کر کے آپ پر بھی وہی حکم جاری کر دیا حالانکہ آپ ان کے دین میں کبھی داخل نہ ہوئے تھے۔ (2) کافر سرداروں نے عوام کو شک میں ڈالنے کے لئے اس طرح کہا تا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ علیہ السلام پہلے ان کے دین پر ہی تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب کہ ”کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں“ ان کے اس اشتباہ کے رد میں تھا۔ **درس:** سردار قوم کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں، اگر یہ درست ہو جائیں تو قوم کو اعلیٰ درجے پر پہنچا دیتے ہیں اور بگڑ جائیں تو ذلت کی گہری کھائیوں میں گرا دیتے ہیں۔

آیت 89 حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کا جواب سن کر ان سے فرمایا تھا کہ کیا ہم تمہارے دین میں آئیں اگرچہ ہم اس سے بیزار ہوں؟ اس پر انہوں نے کہا: ہاں! پھر بھی آجاؤ، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے باطل دین کی قباحت اور فساد کا علم دے کر مجھے شروع ہی سے بچائے رکھا اور میرے ساتھیوں کو کفر سے نکال کر ایمان کی توفیق دی، اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں تو پھر بیشک ضرور ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں میں سے ہوں گے اور ہم میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ کرنا چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے یعنی جو ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا سب کچھ اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے ہم نے ایمان پر ثابت قدم رہنے اور شریر لوگوں سے خلاصی پانے میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے یوں دعا کی: اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے

بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور ہماری قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○ اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے

مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور نقصان میں رہو گے ○ تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ

فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ اَلَّذِيْنَ مع

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ○ وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایسے ہوگئے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب کو

ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ زجاج نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے امر کو ظاہر فرمادے یعنی ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے ان کا باطل پر ہونا اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے متبعین کا حق پر ہونا ظاہر ہو جائے۔ اہم باتیں: (1) انبیاء علیہم السلام قطعی طور پر معصوم ہیں، شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمان "ہمارا رب اللہ چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" درحقیقت مشیتِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ (2) یہ آیت "وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا" ان آیات کی تفسیر ہے جن میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت گھیرے ہوئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسم و مکان سے اور اس اعتبار سے گھیرنے اور گھرنے سے پاک ہے۔

آیت 90 ﴾ قوم کے سرداروں نے جب حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی دین میں مضبوطی دیکھی تو انہیں خوف ہوا کہ کہیں اور لوگ بھی ان پر ایمان نہ لے آئیں چنانچہ جو لوگ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے انہیں معاشی بدحالی سے ڈراتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر تم حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لائے، ان کے دین کی پیروی کی اور اپنا آبائی دین نیز کم تولنا، کم ناپنا وغیرہ چھوڑ دیا تو تم ضرور نقصان میں رہو گے۔ درس: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سرداروں کی یہ روش ان کی بیمار ذہنیت کا پتا دیتی ہے۔ اس طرح کے بیمار ذہنیت افراد کی ہمارے معاشرے میں کمی نہیں، اسلام کے اصول و قوانین کو اہمیت نہ دینے والوں، شریعت کے قوانین میں تبدیلی کی رٹ لگانے والوں، زکوٰۃ کو ٹیکس تصور کرنے والوں، رشوت کو اپنا حق سمجھنے والوں، ناپ تول میں کمی کرنے والوں اور پردے کو عورت کی آزادی کے خلاف قرار دینے والوں کو چاہئے کہ اہلِ مدین کے حالات اور ان کے انجام پر غور کریں۔

آیت 91 ﴾ جب قوم شعیب ہر طرح سمجھانے اور عذاب الٰہی سے ڈرانے کے باوجود کفر و سرکشی سے باز نہ آئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں مرے ہوئے اوندھے پڑے رہ گئے۔ فائدہ: اس آیت میں ہے کہ اہلِ مدین کو "شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا" جبکہ سورۂ ہود میں ہے کہ انہیں "خوفناک چیخ نے پکڑ لیا"۔ ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا اس چیخ سے ہوئی ہو! اس لئے ایک جگہ ہلاکت کی نسبت سبب قریب یعنی خوفناک چیخ کی اور دوسری جگہ سبب بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔

آیت 92 ﴾ حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والوں پر جب مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ان کے

كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے ○ تو شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا، اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ

رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تو کافر قوم پر میں کیسے غم کروں؟ ○ اور ہم نے کسی بستی میں

مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ

کوئی نبی نہ بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ گڑ گڑائیں ○ پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل دی

شاندار محلات ایسے ویران ہو گئے کہ گویا وہاں کبھی کوئی آبادی نہیں ہوا۔ یہ لوگ معاشی بدحالی کے خوف سے حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان نہ لائے تھے لیکن ان کا یہ خوف درست ثابت نہ ہوا! انہوں نے کفر و نافرمانی کو اختیار کیا تو ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں چنانچہ آپ علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔ **درس:** اہل مدین کے حالات میں ان لوگوں کے لئے بہت عبرت ہے جو بے بنیاد اقتصادی زبوں حالی کے خوف سے شریعتِ اسلامیہ کے واضح احکام میں رد و بدل کرنے کے لئے پیچ و تاب کھاتے نظر آتے ہیں، انہیں چاہئے کہ مدین والوں کے حالات کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی اس روش کو بدل کر صحیح اسلامی سوچ اپنائیں۔

آیت 93 جب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور قوم کی ہلاکت کے بعد جب ان کی بے جان نعشوں پر گزرے تو ان سے فرمایا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کسی طرح ایمان نہ لائے تو اب کافر قوم پر میں کیسے غم کروں۔ **اہم بات:** کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے جو کلام فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔ **درس:** سابقہ امتوں کے احوال اور ان پر آنے والے عذابات کے بیان سے مقصود امتِ محمدیہ کو جھنجھوڑنا ہے کہ اگر تم نے بھی انکار اور سرکشی کی تو یاد رکھو! تمہارا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلے منکرین کا ہوا۔

آیت 94 سابقہ آیات میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں کے تفصیلی حالات اور ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہوا، اب تمام امتوں کے اجمالی حالات اور ایک عام اصول بیان ہو رہا ہے جس کے تحت سب قوموں سے برتاؤ ہوتا ہے، فرمایا گیا کہ جب بھی ہم نے کسی علاقے یا شہر میں کوئی نبی علیہ السلام مبعوث کیا تو وہ اس جگہ بسنے والوں کو شرک سے بچنے، اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور اپنی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیتے۔ اپنی صداقت کے اظہار کے لئے روشن معجزات دکھاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے۔ اس کے باوجود جب لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیتے تو فوراً ان پر عذاب نازل نہ کیا جاتا بلکہ پہلے طرح طرح کی سختیوں اور تکالیف میں مبتلا کیا جاتا تا کہ اس طرح ان کا دماغ ٹھکانے آئے اور باطل مذہب چھوڑ کر حق مذہب کے سایۂ رحمت میں آ جائیں۔

آیت 95 فرمایا کہ سختی و تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود اگر وہ لوگ ایمان نہ لاتے تو پھر ان پر انعام و اکرام کے دروازے کھول دیے

بِالسَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے اور وہ کہنے لگے: بیشک ہمارے باپ دادا کو (بھی) تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے تو ہم نے انہیں اچانک

بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ(۹۵) وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ

پکڑ لیا اور انہیں اس کا کچھ علم نہ تھا۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے

بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ(۹۶) اَفَاَمِنَ

برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف

بیٹھے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کر دی جاتیں تاکہ اس طرح وہ اپنے حقیقی محسن کو پہچانیں اور اس کی اطاعت کو اختیار کر لیں اس کے باوجود اگر ان کے دل اپنے کریم پروردگار کی اطاعت کی طرف مائل نہ ہوتے یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے اور یہ کہہ کر دل کو منانے لگے کہ یہ جو کبھی بارش، قحط سالی، زلزلہ یا آندھی طوفان جس نے تباہی و بربادی مچا دی اور سب کچھ نیست و نابود کر دیا اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سب موسمی تغیرات کا نتیجہ ہیں کہ کبھی تکلیف ہوتی ہے کبھی راحت، ہمارے باپ دادا کو بھی ایسے ہی تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کے ساتھ اچانک پکڑ لیا اور پہلے سے انہیں عذاب آنے کا کچھ علم نہ تھا۔ اہم بات: یہ سب بیان کرنے سے مقصود کفار کو خوف دلانا ہے تاکہ وہ کفر و سرکشی سے باز آ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرماں بردار بن جائیں۔ درس: گزشتہ امتوں کے حالات سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہم بھی طوفان، زلزلے، سیلاب اور دیگر مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو کیا انہیں دیکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں یا ہمارا حال کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔

آیت 96 اب یہاں سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ اطاعت کرتے تو انہیں کیا کیا برکتیں نصیب ہوتیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر بستیوں والے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے نیز خدا اور رسول کی اطاعت اختیار کرتے، جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے باز رہتے تو ضرور ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتیں کھول دیتے اور ہر طرف سے انہیں خیر پہنچتی، وقت پر نافع اور مفید بارشیں ہوتیں، زمین سے کھیتی پھل بکثرت پیدا ہوتے، رزق کی فراخی ہوتی، امن و سلامتی رہتی اور آفتوں سے محفوظ رہتے لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے لگے تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ **اہم باتیں:** (1) تقویٰ دنیا و آخرت میں رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (2) دنیوی مصائب دور کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے جائز ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کیا جائے تاکہ وہ اپنی رحمت سے ہماری حاجت پوری کر دے، اسی لئے بارش کے لئے نمازِ استسقاء اور گرہن میں نمازِ کسوف پڑھتے ہیں۔

آیت 97,98 یہاں بستیوں والوں سے مراد مکہ مکرمہ اور آس پاس کی بستیوں والے یا ہر اس بستی کے افراد مراد ہیں جنہوں نے کفر کیا، انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرایا جا رہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا کہ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ ان پر ہمارا

اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآىٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ

ہو گئے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں ○ یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب

بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

دن کے وقت آجائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں ○ کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَ لَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ

ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں ○ اور کیا وہ لوگ جو زمین والوں کے بعد اس کے وارث ہوئے انہیں اس بات نے بھی ہدایت نہ

اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى

دی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے ○ یہ بستیاں

عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں یا اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آجائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں کیونکہ عذابِ الٰہی اکثر غفلت کے وقت آتا ہے اور غفلت زیادہ تر رات کے آخری حصے میں یا پورے دن میں ہوتی ہے۔ درس: ان آیات میں مسلمانوں کو بھی نیک اعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنے کی ترغیب ہے۔

آیت 99 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے خاص غضب کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا گیا: کیا کفار اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں، اس کے ڈھیل دینے اور دنیوی نعمتیں دینے پر مغرور ہو کر اس کے عذاب سے بے فکر ہو گئے ہیں، سن لو! اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔ **اہم بات:** مکر کے لغوی معنی ہیں: خفیہ تدبیر جبکہ عام محاورہ میں دھوکا اور فریب کو مکر کہا جاتا ہے، یہاں اس کا لغوی معنی یعنی "خفیہ تدبیر" مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا اور ڈھیل دینا اس کی خفیہ تدبیر ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکل جانا سخت نقصان کا سبب ہے؛ ہر وقت اس کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

آیت 100 گزشتہ امتوں کے حالات بیان کر کے اب ان کی حکمت بتائی گئی کہ یہ واقعات اس لئے بیان ہوئے ہیں کہ موجودہ لوگ عبرت پکڑیں اور ایمان لائیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا مشرکینِ مکہ جو قومِ نوح، قومِ ثمود اور قومِ شعیب کے بعد ان علاقوں میں آباد ہوئے، اتنے کم فہم اور نادان ہیں کہ گزشتہ قوموں پر آئے ہوئے عذاب کے آثار دیکھ کر بھی عبرت نہیں لیتے۔ مزید فرمایا: ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے راستے واضح فرما دیئے اس کے بعد بھی وہ کفر و سرکشی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جس کے سبب وہ حق بات قبول کرنے کے لائق ہی نہیں۔ **اہم بات:** یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ کے ہر طرح سے نصیحت کرنے کے باوجود بھی لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں۔

آیت 101 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح، قومِ لوط اور قومِ

نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىٕهَا ۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا

کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ

لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَ مَا

اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اللہ یونہی کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ○ اور ہم نے ان کے

وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَ اِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بیشک ہم نے ان میں اکثر کو نافرمان ہی پایا ○ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو

۔۔۔ کی بستیوں وہ بستیاں ہیں جن کے احوال اور وہاں کے لوگوں کے اپنے رسولوں کے ساتھ کیے گئے معاملات کی ہم تمہیں خبر دیتے ہیں تاکہ آپ جان لیں کہ ہم رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی کفار کے مقابلے میں کیسی مدد فرماتے ہیں اور کفار کو ان کے کفر و سرکشی کی سزا میں کس طرح ہلاک کرتے ہیں اور بیشک اُن بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول روشن معجزات لے کر تشریف لائے جو ان کے دعویٔ نبوت میں سچے ہونے کی دلیل تھے تو وہ لوگ اس قابل نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے یعنی عالمِ ارواح میں میثاق کے دن وہ لوگ جس چیز کو دل سے جھٹلا چکے تھے کہ صرف زبان سے "بَلٰی" کہہ کر اقرار کر لیا اور دل سے انکار کیا تھا اسے نبی سے سن کر بھی نہ مانے بلکہ اسی انکار پر قائم رہے یا یہ معنی ہے کہ ہم ان لوگوں کو ہلاک کرنے اور عذاب کا معاینہ کروانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیج دیتے تب بھی وہ اس چیز کو نہ مانتے جسے وہ پہلی زندگی میں جھٹلا چکے تھے۔ اے حبیب! جس طرح اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے کفار کے دلوں پر مہر لگا دی اور انہیں ہلاک کر دیا اسی طرح آپ کی قوم کے ان کافروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ لکھ چکا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 102 ﴾ فرمایا: ہم نے ان کے اکثر لوگوں کو روزِ میثاق کا عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بیشک ہم نے ان میں اکثر کو نافرمان ہی پایا۔ ایک قول کے مطابق یہاں وہ عہد مراد ہے جو وہ مصیبت کے وقت کرتے کہ یارب! اگر تو ہمیں اس سے نجات دے تو ہم ضرور ایمان لائیں گے پھر جب نجات پاتے تو اس عہد سے پھر جاتے اور ایمان نہ لاتے۔ **درس:** اگر ہم اپنے احوال پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر بھی عملی اعتبار سے ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ اے اللہ! اگر تو مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دیدے پھر ساری زندگی تیری فرمانبرداری میں گزاروں گا مگر جیسے ہی مصیبت دور ہوتی ہے تو یہ سب عہد و پیمان پسِ پشت ڈال دیئے جاتے ہیں اور وہی پرانی غفلت و معصیت کی زندگی لوٹ آتی ہے۔

آیت 103 ﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ ان (انبیاء کرام علیہم السلام) کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیوں جیسے روشن ہاتھ اور عصا وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا ایسی واضح نشانیوں کے باوجود فرعون اور اس کے درباریوں نے انکار کیا تو انہوں نے اقرار کی جگہ انکار اور ایمان کی جگہ کفر

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو فسادیوں کا کیسا

الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِیْقٌ

انجام ہوا؟○ اور موسیٰ نے فرمایا: اے فرعون! میں ربُّ العالمین کا رسول ہوں○ میری شان کے لائق یہی ہے کہ

عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ

اللہ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں۔ بیشک میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى

میرے ساتھ چھوڑ دے○ کہا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو اگر تم سچے ہو○ تو موسیٰ نے اپنا عصا

رکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کے ساتھ زیادتی کی تو اے حبیب! آپ نگاہِ بصیرت سے دیکھیں کہ فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اور ہم نے انہیں کس طرح ہلاک کیا۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے 400 سال بعد پیدا ہوئے اور 120 برس عمر پائی۔ (2) فرعون ایک شخص کا نام تھا پھر دورِ جاہلیت میں مصر کے ہر بادشاہ کا لقب بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔

آیت 104 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حکمِ الٰہی سے فرعون کے پاس تشریف لے گئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرنے اور ایمان لانے کی دعوت دی اور اس سے فرمایا: میں ربُّ العٰلمین کی طرف سے تیری اور تیری قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

آیت 105 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام سن کر فرعون نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: میری شان کے لائق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں کیونکہ رسول کی یہی شان ہے کہ وہ کبھی غلط بات نہیں کہتے۔ بیشک میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت کی تبلیغ فرما چکے اور فرعون پر آپ کی اطاعت فرض ہو چکی تو آپ علیہ السلام نے فرعون کو حکم فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج دے تاکہ یہ اپنے آبائی وطن میں آباد ہوں۔

آیت 106 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کی تبلیغ فرمائی تو فرعون نے آپ سے کہا: اگر آپ کے پاس اپنی صداقت کی کوئی نشانی ہے تو اسے میرے سامنے ظاہر کریں تاکہ پتا چل جائے کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں۔

آیت 107 فرعون کا مطالبہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فوراً ظاہر اژدہا بن گیا۔ اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان تقریباً 120 فٹ کا فاصلہ تھا؛ ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر۔ اژدہا فرعون کو پکڑنے کے

عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿١٠٧﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ الْمَلَأُ

تو وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا بن گیا○ اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا○ قوم فرعون کے سردار

مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٩﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ ۖ فَمَاذَا

بولے بے شک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے○ یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے تو تم کیا مشورہ

تَأْمُرُونَ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿١١١﴾ يَأْتُوكَ بِكُلِّ

دیتے ہو○ انہوں نے کہا: انہیں اور ان کے بھائی کو کچھ مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دو○ وہ تمہارے پاس ہر علم والے

سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿١١٢﴾ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿١١٣﴾

جادوگر لے آئیں گے○ اور (پھر) جادوگر فرعون کے پاس آگئے تو کہنے لگے: اگر ہم غالب آگئے تو (کیا) ہمارے لیے یقینی طور پر کوئی انعام ہوگا○

تو فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگ گیا۔

آیت 108: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا اور اس کی روشنی اور چمک نورِ آفتاب پر غالب ہوگئی۔

آیت 109: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لئے دو معجزات دکھائے تو قوم فرعون کے سردار بولے: بے شک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے اس نے جادو سے نظر بندی کر دی ہے جس سے لوگوں کو عصا، اژدہا نظر آنے لگا اور گندمی رنگ کا ہاتھ آفتاب سے زیادہ روشن معلوم ہونے لگا۔

آیت 110: درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر انہیں بہت ماہر جادوگر سمجھا اور خدشہ ظاہر کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے جادو کے زور سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر مملکت پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں تو فرعون نے درباریوں سے کہا: تم اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟

آیت 112،111: ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ درباریوں نے فرعون سے کہا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو چند روز کی مہلت دو اور شہروں میں اپنے خاص آدمی بھیج دو جو فن کے ماہر اور سب پر فائق جادوگروں کو جمع کر کے لائیں تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دیں۔

آیت 113: پھر فرعون کی مملکت کے تمام ماہر جادوگر فرعون کے پاس آگئے۔ یہ جانتے تھے کہ انہیں بڑے اہم مقصد کے لئے طلب کیا گیا ہے چنانچہ انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکست دی اور غالب آگئے تو کیا ہمیں یقینی طور پر کوئی انعام اور منصب ملے گا۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۱۱۴) قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ

(فرعون نے) کہا: ہاں اور بیشک تم تو (میرے) قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے○ (جادوگروں نے) کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ (اپنا عصا) ڈالیں

نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ (۱۱۵) قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ

(کچھ) ڈالتے ہیں○ فرمایا: تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوف زدہ کر دیا اور وہ

بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (۱۱۶) وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ (۱۱۷)

جادو لے کر آئے○ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو اچانک وہ عصا ان کی بناوٹی چیزوں کو نگلنے لگا

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۱۸) فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (۱۱۹) وَاُلْقِيَ

تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے سب باطل ہو گیا○ تو وہ وہیں مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے○ اور جادوگر سجدے

آیت 114 فرعون جادوگروں کے تسلی آمیز الفاظ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: ہاں! تمہیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا، صرف یہی نہیں بلکہ تمہیں میرے خاص قریبی لوگوں میں داخل کر لیا جائے گا۔

آیت 115 یہ جادوگر 70 ہزار تھے جن میں چند سردار تھے۔ جب مقابلے کا دن آیا تو سب مقررہ جگہ پر جمع ہوئے اور مقابلے کے وقت جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں یا ہم اپنے پاس موجود چیزیں ڈالتے ہیں۔

آیت 116 آپ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا: تم ہی پہلے ڈالو کیونکہ آپ علیہ السلام کو کامل اعتماد تھا کہ معجزے کے سامنے سحر مغلوب ہو گا۔ جب انہوں نے اپنا سامان ڈالا جس میں بڑے بڑے رسے اور لکڑیاں تھیں تو انہوں نے لوگوں کی نگاہوں پر اثر ڈالا جس سے وہ رسے اور لکڑیاں اژدہے نظر آنے لگے ایک قول یہ ہے کہ جادوگروں نے رسیوں پر پارہ مل دیا اور لاٹھیوں میں بھی پارہ ڈال دیا پھر انہیں زمین پر پھینکا، جب ان پر سورج کی روشنی پڑی تو ایسے محسوس ہونے لگا کہ یہ دوڑتے ہوئے سانپ ہیں۔

آیت 117 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ عصا اچانک ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا اور جادوگروں کی سحر کاریوں کو ایک ایک کر کے نگل گیا۔ تمام رسے اور لٹھے جو 300 اونٹوں کا بار تھے، سب کا خاتمہ کر دیا۔

آیت 118 ارشاد فرمایا کہ تو حق ظاہر ہو گیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور جو کچھ جادو وہ کر رہے تھے سب باطل ہو گیا۔

آیت 119 فرمایا کہ تو وہیں فرعون اور اس کی قوم مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔

آیت 120 جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر پہچان لیا کہ عصائے موسیٰ سحر نہیں ہے اور قدرتِ بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی یہ معجزہ دیکھ کر ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں گر گئے اور ان کا حال ایسا

سَحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

ڈال دیئے گئے○ وہ کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے○ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے○ فرعون نے کہا:

اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ

تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ یہ تو بہت بڑا دھوکا ہے جو تم نے اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم شہر کے لوگوں کو اس

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ

سے نکال دو تو اب تم جان جاؤ گے○ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو پھانسی

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا

دے دوں گا○ (جادوگر) کہنے لگے: بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں○ اور تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر

...اور انہوں نے پیشانیاں پکڑ کر زمین پر لگا دی ہیں۔

آیت 122،121 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جادوگر کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے۔ فرعون نے کہا: کیا اس سے مراد میں ہی ہوں؟ جادوگروں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔ اہم بات: جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا کہ آپ کو مقدم کیا اور آپ کی اجازت کے بغیر اپنے عمل میں مشغول نہ ہوئے، اس ادب کی بدولت انہیں ایمان وہدایت نصیب ہوئی۔

آیت 123 جب جادوگر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر ایمان کیوں لے آئے؟ یہ تو بڑا دھوکا ہے جو تم نے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مل کر اس شہر میں کیا ہے۔ تم جان بوجھ کر ہار گئے تاکہ شہر کے لوگوں کو اس سے نکال دو اور خود اس پر مسلط ہو جاؤ تو اب تم جان جاؤ گے کہ میں تمہیں کیا سزا دیتا ہوں۔

آیت 124 فرعون نے جادوگروں سے مزید کہا کہ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو دریائے نیل کے کنارے پھانسی دے دوں گا۔ اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دنیا میں پہلا پھانسی دینے والا اور پہلا ہاتھ پاؤں کاٹنے والا فرعون ہے۔

آیت 125 ایسی ہوش ربا سزا سن کر بھی ان جادوگروں کے قدم نہیں ڈگمگائے بلکہ انہوں نے بڑی جرأت سے اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے فرعون سے کہا کہ بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں تو ہمیں موت کا کوئی غم نہیں؛ کیونکہ مرنے کے بعد ہمیں اپنے رب کا قرب اور رحمت نصیب ہو گی اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اہم بات: مومن کے دل میں جذبۂ ایمانی کے غلبے کے وقت غیر اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔

آیت 126 جادوگروں نے فرعون سے مزید کہا کہ تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے

لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس آگئیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما○ اور قوم فرعون کے سردار بولے

فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ

کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے

اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا

(فرعون نے) کہا: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں○ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا

بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾

اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ بیشک زمین کا مالک اللہ ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے○

آئے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اس کے بعد انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں صبر کی دعا کرتے ہوئے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت نے پرانے کافروں کو ایک دن میں ایمان، صحابیت، شہادت تمام مدارج طے کرا دیئے۔ (2) ایک قول یہ ہے کہ فرعون انہیں شہید نہ کر سکا تھا۔

آیت 127 جادوگروں کے ساتھ چھ لاکھ آدمی بھی ایمان لے آئے تھے یہ دیکھ کر سرداروں نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے قتل پر ابھارنے کے لئے کہا: اے فرعون! کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ سرزمینِ مصر کے باشندوں کا دین بدل دیں اور یوں فساد پھیلائیں نیز وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے یعنی نہ تیری عبادت کریں اور نہ تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کی۔ فرعون اپنی قوم کی خواہش پوری کرنے پر قادر نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی قوت سے مرعوب ہو چکا تھا اس لئے اس نے اپنی قوم سے کہا: اب ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل جبکہ لڑکیوں کو چھوڑ دیں گے، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی تعداد گھٹا کر اُن کی قوت کم کریں گے۔ اور فرعون نے عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لیے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم بے شک اُن پر غالب ہیں۔

آیت 128 فرعون کے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کی بات سن کر بنی اسرائیل میں کچھ پریشانی پیدا ہو گئی اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو وہ تمہیں کافی ہے اور آنے والی مصیبتوں اور بلاؤں سے گھبراؤ نہیں بلکہ صبر کرو۔ بیشک مصر سمیت ساری زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے۔ یہ فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توقع دلائی کہ فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہو گی اور بنی اسرائیل اُن کی زمینوں اور شہروں کے مالک ہوں گے اور انہیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔

قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ

(قوم نے) کہا: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی اور تشریف آوری کے بعد بھی ستایا گیا ہے۔ (موسیٰ نے) فرمایا: عنقریب تمہارا رب

عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ

تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ اور بیشک ہم نے فرعونیوں کو

بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ

کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کردیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ تو جب انہیں بھلائی ملتی تو کہتے یہ ہمارے لئے ہے

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ سن لو! ان کی نحوست اللہ ہی کے پاس ہے

آیت 129 حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعون کی دھمکی سے خوفزدہ ہو کر دوسری مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی ستایا گیا کہ فرعون اور فرعونیوں نے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا تھا اور لڑکوں کو قتل کیا تھا اور آپ کے تشریف لانے کے بعد اب پھر ستایا جائے گا کہ اب وہ دوبارہ ہماری اولاد کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو ہماری مدد کب ہوگی اور یہ مصیبتیں کب دور کی جائیں گی؟ فرمایا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے اور کس طرح شکرِ نعمت بجالاتے ہو۔

آیت 130 یہاں روشن نشانیوں کو جھٹلانے کے سبب فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے ابتدائی واقعات کا بیان ہو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دیہات میں رہنے والے فرعونی قحط اور شہروں میں رہنے والے پھلوں کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ سختیاں اس لئے نازل کیں تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے سرکشی و عناد کا راستہ چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف آئیں۔ اہم بات: منقول ہے کہ فرعون اپنی 400 برس کی عمر میں کبھی درد، بخار یا بھوک میں مبتلا ہی نہ ہوا۔ اگر اس کے ساتھ ایسا ہوتا تو وہ کبھی ربوبیت کا دعویٰ نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی آفتوں میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان کے باعث انسان غفلت سے بیدار ہو اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جائے لہٰذا زلزلہ، طوفان، سیلاب یا کسی اور مصیبت کا سامنا ہو تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے غفلت سے بیدار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 131 فرمایا کہ جب انہیں سرسبزی و شادابی، پھلوں، اور رزق میں وسعت، صحت و عافیت وغیرہ بھلائی ملتی تو یہ اس بھلائی کو اللہ تعالیٰ کا فضل نہ جانتے بلکہ کہتے: یہ تو ہمیں ملنا ہی تھا کیونکہ ہم اس کے اہل ہیں اور جب انہیں قحط، مرض، تنگی اور آفت وغیرہ کوئی برائی پہنچتی تو اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے کہ یہ بلائیں ان کی وجہ سے پہنچیں، آیت میں فرمایا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (١٣١) وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا

لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے○ اور (فرعونیوں نے) کہا: (اے موسیٰ!) تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے ہمارے پاس کیسی بھی نشانی لے آؤ ہم

نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (١٣٢) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ

ہرگز تم پر ایمان لانے والے نہیں○ تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور پسو (یا جوئیں) اور مینڈک

گیا: سن لو! ان کی نحوست اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے کہ انہیں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ درس: مشرکین میں مختلف چیزوں سے برا شگون لینے کی رسم بہت پرانی ہے ہمارے معاشرے میں بھی بدشگونی عام ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

آیت 132 قوم فرعون کی ایک اور جہالت بیان ہو رہی ہے کہ یہ لوگ معجزہ اور سحر میں فرق نہیں کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو سحر کہتے تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا: اے موسیٰ! تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے کیسی بھی نشانی ہمارے پاس لے آؤ، ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 133 جب فرعونیوں کی سرکشی اس حد کو پہنچ گئی کہ کسی بھی نشانی کو دیکھ کر ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی: یارب! فرعون زمین میں بہت سرکش ہو گیا ہے اور اس کی قوم نے بھی عہد شکنی کی ہے انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جو ان کے لئے سزا ہو اور میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت و نصیحت ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم پر طوفان بھیجا کہ کثرت سے بارش ہوئی کہ پانی ان کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آ گیا۔ اب یہ نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے۔ ہفتہ سے ہفتہ تک سات دن یہ اسی مصیبت میں مبتلا رہے پھر ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دینے کے وعدے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو طوفان کی مصیبت دور ہو گئی یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے: یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے۔ ایک مہینہ عافیت سے گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈی بھیجی جو کھیتیاں، پھل، درختوں کے پتے، مکان کے دروازے حتیٰ کہ لوہے کی کیلیں تک کھا گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں قبطیوں نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ ہفتہ سے ہفتہ تک سات دن بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اس مصیبت سے بھی نجات پائی لیکن بچی ہوئی کھیتیوں اور پھلوں کو دیکھ کر کہنے لگے: یہ ہمیں کافی ہیں، ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے۔ ایک مہینہ عافیت سے گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے قمل یعنی گھن یا جوں یا ایک اور چھوٹا سا کیڑا بھیجا جس نے باقی بچی ہوئی کھیتیاں اور پھل کھا لئے۔ یہ کیڑے فرعونیوں کے بال بھویں اور پلکیں چاٹ گئے۔ ان کے جسم پر چیچک کی طرح بھر جاتے حتیٰ کہ ان کا سونا دشوار کر دیا۔ اس پر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: ہم توبہ کرتے ہیں، آپ اس بلا کے دور ہونے کی دعا فرمائیے۔ سات روز بعد یہ مصیبت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دور ہوئی لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی۔ ایک مہینہ امن میں گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھتا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے، بات کرنے کے لئے منہ کھولتا تو مینڈک کود کر منہ میں چلا جاتا، لیٹتے تو مینڈک

وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ

اور خون کی جدا جدا نشانیاں بھیجیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی ○ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر آپ ہم سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور ضرور ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے ○ پھر جب ہم ان سے اس مدت تک کے لئے عذاب اٹھا لیتے جس تک انہیں پہنچنا

...ہوتے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ سات روز بعد یہ مصیبت بھی دور ہوئی اور ایک مہینہ عافیت سے گزرا لیکن پھر انہوں نے عہد توڑ دیا تو تمام کنوؤں، نہروں، چشموں، دریائے نیل وغیرہ کا پانی ان کے لئے تازہ خون بن گیا انہوں نے فرعون سے شکایت کی۔ فرعون نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو سے تمہاری نظر بندی کر دی ہے۔ انہوں نے کہا: تم کس نظر بندی کی بات کر رہے ہو؟ ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نشان ہی نہیں۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی لیں لیکن جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا، قبطی نکالتے تو خون نکلتا فرعون خود پیاس سے مضطر ہوا تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی، وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون ہو گئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کی میسر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ آپ کی دعا سے یہ مصیبت بھی دور ہوئی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ انہوں نے ایمان لانے سے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

{آیت 134} فرعون اور اس کی قوم پر جب طوفان، ٹڈیوں، قمل، مینڈک اور خون یا طاعون کی صورت میں عذاب نازل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے اس عہد کے سبب دعا کرو جو اس کا تمہارے پاس ہے کہ ہمارے ایمان لانے کی صورت میں وہ ہمیں عذاب نہ دے گا۔ اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے ضرور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ اہم ...(1) رجز کا معنی عذاب ہے۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہی پانچ قسم کا عذاب مراد ہے جو طوفان، ٹڈیوں، قمل، مینڈک اور خون کی صورت میں ان پر مسلط کیا گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد طاعون ہے اور یہ پہلے پانچ عذابوں کے بعد چھٹا عذاب ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں جیسے عذاب دور کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دور کرنے کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی۔

{آیت 135} فرمایا کہ پھر جب ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان سے اس مدت تک عذاب اٹھا لیتے جس تک انہیں پہنچنا تھا تو وہ عہد توڑ دیتے اور کفر پر جمے رہتے۔

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (۱۳۵) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَا

تو وہ فوراً (اپنا عہد) توڑ دیتے ○ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بالکل

عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (۱۳۶) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ

غافل رہے ○ اور ہم نے اس قوم کو جسے دبایا گیا تھا اس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے

وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا

برکت رکھی تھی اور بنی اسرائیل پر ان کے صبر کے بدلے میں تیرے رب کا اچھا وعدہ پورا ہو

صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (۱۳۷) وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ ع

اور ہم نے وہ سب تعمیرات برباد کر دیں جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی اور وہ عمارتیں جنہیں وہ بلند کرتے تھے ○ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا

اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِ

پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (بنی اسرائیل نے) کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود

آیت 136 فرمایا کہ بار بار عذابوں سے نجات ملنے کے باوجود جب فرعونی ایمان نہ لائے اور کفر پر جمے رہے تو جو میعاد ان کے لئے مقرر تھی وہ پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے اس طرح بدلہ لیا کہ انہیں دریائے نیل میں غرق کر دیا۔ وہ اس لئے ہلاک کئے گئے کہ انہوں نے آیات الٰہیہ کو جھٹلایا اور ان سے بالکل غافل رہے۔

آیت 137 فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو زمین کے مشرق و مغرب یعنی مصر و شام کا مالک بنا دیا۔ اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے نہروں، درختوں، پھلوں، اور پیداوار کی کثرت سے برکت رکھی تھی اس طرح بنی اسرائیل پر ان کے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام عمارتوں، اور باغوں کو برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم نے بنائے اور بلند کئے تھے **اہم بات:** بنی اسرائیل کو ان کے صبر کی وجہ سے عزت، غلبہ، خوشحالی اور حکمرانی نصیب ہوئی۔

آیت 138 یہاں سے بنی اسرائیل کی نعمت پر ناشکری، ان کے برے افعال اور دیگر واقعات کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! جس طرح ان کے لئے کئی معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو تاکہ ہم بھی اس کی عبادت کریں، آپ علیہ السلام نے ان کا مطالبہ رد کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم جاہل لوگ ہو کہ اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معبود بنانے کی بات سب بنی اسرائیل نے نہ کی تھی بلکہ انہوں نے کی تھی جو ابھی راسخ الایمان نہ ہوئے تھے۔ (2) بنی اسرائیل نے جن بتوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معبود بنانے کی تمنا کی وہ بت گائے

كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ

بھی لا دے جیسے ان کے لئے کئی معبود ہیں۔ (موسیٰ نے) فرمایا تم یقیناً جاہل لوگ ہو○ بیشک یہ لوگ جس کام میں پڑے ہوئے ہیں وہ سب برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

وہ سب باطل ہے○ (موسیٰ نے) فرمایا کیا تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے○

وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت بری سزا دیتے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور

يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ

ع ۱۶

تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی○ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا اور

لگے اور یہیں سے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑا پوجنے کا شوق پیدا ہوا جس کا نتیجہ گائے پرستی کی شکل میں نمودار ہوا۔

آیت 139 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مزید فرمایا: عنقریب یہ بت پرست اور ان کے بت ہمارے ہاتھوں ہلاک کئے جائیں گے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں یعنی بتوں کی پوجا سب باطل ہے اور تم بت پرست نہیں بلکہ بت شکن ہو۔ اہم بات: اس میں غیب کی خبر ہے اور بعد میں وہی ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

آیت 140 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معبود بنانے کا مطالبہ کرنے والے لوگوں کی جہالت کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے یعنی خدا وہ نہیں جو تراش کر بنالیا جائے بلکہ خدا وہ ہے جس نے تمہیں فضیلت دی۔

آیت 141 فرمایا کہ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت بری سزا دیتے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ اہم بات: اس مقام پر یہ آیت ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم پر یہ عظیم انعام فرمایا تو تمہیں کسی اور کی عبادت میں مشغول ہونا ہرگز روا نہیں۔

آیت 142 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک فرمادے گا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب لائیں گے، فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کتاب نازل فرمانے کی درخواست کی۔ حکم ملا کہ 30 روزے رکھیں۔ یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ میں 10 روزے اور رکھنے کا حکم دیا۔ اس آیت میں اس واقعے کا بیان ہے، فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے 30 راتوں کا وعدہ فرمایا اور ان میں 10 راتوں کا اضافہ کر کے پورا کیا تو اس کے رب کا وعدہ 40 راتوں کا پورا ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے فرمایا: میرے واپس آنے تک تم میری قوم میں میرے نائب بن کر رہنا، نرمی سے پیش آنا، بھلائی کرنا، انہیں اللہ تعالیٰ کی

وَّ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ ... اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

ان میں دس (راتوں) کا اضافہ کر کے پورا کر دیا تو اس کے رب کا وعدہ چالیس راتوں کا پورا ہو گیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تم میری قوم

وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ

میں میرا نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کے راستے پر نہ چلنا۔ اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے وقت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تا کہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ

اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے

اطاعت پر ابھارنا اور بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے طریقے پر نہ چلنا جو اپنے رب کی نافرمانی کر کے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے جو اصلاح اور صحیح راستے پر چلنے کا فرمایا وہ حقیقت میں آپ کے واسطے سے بنی اسرائیل کو فرمایا تھا ورنہ انبیاء علیہم السلام تو فسادیوں کے راستے پر چلنے سے معصوم ہیں یا یہ فرمانا تاکید و استقامت کے طور پر ہے۔

آیت 143 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طورِ سینا پر حاضر ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمانے کا وعدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ آپ سے کلام فرمایا تو کلام ربانی کی لذت نے آپ کو دیدارِ الٰہی کا مشتاق بنا دیا اور آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں یعنی آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں میرا دیدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے پھر جب ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ **اہم باتیں:** (1) کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طہارت کی، پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے چار فرسنگ (12 میل) کی مقدار ڈھک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتیٰ کہ ساتھ رہنے والے فرشتے تک علیحدہ کر دیئے گئے۔ آپ کے لئے آسمان کھولا گیا تو آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا حتیٰ کہ الواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ (2) اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہرگز اس کی دعا نہ کرتے کہ محال کی دعا کرنا جائز نہیں نیز اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کی نفی کی ہے، یہ نہ فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں۔ (3) بروزِ قیامت مؤمنین کا دیدارِ الٰہی کرنا ثابت ہے۔

اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى

ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ○ (اللہ نے) فرمایا: اے موسیٰ! میں نے

اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کرلیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہوجاؤ ○

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

اور ہم نے اس کے لئے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا) اسے مضبوطی سے پکڑلو

وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ

اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں۔ عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا ○ اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو

آیت 144 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کئے گئے انعامات بیان کرکے انہیں تسلی دی کہ آپ دیدار سے منع کئے جانے پر اپنا سینہ تنگ نہ کریں بلکہ ان نعمتوں کی طرف دیکھیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص کیا ہے چنانچہ فرمایا: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تمہیں تمہارے زمانے کے لوگوں پر منتخب کرلیا کہ تمہیں مجھ سے بلاواسطہ ہم کلامی کا شرف عطا ہوا اسے لو اور شکر گزاروں میں سے ہوجاؤ۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے کے لوگوں میں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ساری مخلوق میں سب سے زیادہ عزت و مرتبے والے، شرافت و وجاہت والے ہیں۔

آیت 145 فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر اس چیز کی نصیحت لکھ دی جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اپنے دین میں حلال حرام اور اچھی بری چیزوں سے متعلق ضرورت تھی اور ان تمام احکام کی تفصیل لکھ دی جو بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے۔ ہم نے کہا کہ اسے مضبوطی سے پکڑلو یعنی بڑے شوق سے احکام پر عمل کا عزم کرکے اسے ہاتھ میں لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں یعنی تورات میں مذکور احکام میں سے عزیمت والے بہترین حکم پر عمل کرنے کی ترغیب دو۔ ایک قول یہ ہے کہ تورات میں فرائض، نوافل اور مباح کاموں کے احکام ہیں۔ فرائض و نوافل پر عمل کرنا بہترین عمل ہے تو جو عمل بہترین ہے اس کے کرنے کا حکم دو۔ مزید فرمایا: **عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔** مفسرین نے اس کے کئی معنی بیان کئے ہیں: (1) نافرمانوں کے گھر سے مراد جہنم ہے (2) نافرمانوں کے گھر سے مراد فرعون اور اس کی قوم کے مکانات ہیں جو مصر میں تھے (3) اس سے عاد و ثمود اور ہلاک شدہ اُمتوں کے منازل مراد ہیں جن پر عرب کے لوگ اپنے سفروں میں ہو کر گزرا کرتے تھے۔ اہم بات: اس آیت میں خطاب اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کے ساتھ آپ کی قوم بھی ہے۔

آیت 146 فرمایا کہ جو لوگ میرے بندوں پر تکبر کرتے اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتیں قبول کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے پھیر دوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں۔ یہ اُن کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا اور اگر وہ

الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا

پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر وہ سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ

اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ

سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے ○ اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی

وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٧﴾ ع

ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا ○

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا

اور موسیٰ کے پیچھے اس کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بے جان بچھڑے کو (معبود) بنالیا جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور بطور عناد ان سے غافل رہے۔ اہم بات: تکبر یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر جانے۔ درس: آیت سے معلوم ہوا کہ غرور وہ آگ ہے جو دل کی تمام قابلیتوں کو برباد کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے مقابلے میں ہو۔ اسی نے ابلیس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکائی اور اس کی تمام عبادات برباد کر دیں۔ اس میں تکبر کرنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

آیت 147 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے دنیا میں کیے ہوئے تمام نیک اعمال برباد ہوئے اور انہیں ان کے گناہوں کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

آیت 148 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو 30 دن بعد سامری نے بنی اسرائیل سے وہ تمام زیورات جمع کئے جو انہوں نے اپنی عید کے دن قبطیوں سے استعمال کی خاطر لئے تھے۔ سامری سونے کو ڈھالنے کا کام کرتا تھا۔ اس نے تمام سونے چاندی کو ڈھال کر اس سے ایک بے جان بچھڑا بنایا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے کے نیچے سے لی ہوئی خاک اس میں ڈالی تو وہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو گیا۔ دوسرے قول کے مطابق وہ سونے ہی کا رہا اور گائے کی طرح ڈکارنے لگا۔ 12 ہزار کے علاوہ بنی اسرائیل کے سب لوگوں نے سامری کے بہکانے پر اس بچھڑے کی پوجا کی اور اتنی بات نہ سمجھ سکے کہ یہ بچھڑا نہ تو ان سے سوال جواب کی صورت میں کلام کر سکتا ہے اور نہ انہیں ہدایت کی راہ دکھا سکتا ہے تو یہ معبود کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل جانتے تھے کہ رب وہ ہے جو قادر مطلق، علیم، خبیر اور ہادی ہو۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت

أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ

بچھڑا ان سے نہ کلام کرتا ہے اور نہ انہیں کوئی ہدایت دیتا ہے؟ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے ○ اور جب شرمندہ ہوئے

فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ

اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ

مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي

ہوجائیں گے ○ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف بہت زیادہ غم وغصے میں بھرے ہوئے لوٹے تو فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا،

مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ

کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی؟ اور موسیٰ نے تختیاں (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ

(ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو

ادراک کر کے ایسے عاجز وناقص بچھڑے کو پوجا تو وہ ظالم ٹھہرے۔

آیت 149 ﴿ فرمایا کہ پھر جب اپنے اس کرتوت پر شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ ہوجائیں گے۔

آیت 150 ﴿ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی مناجات سے مشرف ہو کر کوہِ طور سے واپس قوم کے پاس تشریف لائے تو بہت زیادہ غم وغصے میں بھرے ہوئے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دے دی تھی کہ سامری نے اُن کی قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ شرک کرنے لگے اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار بھی نہ کیا۔ دوسرے قول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام اور اپنی قوم کے ان لوگوں سے فرمایا جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی، فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ لوگوں کو بچھڑا پوجنے سے نہ روکا۔ کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار نہ کیا؟ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کا ایسی بدترین معصیت میں مبتلا ہونا نہایت شاق ہوا، تب حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میں نے قوم کو روکنے اور ان کو نصیحت کرنے میں کمی نہیں کی لیکن قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جس سے وہ خوش ہوں اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ شمار کرو۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک پر غیرت کی وجہ سے شدید غضبناک ہوئے اور

وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا

اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ ملا۔ عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما

فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ

اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا عنقریب انہیں دنیا کی زندگی میں

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا

ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچے گی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال

جلدی میں تورات کی تختیاں زمین پر رکھ دیں تاکہ ان کا ہاتھ جلدی فارغ ہو جائے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو سر پکڑ کر... اسے قرآن پاک میں "ڈالنے" سے تعبیر کیا گیا۔ اس میں کسی بھی طرح تورات کی تختیوں کی بے حرمتی مقصود نہ تھی (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ سامری پر تھا نہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے سے بتادیا تھا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کیا ہے۔ درس: کسی کی تکلیف پر خوشی ظاہر کرنا "شماتت" ہے اور یہ گناہ ہے۔

آیت 151 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کا عذر قبول کر کے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب اگر ہم میں سے کوئی افراط یا تفریط ہو گئی تو مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا اس لئے کی تاکہ دوسرے لوگ یہ گمان نہ کریں نہ ہوں کہ بھائیوں میں لڑائی ہو گئی ہے اور یہ وجہ بھی تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا غم غلط ہو جائے۔ (2) یہ دعا ئے حضرت ... کی تعلیم کے لئے ہے، ورنہ انبیا علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

آیت 152 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا عنقریب انہیں دنیا کی زندگی میں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچے گی اور جس طرح ہم نے ان بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو بدلہ دیا اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بدلہ دیں گے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے اور غیر خدا کی عبادت کرے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں: (۱) اس سے مراد وہ بچھڑا پوجنے والے لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور سے واپس آنے سے پہلے ہی مر گئے۔ (۲) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قتل ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ اس صورت میں غضب سے مراد قتل ہونا اور ذلت سے مراد گمراہی کا اعتراف اور قتل ہونے کا حکم تسلیم کرنا ہے۔ (۳) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور ان کے آباؤ اجداد بچھڑے کی پوجا کرتے تھے اور غضب سے مراد آخرت کا عذاب اور دنیا میں ذلت سے مراد جزیہ ہے۔ عطیہ عوفی کا قول ہے کہ غضب سے مراد بنو نضیر اور بنو قریظہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونا اور ذلت سے مراد انہیں جلاوطن کرنا ہے۔ (2) ابو قلابہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے کی جزا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔

آیت 153 فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے حتی کہ کفر تک کا ارتکاب کیا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لی

الْبَيِّنٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا٘ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

پھر ان کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو بیشک اس توبہ و ایمان کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ

اور جب موسیٰ کا غصہ ختم ہوگیا تو اس نے تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو

هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ

اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور موسیٰ نے ہمارے وعدے کے لئے اپنی قوم سے ستر مرد منتخب کرلیے پھر جب انہیں زلزلہ نے پکڑلیا

الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ

تو موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کردیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے

ایمان لے آئے اور توبہ پر قائم رہے تو بیشک اس توبہ و ایمان کے بعد تمہارا رب توبہ قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا۔ اہم بات: جب بندہ گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیتا ہے۔

آیت 154 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قوم میں آکر تحقیق کرنے سے بھی ظاہر ہوگیا کہ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوئی تھی اور ان کا عذر درست تھا تو آپ کا غصہ جاتا رہا اور آپ نے تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ ان تختیوں کی تحریر میں اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اہم بات: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا تو آپ نے دو کام کیے تھے: (1) تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں۔ (2) حضرت ہارون علیہ السلام کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جب غصہ ختم ہوا تو اس کی تلافی میں بھی دو کام کیے: (1) تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ (2) اپنے بھائی کے لئے دعا کی۔

آیت 155 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گائے کی پوجا کرنے والوں کو معافی دلوانے کے لئے اپنی قوم سے 70 افراد منتخب کیے۔ آپ نے ہر گروہ سے 6 افراد منتخب کیے تھے چونکہ بنی اسرائیل کے 12 گروہ تھے اس طرح دو افراد بڑھ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ مجھے 70 افراد لانے کا حکم ہوا ہے اور تم 72 ہوگئے اس لئے تم میں سے دو پیچھے رہ جائیں تو حضرت کالب اور حضرت یوشع علیہما السلام رہ گئے۔ یہ 70 افراد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں روزہ رکھنے، بدن اور کپڑے پاک کرنے کا حکم دیا پھر ان کے ساتھ طورِ سینا کی طرف چلے، جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بادل نے ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ اس میں داخل ہوگئے اور سب نے سجدہ کیا پھر قوم نے وہ کلام سنا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں جو حکم دیا وہ توبہ کے لئے اپنی جان دینا تھا۔ کلام کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد بادل ہٹا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: توبہ میں اپنی جانوں کو قتل کرنے کا جو حکم ہم نے سنا اس کی تصدیق ہم اس وقت تک نہ کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھ نہ لیں۔ اس پر انہیں شدید زلزلے نے آلیا اور وہ سب ہلاک

مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ

بے عقلوں نے کیا۔ یہ تو نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمانا تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ

لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ۝۱۵۵ وَاكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ

ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ○ اور ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے

اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ

بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۶

تو عنقریب میں اپنی رحمت ان کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ○

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہل کتاب) اپنے پاس تورات میں

ہوگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا تاکہ بنی اسرائیل ان سب کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور انہیں مجھ پر قتل کی تہمت لگانے کا موقع نہ ملتا۔ اب جو میں اکیلا واپس جاؤں گا تو بنی اسرائیل کہیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں مروا آئے ہیں۔ اے مولیٰ! کیا ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ انہوں نے جو کیا یہ تو تیری ہی طرف سے آزمائش ہے تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ **اہم بات:** شفاعت نبی برحق ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کی شفاعت فرمائی جو اُن کے کام آئی۔

آیت 156 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زلزلے کے وقت دعا کرتے ہوئے مزید عرض کی: اے اللہ! ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد فرمایا میری شان یہ ہے کہ میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں، کوئی اس میں دخل اندازی کر نہیں سکتا اور میری رحمت کی شان یہ ہے کہ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، دنیا میں ہر بندہ میری نعمتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ تو عنقریب میں اپنی رحمت آخرت میں ان کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگار ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری تمام آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ **اہم بات:** دنیا کی بھلائی سے مراد پاکیزہ زندگی اور نیک اعمال ہیں اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت، دیدارِ الٰہی اور دنیا کی نیکیوں پر ثواب ہے۔

آیت 157 سابقہ آیت میں بتایا گیا کہ آخرت میں رحمتِ الٰہی کے حق دار وہ ہوں گے جو پرہیزگار ہیں، زکوٰۃ دیتے اور آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ یہودیوں نے یہ سن کر کہا: ہم پرہیزگار ہیں، زکوٰۃ دیتے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس آیت میں

وَالْاِنْجِيْلِ٘ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ

نبی کو لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْؕ

اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىٕكَ

تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (۱۵۷) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

فلاح پانے والے ہیں ○ تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے،

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ فضائلِ امتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہیں جو اس رسول یعنی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں جن کی نعت وصفت اور نبوت اہلِ کتاب اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور جو حلال وطیب چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں وہ چیزیں ان کے لئے حلال فرماتے ہیں اور بہت سی خبیث وگندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ سخت تکلیفیں جیسے توبہ میں خود کو قتل کرنا، نیز مشقت والے احکام جو ان پر تھے جیسے بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اسے قینچی سے کاٹ ڈالنا، وغیرہ اتارتے ہیں تو ان میں سے وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں، ان کی تعظیم اور مدد کریں اور قرآن پاک کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ (2) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "نبی" کا ترجمہ "غیب کی خبریں دینے والے" کیا ہے اور یہ نہایت صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نبأ "خبر" کے معنی میں ہے اور نبی کی منفرد خبر بطورِ خاص غیب ہی کی خبر ہوتی ہے۔ (3) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "اُمّی" کا ترجمہ "بے پڑھے" فرمایا۔ یہ بالکل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اولین وآخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (4) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اعتقادی، عملی، قولی، فعلی، ظاہری، باطنی ہر طرح لازم ہے بلکہ رکنِ ایمان ہے۔

{آیت 158} ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، ایسا نہیں کہ بعض کا تو رسول ہوں اور بعض کا نہیں۔ جس خدا کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور وہی ان کے تمام امور کا مالک ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی مخلوق کو زندہ کرنے اور موت دینے پر قدرت رکھتا ہے اور جس کی ایسی شان ہو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مخلوق کی طرف کسی رسول کو بھیج دے تو تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ جن کی صفت یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اے لوگو! وہ تمہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی ہیں، (کسی سے) پڑھے ہوئے

الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى

نہیں ہیں، اللہ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ○ اور موسیٰ کی قوم

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا

ایک گروہ ہے جو حق کی راہ بتاتا ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے○ اور ہم نے انہیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کرکے الگ الگ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب اُس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ

چشمے جاری ہوگئے، ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا

اور ان پر من و سلویٰ اتارا (اور فرمایا) ہماری دی ہوئی پاک چیزیں کھاؤ اور انہوں نے (ہماری نافرمانی کرکے) ہمارا کچھ نقصان

جس کام کا حکم دیں اسے کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ تاکہ تم ان کی پیروی کرکے ہدایت پا جاؤ۔ اہم بات: یہ دلیل ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت ہے۔ مسلم کی ایک حدیث شریف ہے کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کردی گئی۔ (مسلم، حدیث: 1167)

آیت 159 فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہی، لوگوں کو حق کی راہ بتاتی اور اسی کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ اہم بات: حق پر قائم رہنے والوں سے مراد بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم، کیونکہ یہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ... نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لائے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

آیت 160 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو 12 قبیلوں میں تقسیم کرکے الگ الگ جماعت ... حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 بیٹوں کی اولاد سے پیدا ہوئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کردیا تاکہ یہ باہم ان میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت کی نوبت نہ آئے اور میدان تیہ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے ... تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا

لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے ○ اور یاد کرو جب ان سے فرمایا گیا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرو اور اس میں جو چاہو کھاؤ

حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ

اور یوں کہو: "ہماری بخشش ہو" اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے (اور) نیکی کرنے والوں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٦١﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا

کو عنقریب اور زیادہ عطا فرمائیں گے ○ تو ان میں سے ظالموں نے جو بات ان سے کہی گئی تھی اسے دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے ان پر آسمان

ع عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٢﴾ۧ وَسْـَٔـلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ

سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے ○ اور ان سے اس بستی کا حال پوچھو جو دریا کے

بنی اسرائیل کے 12 قبیلوں کی تعداد کے برابر 12 چشمے جاری ہو گئے، ہر قبیلے نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر میدانِ تیہ میں بادلوں کا سایہ کیا تاکہ وہ انہیں دھوپ کی گرمی سے بچائے اور ان پر مَن و سلویٰ اتارا اور ان سے فرمایا کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے۔

آیت161 فرمایا کہ یاد کرو جب بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ اس شہر یعنی بیت المقدس میں سکونت اختیار کرو، اس کے پھلوں، کھیتوں اور سبزیوں میں سے جو چاہو کھاؤ اور یوں کہو: ہماری بخشش ہو، اور شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب اور زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے۔

آیت162 ان بنی اسرائیل کو حکم تو تھا کہ "حِطَّةٌ" کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوں، حِطَّةٌ توبہ و استغفار کا کلمہ ہے لیکن وہ اس کے بجائے بطورِ تمسخر حِنْطَةٌ فِیْ شَعِیْرَۃٍ کہتے ہوئے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے۔ وہ عذاب طاعون کی وبا تھی جس سے ایک ساعت میں 24 ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے۔

آیت163 شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کو ان کے کفر پر سرزنش کرتے اور فرماتے کہ تم اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر ہو، انہوں نے ہمیشہ پچھلے نبیوں کی مخالفت کی (اور تم میری مخالفت کر رہے ہو)۔ اس پر یہودی بولے: ہمارے باپ دادا اپنے رب کے فرمانبردار اور اپنے نبیوں کے اطاعت گزار تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ واقعی ان کے باپ دادا اپنے نبیوں کی مخالفت کرتے رہے ہیں مگر ان کا خیال تھا کہ ان واقعات کی کسی کو خبر نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے پول کھول دیئے گئے اور وہ لوگ حیران رہ گئے۔ آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ آپ اپنے قریب رہنے والے یہودیوں سے سرزنش کے طور پر اس بستی والوں کا حال دریافت فرمائیں جو دریا کے کنارے پر تھی۔ مشہور قول کے مطابق وہ بستی ایلہ ہے۔ اس بستی کے رہنے والے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کرنے اور اس دن تمام دنیوی مشاغل ترک کرنے کا حکم

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا

کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے، جب ہفتے کے دن تو مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آ جاتیں

وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ

اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا اس دن مچھلیاں نہ آتیں۔ اسی طرح ہم ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی آزمائش کرتے تھے○ اور جب ان میں سے ایک گروہ

مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ قَالُوْا مَعْذِرَةً

نے کہا تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا تمہارے رب کے

اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

حضور عذر پیش کرنے کے لئے اور شاید یہ ڈریں○ پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا

کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کر دیا○ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم

دیا نیز ان پر ہفتے کے دن شکار حرام فرما دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ہوا یوں کہ ہفتے کے دن دریا میں خوب مچھلیاں آتیں، جب اتوار کا دن آتا تو مچھلیاں نہ آتیں۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تم ایسا کرو کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے حوض بنا لو اور ہفتے کے دن دریا سے ان حوضوں کی طرف نالیاں نکال لو، یوں ہفتے کو مچھلیاں حوض میں آ جائیں گی اور اتوار کے دن انہیں پکڑ لو۔ چنانچہ ان کے ایک گروہ نے ایسا ہی کیا اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ ہم نے ہفتے کے دن تو مچھلی پانی سے نہیں نکالی۔ ایک عرصہ تک لوگ اس فعل میں مبتلا رہے۔ بستی کے ایک تہائی لوگ ایسے بھی تھے جو انہیں اس فعل سے منع کرتے تھے۔

آیت 164 ہفتے کو مچھلی کا شکار کرنے کی وجہ سے اس بستی میں بسنے والے افراد تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے: (1) ایک تہائی خطاکار لوگ تھے جنہوں نے حکمِ الٰہی کی مخالفت کی اور ہفتے کے دن شکار کیا، اسے کھایا اور بیچا۔ (2) ایک تہائی لوگ اس سے اور شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ (3) ایک تہائی افراد خود تو باز رہتے لیکن دوسروں کو منع نہ کرتے تھے۔ اس آیت میں تیسرے گروہ کا ذکر ہے۔ ان کے جواب میں منع کرنے والے گروہ نے کہا کہ ہم انہیں اس لئے منع کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے حضور عذر پیش کر سکیں اور برائی سے منع کرنے میں کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں اور شاید یہ شکار کرنے سے ڈریں۔ اہم بات: تیسرے گروہ کے لوگ مچھلی کے شکار پر بالکل راضی نہ تھے بلکہ ان سے متنفر تھے اور سمجھاتے اس لئے نہیں تھے کہ ان کے ماننے کی امید نہ تھی۔ اس سے بظاہر سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ بھی نجات پا گئے تھے کیونکہ جب کسی کے ماننے کی امید نہ ہو تو امر بالمعروف فرض نہیں رہتا، ہاں! افضل ضرور ہوتا ہے نیز امر بالمعروف فرضِ کفایہ ہے لہٰذا جب ایک گروہ کر ہی رہا تھا تو ان پر بعینہٖ فرض نہ رہا۔

آیت 166،165 ان دو آیات میں فرمایا: پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم

عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ

سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ ○ اور جب تمہارے رب نے اعلان کردیا کہ وہ ضرور قیامت کے دن تک ان پر

عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ

ایسوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب دیتے رہیں گے بیشک تمہارا رب ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ

لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ

بخشنے والا مہربان ہے ○ اور ہم نے انہیں زمین میں مختلف گروہوں میں تقسیم کردیا، ان میں کچھ صالحین ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں

وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا تاکہ وہ لوٹ آئیں ○ پھر ان کے بعد ایسے برے جانشین آئے جو

کی اور ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے اور کھانے کو حلال جانا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ اور بالآخر وہ سب ہلاک ہوگئے اور منع کرنے والے سلامت رہے۔ اہم باتیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اُمّی ہونے اور پچھلی کتابیں پڑھی ہوئی نہ ہونے کے باوجود ان واقعات کی خبر دینا معجزہ ہے۔ (2) حکم شرعی کو باطل کرنے کے لئے حیلہ کرنا حرام ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا البتہ حکم شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے۔

آیت 167 یہودیوں کی سرکشی، گناہ پر دلیری اور مسخ کرکے بندر بنا دیے جانے کا ذکر کرکے اب بتایا جا رہا ہے کہ ان کے لئے قیامت تک ذلت و غلامی مقدر کردی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ کے رب نے یہودیوں کے آباؤ اجداد کو ان کے انبیا علیہم السلام کی زبان سے یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک یہودیوں پر ایسے افراد مسلط کرتا رہے گا جو انہیں ذلت اور غلامی کا مزہ چکھاتے رہیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بخت نصر، سنجاریب اور رومی عیسائی بادشاہوں کو مسلط فرمایا جو اپنے اپنے زمانوں میں یہودیوں کو سخت ایذائیں پہنچاتے رہے۔ کوئی سلطنت انہیں اپنے ملک میں رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی، موجودہ دور میں بھی کسی سلطنت نے اجتماعی طور پر انہیں اپنے ملک میں نہ رکھا بلکہ فلسطین میں آباد کیا۔ آیت میں مزید فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب کافروں کو ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور اور بیشک وہ مومنین کو بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 168 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے یہودیوں کی جمعیت کو منتشر کردیا، موجودہ یہودیوں میں کچھ نیک بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے اور دین پر ثابت رہے، ان کے علاوہ کچھ ایسے ہیں جنہوں نے کفر و سرکشی کی اور دین کو بدل ڈالا اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا تاکہ وہ نافرمانیوں سے لوٹ آئیں۔

آیت 169 یہاں بنی اسرائیل کے ناخلف جانشینوں کے چند عیب بیان ہو رہے ہیں، وہ رشوت لے کر تورات کے احکام بدل دیتے ہیں اور کہتے تھا کہ ہماری مغفرت کردی جائے گی، اس پر ہماری پکڑ نہ ہوگی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو اسے بھی لے لیں گے۔ کیا تورات میں ان رشوت خوروں سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے

وَرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ

کتاب کے وارث ہوئے وہ اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت کر دی جائے گی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو

مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

اسے (بھی) لے لیں گے۔ کیا کتاب میں ان سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے

وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ

اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟○ اور وہ جو

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ اِذْ نَتَقْنَا

کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم رکھی، بیشک ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے○ اور یاد کرو جب ہم نے پہاڑ ان

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا

کے اوپر بلند کر دیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے (اور ہم نے کہا) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور

اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اسے دنیا کے مقابلے میں ترجیح دو!! درس: یہودیوں کی سرکشی کی بنیاد ان کا اس زعم میں مبتلا ہونا تھا کہ ہم انبیا علیہم السلام کی اولاد اور اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں لہٰذا ان گناہوں پر ہم سے کچھ مؤاخذہ نہ ہوگا۔ فی زمانہ بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اپنی بداعمالیوں کے باوجود خود کو آخرت کے اجر و ثواب کا حق دار سمجھتے ہیں۔ اولیا و صالحین سے نسبت کی وجہ سے بشرطِ ایمان قیامت میں شفاعت کی امید برحق ہے لیکن اس وجہ سے اپنی بخشش کا یقین کر لینا اور اعمالِ صالحہ سے خود کو بے نیاز سمجھنا سراسر باطل و مردود ہے۔

آیت 170 یہ آیت اہلِ کتاب میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلی کتاب کی اتباع کی اور اس میں کوئی تحریف نہ کی جس کی بدولت انہیں قرآن پاک پر ایمان نصیب ہوا، فرمایا گیا کہ وہ جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں یعنی اس کے تمام احکام مانتے، اس کے مطابق عمل کرتے اس میں کسی طرح کی تبدیلی روا نہیں رکھتے نیز انہوں نے نماز قائم رکھی ہے بیشک ہم ان اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اہم بات: کتاب کو مضبوطی سے تھامنے میں نماز بھی داخل ہے لیکن اسے جداگانہ ذکر کرنے سے مقصود اس کی عظمت کا اظہار ہے۔

آیت 171 فرمایا کہ اے حبیب! یاد کرو کہ جب ہم نے پہاڑ کو زمین سے اکھاڑ کر بنی اسرائیل کے اوپر سائبان کی طرح بلند کر دیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے اور ہم نے ان سے کہا کہ جو تورات ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ احکام اس میں ہیں ان پر عمل کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ اہم باتیں: (1) بنی اسرائیل نے تکالیف شاقہ کے باعث تورات کے احکام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک پہاڑ اٹھا کر سائبان کی طرح ان کے سروں

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا

اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے گواہی دی۔ (یہ اس لئے ہوا) تاکہ تم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ

قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔ یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا

وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیا۔ اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے

کے قریب کر دیا اور اُن سے کہا گیا کہ تورات کے احکام قبول کرو ورنہ یہ تم پر گرا دیا جائے گا۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ (2) قرآن کا 23 سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ اترنا بھی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو تمام احکام پر عمل آسان ہو گیا۔

آیت 172، 173 عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار کروایا، ان دو آیات میں اسی کا بیان ہے اور یہ اقرار اس لئے تھا کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ! ہم جو شرک و کفر میں مبتلا رہے اس میں ہمارا قصور نہیں کیونکہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ تو ہی ہمارا رب ہے، تیرے سوا کوئی رب نہیں اور اے ربِّ کریم! تو بے خبر کو نہیں پکڑتا لہٰذا ہمیں عذاب نہ دے اور یہ بھی نہ کہہ سکو کہ کفر و شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد ہوئے تو ہم نے ان کی پیروی کی، ہم ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے لہٰذا ہم بے قصور ہیں۔ تو کیا تو ہمیں اس پر عذاب دے گا جو ہمارے باپ دادا میں سے اہلِ باطل نے کیا۔ انہیں یہ باتیں کہنے کا حق اس لئے نہ ہو گا کہ جب اُن سے عہدِ میثاق لے لیا گیا اور یہ بات ان کے دلوں کی تہہ میں رکھ دی گئی اور اس عہد کی یاد دہانی کے لئے ان کے پاس رسول آئے اور انہوں نے اس عہد کو یاد دلایا، کتابیں اتریں اور ان کے سامنے حق بیان کر دیا گیا تو اب یہ عذر پیش کرنے کا ان کے پاس موقع نہ رہا۔ یومِ اَلَسْتُ اسی ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے ذریت نکالی جس ترتیب سے دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے سے پیدا ہونا تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد اور اولاد کی پشت سے ان کی اولاد، اسی طرح قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ۔

آیت 174 فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کی قوم کے سامنے اس سورت کی آیات تفصیل سے بیان کیں ہم ان کے علاوہ آیات بھی اسی طرح تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ بندے تدبّر و تفکر کر کے حق و ایمان قبول کریں اور اس لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ شرک و کفر سے توحید و ایمان کی طرف رجوع کر لیں، صاحبِ معجزات نبی کے بتانے سے اپنے عہدِ میثاق کو یاد کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ

اور اس لیے کہ وہ رجوع کر لیں ○ اور اے محبوب! انہیں اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو

الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ

شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا ○ اور اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلند مرتبہ کر دیتے مگر وہ تو دنیا کی طرف مائل

وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ

ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر سختی کرے تو زبان نکالے اور تو اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے۔ یہ

آیت 175 فرمایا کہ اے حبیب! آپ یہودیوں کو اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ اپنے کفر کی وجہ سے ان سے صاف نکل گیا جیسے سانپ اپنی کھال سے نکلتا ہے پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا ہم نشین ہو گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا۔ وہ آدمی بلعم بن باعورا یا امیہ بن ابو صلت یا ابو عامر بن صیفی ہے۔ **اہم بات:** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جبارین سے جنگ کے ارادے سے سرزمین شام تشریف لائے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس آئی اور اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دعا کرنے کا کہا۔ اس نے پہلے تو انکار کیا لیکن قوم کے مسلسل اصرار پر اور ان سے ہدیے قبول کر کے تیار ہو گیا۔ پھر وہ بد دعا کرنے کے لیے اپنی قوم کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھا۔ اب جو بد دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا اور اپنی قوم کے لیے جو دعائے خیر کرتا تو بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آتا۔ یہ دیکھ کر قوم نے کہا: اے بلعم! یہ کیا کر رہا ہے؟ کہا: یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت مجھ پر غالب آگئی ہے۔ اتنا کہنے کے بعد اس کی زبان نکل کر سینے پر لٹک گئی۔ پھر اس نے قوم سے کہا: میری تو دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔

آیت 176 اس آیت میں بلعم بن باعوراء کا حال بیان ہوا۔ یہ شخص گزشتہ کتابوں کا عالم تھا، اس کے باوجود جب نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا اور دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اس نے دنیا اور اس کی لذتوں کو آخرت اور اس کی نعمتوں پر ترجیح دینے میں اپنی خواہش کی پیروی کی تو انجام کار جو کچھ اسے عطا ہوا اس سے چھین لیا گیا اور اس کا ایمان برباد ہو گیا، یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اے حبیب! تم یہ واقعات اپنی قوم کو بیان کرو تا کہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور ایمان لائیں۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کا گستاخ عالم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتے کی طرح ہے، کیونکہ بلعم اللہ تعالیٰ کا منکر نہ تھا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کتے کی بدترین حالت سے تشبیہ دی۔ (2) ذلیل تر کتا وہ ہے جو تھکاوٹ، شدت کی گرمی اور پیاس ہونے یا نہ ہونے کے باوجود ہر وقت زبان نکال کر ہانپتا رہتا ہو۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم دین کی عزت و کرامت سے سرفراز فرمائے پھر بھی وہ کسی حاجت کے بغیر محض قلبی خساست کے باعث دنیا کے مال و منصب کے حصول میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے تو وہ ہانپنے والے کتے کی طرح ہے۔ **درس:** بلعم بن باعورا گزشتہ آسمانی کتابوں کا عالم تھا، اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے عرش کو دیکھ لیتا، اتنا بڑا مرتبہ پانے کے باوجود جب اس نے نفسانی خواہش کی پیروی کی، دنیا کے مال کی طرف راغب ہوا، آخرت اور اس کی نعمتوں کو پس پشت ڈال دیا تو جو کچھ اسے عطا ہوا تھا سب چھین لیا گیا، اس کا ایمان برباد ہو گیا۔

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۷۶

ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو تم یہ واقعات بیان کرو تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۝۱۷۷ مَنْ یَّهْدِ

کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے۔ جسے اللہ ہدایت دے

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۷۸ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ

تو وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جنہیں اللہ گمراہ کردے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے بہت سے

كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫

جن اور انسان پیدا کیے ہیں ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے

وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۷۹

کان ہیں جن کے ذریعے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

آیت 177 فرمایا کہ کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ہماری آیات کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

آیت 178 ارشاد فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے تو وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو وہی آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ **اہم بات:** ہدایت و گمراہی دونوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ ان میں سے کسی کو اختیار کرنا بندے کی طرف سے ہے۔ بندہ اگر ہدایت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ہدایت پیدا فرمادیتا ہے اور گمراہی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا فرمادیتا ہے۔

آیت 179 فرمایا کہ بیشک ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنات اور انسان پیدا کئے ہیں یعنی ان کا انجام جہنم میں داخلہ ہوگا اور یہ جہنم کا ایندھن اس لئے بنے کہ ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ حق سے اعراض کرکے آیاتِ الٰہیہ میں تدبر کرنے سے محروم ہوگئے اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ حق و ہدایت کا راستہ، اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیاں اور توحید کے دلائل نہیں دیکھتے اور ان کے ایسے کان ہیں جن کے ذریعے وہ قرآنی آیات اور اس کی نصیحتیں قبول کرنے کے لئے نہیں سنتے لہٰذا یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ جانوروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات سمجھنے، دیکھنے اور سننے کی قوت ہی نہیں اگر وہ نہ سمجھیں تو معذور ہیں لیکن کفار کے اعضا میں یہ قوت ہے پھر بھی وہ اس سے کام نہیں لیتے نیز جانور بھی اپنے مالک کے کہنے پر چلتے ہیں جبکہ کافر اپنے مالکِ حقیقی خداوند قدوس کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** امام عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی روحانی، شہوانی، سماوی، ارضی ہے، جب اس کی روح شہوت پر غالب ہوجاتی ہے تو ملائکہ سے فائق ہوجاتا ہے اور جب شہوت روح پر غلبہ پاجاتی ہیں تو زمین کے جانوروں سے بدتر ہوجاتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ

اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں، عنقریب انہیں ان کے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾ وَالَّذِيْنَ

اعمال کا بدلہ دیا جائے گا○ اور ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں○ اور جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ

ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی○ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا

آیت 180 شانِ نزول: ابو جہل نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا ایک پروردگار کی عبادت کرنے کا دعویٰ ہے پھر وہ اللہ اور رحمٰن دو کو کیوں پکارتے ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ معبود تو ایک ہی ہے، نام اس کے بہت ہیں۔ ارشاد فرمایا: اور بہت اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں، عنقریب آخرت میں انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ **اہم بات:** اسماءِ الٰہیہ میں حق سے دور ہونے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً اس کے ناموں کو کچھ بگاڑ کر غیروں پر اطلاق کرنا جیسے مشرکین نے اِلٰہ کا "لات"، عزیز کا "عُزّیٰ" اور منّان کا "منات" رکھ کے اپنے بتوں کے نام رکھے تھے، اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کرنا جو قرآن وحدیث میں نہ آیا ہو یا نام میں حسنِ ادب کی رعایت نہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کے لئے فاسد معنی والا نام مقرر کرنا جیسے لفظ رام یا غیرُ اللہ پر اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کا اطلاق کرنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں جیسے کسی کا نام رحمٰن، قدوس، خالق، قدیر رکھنا یا کہہ کر پکارنا، یہ حرام بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

آیت 181 فرمایا: ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہ گروہ اہلِ حق علما اور ہادیانِ دین کا ہے۔ (2) آیت سے ثابت ہوا کہ ہر زمانہ کے اہلِ حق کا اجماع حجت ہے اور کوئی زمانہ حق پرستوں اور ہادیانِ دین سے خالی نہ ہوگا۔

آیت 182 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں اس طرح ہلاکت وعذاب کے قریب کر دیں گے کہ انہیں پتا بھی نہ چل سکے گا کیونکہ یہ لوگ جب کوئی جرم یا گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دنیوی نعمت کے دروازے کھول دیتا ہے اسے دیکھ کر یہ بہت خوش ہوتے ہیں اور سرکشی وگمراہی کا بازار مزید گرم کر دیتے ہیں پھر اچانک عین غفلت کی حالت میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ درس: اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو دن رات گناہوں میں مصروف رہنے کے باوجود عیش و فراوانی کی زندگی گزار رہے ہیں اور آئے دن ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، انہیں ڈر جانا چاہئے کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے ڈھیل نہ ہو۔

آیت 183 فرمایا: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا یعنی ان کی عمر لمبی کروں گا تاکہ یہ کفر اور گناہوں میں بڑھتے جائیں اور گناہوں کی وجہ سے ان پر جلدی عذاب نازل نہیں کروں گا تاکہ ان کی توبہ کی کوئی صورت نہ رہے، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط اور میری گرفت سخت ہے۔ درس: کفر اور گناہوں کے باوجود لمبی عمر ملنا، فوری عذاب نہ ہونا اور مصائب و آلام نہ آنا ایسی چیز نہیں کہ جسے اپنے

مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ

بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔ ○ کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے صاحب کے ساتھ جنون کا کوئی تعلق نہیں، وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں ○

یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا؟ اور اس بات میں کہ شاید ان کی

قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ

مدت نزدیک آگئی ہو تو اس (قرآن) کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟ ○ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں

حق میں بہتر سمجھا جائے بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت گناہوں میں اضافے اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

آیت 184 کفارِ مکہ میں بعض جاہل قسم کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے افعال کفار کے افعال سے جدا تھے کیونکہ آپ دنیا اور اس کی لذتوں سے منہ پھیر کر آخرت کی طرف متوجہ تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس کا خوف دلانے میں شب و روز مشغول تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وحی نازل ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عجیب حالت طاری ہوتی، چہرہ متغیر ہو جاتا، اور یوں محسوس ہوتا جیسے غشی طاری ہو۔ یہ دیکھ کر جاہل لوگ آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کفار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معمولات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی، فرمایا گیا کہ کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے صاحب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جنون کا کوئی تعلق نہیں، یہ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں، ان کے اخلاق بہت عمدہ اور معاشرت بڑی پاکیزہ ہے، ہمیشہ اچھے کام کرتے ہیں اور تمام عقل مندوں کے مقتدا و پیشوا ہیں اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جو انسان عمدہ اور پاکیزہ شخصیت کا حامل ہو اسے مجنون قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاف ڈر سنانے والے ہیں۔

آیت 185 ارشاد فرمایا: کیا ان کفار نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کرتے کیونکہ ان سب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حکمت و قدرت کے کمال کی بے شمار دلیلیں موجود ہیں اور کیا انہوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ شاید ان کی موت کی مدت نزدیک آگئی ہو اور وہ حالتِ کفر میں مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جائیں؟ ایسے حال میں عقل مند پر لازم ہے کہ وہ سوچے، سمجھے اور دلائل پر نظر کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت اور قرآنِ عظیم کے کتابِ الٰہی ہونے پر ایمان لائے کیونکہ قرآن پاک کے بعد کوئی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں جس کا انتظار ہو، اگر ان پر ایمان نہ لایا تو پھر کس پر ایمان لائیں گے؟

آیت 186 فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں یعنی جب کفریہ عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سے کفار کے دلوں میں گمراہی راسخ ہو گئی اور انہوں نے اپنے اختیار سے اس چیز کو ضائع کر دیا جو انہیں ہدایت اور ایمان کی دعوت دیتی تو ان کے دل و دماغ سے دعوتِ حق قبول کرنے کی استعداد جاتی رہی اور وہ اس طرح ہو گئے گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی پر پیدا کیا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو اس کے کفر و سرکشی کے باوجود چھوڑے رکھنا اور اس کی گرفت نہ کرنا عذاب ہے اس کے برعکس معمولی بات پر گرفت ہو جانا رحمتِ الٰہی ہے۔

وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا

اور وہ انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ

اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک

اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ہی آجائے گی۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ

جانتے نہیں۔ تم فرماؤ، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان

آیت 187 ﴾ **شانِ نزول:** یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب قائم ہوگی کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم ان سے فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی جبکہ تم اس سے غافل ہوگے۔ یہ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات جانتے نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے مُعَیَّن وقت کی خبر دینا رسول کی ذمہ داری نہیں کیونکہ یہ علمِ شریعت نہیں جس کی اشاعت کی جائے بلکہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ہے جس کا چھپانا ضروری ہے اگر اس کو ہر طرح سے ظاہر کر دیا جائے تو پھر قیامت کا اچانک آنا باقی نہ رہے گا، عوام سے قیامت کا علم مخفی رکھنے کی وجہ سے متعلق علما فرماتے ہیں: تاکہ لوگ قیامت سے ڈرتے رہیں کیونکہ جب انہیں معلوم نہ ہو گا کہ قیامت کس وقت آئے گی تو وہ اس سے بہت زیادہ ڈریں گے، ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشاں رہیں گے (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت کا علم عطا کیا گیا ہے اور آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ قیامت سے پہلے اور اس کے قریب ترین اوقات کے بارے میں بتایا ہے حتی کہ قیامت کا دن، تاریخ، مہینا اور وہ گھڑی بھی بتادی جس میں قیامت واقع ہوگی البتہ سال نہیں بتایا کیونکہ اگر سن بھی بتادیتے تو قیامت کے اچانک آنے کا جو ذکر قرآنِ پاک میں ہے وہ ثابت نہ ہوتا۔

آیت 188 ﴾ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کمال درجے کی عاجزی نیز عقیدۂ توحید اور عظمتِ الٰہی کے اظہار کا حکم فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس جو قدرت و اختیار اور علم ہے، سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اولین و آخرین سے افضل ہونا، دنیا و آخرت کے اُمور میں تصرّف فرمانا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو شفا عطا فرمانا بلکہ جنت عطا فرمانا، وغیرہا جتنی چیزیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! تم فرماؤ: میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جس چیز کا اللہ تعالیٰ چاہے مجھے مالک بنادے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف

اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ

لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو صرف ڈر اور خوشخبری

لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

سنانے والا ہوں ○ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کی بیوی بنائی

لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ

تاکہ اس سے سکون حاصل کرے پھر جب مرد اس عورت پر چھایا تو اسے ایک ہلکے سے بوجھ کا حمل ہوگیا تو وہ اسی کو لے کر چلتی رہی پھر جب حمل کا وزن بڑھ گیا

رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ

تو دونوں اپنے رب سے دعا کرنے لگے: اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمائے تو ہم یقیناً شکر گزار ہوں گے ○ پھر جب اس نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو

سے رسول ہوں، ایمان والوں کو صرف ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی، تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کرلیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور کافروں کا مومن کرلینا ہو اور برائی سے بد بخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین و کافرین! تم سب کو مومن کر ڈالتا۔ **اہم بات:** قرآن و حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے بتانے سے غیب معلوم ہونا قطعاً ثابت ہے۔ آیت میں علم غیب کی نفی کی توجیہات یہ ہیں: (1) یہاں عطائی کی نہیں بلکہ ذاتی علم کی نفی ہے۔ (2) یہ کلام ادب و تواضع کے طور پر ہے۔ (3) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے یہ کلام فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ غیب کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کی خبر دی۔

آیت 189، 190 ان دو آیات کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (1) مشرکین کہتے تھے کہ معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام بتوں کی عبادت کرتے تھے نیز بھلائی طلب کرنے اور برائی دور ہونے کے سلسلے میں انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی تھی: اے اللہ! اگر تو ہمیں صحیح سالم اور تندرست بچہ عطا فرمائے گا تو ہم ضرور تیری اس نعمت کا شکر ادا کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو کیا ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کا شریک ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ان کی بات سے بری ہے۔ (2) یہ واقعہ بطورِ مثال بیان ہوا ہے اور اس میں مشرکوں کی جہالت و شرک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس صورت میں آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تم میں سے ہر ایک کو ایک جان یعنی ماں اور باپ سے پیدا کیا اور یہ دونوں انسان ہونے میں یکساں ہیں پھر جب شوہر اور بیوی میں ملاپ ہوا اور حمل ظاہر ہوا تو ان دونوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو

شُرَكَآءَ فِيمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا

انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرادیے تو اللہ ان کے شرک سے بلند وبالا ہے۔ کیا وہ اسے (اللہ کا) شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز بھی نہیں بناتا

وَّهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوهُمْ

اور خود انہیں بنایا جاتا ہے۔ اور نہ وہ ان کی کوئی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کرسکتے ہیں۔ اور اگر تم انہیں رہنمائی کے

اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۗ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِينَ

لئے بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہیں آئیں گے۔ تم پر برابر ہے کہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو۔ بیشک وہ جنہیں

ہمیں صحیح اور تندرست بچہ عطا کرے گا تو ہم ضرور تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوں گے پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ویسا ہی بچہ عنایت فرمایا تو ان کا حال یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرانے لگ گئے کیونکہ کبھی تو وہ اس بچے کو فطرت کے تقاضے کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے دہریوں کا حال ہے، کبھی ستاروں کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے ستارہ پرستوں کا طریقہ ہے اور کبھی بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے بت پرستوں کا دستور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے اس شرک سے برتر ہے۔

آیت 191 یہاں سے بتوں کے معبود ہونے کی نفی پر دلیلیں قائم کی جارہی ہیں، اس آیت میں فرمایا گیا کہ کیا مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی اصلا قدرت نہیں رکھتا بلکہ وہ خود اپنے بنائے جانے میں کسی کا محتاج ہے حالانکہ معبود تو وہ ہوسکتا ہے جس نے اپنے عبادت گزار کو پیدا کیا ہو۔

آیت 192 مشرکین کی جہالت اور بتوں کی بے بسی کا مزید بیان ہورہا ہے کہ مشرکین جن بتوں کو پوجتے ہیں ان کی بے بسی اس حد تک ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کرسکتے، اور خود انہیں ضرر پہنچے تو وہ اسے بھی دور نہیں کرسکتے الغرض جو چاہے کرے وہ بت اس سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتے لہٰذا ایسے مجبور وبے اختیار کو پوجنا انتہا درجے کا جہل ہے۔

آیت 193 فرمایا کہ اے مشرکو! اگر تم ان بتوں کو بلاؤ تا کہ وہ تمہاری اس چیز کی طرف رہنمائی کریں جس سے تم اپنے مقاصد حاصل کرلو تو یہ تمہاری مراد کی طرف نہیں آئیں گے۔ تم ان بتوں کو پکارو یا خاموش رہو دونوں صورتیں برابر ہیں کیونکہ نہ تو انہیں پکارنے کی صورت میں تمہیں کوئی فائدہ ہوگا اور نہ خاموش رہنے کی صورت میں۔

آیت 194 ارشاد فرمایا: اے کافرو! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے اور انہیں اپنا معبود کہتے ہو یہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مملوک اور مخلوق ہیں جس طرح تم ہو لہٰذا کسی طرح پوجے جانے کے قابل نہیں، اس کے باوجود اگر تم انہیں اپنا معبود کہتے ہو تو تم نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کے سلسلے میں انہیں پکارو پھر اگر تم اپنے گمان کے مطابق سچے ہو کہ یہ اس چیز کی قدرت رکھتے ہیں جس سے تم عاجز ہو تو ان بتوں کو چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔ **اہم بات:** آیت میں تَدْعُوْنَ کا معنی ہے: تَعْبُدُوْنَ یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی بھی عبادت شرک ہے۔ اسی طرح مخلوق میں کسی کو معبود مان کر پکارنا، حاجتیں اور مدد طلب کرنا بھی شرک ہے البتہ اگر کوئی معبود مان کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٩٤﴾

تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم انہیں پکارو پھر اگر تم سچے ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں ○

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چلتے ہیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے یہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے یہ دیکھتے ہیں؟

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿١٩٥﴾

یا ان کے کان ہیں جن سے یہ سنتے ہیں؟ تم فرما دو کہ اپنے شریکوں کو بلا لو پھر میرے اوپر اپنا داؤ چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو ○

اِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ صالحین کی مدد کرتا ہے ○ اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٧﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں ○ اور اگر تم انہیں رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ

کی عطا سے مشکلات دور کرنے والا مان کر استمداد کرے تو جائز ہے جیسے قرآن میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیماروں، اندھوں، کوڑھیوں کی مدد کرتے تھے اور احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا لوگوں کے بھوک، پیاس، قحط، مصیبت، بیماری اور زخموں کے وقت لعاب دہن اور دعاؤں سے مدد کرنا بیان ہوا ہے۔

آیت195 **شانِ نزول:** رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بت پرستی کی مذمت کی اور ان کی بے بسی کا بیان فرمایا تو مشرکین نے دھمکایا اور کہا کہ بتوں کو برا کہنے والے تباہ ہو جاتے ہیں اور یہ بت انہیں ہلاک کر دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ انسان کی قوت کا دارومدار ان چار اعضا پر ہے: ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ جبکہ بتوں کے یہ اعضا نہیں ہیں لہٰذا انسان ان سے افضل ہوا جب ان میں وہ قوت وطاقت بھی نہیں جو تم میں ہے پھر تم ان اپنے سے کمتر کو پوج کر کیوں ذلیل ہوتے ہو۔ مزید فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اگر تم بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو تو انہیں پکارو، تم بھی جو مکر و فریب کر سکتے ہو میرے مقابلے میں کرو اور اس میں دیر نہ کرو، مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کچھ پرواہ نہیں اور تم سب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

آیت196 بیشک میری حفاظت کرنے والا اور میرا مددگار وہ رب ہے جس نے مجھ پر قرآن نازل کر کے مجھے عظمت عطا کی اور وہ اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

آیت197 اے بت پرستو! اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ اپنی مدد اور تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو میں بھلا ان کی کس طرح پرواہ کروں۔

آیت198 اے بت پرستو! یہ بت تمہاری مدد کیا کریں گے! ان کا اپنا حال یہ ہے کہ اگر تم انہیں اپنے مقاصد کے حصول کی طرف

لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ

تو وہ نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو (تو یوں لگے گا) کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا ○ اے حبیب! معاف کرنا اختیار کرو اور

وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو ○ اور اے سننے والے! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ابھارے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہی

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ

سننے والا جاننے والا ہے ○ بیشک پرہیزگاروں کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ (حکمِ خدا) یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت ان کی

رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو تو یوں لگے گا کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا کیونکہ وہ دیکھنے سے ہی عاجز ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں بتوں کا جو حال بیان ہوا انبیا علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا حال ان کے برخلاف ہے کہ بت مردود اور مقربینِ بارگاہِ الٰہی مقبول ہیں، بت بے بس اور محبوبانِ خدا اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مظاہر، اس کے انوار کی جلوہ گاہیں اور ظاہری و باطنی امور میں اس کی بارگاہ میں سفارشی ہیں۔ فرشتوں کا میدانِ بدر و حنین میں مدد کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے امتیوں کی مدد کرنا قرآن میں مذکور ہے۔

آیت 199 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تین باتوں کا حکم فرمایا گیا: (1) جو مجرم معذرت طلب کرتا ہوا حاضر ہو اس پر شفقت کرتے ہوئے اسے معاف کر دیجئے۔ (2) مفید کام کرنے کا لوگوں کو حکم دیجئے۔ (3) نا سمجھ لوگ آپ کو برا بھلا کہیں تو ان سے الجھے نہیں بلکہ حلم کا مظاہرہ فرمائیں۔ **اہم باتیں:** (1) مذکورہ حکم ہر مسلمان کے لئے ہے کہ عفو و در گزر اختیار کرے، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے منہ پھیر لے۔ (2) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوری زندگی عفو و در گزر سے عبارت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابو سفیان کو معاف کر دیا، اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے غلام وحشی اور کلیجہ چبانے والی عورت ہند بنتِ عتبہ کو معاف کر دیا۔

آیت 200 اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے اور مراد اور لوگ ہیں کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ معنی یہ ہے کہ اے انسان! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ابھارے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور اپنے آپ سے اس وسوسے کو دور کئے جانے سے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کر، بے شک وہ تیری دعا کو سننے والا اور تیرے حال کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** شیطان سے لڑنے اور اسے مغلوب کرنے کے چند طریقے یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے۔ (2) اس کی تردید و مخالفت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ (3) اس کے مکر و فریب اور حیلہ سازی سے باخبر ہو جائے۔

آیت 201 فرمایا کہ وہ لوگ جو متقی اور پرہیز گار ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں گناہ کرنے کا کوئی وسوسہ آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے انعامات میں غور کرتے اور اس کے عذاب اور ثواب کو یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت گناہ کرنے سے رک جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ سے رکنے کا حکم دیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں مذکور لفظ "طٰٓئِفٌ" کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان کو ورغلانے کے لئے اس کے گرد گردش کرنے والے شیطان کو طائف کہتے ہیں۔ (2) جب بھی شیطان

مُّبْصِرُوْنَ ۝٢٠١ وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝٢٠٢ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ

انہیں کھل جاتی ہیں ○ اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر یہ کمی نہیں کرتے ○ اور اے حبیب! جب تم ان کے پاس

بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ

کوئی نشانی نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے خود ہی کیوں نہ بنالی؟ تم فرماؤ: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے

مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٢٠٣ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا

یہ تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے

لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝٢٠٤ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ

سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور بلندی سے کچھ کم

گمراہ کرنے پر اکسائے تو بندے کو چاہئے کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی قدرت، اسکے انعامات، نافرمانی پر ملنے والی سزا کو یاد کرے تو ان شاء اللہ وسوسہ دور ہو جائے گا۔

آیت 202 ﴾ ارشاد فرمایا کہ شیطانوں کے بھائی یعنی مشرکوں کو شیطان گمراہی میں کھینچتے ہیں یہاں تک کہ وہ گمراہی پر پکے ہو جاتے ہیں، پھر نہ تو شیاطین انہیں گمراہ کرنے سے رکتے ہیں اور نہ یہ گمراہی کو چھوڑتے ہیں۔ **اہم بات:** یہاں سے متقی مسلمان اور کافر کا حال واضح ہوا کہ مسلمان کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ پہچان جاتا ہے کہ یہ شیطان کا وار ہے، پھر اس سے رک جاتا اور توبہ کرلیتا ہے جبکہ کافر اپنی گمراہی میں پختہ ہوتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم یاد کرتا اور نہ گمراہی سے رجوع کرتا ہے۔

آیت 203 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! جب تم کفارِ مکہ کے پاس ان کی طلب کی ہوئی نشانی نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے خود ہی کیوں نہ بنالی جیسے اس سے پہلے بنائی ہیں؟ آپ ان مشرکین سے فرمائیں: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت 204 ﴾ اس آیت سے قرآنِ مجید کی عظمت وشان کا تقاضا بتایا جا رہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (۱) اس میں خطبہ کو بغور سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ (۲) نماز وخطبہ دونوں میں بغور سننے اور خاموش رہنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ (۳) جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے (2) علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جب قرآنِ کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارجِ نماز اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

آیت 205 ﴾ اس آیت میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور حکم تمام مکلفین کو عام ہے۔ فرمایا گیا کہ صبح وشام عاجزی اور خوف کے ساتھ دل میں یا درمیانی آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، حد سے زیادہ بلند آواز میں چیختے ہوئے نہ کرو اور ذکر اللہ کو ترک کرکے غافلوں میں سے نہ ہونا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں ذکر سے مراد نماز میں قراءت کرنا ہے یا اس میں تلاوتِ قرآن، دعا اور تسبیح

الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

آواز میں، صبح و شام، اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔ بیشک

عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ ۸ الْاَنْفَال مَدَنِيَّةٌ ۸۸

آیاتھا ۷۵ — رکوعاتھا ۱۰

سورہ انفال مدنیہ ہے، اس میں پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وتہلیل وغیرہ تمام اذکار شامل ہیں۔ (2) بلند اور آہستہ دونوں طرح ذکر کرنے کے بارے میں احادیث موجود ہیں، اگر ذکر کرنے والے کو ریاکاری یا نمازیوں اور آرام کرنے والوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو آہستہ ذکر کرے ورنہ بلند آواز سے کرنے میں حرج نہیں۔ (3) صبح و شام دونوں اوقات میں ذکر کرنا افضل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے، اس وقت ذکر کرنے سے اس کے نامۂ اعمال میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا لکھا جائے گا اور شام کے وقت انسان سوتا ہے اور نیند ایک طرح کی موت ہے لہٰذا اس وقت بھی ذکر کرنا مناسب ہے۔

آیت 206 اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ فرشتے، معصوم ہونے نیز شہوت، غضب، کینہ اور حسد سے پاک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، ہمیشہ اس کی عبادت کرتے ہیں، تمام عیوب ونقائص سے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو انسان جو جسمانی ظلمتوں، اور شہوت وغضب کی آماجگاہ ہے، وہ زیادہ حق دار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرے۔ اہم بات: یہ پہلی آیت سجدہ ہے۔ مسائل: (1) آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ پڑھنے میں اتنی آواز ہونا شرط ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے۔ (2) سجدہ واجب ہونے کے لیے ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری ہے اور ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ جس لفظ میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اسے پہلے یا بعد کے کسی لفظ سے ملا کر پڑھنا کافی ہے۔ (3) فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا۔ **سجدۂ تلاوت کا طریقہ:** اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بغیر ہاتھ اٹھائے اللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ کھڑے ہو کر سجدے میں جانا اور سجدے کے بعد کھڑا ہونا، دونوں قیام مستحب ہیں۔

سورۂ انفال کا تعارف صحیح قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت 30 تا 36 مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ اس میں 10 رکوع اور 75 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں مالِ غنیمت کے متعلق مسلمانوں کے سوال اور انہیں دیے جانے والے جواب کا ذکر ہے، عربی میں غنیمتوں کو انفال کہتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام انفال رکھا گیا۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں

يَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ

اے محبوب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ، غنیمت کے مالوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح

بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا

صفائی رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم مومن ہو۞ ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو

ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ

ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی

مالِ غنیمت اور قیدیوں کے بارے میں احکام، غزوۂ بدر کا تفصیلی واقعہ، اس کی حکمتیں، مسلمانوں کو جنگی اصولوں کی تعلیم، اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت، اسباب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل، کفار سے کئے ہوئے معاہدے پورے کرنے، کفار کے معاہدہ توڑنے کی صورت میں ان پر سختی کرنے اور مسلمانوں کو جنگی ساز و سامان کی بھرپور تیاری کا حکم، خوفِ خدا کی فضیلت، کفار سے جہاد کے مقاصد اور مہاجرین و انصار کے مجاہدوں کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 1 ﴾ شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوئی، جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف ہوا اور بدمزگی کی نوبت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سپرد کر دیا اور آپ نے وہ مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: جو تم میں سے یہ کام کر دکھائے اسے مالِ غنیمت میں سے یہ انعام ملے گا چنانچہ نوجوان آگے بڑھ گئے اور عمر رسیدہ حضرات جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے اور وہاں سے نہ ہٹے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے فرمایا: ہم تمہارے پشت پناہ تھے، اگر تمہیں شکست ہو جاتی تو تم ہماری طرف آتے لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ غنیمت تم لے جاؤ اور ہم خالی ہاتھ رہ جائیں۔ جوانوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمارا یہ حصہ مقرر فرمایا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کس کے لئے ہیں؟ تم فرماؤ کہ غنیمت کے مالوں کے مالک اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں، جہاں چاہیں انہیں رکھیں۔ تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح صفائی رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم کامل مومن ہو۔ اہم بات: اَنفال، نَفل کی جمع ہے اور اس سے مراد مالِ غنیمت ہے۔ نفل کو غنیمت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے۔

آیت 2 ﴾ یہاں سے کامل ایمان والوں کے اوصاف بتائے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: کامل ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کا خوف دو طرح کا ہے: (1) عذاب کے خوف سے گناہ ترک کر دینا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے جلال، عظمت اور بے نیازی سے ڈرنا۔ پہلی قسم کا خوف عام مسلمانوں متقی پرہیزگاروں کو اور دوسری قسم کا خوف انبیاء و مرسلین، اولیائے کاملین اور مقرب فرشتوں کو ہوتا ہے۔ (2) ایمان میں زیادتی

يَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰٓئِكَ هُمُ

بھروسہ کرتے ہیں ○ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں ○ یہی سچے

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ كَمَآ اَخْرَجَكَ

مسلمان ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور مغفرت اور عزت والا رزق ہے ○ جیسے تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر

رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ⑤ يُجَادِلُوْنَكَ

سے حق کے ساتھ برآمد کیا حالانکہ یقیناً مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا ○ یہ حق بات کے بارے میں اس کے

سے ایمان کی مقدار میں نہیں بلکہ کیفیت میں زیادتی مراد ہے۔ (3) توکل یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو اختیار کرے لیکن دل سے ان اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت پر بھروسہ کرے۔

آیت 3 سابقہ آیت میں کامل ایمان والوں کے وہ اوصاف بیان ہوئے جن کا تعلق دل سے تھا یہاں ان اوصاف کا ذکر ہے جن کا تعلق ظاہری اعضاء سے ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی اپنے مال اس جگہ خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے جیسے زکوٰۃ، حج، جہاد اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنا۔ اہم بات: فرض نمازوں کو تمام شرائط وارکان کے ساتھ ان کے اوقات میں ادا کرنا نماز قائم کرنا ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ یہی سچے مسلمان ہیں جن کے سابقہ دو آیات میں اوصاف بیان ہوئے۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس جنت میں مراتب ہیں نیز ان کے گناہوں کی بخشش اور جنت میں عزت والا رزق ہے کیونکہ انہیں یہ رزق ہمیشہ تعظیم واکرام کے ساتھ اور محنت ومشقت کے بغیر عطا ہوگا۔ اہم بات: انہیں سچے مسلمان کا لقب اس لئے عطا ہوا کہ جہاں ان کے دل خشیتِ الٰہی، اخلاص اور توکل جیسی صفات سے متصف ہیں وہیں ان کے ظاہری اعضا بھی رکوع وسجود اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں مصروف ہیں۔

آیت 6،5 یہاں سے غزوۂ بدر کے کچھ حالات وواقعات کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! مالِ غنیمت کا مسلمانوں کے اختیار سے نکال کر آپ کے اختیار میں دے دینا ایسے ہی حق ہے جیسے آپ کا غزوۂ بدر کے لئے اپنے گھر سے نکلنا برحق تھا اگرچہ دونوں چیزیں طبعی طور پر بعض مسلمانوں کی طبیعت پر گراں گزر رہی ہیں۔ یہ حق بات واضح ہو جانے کے بعد تم سے جھگڑتے تھے گویا انہیں آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے۔ اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ملکِ شام سے ابو سفیان کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ آنے کی خبر پاکر سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان سے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے تو مکہ سے ابو جہل قریش کا لشکر گراں لے کر قافلے کی امداد کے لئے چلا۔ ابو سفیان تو راستے سے کترا کر ساحلِ سمندر کے راستے پر چل پڑے اور ابو جہل نے جنگ کے ارادے سے بدر کا رخ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے دونوں گروہوں یعنی تجارتی قافلے یا لشکر میں سے ایک پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موافقت کی لیکن بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عذر پیش کیا کہ ہم اس تیاری سے نہیں چلے تھے، نہ ہماری تعداد اتنی ہے اور نہ ہمارے پاس اسلحے کا کافی سامان ہے۔ یہ عذر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گراں گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا

فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٦﴾ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ

روشن ہوجانے کے بعد تم سے جھگڑتے تھے گویا انہیں آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکا جارہا ہے ○ اور یاد کرو جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا

إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ

کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ

أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿٧﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ

اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے ○ تاکہ سچ کو سچا کر دکھائے اور جھوٹ کو جھوٹا کر دکھائے اگرچہ

كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

مجرم ناپسند کریں ○ یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ

قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا جبکہ ابو جہل سامنے آرہا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! قافلے ہی کا تعاقب کیجئے اور دشمن کے لشکر کو چھوڑ دیجئے۔ یہ بات خاطرِ اقدس پہ ناگوار ہوئی تو حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر اپنے اخلاص و فرمانبرداری اور رضاجوئی و جاں نثاری کا اظہار کیا اور بڑی قوت و استحکام کے ساتھ عرض کی کہ وہ کسی طرح مرضی مبارک کے خلاف سستی کرنے والے نہیں ہیں۔ پھر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جو حکم فرمایا اس کے مطابق تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے، ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم نے آپ کی پیروی کے عہد کیے ہیں۔ ہمیں آپ کی اتباع میں سمندر کے اندر کود جانے سے بھی کوئی عذر نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: چلو! اللہ تعالیٰ کی برکت پر بھروسا کرو، اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ مجھے دشمنوں کے گرنے کی جگہ نظر آرہی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کے مرنے اور گرنے کی جگہ ہر ایک کے نام کے ساتھ بتا کر نشان لگا دیئے اور یہ معجزہ دیکھا گیا کہ ان میں سے جو مر کر گرا اسی نشان پر گرا۔

آیت 7،8 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان دونوں گروہوں یعنی تجارتی قافلے یا لشکر میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو یعنی تمہاری خواہش تھی کہ تمہیں تجارتی قافلہ ملے جس میں جنگ ہو اور نہ تمہیں اپنے مقابلے میں طاقت و قوت کا سامنا ہو اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ اسلام کو غالب کر کے اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تو اس نے تمہیں لشکرِ کفار سے لڑنے کا حکم دیا تاکہ سچ یعنی اسلام کو دلیل سے ثابت اور ظاہر کر دکھائے اور جھوٹ یعنی کفر کی تردید کر دے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں۔

آیت 9 شانِ نزول: غزوۂ بدر کے دن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی: یارب! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ یارب! اگر تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ عنایت فرما۔ یارب! اگر تو اہلِ اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو زمین میں تیری پرستش نہ ہو گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی طرح دعا کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! یاد کرو جب تم اپنے

مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا

تمہاری مدد کرنے والا ہوں ○ اور اللہ نے اس کو خوشخبری کیلئے ہی بنایا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ

اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ○ یاد کرو جب اس نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان

عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى

سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے وہ تمہیں پاک کردے اور تم سے شیطان کی ناپاکی کو دور کردے اور تمہارے دلوں کو

رب سے فریاد کرتے تھے اور اس سے مدد طلب کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں چنانچہ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار۔

آیت 10 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لگاتار آنے کو خوش خبری کے لئے ہی بنایا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا اور وہ حکمت والا ہے جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔

آیت 11 ارشاد فرمایا: یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے وہ تمہیں بے وضوئی اور جنابت سے پاک کردے اور تم سے شیطان کا یہ وسوسہ دور کردے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو پیاسے اور جنبی جبکہ مشرکین پانی پر قابض نہ ہوتے اور تمہارے دلوں کو یقین و صبر سے مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے کہ وہ ریت میں نہ دھنسے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غنودگی اگر جنگ میں ہو تو امن اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نماز میں ہو تو شیطان کی طرف سے ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کے باعث جانوں کا خوف ہوا اور بہت زیادہ پیاس لگی تو ان پر غنودگی ڈال دی گئی جس سے انہیں راحت حاصل ہوئی، تھکان اور پیاس دور ہوئی اور وہ دشمن سے جنگ کرنے پر قادر ہوئے۔ یہ اونگھ ان کے حق میں نعمت تھی۔ بعض علما نے فرمایا: یہ اونگھ معجزہ کے حکم میں ہے کیونکہ یکبارگی سب کو اونگھ آئی، یکبارگی اونگھ آجانا خلاف عادت ہے۔ (2) غزوۂ بدر کے دن مسلمان ریگستان میں اترے تو پاؤں ریت میں دھنسے جاتے تھے جبکہ مشرکین پہلے ہی پانی کی جگہوں پر قبضہ کر چکے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو وضو اور بعض کو غسل کی ضرورت تھی اور اس کے ساتھ پیاس کی شدت بھی تھی۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ تم حق پر ہو اور تم میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جبکہ مشرکین غالب ہو کر پانی پر پہنچ گئے اور تم وضو اور غسل کئے بغیر نمازیں پڑھ رہے ہو تو تمہیں دشمن پر فتح یابی کی کس طرح امید ہے؟ یہ وسوسہ یوں زائل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیجی جس سے وادی سیراب ہو گئی اور مسلمانوں نے اس سے پانی پیا، غسل اور وضو کے، سواریوں کو پانی پلایا، بارش کی وجہ سے غبار بھی بیٹھ گیا اور زمین پر قدم جمنے لگے۔

قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا

مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔ یاد کرو اے حبیب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ

کو ثابت رکھو، عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو

وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ

اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔ یہ عذاب اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ

سے مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ (سزا ہے) تو اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کافروں کے لیے آگ کا

النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ؔ

عذاب ہے۔ اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔

آیت 12 ارشاد فرمایا: یاد کرو اے حبیب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو یعنی جب فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوں تم ان کی مدد کرو اور انہیں ثابت قدم رکھو۔ دوسرا معنی زیادہ قوی ہے کیونکہ اس کلام سے مقصود خوف زائل کرنا ہے اور فرشتے کفار سے نہیں ڈرتے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔ ایک قول کے مطابق یہ خطاب مسلمانوں سے اور ایک قول کے مطابق فرشتوں سے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) غزوۂ بدر 2 ہجری 17 رمضان، بروز جمعہ ہوا (2) فرشتوں کے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مدد الٰہی کی خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کو، جس سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے اور وہ ثابت قدم رہے۔

آیت 13 فرمایا گیا کہ غزوۂ بدر کے دن کفار کے دلوں میں رعب ڈالے جانے، قتل اور قید ہونے کے عذاب کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مخالفت کی اور انہیں پہنچنے والا یہ عذاب اُس عذاب کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

آیت 14 ارشاد فرمایا: اے کفار! غزوۂ بدر میں تمہارا قتل اور قید ہونا تو دنیا کی سزا ہے، تم اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آخرت میں کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

آیت 15 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو شکست کھا کر ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔ **اہم بات:** یہ اس وقت ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے تعداد میں ڈبل سے زیادہ نہ ہوں اور اگر کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں ڈبل سے زیادہ ہو تو پھر مسلمانوں کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام نہیں لیکن صبر کے ساتھ ڈٹے رہنا بہتر ہے۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ

اور جو اس دن لڑائی میں ہنر مندی کا مظاہرہ کرنے یا اپنے لشکر سے ملنے کے علاوہ کسی اور صورت میں انہیں پیٹھ دکھائے گا تو وہ اللہ کے غضب

مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ تو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰىۚ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًاؕ اِنَّ

اور اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے اچھا انعام عطا فرمائے

اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ حق ہے اور یہ کہ اللہ کافروں کے مکروفریب کو کمزور کرنے والا ہے۔ اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ

آیت 16 فرمایا کہ جو مسلمان جنگ میں کسی حکمتِ عملی کی وجہ سے پیچھے ہٹا مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہو نیز جو اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹا مثلاً فوجیوں کا کوئی فرد یا گروہ مرکزی جماعت سے بچھڑ گیا اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکزی جماعت سے ملا تو یہ دونوں پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں میں شمار نہ ہوں گے ان کے علاوہ جو مسلمان جنگ میں کفار کے مقابلے سے بھاگا تو وہ غضبِ الٰہی میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اہم بات: جنگِ احد اور حنین میں جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑ گئے تھے وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جنگِ احد میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابہ کی عام معافی کا اعلان فرمایا ہے۔

آیت 17، 18 شانِ نزول: جب مسلمان جنگِ بدر سے واپس ہوئے تو ان میں سے ایک کہتا: میں نے فلاں کو قتل کیا، دوسرا کہتا: میں نے فلاں کو قتل کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ تم نے انہیں اپنے زورِ بازو اور طاقت وقوت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کر کے انہیں قتل کیا۔ شانِ نزول: جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ جب کفار اور مسلمانوں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کافروں کے چہرے پر ماری اور فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْہ یعنی ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں۔ وہ خاک تمام کافروں کی آنکھوں میں پڑی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگے۔ کفارِ قریش کی شکست کا اصل سبب خاک کی یہی مٹھی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے مدد، غنیمت اور اجر و ثواب سے نواز کر اچھا انعام عطا فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں سننے والا اور تمہارے احوال جاننے والا ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ یہ انعام حق ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے فریب کو کمزور کرنے والا ہے۔ اہم بات: نیک کام پر فخر کرنے کے بجائے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

آیت 19 شانِ نزول: جنگِ بدر کے موقع پر ابوجہل نے دعا کی: اے اللہ! ہم میں جو تیرے نزدیک اچھا ہے اس کی مدد کر۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکینِ مکہ نے بدر کی طرف چلتے وقت خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر دعا کی کہ یارب! اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) حق پر ہیں تو ان کی اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری مدد کر۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے کافرو! جو فیصلہ تم نے

جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ

تو [illegible] آچکا اور اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر یہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور تمہارا گروہ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا

شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ع ۱۲

اگرچہ بہت زیادہ ہو اور مزید یہ کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے ○ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو

وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور سن کر اس سے منہ نہ پھیرو ○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے ○

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ

بیشک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں ○ اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا

چاہا تھا وہ کر دیا گیا اور جو گروہ حق پر تھا اس کو فتح دی گئی۔ آسمانی فیصلے سے بھی اسلام کی حقانیت ثابت ہوئی اور ابو جہل جنگ میں ذلت و رسوائی کے ساتھ مارا گیا۔ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دشمنی رکھنے، انہیں جھٹلانے اور ان کے خلاف جنگ کرنے سے باز آگئے تو یہ دین اور دنیا دونوں میں تمہارے لئے بہتر ہے کہ اس طرح تم دائمی عذاب سے بچ جاؤ گے اور دنیا میں قتل کئے جانے، قیدی بنائے جانے اور غنیمت کے طور پر اموال لے لئے جانے سے بچ جاؤ گے اور اگر تم نے مسلمانوں سے دوبارہ جنگ کی تو ہم پھر مسلمانوں کو تم پر مسلط کر دیں گے جیسا کہ تم بدر میں دیکھ چکے۔ **اہم بات:** یہاں غیبی خبر ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کے بھاری لشکر بھی مغلوب ہو جائیں گے، یہ خبر پوری ہوئی کہ تھوڑے مسلمان بہت سے کافروں پر غالب آئے۔

آیت 20 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کیا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کی مخالفت کر کے آپ سے منہ نہ پھیرو حالانکہ تم قرآن سنتے ہو جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت لازم ہونے کا بیان فرماتا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا حکم دینا اور نافرمانی سے روکنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: اور منافقین و مشرکین کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے کیونکہ جو سن کر فائدہ نہ اٹھائے اور نصیحت حاصل نہ کرے اُس کا سننا سننا ہی نہیں ہے۔

آیت 22 شان نزول: بنی عبد الدار بن قصی کی ایک جماعت کہتی تھی کہ جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) لائے ہم اُس سے بہرے گونگے اندھے ہیں، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مخلوق خدا میں روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر وہ ہیں جو حق بات نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

آیت 23 اہل مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمائش کرتے کہ آپ ہمارے سامنے قصی کو زندہ کر دیں، اگر انہوں نے آپ کے نبی ہونے کی گواہی دی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں قبول حق کا سچا جذبہ اور

خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
تو انہیں سنا دیتا اور اگر وہ انہیں سنا دیتا تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔ اے ایمان والو
اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ
اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے
الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ
درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔ اور اس فتنے سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہیں
خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ
پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اور یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے تھے دبے ہوئے تھے

رغبت پاتا تو ان کے مطلوبہ معجزات انہیں دکھا دیتا اور حق سنا دیتا لیکن چونکہ ان کے دلوں میں وہ صدق و رغبت موجود ہی نہیں لہٰذا انہیں ان کے مطلوبہ معجزات نہ دکھائے اور اگر اللہ تعالیٰ انہیں دکھا بھی دیتا تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔

آیت 24 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔ اس چیز کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہوتا ہے، ایمان سے اسے زندگی ملتی ہے۔ (2) وہ چیز قرآن ہے کیونکہ اس سے دلوں کی زندگی اور دونوں جہان کی حفاظت ہے۔ (3) وہ چیز جہاد ہے کیونکہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ ذلت کے بعد عزت عطا فرماتا ہے، آیت میں مزید فرمایا: جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو وہ بغیر ارادۂ الٰہی نہ ایمان لا سکتا ہے اور نہ کفر کر سکتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا تو وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا و سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں واحد کا صیغہ "دعا" اس لئے ذکر کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بلانا اللہ تعالیٰ ہی کا بلانا ہے۔ (2) اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب کسی کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے چاہے وہ نماز و عبادت ہی میں مصروف ہو۔

آیت 25 یہاں مسلمانوں کو عام فتنے اور عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا بلکہ نیک و بد سب لوگوں کو عام ہو گا۔ اور فرمایا: جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں مومنین کو حکم ہے کہ وہ اپنی طاقت و قدرت کے مطابق برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں، اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہو گا۔ **درس:** جو قوم قدرت کے باوجود برائیوں سے منع کرنا چھوڑ دیتی ہے تو وہ اپنے اس ترک فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے۔

آیت 26 سابقہ آیات میں مومنین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور فتنے سے ڈرایا گیا اب نعمتیں یاد دلائی جا رہی ہیں، فرمایا گیا: اے مہاجرین کے گروہ! یاد کرو، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے تم تعداد میں کم

فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ

ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں تو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا

الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۲۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا

رزق دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر

اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲۷) وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ

اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ

تم ابتدائے اسلام میں مکہ کی سرزمین پر تمہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تم سفر کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کفار تمہیں لوٹ نہ لیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مکہ سے مدینہ منتقل کرکے ٹھکانہ دیا اور تم کفار کے شر سے محفوظ ہو گئے نیز اپنی مدد سے تمہیں قوت عطا کی کہ بدر کی جنگ میں کفار پر تمہاری ہیبت ڈال دی جس کے نتیجے میں تم اپنے سے تین گنا بڑے لشکر پر غالب آئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا کہ تمہارے لئے مالِ غنیمت کو حلال کیا جبکہ پہلی امتوں پر وہ حرام تھا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرو۔ درسِ عبرت: دور میں اسی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے، یادِ خدا سے غفلت کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔

آیت 27 **شانِ نزول:** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بنو قریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ فرمایا تو انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے سوا کوئی بات منظور نہ فرمائی کہ اپنے حق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ منظور کریں۔ اس پر انہوں نے کہا: ہمارے پاس ابو لبابہ (رضی اللہ عنہ) کو بھیج دیجئے۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے اُن کے تعلقات تھے اور ان کا مال، اولاد اور عیال سب بنو قریظہ کے پاس تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ بنو قریظہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا ہم اپنے حق میں سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کا فیصلہ کرنا قبول کر لیں۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ یہ تو گلے کٹوانے کی بات ہے۔ اس کے بعد ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خیانت واقع ہوئی ہے۔ یہ سوچ کر سیدھے مسجد شریف پہنچے اور خود کو ایک ستون سے بندھوا لیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے حتی کہ مر جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لے۔ وقتاً فوقتاً انہیں نمازوں اور طبعی حاجتوں کے لئے کھول دیا جاتا تھا۔ 7 روز بندھے رہے، اس دوران نہ کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ **اہم باتیں:** (1) فرائض چھوڑنا اللہ تعالیٰ سے اور سنت ترک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خیانت ہے۔ (2) اپنی قوم کے راز دوسری قوم تک پہنچانا سخت جرم ہے۔

آیت 28 مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور اولاد کی جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں وہ تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں

اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ○ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں حق و باطل میں فرق کردینے والا نور عطا فرمادے گا

وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ

اور تمہارے گناہ مٹادے گا اور تمہاری مغفرت فرمادے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ اور اے حبیب! یاد کرو جب کافروں نے تمہارے خلاف

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ

سازش کی کہ تمہیں باندھ دیں یا تمہیں شہید کردیں یا تمہیں نکال دیں اور وہ اپنی سازشیں کررہے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرمارہا تھا اور اللہ سب

تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے یہ ظاہر فرمادے کہ احکامِ الٰہیہ پر عمل کرنے میں مال و اولاد کی محبت تمہارے لئے رکاوٹ بنتی ہے یا نہیں اور اس بات پہ یقین رکھو کہ اپنے مال اور اولاد میں جتنا تم اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو تاکہ آخرت میں تمہیں بے شمار اجر دیا جائے۔

آیت 29 مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے اور اس کے حکم پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایسا نور و توفیق عطا فرمائے گا جس سے تم حق و باطل کے درمیان فرق کرلیا کرو گے اور تمہارے سابقہ گناہ مٹادے گا اور تمہارے عیبوں کو چھپا لے گا کہ دنیا اور آخرت میں رسوا نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

آیت 30 اس آیت میں ہجرت کے وقت کے واقعے کا بیان ہے کہ کفارِ قریش دارُ النَّدوہ (کمیٹی گھر) میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مشورے کے لئے جمع ہوئے، ابلیس لعین بھی ایک بڈھے کی صورت میں آکر ان میں شامل ہوگیا اور کہا کہ میں نجد کا شیخ ہوں، اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی۔ ابوالبختری نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایک مکان میں قید کردو اور مضبوط بندشوں سے باندھ کر دروازہ بند کردو، صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے۔ اس پر ابلیس لعین بہت ناخوش ہوا اور کہا: بڑی ناقص رائے ہے، جب یہ خبر مشہور ہوگی تو ان کے اصحاب آکر تم سے مقابلہ کریں گے اور انہیں چھڑا لیں گے۔ پھر ہشام بن عمرو نے کہا کہ آپ کو اونٹ پر سوار کرکے اپنے شہر سے نکال دو، پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں۔ شیطان نے اسے بھی ناپسند کیا اور کہا: اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے دلوں کو تسخیر کرکے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کردیں گے۔ اس پر ابوجہل نے رائے دی کہ قریش کے ہر خاندان سے ایک عالی نسب جوان منتخب کرکے انہیں تیز تلواریں دی جائیں، وہ سب یکبارگی حملہ آور ہوں تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ انہیں خون کا معاوضہ دینا پڑے گا اور وہ دے دیا جائے گا۔ ابلیس لعین نے یہ تجویز پسند کی اور اس پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ پیش کیا اور عرض کی کہ حضور! رات کے وقت اپنی خواب گاہ میں نہ رہیں، اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے، آپ مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی خواب گاہ میں رہنے کا حکم دیا اور دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے۔ دستِ مبارک میں ایک

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ
بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے○ اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں: بیشک ہم نے سن لیا اگر ہم چاہتے تو ایسا (کلام) ہم
هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ
بھی کہہ دیتے، یہ صرف پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں○ اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) ہی تیری طرف سے حق ہے
مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ
تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ○ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ

ٹ خاک لی اور آیت ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ پڑھ کر محاصرہ کرنے والوں پر ماری۔ سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی۔ سب ندھے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار ثور میں تشریف لے گئے۔ مشرکین تلاش کرتے غارِ ثور پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس غار میں تین دن ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

آیت 31 ﴾ شانِ نزول: نضر بن حارث تجارت کے لئے فارس اور حیرہ وغیرہ ممالک کا سفر کرتا تھا، اس نے وہاں کے باشندوں سے رستم، اسفندیار اور دیگر عجمیوں کے قصے سن رکھے تھے نیز یہودی اور عیسائی عبادت گزاروں کو تورات و انجیل کی تلاوت، رکوع، سجدے اور گریہ وزاری کرتے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ جو کلام محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) پیش کرتے ہیں اس جیسا تو ہم نے سنا ہوا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ **اہم بات:** کفار کا اس باطل دعوی سے حق کا انکار کرنا ڈھیٹ پن ہے کیونکہ فصحائے عرب کو اس کی مثل ایک سورت بنالانے کی دعوتیں دینے اور ان سب کے عاجز رہ جانے کے بعد ایسا دعوی کرنا نہایت ذلیل حرکت ہے۔

آیت 32 ﴾ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے گزشتہ امتوں کے واقعات بیان فرمائے تو نضر بن حارث نے کہا: اگر میں چاہوں تو اس جیسے واقعات کہہ سکتا ہوں۔ اس پر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اللہ سے ڈر، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حق بات ارشاد فرماتے ہیں۔ نضر نے کہا: میں بھی سچی بات کہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کہتے ہیں۔ نضر نے کہا: میں بھی یہ کہتا ہوں لیکن یہ بت اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں۔ پھر نضر نے دعا مانگی جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے، اس نے کہا: اے اللہ! جو قرآن محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) لائے ہیں اگر یہ ہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ **اہم بات:** (1) نضر بن حارث وہ بدبخت کافر ہے جس کی مذمت میں قرآنِ پاک کی 10 آیات نازل ہوئیں اور غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دستِ اقدس سے جہنم واصل ہوا۔ (2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دعا ابو جہل نے مانگی تھی۔ (بخاری، حدیث: 4648)

آیت 33 ﴾ ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کی یہ شان نہیں کہ جس عذاب کا کفار نے سوال کیا وہ عذاب انہیں دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو کیونکہ آپ رحمۃٌ لِّلعٰلمین بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنتِ الہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں

لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا

انہیں عذاب دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔ اور انہیں

لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ

ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ یہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں اور یہ اس کے اہل ہی نہیں، اس کے اولیاء

اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر جانتے نہیں۔ اور بیتُ اللہ کے پاس ان کی نماز

اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا ہی تھا تو اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔ بیشک کافر اپنے

ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا کہ جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور کوئی نہ بچے۔ آیت کا یہ حصہ اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو استغفار کرتے تھے تو آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا، فرمایا گیا کہ جب تک استغفار کرنے والے ایمان دار موجود ہیں اس وقت تک بھی عذاب نہ آئے گا۔ جب وہ حضرات بھی مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتحِ مکہ کا اذن دیا اور وہ عذاب موعود آگیا جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔ اہم بات: استغفار عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ ہے۔

آیت 34 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے ان کے بیچ سے چلے جانے کے بعد انہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔ اس آیت میں عذاب سے مراد (قتل اور قید ہونے کا) وہ عذاب ہے جو بدر کے دن انہیں پہنچا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے اور (سابقہ آیت میں) جس عذاب کی نفی کی گئی اس سے دنیوی عذاب مراد ہے۔ ان کفار کو عذاب دیئے جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور مومنین کو طوافِ کعبہ کے لئے نہیں آنے دیتے جیسا کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو روکا۔ کفار دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ اور حرم شریف کے متولی ہیں لہٰذا ہم جسے چاہیں اس میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ ان کا رد کرتے ہوئے آیت میں فرمایا گیا کہ یہ مسجد حرام کے اہل نہیں اور نہ کعبہ کے امور میں تصرّف و انتظام کا کوئی اختیار رکھتے ہیں کیونکہ یہ مشرک ہیں، مسجدِ حرام کے متولی ہونے کے اہل تو پرہیزگار ہی ہیں مگر اکثر مشرکین یہ جانتے نہیں۔

آیت 35 کفارِ قریش ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے نیز سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ ان کا یہ فعل یا تو اس وجہ سے تھا کہ سیٹی اور تالی بجانا عبادت ہے یا اس لئے کہ شور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نماز میں پریشانی ہو۔ آیت میں ان سے فرمایا گیا کہ اپنے کفر کے بدلے دنیا میں قتل اور قید کئے جانے کے عذاب کا مزہ چکھو۔

آیت 36 شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول میں مختلف اقوال ہیں: (1) جنگِ بدر کے موقع پر 12 افراد نے لشکرِ کفار کا کھانا اپنے

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

اسی لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو اب مال خرچ کریں گے پھر وہی مال ان پر حسرت و ندامت ہو جائیں گے

ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ

پھر مغلوب کردیے جائیں گے اور کافروں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا۔ تاکہ اللہ خبیث کو پاکیزہ سے جدا کردے

الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ

اور خبیثوں کو ایک دوسرے کے اوپر کرکے سب کو ڈھیر بناکر جہنم میں ڈال دے،

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ ع ۱۸

وہی نقصان پانے والے ہیں۔ تم کافروں سے فرماؤ کہ اگر وہ باز آگئے تو جو پہلے گزر چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا

دیا تھا، ان میں سے ہر شخص روزانہ دس اونٹ ذبح کرکے لشکر کو کھلاتا تھا۔ (2) جنگِ احد کے موقع پر ابوسفیان نے دو ہزار کفار کو کرایہ پر جنگ کے لئے تیار کیا اور ان پر 40 اوقیہ سونا خرچ کیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ کفار اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ قوت حاصل کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے روکیں تو اب مال اس لئے خرچ کریں گے پھر ان کا یہی مال ان کے لئے ندامت کا سبب ہوگا کیونکہ ان کے اموال خرچ ہو جائیں گے لیکن ان کی اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے اور کفر کے کلمے کو اللہ تعالیٰ کے کلمے پر بلند کرنے کی آرزو پوری نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور آخرت میں کافروں کو جہنم میں جمع فرمائے گا اور انہیں عذاب دے گا۔ اہم بات: جن 12 افراد کا اوپر ذکر ہوا ان میں سے دو اشخاص حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما نیز حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بعد میں ایمان لے آئے تھے۔

آیت 37 فرمایا کہ کافروں کو جہنم میں اس لئے جمع کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کافر کو مومن سے جدا کردے اور کافروں کو ایک دوسرے کے اوپر کرکے سب کو ڈھیر بناکر جہنم میں ڈال دے، وہی دنیا و آخرت میں نقصان پانے والے ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں کفار کو خبیث اور مومنین کو طیب کہہ کر دونوں میں فرق کیا گیا۔

آیت 38 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے فرمادیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے باز آجائیں اور دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کا سابقہ کفر اور گناہ معاف فرمادے گا اور اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے، آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف پھر جنگ کی تو اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی سنت گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو ہلاک فرمادیتا ہے جیسے پچھلی امتوں کے کفار نے جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٣٨ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

اور اگر وہ دوبارہ (لڑائی) کریں گے تو پہلے لوگوں کا دستور گزر چکا۝ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٣٩

اور سارا دین اللہ ہی کا ہوجائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۝

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝٤٠

اور اگر یہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے، کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار۝

کو جھٹلایا، اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرتناک عذاب میں مبتلا کر دیا یونہی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور مشرکوں کو شکست و رسوائی سے دوچار کیا، وہ پھر ایسا ہی کرے گا۔ **اہم بات:** کافر جب کفر سے باز آ کر اسلام قبول کرلے تو کفر سمیت اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

آیت 40،39 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ان کافروں سے لڑو یہاں تک کہ شرک کا غلبہ نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین اسلام غالب ہو جائے، پھر اگر وہ اپنے کفر سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام دیکھ رہا ہے، وہ انہیں اس کی اور ان کے اسلام لانے کی جزا دے گا اور اگر یہ لوگ ایمان لانے سے روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، تم اسی کی مدد پر بھروسا کرو اور ان کی دشمنی کی پرواہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی
اور جان لو کہ تم جو مال غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور (رسول کے) رشتے داروں کیلئے اور یتیموں
وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ
اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر فیصلے کے دن اتارا
یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ
جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ○ جب تم قریب والی جانب تھے اور وہ کافر
بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ
دور والی جانب تھے اور قافلہ تم سے نیچے والی طرف تھا اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور مدت کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو جاتا

آیت 41 یہاں مال غنیمت کا حکم اور اس کی تقسیم کا طریقہ بیان ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: جان لو کہ تم جو مال غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر بدر کے دن اتارا جس دن مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں تو اس کے مطابق عمل کرو اور اس تقسیم پر راضی رہو۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اس پر بھی قادر ہے کہ زیادہ تعداد کے مقابلے میں کم تعداد کی مدد فرمائے جیسا کہ اس نے بدر کے دن تمہاری مدد فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) وہ مال جسے مسلمان کفار سے جنگ میں قہر و غلبہ کے طور پر حاصل کریں اسے غنیمت کہتے ہیں۔ (2) مال غنیمت حلال ہونا امتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے، پہلے کسی امت کے لئے غنیمت کا مال حلال نہیں ہوا۔ (3) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے ساقط ہو گئے۔ اب مال غنیمت کا جو پانچواں حصہ نکالا جائے تو اس کے تین حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ یتیموں، ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لئے اور اگر تینوں حصے ایک ہی قسم مثلاً یتیموں یا مسکینوں پر خرچ کر دیئے جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔

آیت 42 فرمایا کہ اے مسلمانو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو کہ جب تمہارا لشکر بدر کی اس جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی اور کفار کا لشکر دوسری جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے دور تھی جبکہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ وادیٔ بدر کی نچلی جانب تین میل کے فاصلے پر ساحل سمندر کی طرف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر کفار کے مقابلے میں لا کھڑا کیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر تم اور کفار جنگ کا وقت معین کر لیتے پھر تم اپنی قلیل تعداد، بے سر و سامانی، کفار کی کثیر تعداد اور ان کے سامان کی کثرت دیکھتے تو ہیبت و خوف کی وجہ سے ہمت ہار بیٹھتے اور میدان جنگ سے کترا کر نکل جاتے لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کی مدد اور دشمنانِ دین کی ہلاکت کا کام پورا کرنا تھا جسے ہو کر ہی رہنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں وقت مقرر کئے بغیر ہی جمع کر دیا۔ یہ اس لئے کیا تاکہ جسے کفر اختیار کر کے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہو جانے کے بعد ہلاک ہو اور جو اسلام قبول کر کے زندہ رہے

وَّلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَیَّ
لیکن کیونکہ اللہ نے اس کام کو پورا کرنا تھا جسے ہو کر ہی رہنا تھا تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی واضح
عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ ۙ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ
دلیل سے زندہ رہے اور بیشک اللہ ضرور سننے والا جاننے والا ہے۔ (اے حبیب! یاد کرو) جب اللہ نے یہ کافر تمہاری خواب میں تمہیں تھوڑے کرکے دکھائے
اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
اور اگر وہ ان کو زیادہ کرکے تمہیں دکھاتا تو اے مسلمانو! تم ضرور بزدل ہوجاتے اور تم ضرور معاملے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے سلامت رکھا بیشک وہ
الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ
دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب لڑتے وقت اللہ تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کرکے دکھا رہا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں

وہ بھی دلیل قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ضرور سننے والا جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** غزوۂ بدر میں بظاہر حالات کافروں کے موافق اور مسلمانوں کے مخالف تھے لیکن جب جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی اور کفار بدترین شکست سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کیونکہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی آپ نے مسلمانوں کو فتح کی بشارت دے دی تھی حالانکہ اس وقت ظاہری اور مادی طور پر مسلمانوں کی فتح کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس لئے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اب جو کفر اختیار کرکے ہلاکت میں پڑے گا تو دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہوجانے کے بعد ہلاکت میں پڑے گا اور جو اسلام قبول کرکے زندگی حاصل کرے گا تو وہ دلیل قائم ہونے کے بعد کرے گا۔

آیت 43 فرمایا کہ اے حبیب! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے یہ کافر تمہارے خواب میں تمہیں تھوڑے کرکے دکھائے، آپ نے اپنا یہ خواب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان کیا اس سے ان کی ہمتیں بڑھیں، اپنے ضعف و کمزوری کا اندیشہ نہ رہا، دشمن پر جرأت پیدا ہوئی اور دل مضبوط ہوئے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ کرکے تمہیں دکھاتا تو اے مسلمانو! تم ضرور بزدل ہوجاتے اور تم ضرور جنگ کے معاملے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان باتوں سے سلامت رکھا، بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ **اہم بات:** انبیاء علیہم السلام کا خواب حق ہوتا ہے، آپ کو کفار تھوڑے دکھائے گئے اور ایسے کفار جو کفر ہی پر مرے وہ تھوڑے ہی تھے کیونکہ مقابل لشکر میں کثیر لوگ وہ تھے جنہیں بعد میں ایمان نصیب ہوا نیز خواب میں قلت کی تعبیر ضعف ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب فرما کر کفار کا ضعف ظاہر کردیا۔

آیت 44 ارشاد فرمایا: اور اے مسلمانو! یاد کرو جب لڑتے وقت اللہ تعالیٰ تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کرکے دکھا رہا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کردیا۔ مسلمانوں کو مشرکین تھوڑے دکھانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خواب کی صداقت ظاہر ہو، ان کے دل مضبوط ہوں اور کفار پر ان کی جرأت بڑھ جائے جبکہ مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دکھانے میں یہ حکمت تھی کہ یہ مقابلہ پر جم جائیں، بھاگ نہ پڑیں اور یہ بات ابتدا میں تھی، جنگ بھڑکنے کے بعد انہیں مسلمان بہت

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ع

میں تھوڑا کر دیا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا رجوع ہے ۝ اے ایمان والو!

اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ

جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ ۝ اور اللہ اور اس کے رسول

وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾

کی اطاعت کرو اور آپس میں بے اتفاقی نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا (قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۝

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ

اور ان لوگوں جیسا نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ اللہ کے راستے سے روک رہے تھے

اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۴۷﴾ وَ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ

اور اللہ ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے ۝ اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے اور شیطان نے کہا: آج لوگوں

زیادہ نظر آنے لگے۔ آیت میں مزید فرمایا: یہ اس لئے کیا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے یعنی اسلام کا غلبہ، مسلمانوں کی نصرت، شرک کا ابطال، مشرکین کی ذلت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس معجزے کا اظہار کہ جو فرمایا تھا وہی ہوا قلیل جماعت بھاری لشکر پر فتح یاب ہوئی۔ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کاموں کا رجوع ہے۔

آیت 45 اس آیت میں مسلمانوں کو جنگ کے دو آداب تعلیم فرمائے گئے: (1) جب کسی فوج سے مقابلہ ہو تو جنگ میں ثابت قدم رہو۔ (2) اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ استقامت ہر عمل میں کامیابی کی شرط ہے اور ذکرِ الٰہی کی کثرت حصولِ رحمت و تائیدِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

آیت 46 فرمایا گیا کہ تمام معاملات میں خصوصاً جہاد اور دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو اور آپس میں نااتفاقی نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے کیونکہ باہمی تنازع ضعف و کمزوری اور بے وقاری کا سبب ہے اور اس سے تمہاری قوت اکھڑ جائے گی اور دشمن کے ساتھ جنگ وغیرہ میں صبر کرو، بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ اے مسلمانو! ابوجہل اور اس کے ساتھیوں جیسے نہ ہونا جو قافلے کی حمایت کے لئے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرمایا کہ وہ اس واقعے سے عبرت حاصل کریں اور سمجھ لیں کہ فخر و تکبر اور ریا کا انجام انتہائی خراب ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

آیت 48 شیطان نے کفار کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عداوت اور مسلمانوں کی

لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ

میں سے کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور بیشک میں تمہارا مددگار ہوں پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو شیطان الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا

ع
اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

بیشک میں تم سے بیزار ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور جو اللہ پر توکل کرے

مخالفت میں جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس پر ان کی تعریفیں کیں۔ جب قریش نے بدر میں جانے پر اتفاق کر لیا تو انہیں یاد آیا کہ ان کے اور قبیلہ بنی بکر کے درمیان دشمنی ہے۔ ممکن تھا کہ وہ اس خیال سے واپسی کا ارادہ کرتے لیکن یہ شیطان کو منظور نہ تھا لہٰذا وہ بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں ایک لشکر کے ساتھ مشرکین سے آملا اور کہنے لگا: میں تمہارا ذمہ دار ہوں، آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ جب مسلمانوں اور کافروں کے لشکر صف آرا ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مشت خاک مشرکین کے منہ پر ماری تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حضرت جبریل علیہ السلام ابلیس لعین کی طرف بڑھے جو سراقہ کی شکل میں حارث بن ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ ابلیس ہاتھ چھڑا کر اپنے گروہ کے ساتھ بھاگا۔ حارث پکارتا رہ گیا کہ تم نے تو ہماری ضمانت لی تھی، اب کہاں جاتے ہو؟ ابلیس کہنے لگا بیشک میں تم سے بیزار ہوں اور امن کی جو ذمہ داری لی تھی اس سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ اس پر حارث نے کہا: ہم تیرے بھروسے پر آئے تھے، کیا تو اس حالت میں ہمیں رسوا کرے گا؟ کہنے لگا: میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بیشک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے ہلاک نہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ جب کفار شکست کھا کر مکہ پہنچے تو انہوں نے مشہور کیا کہ ہماری شکست کی وجہ سراقہ بنا ہے لیکن سراقہ نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔

آیت 49 اس آیت میں "منافقین" سے مراد قبیلہ اوس و خزرج کے چند افراد ہیں اور "جن کے دلوں میں بیماری ہے" سے مراد مکہ کے لوگ ہیں جنہوں نے کلمہ اسلام تو پڑھ لیا مگر ان کے دلوں میں شک و تردد باقی تھا۔ جب کفار قریش سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جنگ کے لئے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ آئے اور بدر میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دیکھ کر ان کا شک مزید بڑھا اور وہ مرتد ہو گئے، کہنے لگے: مسلمان اتنی کم تعداد کے باوجود اپنے سے تین گنا بڑے لشکر سے جنگ کرنے لگے ہیں، انہیں ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور آخرت میں ثواب کی امید انہیں اپنی جانیں قربان کرنے پر ابھار رہی ہے۔ یہ تمام لوگ بدر میں مارے گئے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اس کے فضل و احسان پر مطمئن ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور حکمت والا ہے، اپنے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کرتا اور اپنے اولیا کو رحمت و ثواب عطا فرماتا ہے۔ اہم بات: آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف ہے کہ انہوں نے اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے اور اس کی قضا پر راضی ہو گئے۔

عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ

بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے○ اور اگر آپ دیکھتے جب فرشتے کافروں کی ان کے چہروں اور پیٹھوں

وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ

پر مارتے ہوئے جان نکالتے ہیں اور (کہتے ہیں) آگ کا عذاب چکھو○ یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور

اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا○ جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے

اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

تو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ بڑی قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے○ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو

لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾

ہرگز نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں اور بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے○

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا

﴿50﴾ فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کافروں کی وہ حالت دیکھیں کہ جب موت کے وقت فرشتے ان کی روحیں نکالتے ہیں تو بڑا ہولناک منظر دیکھیں گے۔ فرشتے آگ میں سرخ کیے ہوئے لوہے کے گرز کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے کہتے ہیں کہ عذاب چکھو اور گرزوں کی ضرب سے ہونے والے زخم میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

﴿51﴾ فرمایا کہ یہ مصیبتیں اور عذاب تمہارے اپنے کیے ہوئے کفر اور گناہوں کا بدلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی پر جرم کے بغیر عذاب نہیں کرتا۔ اہم بات: آیت میں "بِظَلَّامٍ" سے مراد "بہت ظلم کرنے والا نہیں" بلکہ مطلق "ظلم کرنے والا" ہے۔

﴿52﴾ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ یہ دنیوی و اخروی عذاب ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام کفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ان کافروں کی اپنے کفر و سرکشی میں عادت فرعون اور ان سے پہلوں کی طرح ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کیا اسی طرح کفارِ قریش غزوۂ بدر کے دن قتل اور [illegible] اور فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور کافروں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

﴿53﴾ فرمایا گیا کہ کافروں کو عذاب دینے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو جو نعمت عطا فرمائی ہے اسے ہرگز نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو بدل کر زیادہ بدتر حال میں مبتلا نہ ہوں۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اہم بات: یہ [illegible] سب کے لئے برابر ہے کہ اپنے احوال کا بدلنا اور اپنے اعمال کی وجہ سے ترقی یا تنزلی کا شکار ہونا خود اپنے ہی ہاتھ میں ہے۔

﴿54﴾ فرمایا گیا کہ جو کفارِ مکہ بدر میں قتل ہوئے ان کا اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی نعمت کو بدلنا ویسا ہی ہے جیسا فرعونیوں

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور ہم نے فرعونیوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے ○ بیشک جانوروں میں سب سے بدتر، اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ

تو وہ ایمان نہیں لاتے ○ وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور

لَا يَتَّقُوْنَ ۝۵۶ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۵۷

ڈرتے نہیں ○ تو اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے (بھی) بھاگ جائیں، اس امید پر (مارو) کہ شاید انہیں عبرت ہو ○

اور ان سے پہلوں کا طریقہ تھا، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب بعض کو زلزلے سے، بعض کو زمین میں دھنسا کر، بعض پر پتھروں کی بارش برسا کر، بعض کو تیز آندھی سے اور بعض کی شکلیں بگاڑ کر ہلاک کر دیا جبکہ فرعونیوں کو غرق کر دیا اسی طرح ہم نے کفارِ قریش کو تلوار سے ہلاک کر دیا اور وہ سب کفر اور گناہوں کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

اہم بات: عبرت کے لئے مردودوں کے تاریخی حالات پڑھنا ضروری ہے: اسی طرح عبادت کا شوق پیدا کرنے کے لئے اولیاء کرام، صالحین ومتقین کے واقعات کا مطالعہ بہت اچھا ہے۔

آیت 56،55 **شانِ نزول:** رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنو قریظہ کے یہودیوں سے معاہدہ تھا کہ وہ نہ آپ سے لڑیں گے اور نہ آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے لیکن جب مشرکین مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی تو انہوں نے ہتھیاروں سے مشرکین کی مدد کی پھر معذرت کی کہ ہم بھول گئے تھے اور دوبارہ عہد کیا، پھر غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کفار کا ساتھ دے کر یہ عہد بھی توڑ دیا۔ ان کے بارے میں یہ اور اس کے بعد کی آیات نازل ہوئیں، ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے فیصلے میں جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر پر سختی سے قائم ہیں، کسی صورت کفر چھوڑنے کو تیار نہیں، جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں، وہ نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ عہد شکنی کے خراب نتیجے سے ڈرتے۔ عہد شکنی ہر عقل مند کے نزدیک شرمناک جرم ہے اور عہد شکنی کرنے والا سب کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ **اہم بات:** کفار کو جانوروں سے بدتر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ جانور اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت سے خالی ہیں، اپنا نفع ونقصان دیکھ کر اور اپنے مالک کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ کفار اپنے اعضا میں اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت رکھنے کے باوجود ان سے کام نہیں لیتے، کفر اختیار کر کے اپنا نقصان اور اپنے مالک حقیقی کی نافرمانی کرتے ہیں۔

آیت 57 فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے عہد شکنی کی اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے بھی بھاگ جائیں، ان کی ہمتیں توڑ دو اور ان کی جماعتیں منتشر کر دو اور انہیں اس امید پر مارو کہ شاید انہیں عبرت ہو۔ **اہم بات:** جنگ میں ہر وہ جائز طریقہ استعمال کرنا درست ہے جو کفار کی ہمت توڑ دے۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع

اور اگر تمہیں کسی قوم سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف اس طرح پھینک دو کہ (دونوں علم میں) برابر ہوں بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

اور ہرگز کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے ہیں، بیشک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔ اور ان کے لیے جتنی قوت ہو سکے تیار رکھو

مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

اور جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور جو ان کے علاوہ ہیں انہیں ڈراؤ،

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ

تم انہیں نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی

آیت 58 عام مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں سے فرمایا جارہا ہے کہ معاہدے کے بعد جب کسی قوم کی طرف سے عہد شکنی کی علامات ظاہر ہوں تو عہد توڑنے کے لئے مسلمانوں کے امیر پر انہیں بتا دینا لازم ہے کہ آج کے بعد ہمارا تم سے معاہدہ ختم ہے اور ان پر حملہ کرنے سے پہلے انہیں جنگ کی اطلاع دیدے تاکہ دونوں عہد ختم ہونے کے علم میں برابر ہوں اور یہ اس قوم سے بدعہدی کرنے والا نہ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ عہد شکنی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ **اہم بات:** اگر کفار کی عہد شکنی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے تو عہد ختم ہونے اور جنگ کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ڈائریکٹ ان پر حملہ کر دیا جائے۔ **درس:** دین اسلام کی تعلیم انتہائی شاندار ہے کہ کفار سے کئے ہوئے عہد کا بھی اسلام میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔

آیت 59 فرمایا گیا کہ جو کفار جنگِ بدر سے بھاگ کر قتل اور قید سے بچ گئے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور پکڑ سے باہر نہ سمجھیں بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ ہر طرح انہیں پکڑنے پر قادر ہے۔

آیت 60 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! کفار سے جنگ کے لئے جتنی قوت ہو سکے تیار رکھو۔ یہاں قوت سے مراد اسلحہ اور وہ تمام آلات ہیں جن کے ذریعے جنگ میں قوت حاصل ہو یا اس سے مراد قلعے اور پناہ گاہیں ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد تیر اندازی ہے۔ اور فرمایا کہ جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں یعنی کفارِ مکہ وغیرہ کو اور جو ان کے علاوہ ہیں یعنی بنو قریظہ کے یہودی یا فارس کے مجوسی، انہیں ڈراؤ۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد منافقین ہیں کیونکہ آگے آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ "تم انہیں نہیں جانتے" کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتے ہیں اور اپنی زبانوں سے کلمہ پڑھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ منافق ہیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ تم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ **اہم باتیں:** (1) جہاد کی تیاری بھی عبادت اور حسبِ موقع جہاد کی طرح فرض ہے، جیسے نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔ (2) کفار کو ڈرانا دھمکانا، اپنی قوت دکھانا، بہادری کی باتیں کرنا جائز ہیں۔ (3) فی زمانہ چونکہ بری، بحری اور فضائی جنگیں ہوتی ہیں جن میں ٹینک، میزائل، جنگی جہاز اور آبدوز وغیرہ ہتھیاروں سے دشمن کے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی ہے لہٰذا ان ہتھیاروں کی تیاری بھی اس آیت میں داخل ہوگی۔

لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ

نہیں کی جائے گی۔ اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی سننے والا

الْعَلِیْمُ ﴿۶۱﴾ وَ اِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ

جاننے والا ہے۔ اور (اے حبیب!) اگر وہ تمہیں دھوکا دینا چاہیں گے تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے

بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

ذریعے تمہاری تائید فرمائی۔ اور اس نے مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے

مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾

تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو ملا دیا، بیشک وہ غالب حکمت والا ہے۔

آیت 61 اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں اور صلح کی درخواست کریں تو ان کی صلح قبول کرلو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اگر صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو صلح جائز ہے اگرچہ کچھ مال لے یا دے کر کی جائے اور صلح کے بعد اگر مصلحت صلح توڑنے میں ہو تو ضروری ہے کہ پہلے انہیں اطلاع کردیں اور اطلاع کے بعد اتنی مہلت دیں کہ کافر بادشاہ اپنے تمام ممالک میں یہ خبر پہنچا سکے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ صلح میں کوئی مدت معین نہ ہو، اگر مدت معین ہو تو مدت پوری ہونے پر اطلاع دینے کی حاجت نہیں۔ (2) جس مشرک سے معاہدہ کیا جائے وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہو کیونکہ ان سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا جنگ ہوگی۔

آیت 62 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کفار دھوکا دینے کے لئے صلح کی پیش کش کریں تو اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے فریب سے بچائے گا کہ تمہیں کسی طریقہ سے خبر دے دے گا۔ وہی ہے جس نے بدر اور باقی ایام میں اپنی مدد اور مہاجرین و انصار کے ذریعے تمہاری تائید فرمائی۔ اہم باتیں: (1) بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد وہ تھی جو فرشتوں کے ذریعے آئی۔ (2) اللہ تعالیٰ کی مدد فرشتوں کے ذریعے بھی ہوتی ہے اور نیک بندوں کے ذریعے بھی نیز ظاہری اسباب کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور ظاہری اسباب سے ہٹ کر بھی۔

آیت 63 انصار کے قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان برسوں سے عداوت چلی آرہی تھی، انہیں ملا دینے کی سب کوششیں بے کار ہو چکی تھیں، ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتے اور برسہا برس تک جنگ رہتی۔ جب یہ ایمان لائے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی تو دلوں سے دیرینہ عداوتیں اور کینے دور ہوئے اور ایمانی محبتیں پیدا ہوئیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن معجزہ ہے۔ آیت میں اس بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کے دلوں میں 120 سال کی عداوت کے بعد الفت پیدا کر دی۔ ان کی عداوت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اگر کوئی ان میں صلح کرانے کے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب خرچ کر دیتا تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ان کے دلوں کو ملا دیا، باہم الفت و محبت پیدا کی اور نفرت و دشمنی کو دور کر دیا، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ ع

اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور جو مسلمان تمہارے پیروکار ہیں۔ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ

کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر

يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ

تم میں سے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے

خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا

تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے

مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آیت 64 ﴾ سابقہ ایک آیت میں کفار کے دھوکا دینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا یہاں ہر حال میں مدد و نصرت اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ **شانِ نزول:** (1) یہ آیت غزوۂ بدر میں جنگ سے پہلے نازل ہوئی اور مومنین سے انصار صحابۂ کرام یا انصار و مہاجرین دونوں مراد ہیں۔ (2) یہ آیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے متعلق نازل ہوئی۔ اس قول کے مطابق یہ آیت مکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی۔ فرمایا گیا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان مسلمانوں کو کافی ہے جنہوں نے آپ کی پیروی کی یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے والے مسلمان آپ کو کافی ہیں۔

آیت 65 ﴾ فرمایا کہ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر مسلمانوں میں سے 20 صبر کرنے والے ہوں گے تو 200 کفار پر غالب آئیں گے اور اگر 100 ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر جاہل ہیں، ان کی جنگ سے غرض نہ حصولِ ثواب ہے نہ خوفِ عذاب، جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ہیں تو وہ للّٰہیت کے ساتھ لڑنے والوں کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صابر رہے تو مددِ الٰہی سے 10 گنا کافروں پر غالب رہے گی۔ (2) جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا ایک فرد 10 افراد کے مقابلہ سے نہ بھاگے، پھر آیت ﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ﴾ نازل ہوئی تو یہ لازم کیا گیا کہ 100 مجاہدین 200 لوگوں کے مقابلے میں قائم رہیں۔ (بخاری، حدیث: 4653)

آیت 66 ﴾ اس آیت سے 10 گنا سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنا کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع رکھا گیا، فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر سے تخفیف فرما دی اور اسے علم ہے کہ تمہارے بدن کمزور ہیں تو اگر تم میں 100 صبر کرنے والے ہوں تو 200 پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ

کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرلے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہالے۔ تم لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے○ اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے ایک حکم لکھا ہوا نہ ہوتا، تو اے مسلمانو تم نے کافروں سے جو مال لیا

فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ہے اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب پکڑ لیتا○ تو اس سے کھاؤ جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

آیت 67 شانِ نزول: حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ بدر کے قیدیوں سے متعلق مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ آپ کی قوم و قبیلے کے لوگ ہیں، میری رائے میں انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اس سے مسلمانوں کو قوت پہنچے گی اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام نصیب کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کی، آپ کو مکہ میں نہ رہنے دیا نیز یہ کفر کے سردار اور سرپرست ہیں، ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ بالآخر فدیہ لینے کی رائے قرار پائی اور جب فدیہ لیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا: کسی نبی کے لائق نہیں کہ اپنے ہاں کافروں کو قید رکھے جب تک زمین میں ان کا خون خوب بہا کر کفر کی ذلت اور اسلام کی شوکت کا اظہار نہ کر دے۔ اے مسلمانو! تم دنیا کا مال و اسباب یعنی فدیہ چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کا ثواب چاہتا ہے جو کفار کے قتل اور اسلام کے غلبے کی صورت میں تمہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ دشمنوں پر غالب اور اپنے اولیا کو عتاب فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم بدر میں تھا جبکہ مسلمان تھوڑے تھے۔ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور وہ فضلِ الٰہی سے قوی ہوئے تو قیدیوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ (محمد:۴) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مومنین کو اختیار دیا کہ خواہ کافروں کو قتل کریں، غلام بنائیں، فدیہ لیں یا آزاد کر دیں۔

آیت 68 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے ایک حکم لکھا ہوا نہ ہوتا کہ اجتہاد پر عمل کرنے والے سے مواخذہ نہ فرمائے گا یا یہ کہ اہلِ بدر پر عذاب نہ فرمائے گا یا تمہارے لئے غنیمتیں حلال فرمائے گا تو اے مسلمانو! تم نے کافروں سے جو مال لیا ہے اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب پکڑ لیتا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد ہی کیا تھا، انہوں نے سوچا کہ کافروں کو زندہ چھوڑ دینے میں ان کے اسلام لانے کی امید ہے اور فدیہ سے دین کو تقویت ہو گی اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ قتل میں اسلام کا غلبہ اور کفار کی تہدید ہے۔ (2) اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان ظاہر ہوئی، بارگاہِ الٰہی میں آپ کا مقام ایسا بلند ہے کہ آپ کی رائے کے مطابق قرآنِ مجید کی آیات نازل ہوئیں۔ (3) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اس دینی معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے دریافت فرمانا مشروعیتِ اجتہاد کی دلیل ہے۔

آیت 69 شانِ نزول: جب اس سے پہلی آیت اتری تو جو فدیئے لئے جا چکے تھے ان سے ہاتھ روک لیا گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا کہ تمہارے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں تو جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے اس سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۹﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ
بخشنے والا مہربان ہے ○ اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ، اگر اللہ تمہارے دل میں بھلائی
فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷۰﴾
جانے گا تو جو مال تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○
وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾
اور اے حبیب! اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو بیشک یہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کرچکے ہیں جس پر اس نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ○
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا
بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور وہ جنہوں نے پناہ دی

آیت 70 شانِ نزول: حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں گرفتار ہوئے اور ان سے وہ 20 اوقیہ سونا لے لیا گیا جو لشکر کفار پر خرچ کرنے کے لئے لائے تھے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ سونا فدیہ میں شمار کر لیا جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمادیا، ساتھ ہی ان کے دو بھتیجوں عقیل بن ابو طالب اور نوفل بن حارث کے فدیے کا بار بھی ان پر ڈالا گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے اس حال میں چھوڑیں گے کہ باقی عمر قریش سے مانگ کر بسر کروں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر وہ سونا کہاں ہے جسے تمہارے مکہ سے چلتے وقت تمہاری بیوی اُمِّ فضل نے دفن کیا تھا اور تم ان سے کہہ آئے ہو کہ خبر نہیں ہے کیا حادثہ پیش آئے، اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تیرا، عبد اللہ، عبید اللہ، فضل اور قثم کا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا: مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اس راز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا اور کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئے نیز اپنے بھتیجوں عقیل اور نوفل کو حکم دیا اور وہ بھی اسلام لے آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت 71 فرمایا کہ اے حبیب! اگر وہ قیدی تمہاری بیعت سے پھر کر اور کفر اختیار کر کے تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس پر غم نہ کریں کیونکہ یہ لوگ میثاق کے دن مجھ سے وعدہ کر کے دنیا میں پہنچ کر پھر گئے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کو رہا کرتے وقت ان سے دوبارہ جنگ نہ کرنے کا عہد لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! اگر انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کر کے آپ سے خیانت کی ہے تو آپ افسردہ نہ ہوں، یہ لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی عہد کر کے توڑ چکے ہیں کہ مصیبت سے نجات کے لئے ایمان لانے کا عہد کیا اور مصیبت دور ہونے کے بعد کفر و معصیت میں مبتلا ہو گئے، اولاد ملنے پر شکر گزاری کا عہد کیا اور اولاد ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرا دیئے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا جیسا کہ وہ بدر میں قتل اور گرفتار ہوئے، آئندہ بھی اگر ان کے وہی اطوار رہے تو انہیں اسی کا امیدوار رہنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

آیت 72 اس آیت میں دو گروہوں کا بیان فرمایا گیا: (1) مہاجرین اوّلین: وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول

وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ

اور مدد کی وہ سب ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں

وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ

جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے

اِلَّا عَلٰي قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مگر یہ کہ ایسی قوم کے خلاف (مدد مانگیں) کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے ۝ اور کافر

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝

آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا

اور وہ جو ایمان لائے اور مہاجر بنے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے پناہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت میں اپنے گھر بار چھوڑے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ (2) انصار وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں اپنے مکانوں میں ٹھہرایا۔ فرمایا کہ وہ سب ایک دوسرے کے یعنی مہاجرین انصار کے اور انصار مہاجرین کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ مسلمان دار الحرب سے رہائی حاصل کرنے کے لئے تم سے فوجی یا مالی مدد مانگیں تو تم پر فرض ہے کہ انہیں نامراد نہ کرو۔ ہاں اگر وہ کسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو ان کے خلاف مسلمانوں کی مدد نہ کرو اور مدت پوری ہونے سے پہلے معاہدہ توڑو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں مہاجرین وانصار کو (دینی اخوت کی بنا پر) ایک دوسرے کا وارث قرار دیا گیا، بعد میں اس آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا جس میں نسبی رشتہ داروں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ (2) ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی دینی جنگ میں مدد کرے البتہ ایسی کافر قوم کے خلاف مدد نہ کرے جن سے معاہدہ ہو چکا ہے کیونکہ یہ بد عہدی ہے۔ اس صورت میں کوشش کی جائے کہ ان کفار اور مسلمانوں میں صلح ہو جائے، اگر صلح ناممکن ہے تو غیر جانبدار رہے۔

آیت 73 فرمایا کہ کافر نصرت اور وراثت میں ایک دوسرے کے وارث ہیں لہٰذا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی وراثت نہیں۔ اگر مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں اور ایک دوسرے کے مددگار ہو کر ایک قوت نہ بن جائیں تو کفار مضبوط اور مسلمان کمزور ہو جائیں گے، اس صورت میں زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو گا۔

آیت 74 اس سے پہلے مہاجرین وانصار کے باہمی تعلقات اور ان کا دوسرے کے مددگار ہونے کا بیان ہوا یہاں ان دونوں کے ایمان کی تصدیق اور ان کی شان وعظمت کا بیان ہے۔ فرمایا گیا کہ وہ جو ایمان لائے اور اسلام کی خاطر اپنے آبائی وطن، عزیز و رشتہ دار، مال و مکانات کو چھوڑ کر مہاجر بنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے، اسی طرح جنہوں نے مہاجرین کو مدینہ منورہ میں اس طرح ٹھہرایا کہ

وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ (۷۴)

اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ مِنْكُمْؕ وَ اُولُوا

اور وہ جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور

الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۷۵) ع

رشتے دار اللہ کی کتاب میں (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ایاتها ۱۲۹ ۔ ۹ سورۃ التوبۃ مدنیۃ ۱۱۳ ۔ رکوعاتها ۱۶

سورۂ توبہ مدنیہ ہے اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔

اور مال و جان میں برابر کا شریک کر لیا، یہ سچے اور کامل مومن ہیں۔ ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔ اہم بات: حدیث پاک میں ہے: ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (بخاری، حدیث: 3784)

آیت 75 فرمایا کہ اے مہاجرین و انصار! جو لوگ پہلی ہجرت کے بعد ایمان لائے اور انہوں نے تمہاری ہجرت کے بعد ہجرت کی نیز کئی جنگوں میں انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا یہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور تمہارے ہی حکم میں ہیں اور رشتے دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت اور اخوت کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہجرت اور اخوت کے مقابلے میں (نسبی) رشتے دار وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اس سے ہجرت اور اخوت کی وجہ سے وراثت میں حق داری منسوخ فرما دی گئی۔ اہم باتیں: (1) مہاجرین کے کئی طبقے ہیں: (۱) جنہوں نے پہلی مرتبہ مدینہ طیبہ کو ہجرت کی، انہیں مہاجرین اولین کہتے ہیں۔ (۲) جنہوں نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، انہیں اصحاب الہجرتین کہتے ہیں۔ (۳) جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے قبل ہجرت کی، یہ اصحاب ہجرتِ ثانیہ کہلاتے ہیں۔ سابقہ آیت میں مہاجرین اولین کا ذکر ہوا اور یہاں اصحاب ہجرتِ ثانیہ کا ذکر ہے۔ (2) اب وراثت کا دار و مدار نسبی قرابت داری پر ہے۔ رضاعی رشتے کی وجہ سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں اور سسرالی رشتے میں صرف شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

سورۂ توبہ کا تعارف سورۂ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی مگر بعض علما کے نزدیک اس کی آخری آیات ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ سے آخر تک مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس میں 129 آیتیں اور 16 رکوع ہیں۔ اس سورت میں کثرت سے توبہ کا ذکر ہے اس مناسبت سے اس کا نام "توبہ" اور اس کی پہلی آیت میں کفار سے براءت کا اعلان ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "بَرَآءَة" رکھا گیا۔ مروی ہے کہ سب سے آخری سورت "سورۂ توبہ" نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث: 4605) **فضیلت:** حضرت عطیہ ہمدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا: تم خود سورۂ براءت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (سنن سعید بن منصور، حدیث: 1003) سورۂ توبہ کے شروع

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف اعلان براءت ہے جن سے تمہارا معاہدہ تھا۔ تو (اے مشرکو!) تم چار مہینے تک

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

زمین میں چلو پھرو اور جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ

اور (یہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے

وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ

اور اس کا رسول بھی تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے

میں "بسم اللہ" نہ لکھے جانے کی وجہ: اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس سورت کے ساتھ بسم اللہ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ (جلالین مع صاوی، سورۃ التوبۃ، 3/783) خلاصۂ مضامین: اس سورت میں مشرکین اور اہل کتاب سے جہاد کے احکام، منافقین کو غزوۂ تبوک سے روک کر مسلمانوں اور منافقوں میں فرق، بد عہدی کرنے والے مشرکین سے براءت کا اعلان، کفار مکہ کے مسلمانوں سے افضل ہونے کے دعوے نیز یہودیوں کا حضرت عزیر علیہ السلام اور عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینے کا رد، حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کی توبہ نیز غزوۂ حنین اور مسجد ضرار کا واقعہ، مسجد قبا کی فضیلت، ہجرت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غارِ ثور میں ہونے والی گفتگو اور زکوۃ کے مصارف کا بیان ہے۔

آیت 1 مشرکین عرب اور مسلمانوں کے درمیان عہد تھا مگر چند کے سوا سب مشرکین نے عہد شکنی کی تو ان کا عہد ساقط کر دیا گیا اور فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! جن مشرکین سے تمہارا معاہدہ تھا جب انہوں نے عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کا عہد پورا کرنے سے بری الذمہ ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ اے مشرکو! تم چار مہینے تک زمین میں امن و امان سے چلو پھرو اور خوب سوچ سمجھ لو کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاطیں کر لو، اس کے بعد تمہارے لئے کوئی امان نہیں اور ساتھ ہی اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنا کہ تم اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتے اور اس مہلت کے باوجود اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے، یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دنیا میں قتل اور آخرت میں عذاب کے ساتھ رسوا کرنے والا ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں اور ان کے عہدوں سے بری ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی بری ہیں تو اے کافرو! اگر تم کفر و شرک سے توبہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم ایمان سے منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتے اور اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے

وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ

اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ ○ مگر وہ مشرکین جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر

لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ

انہوں نے تمہارے معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی تو ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو،

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ

بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے ○ پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں

وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا

تم انہیں پاؤ اور انہیں پکڑلو اور قید کرلو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥﴾

اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو حتّٰی کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو

اور کافروں کو دنیا میں قتل اور قید کی صورت میں اور آخرت میں آگ کے دردناک عذاب کی خوش خبری سناؤ۔ اہم بات: عمرہ "حج اصغر" ہے اور حج "حجِ اکبر" ہے۔ عوام میں مشہور ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حجِ اکبر ہوتا ہے۔ یہ کہنا غلط بھی نہیں۔

آیت 4 ﴿ فرمایا گیا کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اور انہوں نے معاہدے کو اس کی شرطوں کے ساتھ پورا کیا، تمہارے مقابلے میں تمہارے کسی دشمن کی مدد نہیں کی تو تم بھی ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو۔ اہم بات: یہ لوگ بنی ضمرہ تھے، ان کی مدت کے 9 مہینے باقی تھے۔

آیت 5 ﴿ فرمایا کہ پھر جب کفار کی امان کے چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو حرم اور حرم سے باہر جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں پکڑلو اور قید کرلو اور انہیں قتل اور قید کرنے کے لئے ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ کفر و شرک کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرلیں، بتوں کی پوجا چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی فرضیت کو مان لیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اور ان کی جان و مال کے درپے نہ ہو۔ جو بندہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا اور اس کے گناہ چھپا دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کئے ہوئے گناہوں پر سزا نہ دے کر اس پر رحم فرماتا ہے۔ اہم بات: یہاں یہ حکم نہیں ہے کہ جنگ کے دوران یا جنگ کے علاوہ جہاں کافر نظر آجائے قتل کردیا جائے بلکہ یہاں صرف دورانِ جہاد قتل کا حکم ہے۔

آیت 6 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! اگر کوئی مشرک مہلت کے مہینے گزرنے کے بعد آپ سے پناہ مانگے تاکہ آپ سے توحید کے مسائل اور

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ ع

یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں○ اللہ اور اس کے رسول کے پاس مشرکوں کے لئے کوئی عہد کیسے ہو سکتا

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم ان کے لیے قائم رہو۔ بیشک اللہ

يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۗ يُرْضُوْنَكُمْ

پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے○ بھلا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی معاہدے

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا

کا۔ وہ تمہیں اپنے منہ سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر نافرمان ہیں○ انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٩ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا

اور اس کے راستے سے روکا۔ بے شک یہ بہت برے عمل کرتے ہیں○ کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں

قرآنِ پاک سنے تو اسے پناہ دے دیں حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے اور اسے معلوم ہو جائے کہ ایمان قبول کرنے کی صورت میں اسے ثواب ملے گا اور کفر پر قائم رہنے کی وجہ سے اس پر کیا عذاب ہو گا پھر اگر ایمان نہ لائے تو اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیں یہ اس لئے کہ وہ ابھی اللہ تعالیٰ کے دین اسلام اور اس کی حقیقت کو جانتے نہیں لہٰذا انہیں امن دینا عین حکمت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنیں اور سمجھیں۔

آیت 7 فرمایا کہ مشرکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس کوئی عہد نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر اور عہد شکنی کیا کرتے ہیں البتہ بنی کنانہ اور بنی ضمرہ وغیرہ جن لوگوں سے تم نے حدیبیہ کے موقع پر مسجدِ حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تھا اور ان سے کوئی عہد شکنی ظاہر نہ ہوئی تو ان کے معاہدے کی مدت پوری کرو۔ معاہدے کی مدت کے اندر جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں، تم بھی قائم رہو اگر وہ اس دوران میں عہد توڑ دیں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

آیت 8 ارشاد فرمایا: مشرکین اپنے قول پر قائم رہتے ہوئے عہد کیسے پورا کریں گے حالانکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غالب آ جائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی معاہدے کا۔ وہ تمہیں اپنے منہ سے ایمان لانے اور وفائے عہد کے وعدے کر کے راضی کر دیتے ہیں جبکہ ان کے دل ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر نافرمان یعنی عہد شکنی کرنے والے، سرکش، بے مروّت اور جھوٹ سے نہ شرمانے والے ہیں۔

آیت 9 فرمایا کہ انہوں نے قرآنِ پاک کی آیات اور ان پر ایمان لانے کے بدلے دنیا کا تھوڑا سا مال لے لیا اور ان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مابین جو عہد تھا اسے ابو سفیان کے تھوڑے سے لالچ دینے سے توڑ دیا اور انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے سے روکا۔ بے شک یہ شرک، عہد شکنی اور لوگوں کو دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روک کر بہت برے عمل کرتے ہیں۔

آیت 10 فرمایا کہ جن مشرکین نے معاہدے کی خلاف ورزی کی یہ کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں اور

وَلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور نہ کسی معاہدے کا اور یہی لوگ سرکش ہیں○ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۱ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

تو تمہارے دین میں بھائی ہیں اور ہم جاننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں○ اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں

مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ

توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں (ان سے لڑو) تاکہ

يَنْتَهُوْنَ ۝۱۲ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ

وہ باز آئیں○ کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے ابتدا کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ پس اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو○

کسی معاہدے کا بلکہ موقع پاکر قتل کرڈالتے ہیں اور یہی مشرک لوگ عہد شکنی میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔

آیت 11 ارشاد فرمایا: اگر وہ مشرکین شرک سے ایمان کی طرف اور عہد شکنی سے وفائے عہد کی طرف لوٹ آئیں نیز جو نمازیں ان پر فرض ہوں انہیں تمام شرائط وارکان کے ساتھ ادا کریں اور جو زکوٰۃ ان پر فرض ہو اسے خوش ہو کر دیں تو وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں، ان کے لئے بھی وہی احکام ہیں جو تمہارے لئے ہیں، انہیں بھی وہی چیزیں منع ہیں جو تمہیں منع ہیں۔ عہد شکنی کرنے والے اور مشرکین کے احوال اور کفر وایمان کی حالت میں ان کے احکام سے متعلق آیات ہم علم والوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔

آیت 12 فرمایا کہ اگر کفار معاہدہ کرنے کے بعد اسے توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن و تشنیع کریں تو پھر کوئی عہد باقی نہیں رہا، ان سے لڑو تاکہ یہ تمہارے دین میں طعن و تشنیع سے باز آئیں اور کفر سے ایمان کی طرف لوٹ آئیں۔ **اہم باتیں:** (1) دین میں طعنہ زنی سے مراد دینِ اسلام کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے جو اس کے شایانِ شان نہیں یا ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کو ہلکا جان کر اس پر اعتراض کرنا، اسی طرح نماز، حج، قرآن اور ذکرِ رسول پر طعنہ زنی کرنا یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنا سب اس میں داخل ہے۔ (2) کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے مقصود انہیں کفر و بد اعمالی سے روکنا ہے اور یہی اسلامی جہاد کا سب سے اہم مقصد ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں، صلح حدیبیہ کا عہد توڑا اور مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کی نیز دار الندوہ میں مشورہ کرکے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے لڑائی کی ابتدا کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو، اس لئے ان سے جنگ ترک کرتے ہو؟ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم کافروں سے جنگ ترک کرنے کے معاملے میں اس سے ڈرو۔ اہم بات: ایمانِ کامل کا تقاضا ہے کہ مومن اپنے رب کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ اس کے علاوہ کسی کی پروا کرے۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ

تم ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

ٹھنڈا کردے گا۔ اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرماتا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ

کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں

دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ ع

نے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ مشرکوں کو یہ

لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ یہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں، ان کے تمام اعمال برباد ہیں

آیت 14 ارشاد فرمایا: تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے قتل کے ذریعے انہیں عذاب دے گا اور انہیں قید میں مبتلا کرکے ذلیل ورسوا کرے گا نیز ان کے خلاف تمہاری مدد فرما کر تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈا کردے گا۔ **اہم بات:** تاریخ شاہد ہے کہ یہ سارے وعدے پورے ہوئے۔

آیت 15 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنی خزاعہ کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرماتا ہے اسے شرک وکفر سے توبہ کی توفیق دے کر اسلام کی ہدایت عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا ہے، جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا سب جانتا ہے اور وہ توبہ قبول فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں بعض اہل مکہ کے اسلام قبول کرنے کی خبر ہے اور یہ خبر بھی سچ ثابت ہوئی چنانچہ حضرت ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم ایمان سے مشرف ہوئے۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان نہیں کیا اور لوگوں کو ان کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، وہ جانتا ہے کہ تم جہاد کرنے میں مخلص ہو یا نہیں۔

آیت 17 **شانِ نزول:** کفارِ قریش کے سرداروں کی ایک جماعت بدر میں گرفتار ہوئی ان میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سرداروں کو شرک پر عار دلائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو خاص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تم سے افضل ہیں، ہم مسجد حرام کو آباد

وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۞ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور وہ ہمیشہ آگ ہی میں رہیں گے ۔ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو عنقریب یہ لوگ ہدایت والوں

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۞ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

میں سے ہوں گے ۔ تو کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کی خدمت کرنے (والے) کو اس شخص کے برابر ٹھہرا لیا جو اللہ اور قیامت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت

حرم کی خدمت اور حاجیوں کو سیراب کرتے نیز اسیروں کو رہا کراتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسجدوں کو آباد کرنے کا کافروں کو کوئی حق نہیں کیونکہ مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آباد کی جاتی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آدمی کافر بھی ہو اور دینِ اسلام اور توحید کے عبادت خانہ کو آباد بھی کرے۔ ان کے تمام اعمال برباد ہیں اس لئے کہ کافر کا عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہی نہیں ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں "مسجدوں" سے بطورِ خاص مسجد حرام، خانہ کعبہ مراد ہے اور بقیہ تمام مسجدوں کا بھی یہی حکم ہے کہ جو بھی مسجد ہو کافروں کو اسے آباد کرنے کی اجازت نہیں۔ (2) مسجد کو آباد کرنے سے مراد مسجد کا تعمیر کرنا، بلند کرنا اور مرمت کرنا ہے اور مسجد میں داخل ہونا اور بیٹھنا بھی اس میں شامل ہے۔

آیت 18 ◄ اس آیت میں بتایا گیا کہ مسجدیں آباد کرنے کے مستحق وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں نیز نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور دینی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور کسی کی رضا کو رضائے الٰہی پر کسی اندیشہ سے بھی مقدم نہیں کرتے، تو یہی لوگ ہدایت یافتہ اور طاعتِ الٰہی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں جو انہیں جنت میں لے جائے گی۔ اہم باتیں: (1) جن چیزوں سے انسان فطری طور پر ڈرتا ہے ان سے ڈرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرنے کے خلاف نہیں۔ (2) مسجدوں کو آباد کرنے میں یہ امور بھی داخل ہیں: صفائی کرنا، روشنی کرنا، مسجدوں کو دنیا کی باتوں اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں۔

آیت 19 ◄ شانِ نزول: روزِ بدر حضرت عباس رضی اللہ عنہ گرفتار ہو کر آئے تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: اگر تم کو اسلام، ہجرت اور جہاد میں سبقت حاصل ہے تو ہمیں مسجد حرام کی خدمت اور حاجیوں کے لئے سبیلیں لگانے کا شرف حاصل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی خدمت کرنے والے کو اس شخص کے برابر ٹھہرا لیا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں کیونکہ جو عمل ایمان کے ساتھ نہ ہوں وہ بے کار ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وقف لازم

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

نہیں دیتا ۝ وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں

وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝٢٠ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ۝ ان کا رب انہیں اپنی رحمت

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝٢١ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ

اور خوشنودی اور باغوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی نعمتیں ہیں ۝ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک

اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٢٢ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ

اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے ۝ اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو

اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٣

اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں ۝

آیت 20 فرمایا کہ وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا، ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ **اہم بات:** جہاد کی تین صورتیں ہیں: (1) فقط جان سے جہاد جیسے مساکین کرتے تھے۔ (2) فقط مال سے جہاد جیسے معذور مالدار مؤمن کا عمل کہ غازی کو گھوڑا وغیرہ دے دیتے تھے۔ (3) جان و مال دونوں سے جہاد جیسے غنی قادر مسلمان جو دوسرے مسکین غازیوں کو سامان بھی دیتے اور خود بھی میدان میں جاتے اور ان کے اپنے جانے پر بھی خرچ ہوتا۔ یہ آیت ان تینوں مجاہدوں کو شامل ہے۔

آیت 22،21 یہاں ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے اور اپنی جان و مال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لئے تین بڑی پیاری بشارتیں جمع کی گئی ہیں، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا: ان کا رب انہیں (1) اپنی رحمت، (2) خوشنودی (3) اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی یعنی کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے جس نے اطاعتِ الٰہی کے کام کئے اور راہِ خدا میں جہاد کیا۔ **اہم بات:** یہ آیت بظاہر ہر مہاجر مجاہد کے لئے ہے۔ ان میں سے بعض کا تو نام لے کر جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا گیا جیسے حضرات عشرہ مبشرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ عظمت ہے کہ ان کے لئے رحمت، جنت اور رضائے الٰہی کی بشارتیں بطورِ خاص قرآن میں دی گئی ہیں لہٰذا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان یا تقویٰ کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

آیت 23 **شانِ نزول:** جب مسلمانوں کو مشرکین سے ترکِ موالات کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا: اپنے باپ بھائی وغیرہ قرابت داروں سے ترکِ تعلق کیسے ممکن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور اس پر قائم رہیں، تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو حکم الٰہی کی مخالفت کر کے خود پر ہی ظلم کرے گا۔ **اہم بات:** کفار سے موالات یعنی قلبی محبت کا تعلق جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ

تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال

اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو

الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

ہدایت نہیں دیتا۔ بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کردیا

ع٩

آیت 24 فرمایا کہ اے محبوب! جنہوں نے رشتہ داروں سے ترکِ تعلق کے بارے میں کلام کیا آپ ان سے فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ مشرکین سے موالات کے معاملے میں نافرمانی کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ساری کائنات سے بڑھ کر محبوب ہونے چاہئیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کی علامات یہ ہیں: اقوال وافعال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی، بکثرت آپ کا ذکرِ جمیل، درود پاک پڑھنا، سیرتِ طیبہ کا مطالعہ، ذکرِ پاک کے وقت تعظیم وتوقیر بجالانا، اسمِ گرامی سن کر انکساری کا اظہار، جس سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے محبت رکھی اس سے محبت کرنا اور جس سے دشمنی رکھی اس سے دشمنی رکھنا، قرآن مجید سے محبت رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آنا۔

آیت 25 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غزوات میں مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا جیسے واقعہ بدر، قریظہ، نضیر، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ میں ہوا اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کردیا تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اہلِ عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے اور باقی ماندہ کی اسلام کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانے کی ہمت نہ رہی لیکن ہوازن اور ثقیف نام کے دو جنگجو قبیلے جو مکہ اور طائف کے درمیان "حنین" کے مقام پر آباد تھے، انہوں نے مکہ میں جمع مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی شوال 8ھ میں 12 ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ 10 ہزار تو مہاجرین وانصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار وہ حضرات تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لشکر کو ساتھ لے کر اس شان وشوکت کے ساتھ حنین کا رخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ آج بھلا ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ اللہ

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

اور اس نے کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے○ پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ

تعالیٰ کو ان حضرات کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہ آیا چنانچہ اس کا انجام یہ ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن وثقیف کے تیر اندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفار مکہ جو لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے، ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ سے انصار ومہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے بڑھتے رہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو یَامَعْشَرَ الْاَنْصَار اور یَالَلْمُهَاجِرِيْن کا نعرہ لگایا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس طرح جانبازی سے لڑے کہ دم زدن میں جنگ کا پانسا پلٹ گیا، فتح مبین نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں کو چوما اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اہم باتیں: (1) مسلمان کا حقیقی بھروسا اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہونا چاہیے۔ (2) بعض اوقات چند لوگوں کی غلطی کا نتیجہ سب کو دیکھنا پڑتا ہے۔ (3) اپنے ہر کمال کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنا چاہیے۔

آیت 26 فرمایا گیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تسکین نازل فرمائی کہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے اور اہل ایمان پر تسکین نازل فرمائی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پکارنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے۔ اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے عمامہ باندھے دیکھا، یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لئے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قتل اور قید کے ذریعے کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ اہم بات: جنگِ حنین میں بھاگ جانے والے مسلمانوں کی معافی ہوگئی، ان پر رب تعالیٰ نے سکینہ اتارا۔ اب جو ان پر اعتراض کرے وہ ان آیات کا مخالف ہے نیز یہ بھاگ جانے والے ہی واپس ہوئے اور انہوں نے ہی فتح کیا لہٰذا یہ فتح گزشتہ خطا کا کفارہ ہوگئی۔

آیت 27 ارشاد فرمایا کہ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان میں سے جسے چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا اور اسلام کی طرف ہدایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوازن کے باقی لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کے اسیروں کو رہا فرما دیا

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

کی توفیق دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اے ایمان والو! مشرک بالکل

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ

ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب

يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے ○ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ پر

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ

ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے دن پر اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ وہ سچے دین پر

آیت 28: مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ مشرک بالکل ناپاک ہیں کیونکہ ان کا باطن کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہے تو اس سال یعنی 9 ہجری کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں نہ حج کے لئے نہ عمرہ کے لئے۔ اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا اور اہل مکہ کو تنگی پیش آئے گی تو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ علم والا ہے، وہ جانتا ہے جو تمہارے لئے بہتر ہے اور وہ حکمت والا ہے، اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں غنی کردیا، بارشیں خوب ہوئیں اور پیداوار کثرت سے ہوئی۔ اہم بات: مسجد حرام کی طرح باقی مسجدوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار ان میں نہیں آسکتے۔ خصوصاً کفار کو عزت، احترام اور استقبال کے ساتھ مسجد میں لانا شدید حرام ہے۔

آیت 29: شانِ نزول: (1) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو روم سے قتال کا حکم دیا گیا، اسی کے نازل ہونے کے بعد غزوۂ تبوک ہوا۔ (2) سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قبیلہ قریظہ اور نضیر سے صلح منظور فرمائی اور انہیں سے پہلا جزیہ مسلمانوں کو ملا اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حدیث میں حرام کیا یا یہ معنی ہے کہ توریت و انجیل کے مطابق عمل نہیں کرتے، ان کی تحریف کرتے اور اپنی طرف سے احکام گڑھتے ہیں، اور وہ سچے دین یعنی اسلام پر نہیں چلتے ہیں، ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔ اہم باتیں: (1) یہودی اور عیسائی اگرچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ (2) اسلامی سلطنت کی جانب سے ذمی کافروں پر جو (مال) مقرر کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ عرب کے مشرکین سے جزیہ قبول نہیں، ان کے لئے دو ہی صورتیں ہیں: (۱) قبولِ اسلام (۲) جنگ۔ بقیہ دنیا بھر کے کافروں سے جزیہ پر صلح ہو سکتی ہے۔

الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ ع

چلتے ہیں ان سے جہاد کرتے رہو حتی کہ وہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

یہ پہلے کے کافروں جیسی بات کرتے ہیں۔ اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ

انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور مسیح بن مریم (کو بھی) حالانکہ انہیں صرف یہ حکم

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

آیت 30 اہل کتاب کی بے دینی کی تفصیل بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا کہ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا۔ فرمایا: یہ ان کے اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ شرک میں مشرکین کی طرح ہیں اگرچہ ان کے شرک کا طریقہ مختلف ہے یا یہ معنی ہے کہ عیسائیوں کی بات اپنے سے پہلے یہودیوں کے قول کے مشابہ ہے کہ جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ آیت میں مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں مارے، توحید پر واضح دلیل اور حجت قائم ہونے کے بعد حق سے اعراض کر کے یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ **اہم بات:** امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننے کا عقیدہ تمام یہودیوں کا نہیں بلکہ ان کے ایک خاص فرقے کا تھا۔ ہمارے علم میں اب اس فرقے کا کوئی وجود نہیں۔

آیت 31 فرمایا کہ یہودیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنالیا کہ حکم الٰہی کو چھوڑ کر ان کے حکم کے پابند ہوئے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا اور ان کی نسبت یہ باطل عقیدہ رکھا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان میں حلول کیا ہے حالانکہ انہیں ان کی کتابوں میں اور ان کے انبیاء علیہم السلام کی طرف سے صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور علما کی باقاعدہ عبادت نہیں کی تھی بلکہ خدا کے حکم کو چھوڑ کر ان کے حکم کو اپنے لئے شریعت بنالیا تھا، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے خدا بنالئے۔ (2) معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کے مقابلے میں جس کی دینی اطاعت کی جائے گویا اسے رب بنالیا جاتا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ماتحت علما، اولیا اور صالحین کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ
چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کا نور بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہ مانے گا اگرچہ
كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
کافر ناپسند کریں ○ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ
غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں ○ اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری
وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ
اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ لوگ
يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾
جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ ○

آیت 32 فرمایا کہ یہودی اور عیسائی سردار چاہتے ہیں کہ اپنے باطل اقوال سے اللہ تعالیٰ کا دین مٹا دیں یا قرآن کو شائع نہ ہونے دیں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر روک دیں لیکن ان کی ان حرکتوں سے نہ دین مٹے گا، نہ اسلام کی شوکت میں کمی آئے گی اور نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں فرق پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بلند، اپنے کلمہ کو ظاہر اور اس حق کو پورا کئے بغیر نہ مانے گا جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا ہے اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: وہی ہے جس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآن اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے دلائل اور قوت کے اعتبار سے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک یہ ناپسند کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرمادیا کہ دین اسلام نے اپنی حقانیت پر جو دلائل پیش کئے اس سے مضبوط دلائل کوئی پیش نہ کر سکا اور ایک طویل عرصہ دنیا میں صرف اسلام ہی غالب رہا آیندہ اس کا کامل ظہور اس وقت ہو گا جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ **اہم بات:** سچا دین اور ہدایت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی، اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین۔

آیت 34 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں کہ دین کے احکام بدل کر لوگوں سے رشوتیں لیتے اور جن آیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت مذکور ہے مال حاصل کرنے کے لئے ان میں فاسد تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے اور دین اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور بخل کرتے ہوئے مال کے حقوق ادا نہیں کرتے اور زکوۃ نہیں دیتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ **اہم بات:** مال جمع کرنا مباح ہے جبکہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی اس آیت کی وعید میں داخل نہیں) خواہ زمین میں دفن شدہ خزانہ ہی ہو اور جس کی زکوۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے۔

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا

جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ

مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝۳۵ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا

مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو○ بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں

عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ

بارہ مہینے ہیں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں

كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶ اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ

اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے○ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے، اس کے ذریعے ان کافروں کو گمراہ

آیت 35 فرمایا کہ قیامت کے دن وہ مال جس کی دنیا میں زکوٰۃ نہ دی تھی، جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا حتی کہ شدت حرارت سے سفید ہو جائے گا پھر اس کے ساتھ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: یہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو دنیا میں اپنا مال جمع کر کے رکھنے اور حق داروں کو ان کا حق ادا نہ کرنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔ **زکوٰۃ نہ دینے کی وعید:** جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔ (معجم اوسط، حدیث: 4577)

آیت 36 ارشاد فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین بنائے اس کے نزدیک مہینوں کی گنتی اس کی کتاب یعنی لوح محفوظ یا قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے بندوں پر لازم کئے ہوئے حکم میں 12 مہینے ہیں۔ یہاں یہ بیان فرمایا گیا کہ بکثرت احکام شرع کی بنا قمری مہینوں پر ہے جن کا حساب چاند سے ہے۔ ان میں سے 4 مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب حرمت والے ہیں۔ یہ سیدھا دین یعنی سیدھا اور سچا حساب ہے یا یہ معنی ہے کہ 4 مہینوں کا حرمت والا ہونا ہی سیدھا دین ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا دین تھا اور اہل عرب ان دونوں سے اس حکم کے وارث ہوئے ہیں، تو ان مہینوں میں گناہوں کے مرتکب ہو کر اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکین کے خلاف جنگ میں ایک دوسرے کی مدد کرو، بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہ کرو اور متحد ہو کر ان سے جنگ کرو جس طرح وہ متحد ہو کر تم سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت کے ذریعے پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مذکورہ 4 حرمت والے مہینوں میں رجب کی تعظیم اس لئے ہے کہ لوگ اس میں عمرہ کرتے تھے اور بقیہ مہینوں کی اس لئے ہے کہ یہ حج کے لئے جانے، حج کرنے اور حج سے واپسی کے مہینے تھے۔ (2) بیشتر مفسرین کے نزدیک اس آیت سے حرمت والے مہینوں میں کفار سے جنگ کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے، اب ہر مہینے میں مشرکین سے جنگ کی جائے گی۔ **درس:** یہاں مسلمانوں کو کفار کے خلاف متحد ہو کر جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 37 زمانہ جاہلیت میں عرب حرمت والے مہینوں کی حرمت و عظمت کے معتقد تھے۔ جب کبھی لڑائی کے زمانے میں حرمت

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

کیا جاتا ہے جو ایک سال کسی حرمت والے مہینے کو حلال قرار دے دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی

فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۠(۳۷) ع

پوری کردیں اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کرلیں۔ ان کے برے کام ان کے لئے خوشنما بنادیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے ہو۔

والے مہینے آجاتے تو انہیں بہت شاق گزرتا، اس لئے وہ ایک مہینے کی حرمت دوسرے کی طرف ہٹانے لگے کہ محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور جب حاجت سمجھتے تو حرمت ربیع الاول کی طرف منتقل کرکے صفر میں جنگ حلال کرلیتے۔ اس طرح حرمت والے مہینوں کی تخصیص ختم ہوگئی۔ اس آیت میں کفار کے اس طرزِ عمل کو ممنوع قرار دیا گیا اور فرمایا کہ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے کہ ایک تو ویسے ہی کافر تھے اور پھر مہینے آگے پیچھے کرکے حرام کو حلال سمجھنے کے کفر میں بھی پڑتے تھے تو یہ کفر میں اضافہ کرنا ہوا۔ مزید فرمایا کہ اس کے ذریعے ان کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے جو ایک سال کسی حرمت والے مہینے کو حلال قرار دے دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کردیں اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کرلیں یعنی ماہِ حرام تو چار ہی رہیں اس کی تو پابندی کرتے ہیں اور ان کی تخصیص ختم کرکے حکم الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں کہ جو مہینہ حرام تھا اسے حلال کرلیا اس کی جگہ دوسرے کو حرام قرار دیا۔ فرمایا: ان کے برے کام ان کے لئے خوش نما بنادیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ **اہم بات:** حجۃ الوداع کے سال ذوالحجہ کا مہینہ وہی اصل ماہِ ذوالحجہ تھا جس میں حج کا حکم ہے۔

آیت 38 **شانِ نزول:** رجب 9 ہجری میں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر پہنچی کہ شاہِ روم نے مسلمانوں پر حملے کے لئے لشکر جمع کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کا حکم فرمایا۔ اس زمانہ میں قحط سالی اور گرمی کی شدت تھی۔ سفر بھی دور کا تھا نیز دشمن تعداد میں زیادہ اور مضبوط تھے اس لئے لوگوں کو گھروں سے نکلنا مشکل محسوس ہو رہا تھا اور منافقین جن کے نفاق کا راز فاش ہو چکا تھا، وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ اسکے باوجود 30 ہزار کا لشکر جمع ہو گیا، ان مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامانِ جنگ کا انتظام بڑا کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے مفلوک الحال اور پریشان تھے بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر مال خرچ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لشکر کو ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تبوک پہنچ کر قیام فرمایا مگر چونکہ ہرقل کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے نبی ہونے کا یقین تھا اس لئے اسے خوف ہوا اور وہ مقابلہ میں نہ آیا پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اطراف میں لشکر بھیجے اور حاکم دومۃ الجندل اور حاکم ایلہ سے جزیہ پر صلح فرمائی۔ واپسی پر جب مدینہ کے قریب تشریف لائے تو جو لوگ جہاد میں ساتھ ہونے سے رہ گئے تھے، وہ حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ان میں سے کسی سے کلام کریں نہ پاس بٹھائیں جب تک ہم اجازت نہ دیں تو مسلمانوں نے ان سے اعراض کیا اسی باب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا، جب تم سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے

أَرَضِيتُم بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾

کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے؟ تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازوسامان بہت ہی تھوڑا ہے○

إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ

اگر تم کوچ نہیں کروگے تو وہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ

ہر شے پر قادر ہے○ اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کروگے تو اللہ ان کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں (ان کے وطن سے) نکال دیا تھا جبکہ یہ دو میں سے

اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ

دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنی تسکین

عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ

نازل فرمائی اور ان لشکروں کے ساتھ اس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے اور اس نے کافروں کی بات کو نیچے کردیا اور اللہ کی بات ہی

ہو یعنی تم دنیا اور اس کی لذات کی طرف مائل ہوتے ہو جبکہ سفر کی مشقتوں اور تھکاوٹ کو ناپسند کرتے ہو یا یہ معنی ہے کہ تم اپنی زمین اور اپنے شہروں میں رہنے کی طرف مائل ہو جاتے ہو۔ فرمایا: کیا تم آخرت کے بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے، تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازوسامان بہت ہی تھوڑا ہے کہ دنیا کی لذتیں اور نعمتیں فنا ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔

آیت 39 فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوچ نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو تم سے بہتر اور فرمانبردار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے سرفراز فرمائے گا اور تم مدد ترک کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے دین کا مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

آیت 40 یہاں ایک اور انداز سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جارہی ہے، فرمایا کہ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں ان کے وطن سے نکال دیا تھا اور اس وقت ان کے ساتھ صرف ایک شخص یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، تو یہاں بدرجہ اولیٰ مدد فرمائے گا۔ مزید فرمایا کہ جب دونوں غارِ ثور میں تھے، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو دیکھ کر عرض کیا کہ اگر ان میں کوئی اپنے پاؤں سے نیچے کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، اس پر اپنے ساتھی سے فرمایا: کہ غم نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت کے ذریعے ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور فرشتے نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمائی کہ فرشتوں نے کفار کے چہروں اور نگاہوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دشمنوں کا مکر پھیر کر ان کی مدد فرمائی اور پھر میدانِ بدر میں فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی اور اس نے کافروں کی بات یعنی شرک یا دعوتِ کفر یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کو نیچے

فِى الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

بلند وبالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۞ تم مشقت اور آسانی ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ

وَاَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا

اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۞ اگر آسانی سے ملنے والا مال ہوتا

وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ

اور درمیانہ سا سفر ہوتا تو وہ ضرور تمہارے پیچھے چلتے لیکن مشقت والا سفر ان پر بہت دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ

اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۴۲ عَفَا ع۱۴

ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ یہ اپنے آپ کو ہلاک کررہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ بیشک جھوٹے ہیں۞ اللہ تمہیں

اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۴۳

معاف کرے، آپ نے انہیں اجازت کیوں دے دی؟ جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوجاتے اور آپ جھوٹوں کو نہ جان لیتے۞

کردیا اور اللہ تعالیٰ کی بات یعنی توحید یا دعوتِ اسلام یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مدد کا وعدۂ الٰہیہ ہی بلند وبالا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ اہم بات: اس آیت میں کئی اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے مثلاً یہ کہ (1) آپ کا صحابی ہونا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا یہ شرف آپ کے علاوہ اور کسی صحابی کو عطا نہ ہوا (2) آپ نے غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا خاص الخاص قرب پایا (3) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ثانی فرمایا یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بعد جن کا سب سے پہلا نمبر ہے۔

آیت 41 ﴿ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جب تمہیں جہاد کے لئے بلائیں تو تم چاہے کسی بھی حال میں ہو، تمہارے لئے نکلنے میں آسانی ہو یا مشقت، اہل وعیال کم ہوں یا زیادہ، اسلحہ کم ہو یا زیادہ، سوار ہو کر نکلو یا پیدل، جوان ہو یا بوڑھے، طاقتور ہو یا کمزور، صحت مند ہو یا مریض، خوشی سے نکلو یا ناخوشی سے، فارغ ہو یا کسی کام میں مصروف ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے لہٰذا تم اس میں دیر نہ کرو۔ **اہم بات:** جہاد کی تین صورتیں ہیں: (1) جان اور مال دونوں کے ساتھ (2) صرف جان کے ساتھ (3) صرف مال کے ساتھ۔

آیت 42 ﴿ فرمایا کہ تبوک کا میدان اگر قریب ہوتا اور غنیمت آرام سے مل جانے کی امید ہوتی تو یہ بہانے بنانے والے منافق ضرور ان منافع کے حصول کے لالچ میں جہاد میں شریک ہوجاتے لیکن دور کے سفر اور رومیوں سے جنگ کو عظیم جاننے کی وجہ سے یہ پیچھے رہ گئے۔ یہ منافقین اب اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں گے اور اس طرح معذرت کریں گے کہ ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ ان جھوٹی قسموں اور نفاق سے یہ لوگ اپنے آپ کو ہلاک کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بیشک اپنی قسموں میں جھوٹے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) دین میں ضروری مشقت سے گھبرانا اور فرض وواجب ترک ہوجائے لیکن صرف آسان کام اختیار کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ (2) جھوٹی قسمیں کھانا سببِ ہلاکت ہے۔

آیت 43 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے، آپ نے انہیں جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دی؟ حتی

لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْؕ

اور جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی نہیں مانگیں گے

وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ آپ سے چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے

وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ

اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں تو وہ اپنے شک میں حیران، پریشان ہیں۔ اور اگر ان کا نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے کچھ تو سامان تیار کرتے

عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِیْكُمْ

لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا ہی ناپسند ہے تو اس نے ان میں سستی پیدا کردی اور کہہ دیا گیا: تم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے

کہ آپ کو پتا چل جاتا کہ اپنے عذر میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ **اہم بات:** عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ سے خطاب شروع فرمانا مخاطب کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کے لئے ہے اور زبانِ عرب میں یہ عام ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمے استعمال کئے جاتے ہیں۔

آیت 44 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی نہیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان رکھنا بھی داخل ہے کیونکہ ایمان سے مراد ایمانِ صحیح ہے اور وہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ہو۔

آیت 45 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ سے جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اس طرح کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو بولے کہ شاید اسلام برحق ہے اور اگر کفار کو فتح ہوئی تو بولے کہ شاید یہ لوگ برحق ہیں ورنہ انہیں فتح کیوں ہوتی؟ یا یہ مطلب ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وعدوں پر یقین اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خبروں پر اطمینان نہیں تو وہ اپنے شک میں حیران پریشان ہیں نہ کفار کے ہو رہ سکے اور نہ مسلمانوں کا ساتھ دے سکے۔ **اہم باتیں:** (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار درحقیقت رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ (2) ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہر خبر میں آپ کی تصدیق کی جائے، تردد تصدیق کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا ہے۔

آیت 46 فرمایا کہ منافقین ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں جانے کو تیار تھے لیکن اچانک بیماری، لاچاری یا کسی مجبوری کی وجہ سے رک گئے، یہ جھوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے سفرِ جہاد کی پہلے سے کوئی تیاری ہی نہیں کی۔ اگر ان کا جہاد میں جانے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے کچھ تو تیاری کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا آپ حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانا ہی ناپسند تھا تو اس نے ان میں سستی پیدا کردی اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کی تو ان سے کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھے رہنے والوں یعنی عورتوں، بچوں، مریضوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

آیت 47 فرمایا کہ اگر یہ منافقین تمہارے ساتھ جنگ کے لئے نکلتے تو شر اور فساد ہی پھیلاتے اس طرح کہ تمہارے سامنے کافروں کی قوت و کثرت اور سفر کی شدت بیان کرکے تمہیں ڈراتے نیز تمہارے درمیان چغل خوری اور جھوٹی باتوں کے ذریعے فتنہ انگیزی کرتے

مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ

تو وہ تمہارے نقصان میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ انگیزی کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے اور تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۴۷ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ

اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ بیشک انہوں نے پہلے ہی فتنہ و فساد چاہا تھا اور اے حبیب! انہوں نے پہلے بھی تمہارے لئے الٹی تدبیریں کی ہیں حتّٰی کہ حق آگیا

الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۴۸ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ ؕ

اور اللہ کا دین غالب ہوگیا اگرچہ یہ ناپسند کرنے والے تھے۔ اور ان میں کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔

اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۴۹ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ

سن لو! یہ فتنے ہی میں پڑے ہوئے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اگر تمہیں بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں برا لگتا ہے

دوڑتے پھرتے، تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں جو تمہاری باتیں اور تمہارے راز کفار تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض ایسے ضعیف الاعتقاد ہیں کہ جب منافقین مختلف قسم کے شبہات ظاہر کرتے ہیں تو وہ انہیں قبول کرلیتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو خوب جانتا ہے۔ درس: مسلمانوں کو کافروں سے ڈرانا اور آپس میں لڑانا منافقوں کا کام ہے۔ فی زمانہ ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہر وقت غیر مسلم حکومتوں کی طاقت، اسلحہ، فوج اور وسائل کا تذکرہ کرکے مسلمانوں کو ڈرانے میں لگے رہتے ہیں۔

آیت 48 منافقین کے جنگ میں شریک نہ ہونے پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! یہ منافقین غزوۂ تبوک سے پہلے ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دین سے روکنے، کفر کی طرف لوٹانے اور لوگوں کو آپ کا مخالف بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول جنگِ اُحد کے دن مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے اپنے گروہ کو لے کر واپس ہوگیا۔ اے حبیب! انہوں نے پہلے بھی آپ کے بارے میں، آپ کا کام بگاڑنے اور دین میں فساد ڈالنے کے لئے بہت حیلے سازیاں کی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ کی طرف سے تائید و نصرت آگئی اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوگیا اگرچہ یہ لوگ اسے ناپسند کرنے والے تھے۔

آیت 49 **شانِ نزول:** جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاری فرمائی تو جد بن قیس منافق نے یہ بہانہ تراشا کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھ کر صبر نہ کرسکوں گا، لہٰذا آپ مجھے یہیں ٹھہر جانے کی اجازت دیجئے اور ان عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالئے، میں مال سے آپ کی مدد کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا اور اجازت دے دی۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: ان میں کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ مجھے ٹھہر جانے کی رخصت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔ سن لو! یہ تو اس وقت بھی فتنے میں ہی مبتلا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر اور تکلیف قبول کرنے سے انکار سب سے بڑا فتنہ ہے۔ مزید فرمایا: بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے، ان کے لئے اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

آیت 50 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر تمہیں بھلائی پہنچے، تم دشمن پر فتح یاب ہو جاؤ اور غنیمت تمہارے ہاتھ آئے تو منافقین غمزدہ ہو جاتے ہیں اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے اور کسی طرح کی شدت کا سامنا ہو تو منافقین کہتے ہیں کہ ہم نے چالاکی کے ذریعے جہاد میں نہ

وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾

اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾

تم فرماؤ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہ ہمارا مددگار ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾

تم فرماؤ، تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہو اور ہم تم پر انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے تو تم انتظار کرو اور ہم (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔

جا کر اس مصیبت سے خود کو بچا لیا، گویا ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کر لیا تھا پھر مزید اس بات پر خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں کہ ہم جہاد کی مشقت و مصیبت سے محفوظ رہے۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصیبت پر خوش ہونا کافروں کا طریقہ ہے، اسی طرح مسلمانوں کی خوشی پر غم کرنا منافقوں کی نشانی ہے۔

آیت 51 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان لوگوں سے فرما دیں جو آپ کو مصیبت پہنچنے پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں وہی فائدہ و نقصان پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا اور اسے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کیونکہ قیامت تک ہونے والا ہر اچھا برا کام لکھ کر قلم خشک ہو چکا، اب کوئی اس پر قادر نہیں کہ اپنی جان سے اس مصیبت کو دور کر دے جو اس پر نازل ہونی ہے یا خود کو ایسا فائدہ پہنچائے جو اس کے مقدر میں نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حافظ و ناصر ہے اور وہ ہر حال میں ہماری جانوں سے زیادہ ہمارے قریب ہے اور مسلمانوں کو اپنے تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہئے۔ **اہم بات:** تقدیر کا مسئلہ انتہائی نازک ہے۔ اس مسئلے میں الجھا کر شیطان لوگوں کا ایمان برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا اس بارے میں بحث اور غور و فکر سے بچنا چاہئے۔ بہارِ شریعت میں ہے: قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے اور ان میں زیادہ غور و فکر کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے تو ہم اور آپ کس گنتی میں...!! اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے، نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ بندہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مؤاخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔ (بہار شریعت، 1/18-19، ملخصاً)

آیت 52 یہاں مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے پر منافقوں کے خوش ہونے کا ایک اور جواب دیا جا رہا ہے، فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان منافقوں سے فرما دیں کہ اے منافقو! تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہو کہ یا ہمیں فتح و غنیمت ملے گی یا شہادت و مغفرت کیونکہ مسلمان جب جہاد میں جاتا ہے اگر غالب ہو تو فتح و غنیمت اور اجرِ عظیم پاتا ہے اور اگر راہِ خدا میں مارا جائے تو اسے شہادت حاصل ہوتی ہے اور ہم تم پر دو برائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سابقہ اُمتوں کی طرح تمہیں بھی اپنی طرف سے عذاب دے کر ہلاک کر دے یا ہمیں تم پر کامیابی و غلبہ عطا کر کے ہمارے ہاتھوں سے تمہیں عذاب دے اور جب...

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾

تم فرما دو کہ تم خوشدلی سے خرچ کرو یا ناگواری سے (بہر صورت) تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ بیشک تم نافرمان قوم ہو۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ

اور ان کے صدقات قبول کیے جانے سے یہ بات مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کی طرف

الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ

سستی و کاہلی سے ہی آتے ہیں اور ناگواری سے ہی مال خرچ کرتے ہیں۔ تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد

وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں ان سے راحت و آرام دور کر دے اور کفر کی حالت میں ان

ہے تو تم ہمارے انجام کا انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے انجام کے منتظر ہیں۔

آیت 53 شانِ نزول: جد بن قیس منافق نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت طلب کرنے کے ساتھ کہا تھا کہ میں اپنے مال سے مدد کروں گا، اس کے جواب میں فرمایا گیا: اے حبیب! اس منافق اور اس جیسے دوسرے منافقین سے فرما دیں: تم خوشی سے دو یا ناخوشی سے، تمہارا مال قبول نہ کیا جائے گا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کو نہ لیں گے کیونکہ تم کافر قوم ہو، تمہارا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہے۔ اہم بات: ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے خرچ نہ کرے بلکہ ریاکاری اور نام و نمود کی وجہ سے خرچ کرے تو وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

آیت 54 فرمایا کہ منافقین کا راہِ خدا میں خرچ کرنا مردود ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے اور سستی کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں کیونکہ وہ نماز پڑھنے پر نہ ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ چھوڑ دینے پر عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یونہی جو کچھ وہ خیرات کرتے ہیں، ناگواری سے ہی کرتے ہیں کیونکہ اس میں بھی وہ ثواب کے قائل نہیں، صرف اپنا نفاق چھپانے کے لئے خیرات کرتے ہیں۔ اہم بات: نماز میں سستی اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے تنگ دلی منافقوں کا طریقہ ہے۔

آیت 55 اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن مراد عام مسلمان ہیں، فرمایا کہ تم ان منافقوں کی مال اور اولاد پر یہ سوچ کر حیرت نہ کرو کہ جب یہ مردود ہیں تو انہیں اتنا مال کیوں ملا۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے سبب دنیا کی زندگی میں ان سے راحت و آرام دور کر دے کہ محنت سے جمع کریں، مشقت سے حفاظت کریں اور حسرت چھوڑ کر مریں، مال خرچ کرنے کے معاملے میں ان کا دل تنگ ہو گا اسی طرح اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں طرح طرح کی مشقتوں میں پڑیں گے، انہیں کھانے پینے اور لباس وغیرہ کا انتظام کرنے میں پریشانیوں کا سامنا کریں گے، مر جائیں تو ان کی جدائی پر رنج و غم میں مبتلا ہوں اور جب یہ مریں گے تو ان کی روح کفر کی حالت میں نکلے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں شدید عذاب دے گا۔ اہم باتیں: (1) مسلمانوں کو کافروں کی مالی اور افرادی قوت پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا دنیوی عذاب ہے۔ (2) دنیادار مالدار کو جان کنی میں دگنی تکلیف ہوتی ہے، ایک تو دنیا سے جانے کی اور دوسری مال چھوڑنے کی جبکہ مومن کامل کی جان

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

کی روح نکلے ○ اور (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں ○

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اگر انہیں کوئی پناہ گاہ یا غار یا کہیں سماجانے کی جگہ مل جاتی تو جلدی کرتے ہوئے ادھر پھر جائیں گے ○ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو

يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ

صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر انہیں ان (صدقات) میں سے کچھ دیدیا جائے تو راضی ہوجاتے ہیں اور اگر انہیں ان میں سے کچھ نہ دیا جائے تو

آسانی سے نکلتی ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ملنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

آیت 56 فرمایا کہ منافقین اس پر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دین وملت پر ہیں اور مسلمان ہیں لیکن وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ تمہیں دھوکا دیتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ صرف اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کا نفاق ظاہر ہوگیا تو مسلمان ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) تقیہ کرنا منافقوں کا کام ہے۔ (2) جب عمل قول کے مطابق نہ ہو تو قول کا اعتبار نہیں۔ (3) مسلمان دو طرح کے ہیں: (۱) حقیقی مسلمان (۲) ظاہری یعنی صرف دنیوی احکام کے اعتبار سے مسلمان۔ منافق ظاہری مسلمان تھے، اس لئے انہیں مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور انہیں کفار کی طرح قتل نہ کیا گیا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن نہ تھے

آیت 57 فرمایا کہ منافقین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں سے انتہا درجے کے بغض کی وجہ سے حال یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے پاس سے کسی پناہ گاہ، غار یا کہیں سماجانے کی جگہ کی طرف بھاگ جانے پر قادر ہوتے تو بہت جلد ادھر پھر جاتے کیونکہ بزدل کا کام ہی بھاگ جانا ہوتا ہے۔

آیت 58 **شانِ نزول:** رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذُو الْخُوَیصِرہ نے کہا: یا رسول اللہ! عدل کیجئے۔ فرمایا: تجھے خرابی ہو، میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ اس (منافق) کی گردن مار دوں۔ فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس کے اور بھی ہمراہی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر دیکھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ (بخاری، حدیث: 3610، مسلم، حدیث: 1064) یہی شخص خوارج کی اصل و بنیاد ہے، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا کہ منافقین میں سے کوئی وہ ہے جو صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر انہیں ان صدقات میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہوجاتے ہیں اور اگر انہیں ان میں سے کچھ نہ دیا جائے تو اس وقت تم پر اعتراض کرتے اور ناراض ہوجاتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی فعل شریف پر اعتراض کفر ہے۔ (2) دُنیوی نفع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے راضی ہوجانا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں ناراض ہوجانا منافق کی خاص علامت ہے۔ ورس: جب تک فائدہ ملتا رہے تب تک راضی رہنا اور جب فائدہ ملنا بند ہوجائے تو برائیاں کرنا اخلاص نہ ہونے کی علامت ہے۔

يَسْخَطُونَ ۝٥٨ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ

ناراض ہو جاتے ہیں۝ اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ

مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝٥٩ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ

اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۝ زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں

وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ

اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیے ہوئے لوگوں اور ان کیلئے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرضداروں کیلئے اور اللہ کے

آیت 59 فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تقسیم پر اعتراض کرنے والے منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو اور وہ کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور جتنا اس نے عطا کیا وہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے صدقہ اور اس کے علاوہ لوگوں کے اموال سے غنی اور بے نیاز کر دے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرماتے ہیں اور آئندہ بھی عطا کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کے ذریعے دیتا ہے۔ (2) کسی کو نفع پہنچانے یا کسی سے نقصان دور کر دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

آیت 60 جب منافقین نے صدقات کی تقسیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ صدقات کے مستحق صرف یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں: (1) فقیر کہ جس کے پاس شرعی نصاب سے کم مال ہو (2) بالکل محتاج کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو (3) زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیے ہوئے لوگ (4) مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب یعنی جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے (5) وہ غلام جن کو ان کے مالکوں نے ایک مقدار مال کی مقرر کر دی کہ اس قدر ادا کر دیں تو آزاد ہیں (6) قرض دار جو بغیر کسی گناہ کے مقروض ہوئے اور اتنا مال نہیں رکھتے جس سے قرض ادا کریں (7) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانے والے یعنی مجاہدین اور نادار حاجی (8) مسافر جس کے پاس اس وقت مال نہ ہو۔ ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اموال صدقہ سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع ہے۔ اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے اور یہاں زکوٰۃ کے مصارف بیان کیے گئے ہیں۔ (2) مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالنا اور انہیں اسلام کی طرف مائل کرنا یا اسلام پر ثابت قدم رکھنا مقصود ہو، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کی وجہ سے زکوٰۃ کے مستحق نہیں رہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو اس کی حاجت نہ رہی اور یہ اجماع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں منعقد ہوا تھا۔ (3) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ وہ مذکورہ تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے یا ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

السَّبِيۡلِ ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ

راستے میں (جانے والوں کیلئے) اور مسافر کے لئے ہے۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اور ان میں کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں

وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَرَحۡمَةٌ

اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔ تم فرماؤ: تمہاری بہتری کے لئے کان ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور تم میں جو مسلمان ہیں

لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ؕ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿٦١﴾ يَحۡلِفُوۡنَ

ان کیلئے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ (اے مسلمانو!) تمہارے سامنے اللہ کی

بِاللّٰهِ لَكُمۡ لِيُرۡضُوۡكُمۡ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَحَقُّ اَنۡ يُّرۡضُوۡهُ اِنۡ كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٦٢﴾

قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ لوگ اسے راضی کریں اگر یہ ایمان والے ہیں۔

آیت 61 **شانِ نزول:** منافقین اپنی مجلسوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں کرتے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر ہو گئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید نے کہا: ہم جو چاہیں کہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے مکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے، وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقوں کی جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو میرے حبیب کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان ہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے حبیب اگرچہ سننے والے ہیں لیکن ان کا سننا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو نیکی اور بھلائی کی بات سننے اور ماننے والے ہیں، شر اور فساد کی بات سننے والے نہیں اور ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں، منافقوں کی بات پر یقین نہیں کرتے اور وہ تم میں سے مسلمان ہیں ان کے لئے رحمت ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ **اہم بات:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا دینا کفر ہے کیونکہ دردناک عذاب کی وعید عموماً کفار کو ہوتی ہے۔

آیت 62 **شانِ نزول:** منافقین اپنی مجلسوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراضات کرتے جبکہ مسلمانوں کے پاس آ کر جاتے اور قسمیں کھا کر اپنی بریت ثابت کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں اس بارے میں راضی کرلیں جو ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی باتیں تم تک پہنچی ہیں حالانکہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے قسمیں کھانے سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا تھا، اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ناراضی کا سبب ہوں۔ اہم نکتہ: (1) آیت کے اس لفظ "اَنۡ يُّرۡضُوۡهُ" میں واحد کی ضمیر اس لئے ذکر کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا میں کوئی فرق نہیں، دونوں کی رضا کا ایک ہی حکم ہے۔ (2) معلوم ہوا کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں بلکہ ایمان کا کمال ہے۔

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ

کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہی بڑی

الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ

رسوائی ہے○ منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی ایسی سورت نازل کردی جائے جو ان کے دلوں کی چھپی باتیں بتادے۔

قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ

تم فرماؤ: مذاق اڑالو، بیشک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو○ اور اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے کہ

إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾

ہم تو صرف ہنسی کھیل کررہے تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو○

آیت 63 فرمایا کہ کیا انہیں یہ بات معلوم نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخلہ ہی بڑی رسوائی ہے۔

آیت 64 فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات دیکھنے اور آپ کی غیبی خبریں سننے اور ان کو واقع کے مطابق پانے کے بعد منافقوں کو اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کوئی ایسی سورت نازل نہ فرمائے جس سے ان کا نفاق اور مسلمانوں سے بغض وعداوت ظاہر کردیے جائیں اور ان کی رسوائی ہو۔ مزید ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان منافقوں سے فرمادیں کہ تم نے جو مذاق اڑانا ہے اڑالو، بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو۔

آیت 65 **شانِ نزول:** (1) غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین گروپوں میں سے دو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے: ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک گروپ بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں طلب کرکے فرمایا: تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم راستہ طے کرنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کررہے تھے۔ (2) کسی کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا: محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر آپ ان منافقین سے ان باتوں کے بارے میں پوچھیں جو وہ آپس میں کہتے تھے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی کھیل کر رہے تھے تاکہ اس سے سفر کٹ جائے، ہمارا مقصد اعتراض نہ تھا۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں: کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔ **اہم باتیں:** (1) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم دیا ہے کہ جو تنہائی میں باتیں کی جائیں آپ کو ان کی خبر ہے۔ (2) کفر کی باتیں سن کر رضا کے طور پر خاموش رہنا یا ہنسنا بھی کفر ہے۔ (3) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے کیونکہ ان منافقوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین کی تھی مگر فرمایا گیا: "اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ" یعنی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مذاق اڑانا اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام آیتوں کا مذاق اڑانا ہے، لہٰذا آپ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ

بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں تو دوسروں کو عذاب دیں گے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ ع

کیونکہ وہ مجرم ہیں○ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دیتے

بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ

ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ بیشک

الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

منافقین ہی نافرمان ہیں○ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں

آیت 66 اللہ تعالیٰ نے منافقین کی جانب سے پیش کردہ عذر قبول نہ کیا اور فرمایا کہ بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو اس کے توبہ کرنے اور اخلاص کے ساتھ ایمان لانے کی وجہ سے معاف کر بھی دیں تو توبہ نہ کرنے والے دوسروں کو ضرور عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں، اپنے نفاق پر قائم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں جس شخص کی معافی کی بات ہو رہی ہے یہ وہ شخص ہے جو ہنستا تھا مگر اس نے اپنی زبان سے کوئی گستاخی کا کلمہ نہ کہا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا۔ یہ حضرت یحییٰ بن حمیر اشجعی رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگوئی سے زبان روکی تھی اس لئے انہیں توبہ و ایمان کی توفیق ملی۔ (2) ایمان ایسی چیز نہیں جو کبھی کسی سے ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے ایمان کا ذکر فرمایا پھر ان کا ایمان ختم ہو جانے کا ذکر فرمایا۔ (3) جس شخص نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اکراہِ شرعی کے بغیر ایسے کلمات کہے جو عرف میں توہین اور گستاخی کے لئے متعین ہوں تو وہ نیت اور عدمِ نیت کے فرق کے بغیر قضاءً اور دیانۃً دونوں طرح کافر ہے۔ (4) جس کا کفر ثابت ہو جائے اسے کافر ماننا شریعت کا حکم ہے اور حقیقی علما اسی حکمِ شریعت پر عمل کرتے ہوئے کسی کو کافر کہتے ہیں۔ البتہ کسی فرد معین کو کافر قرار دینا بہت سنگین معاملہ ہے۔ جب تک کسی شخص سے صادر ہونے والے قول و فعل کی بنا پر اسے کافر قرار دینے کے تمام تقاضے پورے نہ ہو جائیں تب تک کافر قرار دینے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ **درس:** ہنسی مذاق میں کفر کرنے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے، مذاق کا عذر مردود ہے۔ اس سے فلموں ڈراموں خصوصاً کامیڈی ڈراموں میں بولے جانے والے کفریات کا حکم سمجھا جا سکتا ہے۔

آیت 67 فرمایا کہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب نفاق اور اعمالِ خبیثہ میں یکساں ہیں ان کا حال یہ ہے کہ کفر و معصیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں اور ایمان و طاعت اور تصدیقِ رسول سے منع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، اس کی اطاعت و رضا طلبی نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوڑ دیا اور ثواب و فضل سے محروم کر دیا، بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔ **درس:** برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے منع کرنا منافق کا کام ہے۔ افسوس کہ فی زمانہ بہت سے مسلمان گھرانوں میں گناہوں کی ترغیب دینا، نیکی سے روکنا پایا جاتا ہے۔ فلمیں ڈرامے دیکھنے اور کسی بھی طرح کا مذہبی حلیہ اپنانے سے منع کیا جاتا ہے۔

آیت 68 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے،

فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا

گے (جہنم) انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے○ (اے منافقو!) جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے

اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

قوت میں زیادہ مضبوط اور مال اور اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنے (دنیا کے) حصے سے لطف اٹھایا تو تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ

لطف اٹھالو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا اور تم اسی طرح بیہودگی میں پڑ گئے جیسے وہ بیہودگی میں پڑے تھے ان لوگوں کے

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ

تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں○ کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں (یعنی)

قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ

قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی؟

ان کے کفر، نفاق اور نافرمانی کے عذاب کے طور پر جہنم انہیں کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کردیا اور ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

آیت 69 منافقوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکی کے طور پر فرمایا گیا کہ اے منافقو! تم گزشتہ زمانے کے ان لوگوں کی طرح ہو جو قوت میں تم سے زیادہ مضبوط اور مال واولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنی دنیوی لذتوں اور شہوتوں کے حصے سے لطف اٹھایا۔ اے منافقو! تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے لطف اٹھالو اور جو موج مستی کرنی ہے کرلو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا۔ مزید فرمایا کہ جیسے پہلے لوگ بیہودگی میں پڑے ہوئے تھے تم نے بھی اسی طرح بیہودگی میں پڑ کر باطل کی اتباع، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب اور مومنین کے ساتھ استہزا کی روش اختیار کی تو اس کے نتیجے میں جیسے ان کفار کے اعمال دنیا وآخرت میں برباد ہوگئے اور وہ خسارے میں پڑے اسی طرح اے منافقو! تم بھی گھاٹے میں ہو اور تمہارے عمل باطل ہیں۔

آیت 70 فرمایا کہ کیا منافقوں کو گزری ہوئی امتوں کا حال معلوم نہ ہوا کہ ہم نے انہیں کس طرح ہلاک کیا۔ قوم نوح جو طوفان سے ہلاک کی گئی، قوم عاد جو ہوا سے ہلاک کی گئی، قوم ثمود جو زلزلے سے ہلاک کی گئی، قوم ابراہیم جو سلب نعمت سے اور نمرود مچھر سے ہلاک کیا گیا، اہل مدین یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جو بادل والے دن کے عذاب سے ہلاک کی گئی اور قوم لوط جن کی بستیاں الٹ دی گئیں ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تھے اور ان لوگوں نے تصدیق کرنے کے بجائے اپنے رسولوں کی تکذیب کی جیسے اے منافقو! تم کررہے ہو لہٰذا تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں انہی کی طرح مبتلائے عذاب نہ کردیے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا کیونکہ وہ بغیر جرم سزا نہیں فرماتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے کہ کفر کرکے اور انبیاء

أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٧٠﴾

ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع

الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ

کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہ وہ ہیں

سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ

جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عدن کے باغات میں پاکیزہ رہائشوں کا (وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی رضا

علیہم السلام کو نہ مان کر عذاب کے مستحق بنے۔ **اہم بات:** اس آیت میں ان چھ قوموں کا ذکر ہوا جن کے علاقے عرب کے قریب ہیں وہاں ان ہلاک شدہ قوموں کے نشان باقی ہیں اور عرب کے لوگ ان مقامات پر گزرتے رہتے ہیں۔

آیت 71 فرمایا گیا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق، آپس میں دینی محبت والفت رکھنے اور ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور شریعت کی اتباع کرنے کا حکم دیتے ہیں اور شرک و معصیت سے منع کرتے ہیں۔ فرض نمازیں ان کے حدود و ارکان پورے کرتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔ اپنے اوپر واجب ہونے والی زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانتے ہیں۔ ان صفات سے متصف مومن مرد اور عورتیں وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور انہیں دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

آیت 72 یہاں اس ثواب اور جزا کا بیان ہے جس کا مومنین سے وعدہ ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے نیز عدن کے باغات میں پاکیزہ رہائشوں کا وعدہ فرمایا ہے اور جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے راضی ہو گا، کبھی ناراض نہ ہو گا، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق عدن جنت میں ایک خاص جگہ کا نام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عدن جنت کی صفت ہے۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ جنتیں آٹھ ہیں اور ان کے نام یہ ہیں: (۱) دار الجلال (۲) دار القرار (۳) دار السلام (۴) عدن (۵) ماویٰ (۶) خلد (۷) فردوس (۸) نعیم۔ (3) اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار کسی عمل کا بدلہ نہ ہو گا بلکہ یہ خاص رب تعالیٰ کا عطیہ ہو گا۔

مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٧٢ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ ع

سے بڑی چیز ہے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے○ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو

عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٧٣ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا

اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے○ منافقین اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہ کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کفریہ

كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ

کلمہ کہا اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے اور انہوں نے اس چیز کا قصد وارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے

آیت 73 فرمایا کہ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں پر تلوار اور جنگ سے اور منافقوں پر حجت قائم کرنے سے جہاد کرو اور ان سب پر سختی کرو، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔ اہم باتیں: (1) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نام سے نہیں بلکہ اچھے القاب سے پکارا جائے جب خداوندِ قدوس ان کو نام سے نہیں پکارتا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ (2) دین کے لئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے خواہ وہ زبان یا قلم سے ہو۔ حضرت عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جس کے عقیدے میں فساد ہو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ حجت ودلائل کے ساتھ اس سے جہاد کیا جائے اور جتنا ممکن ہو اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ جو "علماء" دینِ حق اور عقیدۂ صحیحہ کے تحفظ وبقا کے لئے تقریر وتحریر کے ذریعے کوشش کرتے ہیں وہ سب مجاہدین ہیں۔ (3) دین وایمان کے دشمنوں پر سختی کرنا عین اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے البتہ بے جا کی سختی یا اسلامی تعلیمات کے منافی قتل وغارت گری ضرور حرام ہے جیسے آج کل مسلک کے نام پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کی مہم جاری ہے۔

آیت 74 شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تبوک میں دورانِ خطبہ منافقین کی بدحالی اور برے انجام کا ذکر فرمایا۔ یہ سن کر جلاس بن سوید نے کہا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں۔ مدینہ شریف آنے کے بعد حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جلاس کا مقولہ بیان کیا۔ جلاس نے انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دونوں کو قسم کھانے کا حکم فرمایا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا بھی کی: یارب! اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سچے آدمی کی تصدیق نازل فرما۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقین اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہ کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کفریہ کلمہ کہا اور وہ اپنے اسلام کا اظہار کرنے کے بعد کافر ہوگئے اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی۔ اس سے مراد منافقین کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سواری سے گرا کر شہید کرنے کا ارادہ ہے جو انہوں نے تبوک سے واپسی پر کیا تھا لیکن ناکام ہوئے یا مراد یہ ہے کہ منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا کے بغیر عبد اللہ بن اُبی کی تاج پوشی کا ارادہ کیا تھا جو پورا نہ ہوسکا اور ایک قول یہ ہے کہ جلاس نے افشائے راز کے اندیشے سے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ پورا نہ ہوا۔ آیت میں مزید فرمایا: انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے منافق تنگدستی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کے بعد غنیمت میں مال پا کر خوشحال ہوگئے۔ ایک قول یہ ہے کہ جلاس کا غلام قتل کردیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے 12 ہزار

اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ ۚ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ ۚ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ

انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہوگا اور اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۚ وَمَا لَھُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۞

دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار۔

وَمِنْھُمْ مَّنْ عٰھَدَ اللّٰہَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِہٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَکُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۞

اور ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور ہم ضرور صالحین میں سے ہوجائیں گے۔

فَلَمَّآ اٰتٰىھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ بَخِلُوْا بِہٖ وَتَوَلَّوْا وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا

پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ تو اللہ نے انجام کے طور پر اس دن تک کے لئے

درہم اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا تو دیت پا کر وہ غنی ہو گیا۔ مزید فرمایا: اگر وہ اپنے کفر و نفاق سے توبہ کریں اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آئیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا اور اگر وہ اس سے منہ پھیریں اور نفاق پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ کا سخت عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار جو انہیں عذاب سے بچا سکے۔ آیت میں توبہ کا حکم سن کر جلاس نے اپنی کہی ہوئی بات کا اقرار کر کے توبہ کر لی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر قائم رہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں جمع کے صیغے ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ باقی منافق اس بات پر راضی ہونے کی وجہ سے کہنے والے کی طرح ہیں۔ (2) آیت میں غنی کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔

آیت 75، 76 شانِ نزول: ثعلبہ بن ابو حاطب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کے لئے مالدار ہونے کی دعا فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کر سکے۔ اس نے دوبارہ پھر یہی درخواست کی اور قسم کھا کر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق دار کا حق ادا کروں گا۔ دعائے رسول کی برکت سے اسے بہت مال عطا ہوا۔ بعد میں اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ منافقین میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم اس مال سے صدقہ نکال کر ضرور صالحین میں سے ہوجائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے مال عطا فرمایا تو انہوں نے اپنا عہد پورا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا حق روک کر اس میں بخل کرنے لگے اور اطاعتِ الٰہی سے منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ جب ثعلبہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں تو یہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بحکمِ الٰہی اس کی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر واپس ہوا۔ اہم باتیں: (1) ثعلبہ کی توبہ صدقِ دل سے نہ تھی بلکہ لوگوں میں اس کی جو ذلت ہو رہی تھی اس سے بچنے کے لئے واویلا کر رہا تھا اس لئے اس کی توبہ مقبول نہ ہوئی۔ (2) "ثعلبہ بن حاطب" بدری صحابی ہیں اور جنگِ اُحد میں شہید ہوئے جبکہ یہ شخص "ثعلبہ بن ابو حاطب" ہے جو زمانۂ عثمانی میں مرا۔

آیت 77 ارشاد فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے انجام کے طور پر روزِ قیامت تک کے لئے ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی جس دن وہ اس

لُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۷۷

ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی جس دن وہ اس سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولتے رہے ○

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۷۸

کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ ان کے دل کی ہر چھپی بات اور ان کی ہر سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے ○

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ

وہ جو دل کھول کر خیرات دینے والے مسلمانوں پر اور ان پر جو اپنی محنت مشقت کی بقدر ہی پاتے ہیں

لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۹

عیب لگاتے ہیں پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

(اے حبیب!) تم ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو، اگر تم ستر بار بھی ان کی مغفرت طلب کرو گے تو اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔

ے ملیں گے کیونکہ انہوں نے صدقہ دینے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولتے ہے۔ اہم باتیں: (1) عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ (2) بعض گناہ کبھی بدعقیدگی تک پہنچا دیتے ہیں۔ (3) غریبی میں خدا کو یاد کرنا اور امیری میں بھول جانا عملی منافقت کی علامت ہے۔

آیت 78 فرمایا کہ ان منافقین کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مخفی نہیں، وہ ان کے دلوں کی بات بھی جانتا ہے اور جو وہ ایک دوسرے سے کہیں وہ بھی جانتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے تو ان کا حال اللہ تعالیٰ سے کیسے مخفی رہ سکتا تھا۔

آیت 79 شانِ نزول: (1) جب آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو لوگ صدقہ لائے، بعض بہت زیادہ مال لائے انہیں منافقین نے ریاکار کہا اور کوئی تھوڑا سا مال لایا ان کے متعلق منافقین نے کہا: اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا پرواہ (یعنی اتنا تھوڑا دینے کا کیا فائدہ)۔ (2) جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی رغبت دلائی تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے ان پر منافقین نے ریاکاری کا الزام لگایا اور حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ مزدوری کی اجرت میں ملنے والی دو صاع کھجوروں میں سے ایک صاع لائے ان کے متعلق منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو عقیل کی صاع بھر کھجوروں سے غنی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقین جو دل کھول کر خیرات دینے والے مسلمانوں اور ان مسلمانوں پر عیب لگاتے ہیں جو اپنی محنت کی بقدر ہی پاتے ہیں اور اسے لے آتے ہیں، پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) بارگاہِ الٰہی میں مال کی مقدار نہیں بلکہ دلوں کا خلوص دیکھا جاتا ہے۔ (2) جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت کو نفاق یا دکھلاوا قرار دیتے اور ان پر طعن کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔

آیت 80 شانِ نزول: سابقہ آیات نازل ہونے پر منافقین کا نفاق مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا تو منافقین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور

لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ع

یہ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ کے رسول کے پیچھے بیٹھے رہے اور انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ

اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ تم فرماؤ: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲

یہ لوگ سمجھ لیتے ۝ تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا سا ہنس لیں اور بہت زیادہ روئیں (یہ) ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

معذرت کر کے کہنے لگے کہ ہمارے لئے استغفار کیجئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! تم ان کی مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لئے مغفرت کی دعا میں مبالغہ بھی کروگے تو اللہ تعالیٰ ہر گز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں اور جو ان کا منکر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے اپنی رحمت عامہ کی بنا پر دعا بھی کریں تب بھی اللہ تعالیٰ اسے نہ بخشے گا اور جو ایمان سے خارج ہوں جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا، ہدایت اسے ملتی ہے جو اس کا ارادہ کرے، اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ **اہم باتیں:** (1) کافر کو کسی کی دعائے مغفرت فائدہ نہیں دیتی، اس کی بخشش ناممکن ہے۔ (2) اس نہ بخشنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے کہ آپ کا منکر جنت میں نہیں جا سکتا۔

آیت 81 غزوۂ تبوک میں گرمی کی شدت، سفر کی دوری، زادِ راہ کی کمی اور جان کے خوف کی وجہ سے منافقین کی بڑی تعداد پیچھے رہ گئی۔ یہ لوگ اس بات پر بڑے خوش تھے کہ تکلیفوں سے جان چھوٹ گئی۔ ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے رہے اور بہانے بنا کر ساتھ نہ گئے اور انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان منافقوں سے فرما دیں: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔ اگر یہ جانتے تو تھوڑی دیر کی گرمی برداشت کر لیتے اور ہمیشہ کی آگ میں جلنے سے اپنے آپ کو بچا لیتے۔ اہم بات: ایمان کی برکت سے نیک اعمال پر دلیری اور کفر و نفاق کی وجہ سے کم ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ جس کو گناہ آسان اور نیک کام بھاری محسوس ہوں اور اس وجہ سے وہ گناہ کرے اور نیکیاں نہ کرے تو اس کے دل میں نفاق کی ایک علامت موجود ہے۔

آیت 82 اس آیت میں منافقین کی حالت کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ منافقین اگرچہ ساری زندگی ہنسیں اور خوشیاں منائیں تو بھی یہ کم ہے کیونکہ دنیا اپنی درازی کے باوجود قلیل ہے اور آخرت میں ان کا غم اور رونا بہت زیادہ ہوگا کیونکہ آخرت کی سزا کبھی ختم نہ ہوگی اور ختم ہو جانے والی چیز نہ ختم ہونے والی کے مقابلے میں تھوڑی ہی ہے۔ آخرت کا رونا دنیا میں ہنسنے اور خبیث عمل کرنے کا بدلہ ہے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ

پھر اے حبیب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد میں ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرمادینا کہ تم کبھی بھی

اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ

میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ

الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا

بیٹھ رہو○ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا

کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرگئے○ اور ان کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ

آیت 83 فرمایا کہ اے حبیب اب جو آپ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو منافقین دھوکا دہی کے لئے کہیں گے کہ حضور! ہمیں آئندہ جہاد میں اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت دیں۔ اب اگر منافقین جہاد میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو ان سے فرمادو کہ اب تم ہرگز کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور نہ میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔ **اہم بات:** جس شخص سے دھوکا ظاہر ہو اس سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے اور محض اسلام کے مدعی ہونے کی وجہ سے کسی کو ساتھ ملا لینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ آج جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو کے ساتھ اتفاق کرو یہ اس حکم قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔

آیت 84 **شانِ نزول:** جب منافقوں کا سردار عبد اللہ بن اُبَی بن سلول مرا تو اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جو مخلص اور کثیر العبادت صحابی تھے، خواہش کی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے باپ کو کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ کا یہ عمل بہت سے منافقین کے صدقِ دل سے ایمان لانے کا باعث ہوگا۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے عبد اللہ بن اُبی نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کا بدلہ دینا بھی منظور تھا لہٰذا قمیص عطا کیا اور جنازہ بھی پڑھایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فرمایا گیا کہ منافقین میں سے کسی کی میت پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی منافق کے جنازے میں شرکت نہ فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی اور منافقین کی بڑی تعداد صدقِ دل سے ایمان لے آئی۔ **اہم باتیں:** (1) کافر کی نمازِ جنازہ کسی حال میں جائز نہیں، اس کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔ (2) کافر میت کا ولی مسلمان ہو تو اسے چاہیے کہ سنت طریقے کے مطابق اس کا غسل اور کفن دفن نہ کرے بلکہ پانی بہا کر اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے ستر چھپ جائے اور گڑھا کھود کر اندر رکھ دے۔ **درس:** آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی کافر مر جائے تو مسلمان پر لازم ہے کہ نہ اس کے لئے دعا کرے اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو خواہ وہ کسی ملک کا سربراہ ہو یا کچھ اور۔

آیت 85 فرمایا کہ منافقوں کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا

يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ

انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے ○ اور جب

اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ

سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے قوت وطاقت رکھنے والے تم سے رخصت مانگتے

وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى

اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے تاکہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں ○ انہیں یہ پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

مُہر لگا دی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں ○ لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ

وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں ○ اور اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے

دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے۔ **اہم بات:** آیت نمبر 55 کے تحت اس آیت کی تفسیر گزر چکی ہے۔ "منافقوں کے مال واولاد پر تعجب نہ کرنے" کو دوبارہ ذکر کرنے کی حکمتیں یہ ہیں: (1) لوگ اس بات کو بھول نہ جائیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس پر عمل انتہائی اہم ہے۔ (2) مال واولاد ایسی چیزیں ہیں جن میں مشغولیت کی وجہ سے دل بہت جلد دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور جو چیز دنیا کی طرف زیادہ راغب کرنے والی ہو اس سے بار بار بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

آیت 87،86 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مکمل یا بعض سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے قوت وطاقت رکھنے والے تم سے جہاد میں نہ جانے کی رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے تاکہ گھروں میں بیٹھے رہنے والے بچوں اور عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔ انہیں یہ پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔ ان کے کفر ونفاق اختیار کرنے کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں کہ جہاد میں کیا کامیابی وسعادت اور بیٹھ رہنے میں کیسی ہلاکت وشقاوت ہے۔ **درس:** قدرت کے باوجود دین اسلام کی مدد نہ کرنا منافقوں کا طریقہ ہے لہٰذا جہاں بھی مسلمان مظلوم ہوں یا ان کا عقیدہ خراب کیا جا رہا ہو وہاں قدرت رکھنے والے دوسرے مسلمانوں کو اپنی حیثیت کے مطابق بہتری کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 89،88 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبۂ جہاد بتایا جا رہا ہے، فرمایا کہ اگر منافق پیچھے رہ گئے ہیں اور جہاد میں نہیں گئے تو جو ان سے بہتر ہیں یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں اور اس کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے مال اور اپنی جانیں دونوں خرچ کر دیں اور انہیں کے لیے دنیا وآخرت میں بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۸۹ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ ع

رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے○ اور عذر پیش کرنے والے دیہاتی آئے

الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

تاکہ انہیں رخصت دے دی جائے اور اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولنے والے بیٹھے رہے۔ ان میں سے کافروں کو عنقریب

مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۹۰ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ

دردناک عذاب پہنچے گا○ کمزوروں پر اور بیماروں پر اور خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھنے والوں پر کوئی

لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ

حرج نہیں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔ نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں

سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۹۱ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور نہ ان پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں تاکہ آپ انہیں سواری دے دیں (تو آپ) فرماتے ہیں:

رواں ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم بات:** جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

آیت 90 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عذر پیش کرنے کے لئے دیہاتی آئے تاکہ انہیں جہاد میں نہ جانے کی رخصت دے دی جائے۔ ایک قول کے مطابق یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی اور ان لوگوں نے باطل عذر بنا کر پیش کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔ آیت میں دوسرے گروہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جھوٹ بولنے والے بیٹھے رہے۔ یہ عرب کے دیہات میں رہنے والے منافق تھے، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عذر بھی پیش نہیں کیا جس سے ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا۔ مزید فرمایا گیا کہ ان منافقوں میں سے جو کھلے کافر بن جائیں انہیں دنیا میں قتل وغارت کا عذاب ہو گا یا ان منافقوں میں سے جو آخر دم تک کفر پر قائم رہیں انہیں آخرت کا دردناک عذاب ہو گا۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولنا ہے کیونکہ ان بدنصیبوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جھوٹ بولا، اس پر قرآنِ مجید میں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولا۔

آیت 91 باطل عذر والوں کا ذکر فرما کر اب سچے عذر والوں کا بیان ہو رہا ہے، ان کے چند طبقے بیان فرمائے: (1) ضعیف جیسے بوڑھے، بچے، عورتیں اور پیدائشی کمزور و نحیف (2) بیمار، اس میں اندھے، لنگڑے اور اپاہج بھی داخل ہیں (3) وہ لوگ جنہیں خرچ کرنے کی قدرت نہ ہو اور وہ سامان جہاد نہ کر سکیں۔ یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کریں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری رکھیں۔ ان اطاعت گزار معذور لوگوں پر مؤاخذہ کی کوئی راہ نہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نیکی نہ کر سکے مگر نیکیوں کا دل سے طالب ہو تب بھی نیکیوں میں شمار ہو گا۔

آیت 92، 93 **شانِ نزول:** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاد کا حکم فرمایا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حاضر خدمت

لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا

میں تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ اس حال میں لوٹ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے ہوں کہ

مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا

خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ○ مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود آپ سے رخصت مانگتے ہیں۔ انہیں یہ پسند ہے

بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ کچھ نہیں جانتے

ہوئی، ان میں حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سواری عطا فرمانے کی درخواست کی، فرمایا: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔ وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ ان کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ ان معذورین پر بھی جہاد میں جانے سے رہ جانے کی وجہ سے کوئی حرج اور گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ آپ انہیں سواری دے دیں تاکہ وہ آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں لیکن آپ فرمادیتے ہیں: میں تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ اس حال میں لوٹ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے ہوں کہ وہ جہاد میں اپنے اوپر خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مؤاخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو جہاد میں جانے کی قدرت رکھتے ہیں اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نہ جانے کی رخصت مانگتے ہیں۔ انہیں یہ پسند ہے کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ کچھ نہیں جانتے کہ جہاد میں دنیا و آخرت کی کیا کیا بھلائیاں ہیں۔ **اہم بات:** اس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ جہاد، شوقِ عبادت اور ذوقِ اطاعت کا پتہ چلتا ہے

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا

جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تم سے بہانے بنائیں گے۔ تم فرماؤ: بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات پر یقین نہیں کریں گے اللہ نے

اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

ہمیں تمہاری خبریں دیدی ہیں اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ

جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔ اب جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں

اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو تو تم ان سے اعراض ہی کرو۔ یہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ ان کے اعمال کا

آیت 94 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو غزوہ سے رہ جانے والے منافقین جھوٹے بہانے بنا کر اور باطل عذر پیش کرکے آپ سب کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ ان سے فرما دیں کہ بہانے مت بناؤ، جو عذر تم پیش کر رہے ہو ہم اس کی ہرگز تصدیق نہیں کریں گے، تم نے جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی خبریں دے دی ہے اور اب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو۔ بعض مفسرین نے کہا: منافقین نے وعدہ کیا تھا کہ زمانۂ مستقبل میں وہ مومنین کی مدد کریں گے، ہو سکتا ہے کہ اسی کے متعلق فرمایا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم اپنے اس عہد کو بھی وفا کرتے ہو یا نہیں پھر قیامت میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔ **اہم بات:** لفظ "عالم الغیب" کا استعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ نے جن مقربینِ بارگاہ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے ان کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ غیب جانتے ہیں یا غیب پر مطلع ہیں یا غیب پر خبردار ہیں لیکن انہیں "عالم الغیب" نہیں کہا جا سکتا چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہٗ کے ساتھ خاص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وماکان ومایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، 29/405 ملتقطاً)

آیت 95 **شانِ نزول:** (1) یہ آیت جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان کے 80 منافق ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (2) عبد اللہ بن اُبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے قسم کھائی کہ اب کبھی جہاد میں جانے سے سستی نہ کرے گا اور درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس سے راضی ہو جائیں، اس پر یہ اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! جب آپ سفر سے واپس مدینہ طیبہ غزوے میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو یہ آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ ان سے درگزر کریں اور پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ان پر ملامت و عتاب نہ کریں تو آپ ان سے اعراض کرلیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کے ساتھ بیٹھنا اور بات کرنا ترک کر دیں چنانچہ مدینہ منورہ تشریف

يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى

بدلہ ہے○ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بیشک اللہ تو نافرمان

عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٩٦﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ

لوگوں سے راضی نہیں ہوگا○ دیہاتی (منافق) کفر اور منافقت میں زیادہ سخت ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان احکام سے جاہل رہیں

مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا

جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ اور کچھ دیہاتی وہ ہیں کہ وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ

يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾

کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔ بری گردش انہی پر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے○

لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کو منافقین کے پاس بیٹھنے اور ان سے بات کرنے سے منع فرما دیا۔ مزید فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے باطن خبیث اور اعمال برے ہیں اور ان کے پاک ہونے کا کوئی طریقہ نہیں، آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ ان کے دنیا میں کیے ہوئے خبیث اعمال کا بدلہ ہے۔

آیت 96 فرمایا کہ اے مسلمانو! منافقین تمہارے سامنے تمہیں راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ اس طرح انہیں دنیا میں نفع حاصل ہو اگر تم ان کی قسموں کا اعتبار اور ان کے عذر قبول کرتے ہوئے ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے دل کے کفر و نفاق کو جانتا ہے، وہ ان سے کبھی راضی نہ ہوگا۔

آیت 97 فرمایا کہ دیہات میں رہنے والے منافق کفر اور منافقت میں شہر میں رہنے والے منافقوں سے زیادہ سخت ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ علم کی مجالس اور علما کی صحبت سے دور رہتے ہیں، قرآن و حدیث نہیں سنتے۔ وہ اسی قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمائے ہیں ان سے جاہل رہیں اور اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** جہالت شدت پیدا کرتی ہے لہٰذا جو شخص بلاوجہ شدت کا عادی ہے وہ علم سے دور ہے۔ **درس:** دیہات والوں کو بھی چاہیے کہ علم حاصل کریں اور علما صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

آیت 98 یہ آیت قبیلہ اسد، غطفان اور تمیم کے کچھ دیہاتیوں کے متعلق نازل ہوئی اور فرمایا گیا: کچھ دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لیے نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر اور مسلمانوں کے خوف سے خرچ کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں اور راہ دیکھتے ہیں کہ کب مسلمانوں کا زور کم ہو اور ان منافقین کو راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا پڑے لیکن انہیں خبر نہیں کہ بُری گردش انہی پر ہے اور وہی رنج و بلا اور بدحالی میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سننے والا اور ان کے دلوں میں چھپے نفاق کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** یہاں منافقین کی مزید دو علامتیں بیان ہوئیں: (1) وہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو ٹیکس اور تاوان کی طرح سمجھتے ہیں (2) مسلمانوں کے نقصان کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کی

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بیشک وہ ان کے لیے (اللہ کے) قرب کا ذریعہ ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۹﴾ ع وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ ○ اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے

بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

آیت 99 یہاں سے ان دیہاتیوں کا ذکر ہے جو خوش دلی سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ دیہات میں رہنے والے بعض حضرات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ راہِ خدا میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں صدقہ پیش کریں گے تو آپ ان کے لئے خیر و برکت اور مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔ سن لو! بیشک ان کا خرچ کرنا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا ذریعہ ہے کیا انہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنا مال خرچ کیا اور اپنے اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف وسیلہ بنایا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں جن دیہاتیوں کا ذکر ہوا وہ قبیلہ مُزَیْنَہ میں سے بنی مُقَرِّن ہیں یا اسلم، غفار اور جُہَینہ کے قبیلے ہیں۔ (2) نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی کی نیت قبولیت کی دلیل ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نامِ مبارک ساری کائنات سے منفرد ہے کیونکہ آیت میں قربِ الٰہی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا کا حصول ایک مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (3) صدقہ وصول کرنے والے کے لئے سنت ہے کہ صدقہ دینے والے کو دعائے خیر سے نوازے۔

آیت 100 فرمایا کہ بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا کہ اسے ان کے نیک عمل قبول ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں کہ اس کے ثواب و عطا سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اہم باتیں: (1) سابقین مہاجرین سے مراد دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھنے والے یا اہلِ بدر یا اہلِ بیعتِ رضوان ہیں، سابقین انصار سے مراد بیعتِ عقبہ اُولیٰ، بیعتِ عقبہ ثانیہ اور بیعتِ عقبہ ثالثہ میں شریک ہونے والے ہیں اور پیروی کرنے والوں سے مراد باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایک قول کے مطابق پیروی کرنے والوں سے قیامت تک کے وہ ایمان دار مراد ہیں جو ایمان، طاعت اور نیکی میں انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلیں۔ (2) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور جنتی ہیں ان میں کوئی گنہگار

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَ

ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے○ اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور

مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ع ۵

کچھ مدینہ والے (بھی) وہ منافقت پر اڑ گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے

ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ۚ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا

پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف پھیرا جائے گا○ اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا تو انہوں نے ایک اچھا عمل

اور فاسق نہیں۔ جو بد بخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے وہ دوسرے کہ اس آیت کے خلاف ہے۔ (3) نیکی کرنا یقیناً بہت اچھی بات ہے لیکن نیکی میں پہل کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

آیت 101 یہاں مدینہ منورہ کے آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے منافقین کا بیان ہے، فرمایا گیا کہ اے اہلِ مدینہ! تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور مدینہ طیبہ میں بھی کچھ منافقین ہیں جیسے عبد اللہ بن اُبی وغیرہ۔ وہ منافقت پر جم گئے ہیں۔ اے حبیب! آپ انہیں علم عطا کئے جانے سے پہلے نہیں جانتے تھے، پھر بعد میں اس کا علم عطا کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں نام لے لے کر منافقین کو مسجد شریف سے نکال دیا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، ایک مرتبہ دنیا میں رسوائی اور قتل کے ساتھ اور دوسری مرتبہ قبر میں۔ پھر انہیں بڑے عذاب یعنی عذابِ دوزخ کی طرف پھیرا جائے گا جس میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ منافقین کو تین بار عذاب دے گا، پہلی بار دنیا میں، دوسری بار قبر میں اور تیسری بار آخرت میں۔ (2) اس آیت میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔ (3) بعض بے علم لوگ اور منکرین حدیث عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں یہ صریح گمراہی ہے۔

آیت 102 شانِ نزول: کچھ مخلص مسلمان بھی غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیں گے اور ہر گز نہ کھولیں گے حتی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کھولیں۔ مدینہ منورہ تشریف لا کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں ملاحظہ کیا اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں نہ کھولوں گا نہ اُن کا عذر قبول کروں جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے کھولنے کا حکم نہ دیا جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ پیچھے رہنے والوں میں کچھ دوسرے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے منافقوں کی طرح جھوٹے عذر نہ کئے بلکہ اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور اپنے فعل پر نادم ہوئے تو انہوں نے ایک اچھا عمل یعنی قصور کا اعتراف اور توبہ یا سابقہ غزوات میں شرکت اور دوسرا برا عمل یعنی غزوۂ تبوک میں شرکت کرنے سے رہ جانا ملا دیا۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ مال ہمارے رہ جانے کا سبب بنے۔ انہیں لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمیں پاک کر دیجئے اور ہمارے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس پر اگلی آیت "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ" نازل ہوئی۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں ان کی توبہ کا نہیں صرف گناہوں کا اعتراف کرنے کا ذکر ہے۔

وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ

اور برا، عمل ملا دیا عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ

صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

سننے والا جاننے والا ہے ○ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خود صدقات (اپنے دست قدرت میں) لیتا ہے

وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ

اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○ اور تم فرماؤ: تم عمل کرو، اب اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان تمہارے

معلوم ہوا کہ گناہوں پر شرمندگی بھی توبہ ہے بلکہ توبہ کی اہم شرط ہے۔ حدیث پاک میں ہے: شرمندگی توبہ ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 4252) (2) اس آیت میں گناہگاروں کے لیے بڑی امید ہے کہ اگرچہ ہمارے گناہ بے حد و حساب ہیں لیکن کچھ نہ کچھ نیک اعمال بھی کر لیتے ہیں اور اگر ہمارے اعمال ناقص ہیں تو ہمارا ایمان قطعی اور یقینی طور پر درست ہے اور وہ بھی نیک عمل ہے۔

آیت 103 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے رحمت اور دلوں کا چین ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مومنوں کے دلوں کا چین ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) ایک قول کے مطابق یہاں صدقے سے مراد وہ کفارہ ہے جو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیا تھا جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے اور یہ صدقہ ان پر واجب نہ تھا۔ دوسرا قول یہ ہے اس صدقہ سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو اُن کے ذمہ واجب تھی، انہوں نے توبہ کی اور زکوٰۃ ادا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔ امام ابو بکر جصاص علیہ الرحمۃ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (2) صدقہ پیش کرنے والے کے لئے دعائے خیر کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا۔

آیت 104 اس آیت میں توبہ کرنے والوں کے لیے بشارت ہے، فرمایا گیا: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی صدقِ نیت کی ہوئی توبہ اور خلوصِ نیت سے دیئے ہوئے صدقات قبول فرماتا اور انہیں ان صدقات پر ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کو توبہ اور صدقہ کی ترغیب دی گئی ہے جنہوں نے اب تک توبہ نہیں کی۔ اہم بات: مختلف جرموں کی توبہ مختلف ہے جیسے اگر حقوق اللہ تلف کئے مثلاً نمازیں یا روزے قضا کئے، تو ان سے توبہ نماز روزے کی قضا مکمل کرنا اور ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کوتاہی کی معافی مانگنا ہے جبکہ بندوں کے حقوق ضائع کئے تو خدا کی بارگاہ میں معافی کے ساتھ بندوں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہیں یا صاحبِ حق معاف کردے۔

آیت 105 اس آیت میں اطاعت گزاروں کو عظیم ترغیب اور گناہگاروں کو بڑی ترہیب دی گئی ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

کام دیکھیں گے اور جلد ہی تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾

اور اللہ کا حکم آنے تک کچھ دوسروں کو مؤخر کردیا گیا ہے۔ یا تو اللہ انہیں عذاب دے گا اور یا ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا

اور (کچھ منافق) وہ (ہیں) جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کے انتظار

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ

کے لئے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ

فرمائیں کہ تم مستقبل کے لئے کوشش کرو کیونکہ تمہارے اعمال کا ایک ثمرہ دنیا میں ہے اور ایک آخرت میں، دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان تمہارے اعمال دیکھ رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروگے تو دنیا و آخرت میں تمہیں عظیم اجر ملے گا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروگے تو دنیا میں تمہاری مذمت ہوگی اور آخرت میں شدید عذاب ہوگا۔ عنقریب تم قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو تمہاری خلوت اور جلوت کو جانتا ہے، تمہارے ظاہر و باطن میں سے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، تم دنیا میں جو اچھے برے اعمال کرتے تھے وہ تمہیں بتا دے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں موقوف رکھا گیا ہے یہاں تک کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو جائے، اگر وہ اپنے جرم پر قائم رہے اور توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا اور اگر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 10 تھی۔ ان میں سے 7 نے ندامت و شرمندگی کی وجہ سے خود کو مسجد کے ستونوں سے بندھوا لیا تھا۔ ان کی قبولیت توبہ کا ذکر سابقہ آیات میں ہوا جبکہ بقیہ 3 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے چونکہ ان کی طرح ستونوں سے بندھ کر توبہ اور ندامت کا اظہار نہ کیا تو اس لئے ان کی توبہ کی قبولیت مؤخر کردی گئی۔ ان کی قبولیت توبہ کا ذکر اسی سورت کی آیت 118 میں ہے۔

آیت 107 **شانِ نزول:** ابو عامر راہب جو طویل عرصے تک مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہا، جنگِ حنین میں جب ہوازن کو شکست ہوئی تو مایوس ہو کر ملکِ شام کی طرف بھاگ گیا اور منافقین کو خبر بھیجی کہ قوت و اسلحہ تیار رکھیں اور ایک مسجد بنائیں، میں رومی لشکر لے کر آؤں گا۔ یہ خبر پا کر نیز مسجدِ قبا کو نقصان پہنچانے اور اس کی جماعت میں تفریق ڈالنے کے لئے منافقین نے اس کے قریب ہی ایک مسجد بنائی۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف کے قریب ایک مقام پر ٹھہرے تو منافقین نے آپ سے ان کی مسجد میں تشریف لانے کی درخواست کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ کچھ منافق وہ ہیں جنہوں نے مسجد قبا والوں کو نقصان

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ

گواہی دیتا ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ (اے حبیب!) آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر

اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

رکھی گئی ہے وہ اس کی حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں سے

الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

محبت فرماتا ہے۔ تو کیا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر رکھی وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

ایک گرانے والے کنارے پر رکھی جو گرنے والا ہے پھر وہ عمارت اس (اپنے بانی) کو لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

پہنچانے اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص یعنی ابو عامر کے انتظار کے لئے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ اس آیت سے ان کے فاسد ارادوں کا اظہار کر دیا گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس مسجد کو گرا دیں اور جلا دیں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ **اہم بات:** مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ نیز مسجد کے بہانے بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی جا سکتی ہے لہٰذا ایسی عمارت بھی [illegible] ہے۔ آج بھی جو مسجد دین میں فساد اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے بنائی جائے وہ مسجد ضرار ہے۔

108 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس مسجد یعنی مسجد ضرار میں کبھی نماز نہ پڑھیں۔ البتہ مسجد قبا کہ جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس کی حقدار ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ آیت میں مسجد قبا والوں کے حق میں فرمایا گیا کہ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے، تم وضو اور استنجے کے وقت کیا عمل کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم بڑا استنجا تین ڈھیلوں سے کرتے ہیں، اس کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں۔ دین اسلام نے جہاں انسان کو باطنی نجاست سے پاک کر کے عزت و رفعت عطا کی وہیں ظاہری طہارت، صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعے [illegible]

[illegible] تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔

109 [illegible]

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ع

ان کی تعمیر شدہ عمارت ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد

اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى

کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔ یہ اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ ہے، توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ

بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

نیچے سے کاٹی یا گلی ہوئی زمین پر بنادی جائے پھر وہ زمین عمارت کے ساتھ دریا میں گر جائے۔ ایسے ہی منافقین کی مسجدیں ہیں کہ ان کی مسجد بھی دوزخ میں ہے اور وہ خود بھی۔ **اہم باتیں:** (1) مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہیے۔ (2) برادری یا اپنے نام پر مسجد کا نام اگر ریاکاری اور فخر و تکبر کے اظہار کے لئے رکھا تو حرام ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ لوگوں کو مسجدیں بنانے کی ترغیب ملے یا جو اس کا نام پڑھے وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے تو یہ جائز ہے۔ **درس:** ہر ایک کی میٹھی باتوں اور ظاہری نیکیوں کو دیکھ کر اس کے نیک ہونے کا یقین نہ کر لینا چاہیے، ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔

آیت 110 فرمایا کہ ان منافقوں نے جو عمارت تعمیر کی تھی وہ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی اور اسے گرائے جانے کا صدمہ باقی رہے گا حتی کہ قتل ہو کر یا مر کر، قبر میں یا جہنم میں ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں یعنی ان کے دلوں کا غم و غصہ مرتے دم تک باقی رہے گا۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جب تک ان کے دل اپنے قصور کی ندامت اور افسوس سے پارہ پارہ اور وہ اخلاص کے ساتھ تائب نہ ہوں اس وقت تک وہ اسی رنج و غم میں رہیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 111 **شانِ نزول:** شبِ عقبہ انصار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان پر یہ شرط کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کی: ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ ارشاد فرمایا: جنت۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔ یہ اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ ہے اور یہ وعدہ جس طرح قرآن میں موجود ہے اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی تھا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کوئی نہیں، تو اے مسلمانو! اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے کیونکہ تم نے فنا ہو جانے والی چیز کو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز کے بدلے میں بیچ دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک مثال بیان

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے

وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ

اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کو (جنت کی) خوشخبری سنادو۔ نبی اور

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ

ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہوچکا ہے

اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ

کہ وہ دوزخی ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کرلیا

ہوں اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرمانا جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا۔ یہ کمال عزت افزائی ہے کیونکہ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی اور مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ (2) نعمت ملنے پر خوشی منانا اچھا ہے جیسے اس آیت میں اس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 112 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) جن ایمان والوں کا سابقہ آیت میں ذکر ہوا وہی کفر سے حقیقی توبہ کرنے والے، اسلام کی نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کرنے والے، ایمان معرفت اور اطاعت کا حکم دینے والے، شرک اور گناہوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں یعنی اس کے امر و نہی کی حفاظت کرنے والے ہیں، اے حبیب! ان صفات سے متصف ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری سنادو۔ (2) تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے جو اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں، جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں، نمازوں کے پابند اور ان کو خوبی سے ادا کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اس کے احکام بجالانے والے یہ لوگ جنتی ہیں۔ اے حبیب! مسلمانوں کو خوشخبری سنادو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عہد وفا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جن احکام کا پابند کیا ہے وہ دو اقسام پر مشتمل ہیں: (1) عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ (2) معاملات جیسے خرید و فروخت، نکاح اور طلاق وغیرہ۔ دونوں قسموں میں سے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں بجالانا اور جن سے منع کیا ہے ان سے رک جانا اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت ہے۔ عام الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پورا کرنے والے حدودِ الٰہی کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ درس: اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی اہمیت ہے۔ یہ نہیں کہ ایک میں مگن ہو کر دوسرے سے غافل ہو جائیں۔

آیت 113 **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا حتی کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے تو یہ آیت نازل ہوئی: کہ نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جب ان کے لئے ظاہر ہوچکا کہ وہ شرک پر مرے ہیں۔

آیت 114 **شانِ نزول:** جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ﴾ یعنی عنقریب میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔

اِیَّاہُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗۤ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ تَبَرَّاَ مِنۡہُ ؕ اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ لَاَوَّاہٌ

تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا

حَلِیۡمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوۡمًۢا بَعۡدَ اِذۡ ہَدٰىہُمۡ حَتّٰی یُبَیِّنَ لَہُمۡ

بہت برداشت کرنے والا تھا○ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کردے جب تک انہیں صاف نہ بتا

مَّا یَتَّقُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ

کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے○ بیشک اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتے سنا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔ فرمایا تو مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے؟ اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے لئے دعا نہ کی تھی وہ بھی مشرک تھا۔ بارگاہِ رسالت میں اس واقعہ کا ذکر ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اسلام قبول کرنے کی امید کے ساتھ تھا جس کا آزر آپ سے وعدہ کر چکا تھا اور آپ علیہ السلام آزر سے استغفار کا وعدہ کر چکے تھے۔ جب وہ امید ختم ہو گئی تو آپ علیہ السلام نے اس سے اپنا تعلق ختم کر دیا۔ آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو صفات بیان کی گئی کہ آپ بہت آہ وزاری کرنے والے اور بہت برداشت کرنے والے تھے۔ مقصود یہ ہے کہ جس میں یہ صفات پائی جائیں اس کا قلبی میلان اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے میں بہت شدید ہوتا ہے۔ **اہم بات:** "اَوّاہ" صفت کی خوبی یہ ہے کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ بکثرت دعا کرتا، ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا، کثرت سے تلاوتِ قرآن کرتا، اُخروی ہولناکیوں اور دہشت انگیزیوں کے بارے میں آہ و زاری کرتا، اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے مغفرت طلب کرتا، نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہر کام سے بچتا ہے۔ "حلیم" صفت کی خوبی یہ ہے جس میں یہ صفت پائی جائے وہ اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے پر بھی احسان کرتا، برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتا، کسی سے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا، اگر کسی سے بدلہ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان صفات کے مظہرِ اَتم تھے البتہ مذکورہ وضاحت میں ذکر کی گئی گناہوں کو یاد کر کے مغفرت طلب کرنے کی بات دوسروں کے لئے ہے کیونکہ نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔

آیت 115 **شانِ نزول:** جب مشرکین کے لئے استغفار سے منع کیا گیا تو مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ ہم پہلے جو استغفار کر چکے ہیں کہیں اس پر گرفت نہ ہو، تو انہیں بتا دیا گیا کہ جو چیز ممنوع ہے اور اس سے اجتناب واجب ہے اس پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندوں کی گرفت نہیں فرماتا جب تک کہ اس کی ممانعت کا صاف بیان نہ فرما دے لہٰذا ممانعت سے پہلے اس فعل کے کرنے میں حرج نہیں تھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ **اہم بات:** جس چیز کی شریعت میں ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

آیت 116 ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، جو کچھ ہے سب اس کے مملوک ہیں وہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور مددگار ہے اس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ

وہ زندہ کرتا ہے اور وہ مارتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی ہے اور نہ مددگار○ بیشک اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی نبی پر

وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ

اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل وقت میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے

فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ

ہوجاتے پھر اللہ کی رحمت ان پر متوجہ ہوئی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے○ اور ان تین پر (بھی رحمت ہوئی) جن کا

خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا

معاملہ موقوف کردیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور انہوں نے یقین کرلیا

دشمن سے تمہاری حفاظت کرے اور نہ مددگار ہے جو دشمن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے۔

آیت 117 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نبی پر اور ان مہاجرین و انصار پر متوجہ ہوئی جنہوں نے مشکل وقت یعنی غزوۂ تبوک میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل شدت اور سختی پہنچنے کی وجہ سے حق سے اعراض کر جاتے اور وہ اس شدت و سختی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جدا ہونا گوارا کر لیتے لیکن انہوں نے صبر کیا، ثابت قدم رہے اور جو وسوسہ دل میں گزرا تھا اس پر نادم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کا اخلاص اور توبہ کی سچائی جانتا ہے تو اس نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رحمتِ الٰہی یوں متوجہ ہوئی کہ معصوم ہونے کے باوجود آپ کو بکثرت توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرمائی گئی جو آپ کے بلندیٔ درجات اور مسلمانوں کے لئے تعلیم کا ذریعہ تھی اور مہاجرین و انصار پر یوں متوجہ ہوئی کہ بہت سے معاملات میں انہیں توبہ کی توفیق دی گئی اور اس توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول بھی فرمایا۔ (2) غزوۂ تبوک کو غزوۂ عسرت بھی کہتے ہیں۔

آیت 118 فرمایا: ان تین پر بھی رحمت ہوئی جن کا معاملہ موقوف کر دیا گیا تھا۔ یہ تین صحابۂ کرام حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر ان سے جہاد میں حاضر نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی اور فرمایا: ٹھہرو! جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی فیصلہ فرمائے نیز مسلمانوں کو ان کے ساتھ ملنے جلنے اور کلام کرنے سے منع فرما دیا۔ اس پر ان کے رشتہ داروں اور دوستوں تک نے ان سے کلام ترک کر دیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ انہیں کوئی پہچانتا ہی نہیں۔ اس حال پر انہیں 50 روز گزرے حتی کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی، ہر وقت پریشانی، رنج و غم اور بے چینی میں مبتلا رہتے تھے اور رنج و غم کی شدت کی وجہ سے اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کے لئے اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ آئندہ توبہ کرنے

أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ

کہ اللہ کی ناراضگی سے (بچنے کیلئے) اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ تائب رہیں۔ بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ع ١٤

مہربان ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ ○ اہل مدینہ اور ان کے ارد گرد رہنے والے

وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ

دیہاتیوں کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ اُن کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو

عَن نَّفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ

عزیز سمجھیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ کے راستے میں انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ

لَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ

دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور جو کچھ دشمن سے حاصل کرتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔

والے ہی رہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

آیت 119 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ جو ایمان میں سچے ہیں، مخلص ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہاں صادقین سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مہاجرین مراد ہیں اور تیسرے قول کے مطابق اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی نیتیں سچی رہیں، دل اور اعمال سیدھے رہے اور وہ اخلاص کے ساتھ غزوۂ تبوک میں حاضر ہوئے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا ہے، اس سے اُن کے قول کو قبول کرنا لازم آتا ہے۔ ورنہ اس آیت سے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ہونے کی ایک صورت ان کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے ان کی سیرت و کردار اور اچھے اعمال دیکھ کر خود بھی گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی، دل کی سختی ختم ہوتی اور اس میں رِقّت و نرمی پیدا ہوتی ہے۔

آیت 120 فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بذاتِ خود جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو اہل مدینہ اور ان کے ارد گرد رہنے والے دیہاتیوں میں کسی کے لئے جائز نہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہیں اور جہاد میں حاضر نہ ہوں اور نہ یہ جائز تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو عزیز سمجھیں بلکہ انہیں حکم تھا کہ شدت و تکلیف میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ یہ ممانعت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہیں جو پیاس، تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور جو کچھ دشمن کو قید یا قتل یا زخمی کر کے یا شکست دے کر حاصل کرتے

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا○ اور جو کچھ تھوڑا اور زیادہ وہ خرچ کرتے ہیں

وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾

اور جو وادی وہ طے کرتے ہیں سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے بہتر کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے○

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکل جائیں تو ان میں ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکل جاتی

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ يَا أَيُّهَا

تاکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب اِن کی طرف واپس آئیں تو وہ انہیں ڈرائیں تاکہ یہ ڈر جائیں○ اے

یہ سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اجر ضائع نہیں فرماتا جنہوں نے اچھے عمل کیے۔ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بلکہ انہیں ان کے نیک اعمال کی جزا عطا فرماتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں اہلِ مدینہ سے مدینہ طیبہ میں رہنے والے مراد ہیں خواہ مہاجرین ہوں یا انصار اور اعراب سے قرب و جوار کے تمام دیہاتی مراد ہیں۔ (2) جس شخص نے اطاعتِ الٰہی کا ارادہ کیا تو اس مقصد سے اس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب نیکیاں ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کیا تو اس مقصد سے اس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب گناہ ہیں۔ (3) آیت میں جہاد کرنے اور راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنے کا ذکر ہوا۔

آیت 121 فرمایا کہ وہ جو کچھ تھوڑا مثلاً ایک کھجور یا زیادہ خرچ کرتے ہیں اور اپنے سفر میں آنے جانے کے دوران جو وادی طے کرتے ہیں تو ان کا راہِ خدا میں خرچ کرنا اور وادیاں عبور کرنا سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے۔ **فضیلت:** جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لئے 700 گنا لکھا جاتا ہے۔

آیت 122 فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے سب مسلمانوں کا اپنے وطن سے نکل جانا درست نہیں کہ اس طرح شدید حرج ہوگا، تو ہر قبیلہ کی جماعت سے ایک چھوٹی جماعت جس کا نکلنا انہیں کافی ہو کیوں نہیں نکل جاتی تاکہ وہ دین میں فقاہت حاصل کریں، اور واپس آکر اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کریں تاکہ ان کی قوم کے لوگ اس چیز سے بچیں جس سے بچنا انہیں ضروری ہے۔ **اہم باتیں:** (1) علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزیں بندے پر فرض و واجب ہیں اور جو ممنوع و حرام ہیں اور اسے درپیش ہیں ان کا علم فرضِ عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ۔ (2) علم حاصل کرنے کے لئے سفر کی ضرورت پڑے تو سفر کیا جائے۔

آیت 123 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں ایسے ہی درجہ بدرجہ، اور وہ تم میں جرأت و بہادری، صبر، قتل اور قید وغیرہ ہر قسم کی سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا

ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ ع

اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ○ اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو ان (منافقین) میں سے کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس سورت نے تم میں کس کے

هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ تو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں ○ اور جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ

دلوں میں مرض ہے تو ان کی ناپاکی پر مزید ناپاکی کا اضافہ کردیا اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے ○ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے

اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر (بھی) نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت مانتے ہیں ○

پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جب جنگ کی شرعی اجازت متحقق ہو جائے تو اس کی ابتدا قریب میں رہنے والے کفار سے کی جائے پھر ان کے بعد جو قریب ہوں حتی کہ مسلمان مجاہدین دور کی آبادیوں میں رہنے والے کفار تک پہنچ جائیں۔ (2) جو کفار اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں ان سے سختی کے ساتھ نمٹنے کا حکم ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہر وقت سختی ہی کرتے رہیں۔

آیت 124 ارشاد فرمایا: جب قرآنِ پاک کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو منافقین آپس میں مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں: اس سورت نے تم میں کس کے ایمان یعنی تصدیق اور یقین میں اضافہ کیا ہے؟ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو ایمان والے ہیں ان کی تصدیق، یقین میں اس نے اضافہ کیا ہے اور جب قرآن میں سے ایک کے بعد دوسری چیز اترتی ہے تو مومن خوشیاں مناتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آخرت میں ان کا ثواب اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

آیت 125 فرمایا کہ جن کے دلوں میں شک اور نفاق کا مرض ہے تو قرآن کی سورت کے نزول سے ان کے کفر پر مزید کفر چڑھ گیا کہ انہوں نے جب بھی کسی سورت کے نزول کا انکار کیا یا اس کا مذاق اڑایا تو ان کے پہلے کفر کے ساتھ مزید کفر بڑھ گیا، وہ منافقین اپنے کفر پر قائم رہے یہاں تک کہ حالتِ کفر میں مر گئے۔

آیت 126 ارشاد فرمایا: کیا منافقین دیکھتے نہیں کہ ہر سال انہیں ایک یا دو مرتبہ بیماریوں، مصیبتوں اور قحط سالیوں وغیرہ سے آزمایا جاتا ہے پھر بھی وہ اپنے نفاق اور عہد شکنی سے توبہ کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی سچائی دیکھ کر نصیحت مانتے ہیں۔ **درس:** مومن ہر مصیبت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا اور اسے اپنے گناہ کا نتیجہ یا آزمائش سمجھتا ہے جبکہ کافر کی نگاہ صرف موسم کی خرابیوں اور دنیاوی اسباب پر ہوتی ہے۔

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْاؕ
اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا پھر پلٹ جاتے ہیں
صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
اللہ نے ان کے دل پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں ○ بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ
مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں ○ پھر اگر
تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾ ع ٥
وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے ○

آیت 127 ارشاد فرمایا: جب کوئی ایسی سورت نازل کی جاتی ہے جس میں منافقین کو زجر و توبیخ اور ان کے نفاق کا بیان ہو تو وہ وہاں سے بھاگنے کے لیے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں اور آنکھوں کے اشارے سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنی جگہ سے اٹھتے ہو تو کوئی مسلمان تمہیں دیکھ تو نہیں رہا، اگر دیکھ رہا ہو تو بیٹھ گئے ورنہ نکل جاتے ہیں پھر اس نازل ہونے والی سورت کے سبب ایمان سے پھر کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایمان سے پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ قوم سمجھتی ہی نہیں۔

آیت 128 فرمایا کہ اے اہلِ عرب! بے شک تمہارے پاس تم میں سے عظیم رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ وہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم اُن کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تقدس اور اَخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت بھاری گزرتا ہے اور مشقتوں کو دور کرنے میں سب سے اہم عذابِ الٰہی کی مشقت کو دور کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی مشقت کو دور کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں تمہیں بھلائیاں پہنچانے پر حریص، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قراءت میں ﴿اَنْفَسِكُمْ﴾ کی فا پر زبر ہے، اس کا معنی ہے کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل ہیں۔ (2) یہاں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری یعنی میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ معلوم ہوا کہ محفلِ میلاد کی اصل قرآن سے ثابت ہے۔ (3) آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کمال تکریم ہے۔ آپ دنیا میں بھی رؤف و رحیم ہیں اور آخرت میں بھی۔

آیت 129 فرمایا کہ پھر اگر کفار و منافقین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے اعراض کریں اور آپ سے جنگ کا اعلان کریں تو اے حبیب! تم فرمادو کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمہارے خلاف میری مدد فرمائے گا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ **وظیفہ:** حدیث پاک میں ہے: جس نے صبح و شام سات مرتبہ یہ پڑھا "حَسْبِيَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ" اللہ تعالیٰ اس کے اہم کاموں میں اسے کافی ہو گا۔ (ابو داؤد، حدیث: 5081)

١٠ سُورَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ ٥١

اٰيَاتُهَا ١٠٩ — رُكُوعَاتُهَا ١١

سورۂ یونس مکیہ ہے اس میں ایک سو نو آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ

الٓر، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف یہ وحی بھیجی

اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ

کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ کافروں نے کہا

سورۂ یونس کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے البتہ تین آیتیں "فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ" سے لے کر "لَا یُؤْمِنُوْنَ" تک مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس میں 11 رکوع اور اس سورت کی آیت 98 میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بیان ہوا ہے اس مناسبت سے اس کا نام "یونس" رکھا گیا۔ **سورۂ یونس کے بارے میں حدیث:** ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے قرآن سکھا دیجئے۔ ارشاد فرمایا: الٓر (سے شروع ہونے) والی تین سورتیں پڑھ لو۔ (ابوداود، حدیث: 1399) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں قرآنِ مجید پر ایمان لانے کی دعوت، مشرکین کے عقائد کا بیان، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا رد، اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت پر دلالت کرنے والے آثار، کفار کو قرآنِ پاک جیسی ایک سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج، کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات، شریعت پر عمل کرنے میں خود انسانوں کی بہتری ہونے کا بیان نیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓر"۔ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! یہ آیات حکمت والی کتاب قرآن کی آیات ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا۔

آیت 2 **شانِ نزول:** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رسالت کا اظہار کیا تو اہلِ عرب میں سے بعض کفار نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا: کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف یہ وحی بھیجی کہ کافروں کو عذاب کا ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کی بارگاہ میں بہترین مقام یا جنت میں بلند مرتبہ یا دنیا میں نیک اعمال کی توفیق یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت ہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات دیکھ کر کافروں کو یقین ہوا کہ یہ بشر کی قدرت سے بالاتر ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو گر ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ

تمہارا رب ہے تو تم اس کی عبادت کرو تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ بیشک وہ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ

پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر فنا کرنے کے بعد دوبارہ بنائے گا تاکہ ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے

{3} سابقہ آیت میں وحی، بعثت اور رسالت پر کفار کے تعجب کا بیان ہوا یہاں ان کے اس تعجب کو ختم کیا جا رہا ہے، فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور دنیا کے چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا تو اس خالق و مالک کا تمہاری طرف رسول بھیجنا جو تمہیں نیک اعمال پر بشارت دے اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرائے کوئی بعید نہیں۔ آیت میں مزید فرمایا: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ تمام مخلوق کے امور کی اپنی حکمت کے مطابق تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہو سکتا ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہوں گے جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے جس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا اور کاموں کی تدبیر فرماتا ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں اور وہی عبادت کے لائق ہے تو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم سمجھتے نہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ ایک لمحے سے بھی کم مدت میں زمین و آسمان پیدا فرمانے پر قادر ہے لیکن اپنی حکمت کے مطابق چھ دن کی مقدار میں پیدا فرمایا، اس میں بندوں کے لئے تعلیم ہے کہ جلد بازی سے بچیں۔

{4} ارشاد فرمایا: اے لوگو! قیامت کے دن تم سب کو اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ منکرین قیامت کے رد میں، دلیل قائم فرمائی کہ بیشک اللہ تعالیٰ پہلی بار بھی زندگی دیتا ہے، اعضائے مرکبہ کو پیدا کر کے ترکیب دیتا ہے تو موت کے ساتھ اعضا کے منتشر ہو جانے کے بعد انہیں دوبارہ ترکیب دینا، اور اسی جان کو جو اس بدن سے متعلق تھی بدن کی درستی کے بعد پھر اس سے متعلق کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے اور اس دوبارہ پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے یعنی ان کے ثواب میں کمی نہ کی جائے گی یا مراد یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں انصاف کیا کہ جن باتوں کا انہیں حکم دیا گیا ان پر عمل کیا اور جن سے روکا گیا اس سے باز رہے انہیں اس کا بدلہ دے اور کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے شدید گرم پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ

اور کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے شدید گرم پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے○ وہی ہے جس نے سورج کو

الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ

روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اللہ نے

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ

یہ سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے○ بیشک رات اور دن کی تبدیلی میں

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝۶ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا

اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں ڈرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ بیشک وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے

وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ

اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہو گئے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں○ ان لوگوں کا ٹھکانا

آیت 5 فرمایا کہ وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں۔ ان منزلوں کو مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تم سالوں کی گنتی اور مہینوں، دنوں اور ساعتوں کا حساب جان لو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا نظام بیکار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ اس سے اس کی قدرت و وحدانیت کے دلائل ظاہر ہوں اور اللہ تعالیٰ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان میں غور کر کے نفع اٹھائیں۔ **اہم باتیں:** (1) ضیاء سے مراد ذاتی روشنی اور نور سے مراد دوسرے سے حاصل کی ہوئی روشنی ہے۔ جب اس روشنی کا تعلق سورج سے ہو تو اسے ضیاء اور چاند سے ہو تو اسے نور کہتے ہیں۔ (2) چاند کی 28 منزلیں ہیں اور یہ 12 برجوں میں تقسیم ہیں۔ (3) ریاضی، ہیئت، فلکیات وغیرہ بڑے مفید علم ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہوتی ہے۔ حسن نیت کے ساتھ ان علوم کا سیکھنا ثواب کا کام ہے۔

آیت 6 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دن رات کے اختلاف سے وحدانیت پر دلیل قائم فرمائی۔ ارشاد فرمایا: بیشک دن اور رات کے آنے جانے، کم زیادہ ہونے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا فرمایا جیسے فرشتے، سورج، چاند، ستارے اور جو کچھ زمین میں پیدا فرمایا جیسے حیوان، پہاڑ، دریا، نہریں اور درخت ان سب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر نشانیاں موجود ہیں۔ **اہم بات:** آیت میں فرمایا کہ متقیوں کے لیے ان چیزوں میں نشانیاں ہیں چونکہ ان چیزوں میں غور کر کے ایمان و عرفان صرف خوف خدا رکھنے والوں کو میسر ہوتا ہے اس لئے انہی کا ذکر فرمایا، جبکہ بہت سے کافر یہ چیزیں دیکھ کر سرکش ہو جاتے ہیں۔

آیت 8،7 یہاں ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتے، فرمایا گیا: بیشک وہ لوگ جو بروز قیامت ہم سے ملنے کا خوف نہیں رکھتے اور ثواب و عذاب کو جھٹلا رہے ہیں یا یہ معنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طمع نہیں رکھتے، آخرت کے

النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ
ان کے اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے ○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب
بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٩﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ
ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ (وہ) نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ○ ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تو پاک
اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾
ہے اور جنت میں ان کی ملاقات کا پہلا بول "سلام" ہوگا اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○
وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ
اور اگر اللہ لوگوں پر عذاب اسی طرح جلدی بھیج دیتا جس طرح وہ بھلائی جلدی طلب کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جاتی

مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہو گئے ہیں، ان کا یہ قلبی اطمینان دنیا اور اس کی لذتوں کی طرف میلان کی وجہ سے ہے اس لئے ان کے دلوں سے ڈر اور خوف نکل گیا۔ اور فرمایا کہ وہ جو ہماری آیتوں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں ان لوگوں کا ٹھکانہ ان کے کفر، تکذیب اور خبیث اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے۔ درس: آیت میں کفار کے عقیدے کے اعتبار سے یہ احوال بیان فرمائے گئے لیکن عملی طور پر مسلمان بھی ان میں سے بہت سی چیزوں میں ملوث ہیں جیسے دلوں سے قیامت کے حساب کتاب اور عذاب الٰہی کا خوف نکل جانا، دنیا کی زندگی کو ہی پسند کرنا، اسی کے لیے کوشش کرنا اور اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا، قرآن اور احکاماتِ الٰہیہ سے غفلت، دلوں کا سخت ہونا، شدید وعیدیں سن کر بھی گناہوں سے باز نہ آنا یہ سب چیزیں ہمارے اندر اس آیت کی روشنی میں افعالِ کفار کا عکس نہیں دکھا رہیں تو اور کیا ہے؟

آیت 9 ﴾ فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ اہم بات: مومنین کی جنت کی طرف رہنمائی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگی۔ وہ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ رہیں گے، ان کے محلات کے نیچے دودھ، شہد، شراب طہور اور خالص پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔

آیت 10 ﴾ ارشاد فرمایا: ان کی دعا جنت میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تو پاک ہے اور یہ ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم سلام سے کریں گے یا ملائکہ انہیں بطورِ تحیت سلام عرض کریں گے یا ملائکہ رب کی طرف سے ان کے پاس سلام لائیں گے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اہل جنت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس میں مشغول رہیں گے۔ (2) بوقتِ ملاقات سلام کرنا اور بوقتِ رخصت حمدِ الٰہی کرنا جنتی لوگوں کا مشغلہ ہے۔ ان کے کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تنزیہ سے اور اختتام اس کی حمد و ثنا پر ہوگا اور اس کے دوران جو چاہیں گے آپس میں کلام کریں گے۔

آیت 11 ﴾ شانِ نزول: نضر بن حارث نے کہا تھا: یارب! یہ دینِ اسلام اگر تیرے نزدیک حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا۔

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ
تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ○ اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی
الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ
ہے تو لیٹے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت میں) ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو یوں چل دیتا ہے گویا
لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا
کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنا دیئے گئے ○ اور بیشک ہم نے
الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا
تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے اور وہ ایسے تھے ہی نہیں

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ لوگوں کی بد دعائیں جیسے وہ غصے میں اپنے اور اپنے اہل و اولاد اور مال کے لئے کر لیتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جلدی قبول کر لیتا جیسی جلدی وہ دعائے خیر کے قبول ہونے میں چاہتے ہیں تو وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دعائے خیر قبول فرمانے میں جلدی کرتا ہے دعائے بد کے قبول میں نہیں، یہ اس کی رحمت ہے۔ مزید فرمایا تو جو لوگ ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان نہیں لاتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) تمام دعائیں قبول نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ہم کبھی برائی کو بھلائی سمجھ لیتے ہیں۔ (2) غصہ میں خود کو یا اپنے بال بچوں کو کوسنا نہیں چاہیے، ہر وقت رب تعالیٰ سے خیر ہی مانگنی چاہیے نہ معلوم کون سی گھڑی قبولیت کی ہو۔

آیت 12 فرمایا کہ کافر کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے، کھڑے ہر حال میں ہم سے دعا کرتا ہے اور جب تک اس کی تکلیف زائل نہ ہو دعا میں مشغول رہتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ ہم سے منہ موڑ کر اپنے پہلے طریقہ پر چل دیتا ہے اور وہی کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اور تکلیف کے وقت کو بھول جاتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ کافروں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنا دیئے گئے۔ **درس:** اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ انسان مصیبت کے وقت بہت بے صبرا اور راحت کے وقت نہایت ناشکرا، جب تکلیف پہنچتی ہے تو ہر حال میں دعا کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دے تو شکر ادا کرنے کے بجائے سابقہ حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ یہ حال غافل کا ہے۔ عقل مند مومن کا حال اس کے خلاف ہے، وہ مصیبت و بلا پر صبر اور راحت و آسائش میں شکر کرتا ہے اور تکلیف و راحت کے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور دعا کرتا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! تم سے پہلی قوموں نے جب شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے جو ان کے صدق کی بہت واضح دلیلیں تھیں لیکن انہوں نے نہ مانا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق نہ کی اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ رسولوں پر ایمان لاتے اور رسول جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے تھے اس کی تصدیق کرتے تو جس طرح رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہم نے ان گزری ہوئی قوموں کو ہلاک کر دیا اسی طرح اے مشرکو!

يُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
کر ایمان لاتے۔ ہم یونہی مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں ۝ پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا
لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ
تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟ ۝ اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہم سے ملاقات کی امید نہ رکھنے والے
لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ
کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا اسے تبدیل کر دو۔ تم فرماؤ: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے تبدیل کر دوں۔
اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ
میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ۝ تم فرماؤ:
لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ
اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ وہ تمہیں اس سے خبردار کرتا تو بیشک میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں

میں اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرنے پر تمہیں بھی ہلاک کر دوں گا۔

آیت 14 یہاں اہلِ مکہ سے خطاب ہے، کہ اے لوگو! گزشتہ امتیں جنہیں ہلاک کر دیا گیا ہم نے تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم تمہارے اعمال کا امتحان لیں کہ تم اچھے یا برے کیسے عمل کرتے ہو اور تمہارے اعمال کے مطابق تم سے معاملہ فرمائیں۔

آیت 15 شانِ نزول: کچھ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو ایسا قرآن لائیے جس میں لات، عزیٰ، منات وغیرہ بتوں کی عبادت چھوڑنے کا حکم اور ان کی برائی نہ ہو یا اسی قرآن کو بدل کر ہماری مرضی کے مطابق کر دیجئے۔ انہوں نے تمسخر و استہزا یا تجربہ و امتحان کے لئے ایسا کہا تھا کہ اگر یہ دوسرا قرآن بنا لائیں یا اس کو بدل دیں تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن کلامِ ربانی نہیں۔ فرمایا گیا کہ اے حبیب! جب ان مشرکین کے سامنے ہماری روشن آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو ہماری وحدانیت اور آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں تو یہ قیامت کے منکرین جو ہمارے عذاب کا خوف اور ثواب کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا اسے تبدیل کر دو۔ اے حبیب! ان سے فرما دیں کہ میرے لئے حلال نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کروں۔ میں تو کمی زیادتی اور تبدیلی کے بغیر صرف اسی کا تابع ہوں جو اللہ تعالیٰ میری طرف وحی فرماتا ہے۔ اگر میں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی تبدیلی کر کے اس کی نافرمانی کی تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے نیز دوسرا قرآن بنانا انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ انسان کا اس سے عاجز ہونا اچھی طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ اہم بات: کفار کے ساتھ اسلام کی قطعی چیزوں میں سے کسی چیز پر معاہدہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی خوشی کے لئے اسلام کی کوئی قطعی چیز چھوڑ دیں جیسے سود کی اجازت دے دیں یا پردے کو ختم کر دیں۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں جنہوں نے قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

تو کیا تمہیں عقل نہیں؟ ○ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ بیشک مجرم فلاح نہیں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ

پائیں گے ○ اور (یہ مشرک) اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں کوئی نقصان دے سکے اور نہ نفع دے سکے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ

(بت) اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔ وہ ان کے

چاہتا تو مجھ پر نہ یہ قرآن نازل کیا جاتا نہ میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت کرتا اور نہ تمہیں خبردار کیا جاتا لہٰذا اس کی تلاوت محض اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے نیز میں قرآن کے نازل ہونے سے پہلے تم میں 40 سال کا عرصہ گزار چکا ہوں اور اس زمانے میں تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں لایا، تم نے میرے احوال کا خوب مشاہدہ کیا ہے میں نے کسی سے ایک حرف نہیں پڑھا، اس کے باوجود یہ عظیم کتاب لایا ہوں، اس کتاب میں نفیس علوم، اصول وفروع کا بیان، احکام و آداب میں مکارم اخلاق کی تعلیم اور غیبی خبریں ہیں، اس کی فصاحت و بلاغت نے فصیح و بلیغ افراد کو عاجز کر دیا ہے، کہ ایسا کلام وحیِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مخلوق کو قدرت نہیں کہ اس کی مثل بنا سکے۔

آیت 17 مشرکین نے کہا تھا کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے اور آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یعنی بفرضِ محال اگر میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہوتا تو آپ سب سے بڑے ظالم قرار پاتے لیکن جب دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے تو اب جو مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے اور لوگوں میں سب سے بڑے ظالم ہیں۔ بیشک مشرکین فلاح نہیں پائیں گے۔

آیت 18 آیت میں پہلے بتوں کی عبادت کرنے کا رد فرمایا کہ یہ مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ نہ اپنے نافرمان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنے عبادت گزار کو نفع دے سکتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں، نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے جبکہ عبادت تعظیم کی سب سے اعلیٰ قسم ہے تو اس کا مستحق وہی ہے جو نفع و نقصان پہنچانے، زندگی اور موت دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر فرمایا: مشرکین کہتے ہیں کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ بتوں کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفیع ہونے کی تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔

اہم بات: مشرکین شفاعت کے چکر میں بتوں کی عبادت کرتے تھے اور یہ دونوں چیزیں ہی غلط تھیں۔ ایک تو شرک اور دوسرا بتوں کو شفیع ماننا جنہیں کوئی اختیار نہیں۔ مسلمانوں کا معاملہ بالکل جدا ہے کہ مسلمان انبیاء علیہم السلام اور اولیاء و صالحین علیہم الرحمۃ کو اپنا شفیع مانتے ہیں لیکن ان کی عبادت نہیں کرتے، انہیں خدا نے شفاعت کی اجازت بھی دی ہے۔

وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْاؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
اور بلند و بالا ہے○ اور سب لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہو گئے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ
مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ
ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا○ اور کہتے ہیں: اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی
مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْاۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَاۤ اَذَقْنَا
کیوں نہیں اترتی؟ تم فرماؤ: غیب تو صرف اللہ کے لیے ہے، تو تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں○ اور جب ہم لوگوں کو

ع

آیت 19 فرمایا کہ سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے وقت تک حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذُرِّیَّت ایک ہی دین پر تھے، اس کے بعد ان میں اختلاف ہو گیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ لوگ ایک مرتبہ پیدائش کے وقت فطرتِ سلیمہ پر تھے پھر ان میں اختلافات ہوئے۔ بظاہر پہلا قول ہی درست ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی کہ کفار کو مہلت دی جائے گی اور ہر امت کے لئے ایک میعاد مُعَیَّن نہ کر دی گئی ہوتی یا اعمال کی جزا قیامت تک مُؤخّر نہ فرمائی گئی ہوتی تو دنیا میں ہی ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا نُزولِ عذاب سے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ **اہم بات:** اس مذہبی اختلاف کی ابتدا سے متعلق کئی اقوال ہیں: (1) حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک لوگ ایک دین پر رہے پھر ان میں اختلاف ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام ان کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ (2) حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی سے اترنے کے وقت سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے۔ (3) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے سب لوگ ایک دین پر تھے یہاں تک کہ عَمرو بن لُحَی نے دین میں تبدیلی کی، اس قول کے مطابق "اَلنَّاس" سے مراد خاص عرب ہوں گے۔

آیت 20 فرمایا کہ اہلِ باطل کا طریقہ ہے کہ جب ان کے خلاف مضبوط دلیل قائم ہوتی ہے اور وہ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس دلیل کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ گویا وہ پیش ہی نہیں ہوئی اور یوں کہتے ہیں کہ دلیل لاؤ، تاکہ سننے والے اس مغالطہ میں پڑ جائیں کہ ان کے مقابلے میں اب تک کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔ اسی طرح کفار نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات بالخصوص قرآن کریم جو عظیم معجزہ ہے، کیونکہ آپ انہی لوگوں میں پیدا ہوئے، ان کے درمیان پلے بڑھے، آپ کے تمام زمانے ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ کسی استاد کی شاگردی کی، یکبارگی قرآن کریم آپ پر ظاہر ہوا اور ایسی بے مثال اعلیٰ ترین کتاب کا ایسی شان کے ساتھ نزول بغیر وحی کے ممکن نہیں، یہ قرآن کریم کے معجزۂ قاہرہ ہونے کی دلیل ہے اور جب ایسی مضبوط دلیل قائم ہے تو اثباتِ نبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا طلب کرنا قطعاً غیر ضروری ہے، ان حالات میں اس نشانی کا نازل کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، چاہے کرے، چاہے نہ کرے، تو یہ امر غیب ہوا، لہٰذا اپنی مطلوبہ نشانی اترنے کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

آیت 21 کفار کے قول کہ "اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے کوئی خاص نشانی کیوں نہیں اترتی" یہاں اس کا ایک اور جواب دیا گیا

النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ

انہیں تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے۔ تم فرماؤ، اللہ سب سے جلد

مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ

خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر و فریب کو لکھ رہے ہیں ۝ وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے

حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ (کشتیاں) خوشگوار ہوا کے ساتھ انہیں لے کر چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان پر شدید

عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ

آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے لہریں ان پر آتی ہیں اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے

ہے۔ اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ نے سات سال قحط میں مبتلا رکھا پھر ان پر رحم فرمایا، بارش ہوئی، زمینیں سرسبز ہوئیں، اس تکلیف و راحت دونوں میں قدرت کی نشانیاں تھیں اور تکلیف کے بعد راحت بڑی عظیم نعمت تھی، اس پر شکر لازم تھا مگر انہوں نے اس سے نصیحت حاصل نہ کی اور فساد و کفر کی طرف پلٹ گئے۔ اسی کے متعلق آیت میں فرمایا گیا کہ جب ہم کفارِ مکہ کو تکلیف کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد سزا دینے والا ہے اور ان کی سازشوں کی گرفت پر بہت زیادہ قادر ہے اور اس کا عذاب دیر نہیں کرتا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر و فریب کو لکھ رہے ہیں، تمہاری خفیہ تدبیریں کاتبِ اعمال فرشتوں پر بھی مخفی نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ علیم و خبیر سے کیسے چھپ سکتی ہیں۔ **اہم بات:** کراماً کاتبین اعمال کفار پر بھی مقرر ہیں جو ان کے ہر قول و عمل کو لکھتے ہیں۔

آیت 22 سابقہ آیت میں بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ دیتا ہے تو اسی وقت ان کا کام اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے، یہاں اس کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ آیت میں پہلے بیان فرمایا کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا اور تمہیں مسافت طے کرنے کی قدرت دیتا ہے، خشکی میں تم پیادہ اور سوار منزلیں طے کرتے ہو اور دریاؤں میں کشتیوں اور جہازوں سے سفر کرتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا: یہاں تک کہ جب تم کشتی میں محوِ سفر ہوتے ہو اور وہ کشتیاں خوش گوار ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ اس بات پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ ہوا ان کے موافق ہے پھر اچانک ان پر شدید آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے سمندر کی طوفانی لہریں اٹھتی ہیں تو وہ گرداب میں پھنس جاتے ہیں، اس وقت انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو جاتا ہے، سخت خوف اور شدید مایوسی کا عالم ہوتا ہے، اب تک جن باطل معبودوں کی عبادت کرتے رہے تھے ان کی بے چارگی بالکل عیاں ہو جاتی ہے اور تمام مخلوق سے امیدیں ختم ہو جاتی ہیں تو مشرکین اپنے جسم و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور اسی سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں اس طوفان سے نجات دیدے تو ہم ضرور تجھ پر ایمان لا کر اور خاص تیری

لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ أَنْجٰىهُمْ إِذَا هُمْ

پکارنے لگتے ہیں (اے اللہ!) اگر تو ہمیں اس (طوفان) سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزار ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ انہیں بچالیتا ہے تو اس وقت

يَبْغُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ

وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی صرف تمہارے ہی خلاف ہے۔ دنیا کی زندگی سے فائدہ

الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اٹھالو پھر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے تو اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم کیا کرتے تھے ○ دنیا کی زندگی کی مثال

كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۗ

تو اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی ہو کر نکلیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں

حَتّٰىٓ إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑلی اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ (اب) وہ اس فصل پر قادر ہیں

عبادت کرکے تیری نعمتوں کے شکر گزار ہو جائیں گے۔

آیت 23 فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ طوفان کی موجوں میں پھنسے ہوؤں اور اپنی ہلاکت کو یقینی جاننے والوں کو اس مصیبت سے بچالیتا ہے تو اس وقت وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے اور وعدہ خلافی کرکے کفر و معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! تمہاری زیادتی کا وبال تمہاری طرف ہی لوٹے گا، اللہ تعالیٰ کا اس میں کچھ نقصان نہیں۔ تم دنیا کی زندگی سے تھوڑا عرصہ فائدہ اٹھالو پھر تمہیں مرنے کے بعد ہماری طرف ہی لوٹنا ہے اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم اچھے برے اعمال کیا کرتے تھے۔ ورنہ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوش حالی میں بھول جانا حقیقت میں کافروں کا طریقہ ہے۔ افسوس! آج کل مسلمان بھی عملی طور پر اس میں مبتلا ہیں۔

آیت 24 یہاں اس شخص کی مثال بیان ہوئی ہے جو دنیا کی لذتوں میں گم ہو کر آخرت سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا گیا کہ دنیا کی زندگی کی مثال تو اس پانی جیسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کی پیداوار بہت گھنی ہو گئیں کیونکہ جب بارش ہوتی ہے تو اس کے سبب زمین سے رنگ برنگے پھول، خوبصورت بیلیں، خوش ذائقہ پھل اور طرح طرح کی اجناس پیدا ہوتی ہیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں حتی کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑلی، خوب آراستہ ہو گئی، باغات اور کھیتوں کا مالک پھلوں سے لدے درختوں اور ہری بھری لہلہاتی فصلوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور اس پیداوار سے فوائد حاصل کرنے سے متعلق بڑے بڑے منصوبے بنانے لگا، اسی حالت میں اللہ تعالیٰ دن یا رات میں ان پُرکشش باغوں اور کھیتوں پر ژالہ باری، آندھی یا طوفان وغیرہ کوئی بڑی آفت نازل فرمادیتا ہے جس سے باغات اور فصلیں ایسے تباہ ہو جاتے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں اور ان کا مالک شدید غم میں مبتلا ہو کر بس ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے تمہارے سامنے دُنیوی زندگی کی مثال اور حکم بیان فرمایا اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کے لئے تفصیل سے

أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ

تو رات یا دن کے وقت ہمارا حکم آیا تو ہم نے اسے ایسی کٹی ہوئی کھیتی کردیا گویا وہ کل وہاں پر موجود ہی نہ تھی۔ ہم غور کرنے والوں کیلئے اسی طرح

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ

تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں○ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ

ہدایت دیتا ہے○ بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا

یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ اور جنہوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَّا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ

اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا

اپنے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ نفع حاصل کریں، شک وہم کی ظلمتوں سے نجات پائیں اور دنیا کی بے ثباتی سے باخبر ہوں۔

آیت 25 دنیا کی بے ثباتی بیان فرمانے کے بعد باقی رہنے والے گھر جنت کی دعوت دی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اس گھر کی طرف بلاتا ہے جس میں ہر قسم کی تکلیف اور مصیبت سے سلامتی ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دارُ السَّلام سے مراد جنت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت اور کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو جنت کی دعوت دی۔

آیت 26 فرمایا کہ بھلائی کرنے والوں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے جنت ہے اور اس سے بھی زیادہ یعنی دیدارِ الٰہی ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اہم بات: احادیث سے ثابت ہے کہ اس آیت میں زیادت سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے: جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں۔ وہ عرض کریں گے: یارب! کیا تونے ہمارے چہرے سفید نہیں کئے، کیا تونے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا، کیا تونے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی۔ پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا تو دیدارِ الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (مسلم، حدیث: 449-450)

آیت 27 اب یہاں سے کفار کے چار اخروی احوال بیان ہو رہے ہیں، فرمایا گیا کہ جنہوں نے برائیاں کمائیں یعنی کفر اور دوسرے گناہ کئے تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی سے بچانے والا کوئی

مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ

ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے:

لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَاۗؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاۗؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ

تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تو ہم انہیں مسلمانوں سے جدا کر دیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے: تم ہماری

اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿٢٩﴾

عبادت کرتے ہی نہیں تھے ○ تو ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ بیشک ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے ○

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ

وہاں ہر آدمی اپنے سابقہ اعمال کو جانچ لے گا اور انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا سچا مولیٰ ہے اور ان کے سارے گھڑے ہوئے (شریک)

نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اہم باتیں: (1) نیکی اور گناہ میں فرق ہے۔ نیکی کا ثواب ایک سے لے کر 700 گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھایا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور گناہ کی سزا اتنی ہی دی جاتی ہے جتنا گناہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ (2) بروزِ قیامت مومن وکافر چہروں ہی سے معلوم ہو جائیں گے البتہ کئی مسلمان بھی اپنے عذاب کی علامات لئے ہوئے ہوں گے جیسے پیشہ ور بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہوگا، بیویوں میں انصاف نہ کرنے والے کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہوگی۔

آیت 28،29 ان دو آیات میں فرمایا کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو اٹھائے گا اور حساب کی جگہ اکٹھا فرمائے گا، پھر مشرکوں سے فرمائے گا کہ تم اور تمہارے شریک یعنی وہ بت جن کو تم پوجتے تھے اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ یوں اللہ تعالیٰ مشرکوں کو مسلمانوں سے جدا کر دے گا اور جب مشرکوں سے سوال جواب ہوگا تو ایک ساعت ایسی شدت کی آئے گی کہ بت اپنے پجاریوں کی پوجا کا انکار کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نہ سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ جانتے تھے، نہ سمجھتے تھے کہ تم ہمیں پوجتے ہو۔ اس پر بت پرست کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تمہیں کو پوجتے تھے۔ بت کہیں گے: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ہمیں پوجتے تھے یا نہیں تو ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، ہم بہر حال تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔ **اہم بات:** قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بتوں کو قوتِ گویائی دے گا اور وہ اپنے پجاریوں کی مخالفت کریں گے۔

آیت 30 فرمایا کہ اس موقف میں سب کو معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے پہلے جو عمل کئے تھے وہ کیسے تھے، اچھے یا برے، مفید یا مضر، مقبول یا مردود اور مشرکوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا جو اُن کا رب ہے اور اپنی ربوبیت میں سچا ہے اور مشرک جن بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے وہ ان سے غائب ہو جائیں گے یا جو جھوٹی باتیں مثلاً بتوں کا ان کی شفاعت کرنا گھڑتے تھے وہ سب باطل اور بے حقیقت ثابت ہوں گی۔

مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ

ان سے غائب ہو جائیں گے ○ تم فرماؤ: آسمان اور زمین سے تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا مالک

الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ

کون ہے؟ اور زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے کون نکالتا ہے؟ اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟

فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَا ذَا بَعْدَ

تو اب کہیں گے: "اللہ"۔ تو تم فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ○ تو یہ اللہ ہے جو تمہارا سچا رب ہے۔ پھر حق کے بعد

الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا

گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟ پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟ ○ یونہی نافرمانوں پر تیرے رب کے یہ کلمات ثابت ہو چکے

آیت 31 اس آیت میں مشرکوں کے مذہب کا باطل اور اسلام کا حق ہونا واضح کیا جا رہا ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اگا کر تمہیں کون روزی دیتا ہے، تمہیں یہ حواس کس نے دیئے جن کے ذریعے تم سنتے اور دیکھتے ہو، آفات کی کثرت کے باوجود کان اور آنکھ کو لمبے عرصے تک کون محفوظ رکھتا ہے حالانکہ یہ اتنے نازک ہیں کہ ذرا سی چیز انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور زندہ کو مردہ سے جیسے انسان کو نطفہ سے، یونہی مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو انسان سے کون نکالتا ہے نیز ساری کائنات کے تمام کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آپ کے سوالات سن کر وہ کہیں گے کہ بے شک ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اعتراف کر لیں تو آپ ان سے فرمائیں: جب تم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو بتوں کو عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانے سے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں حالانکہ بت نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو تم ان کی عبادت کر کے ہمیشہ کے لئے جہنم میں جاؤ گے۔

آیت 32 فرمایا کہ جو ان چیزوں کو سر انجام دیتا، آسمان و زمین، زندگی و موت سب کا مالک اور رزق و عطا پر قدرت رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ تمہارا سچا رب ہے، اور جب ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے ماسوا سب جھوٹے باطل محض ہیں تو پھر حق قبول کرنے سے کیوں اعراض کر رہے ہو؟

آیت 33 فرمایا کہ جس طرح یہ مشرکین حق سے گمراہی کی طرف پھیر دیئے گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں اس کا جو حکم اور قضا تھی وہ ان لوگوں پر ثابت ہو چکی جنہوں نے اپنے رب کی اطاعت کے بجائے نافرمانی کی اور اس سے کفر کیا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کریں گے نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی۔ **اہم بات:** اس آیت میں "رب کی بات" سے مراد تقدیر الٰہی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ﴾ یعنی ہم ان سے دوزخ بھر دیں گے۔

أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٣ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ

کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تم فرماؤ: کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو پہلے مخلوق کو بنائے پھر ختم کرکے دوبارہ بنادے؟ تم فرمادو:

اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝٣٤ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ

اللہ پہلے بناتا ہے پھر ختم کرنے کے بعد دوبارہ بنادے گا تو تم کہاں اوندھے جارہے ہو؟ تم فرماؤ: تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟

اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ

تم فرماؤ کہ اللہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اس کا حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ (بت) جسے خود راستہ دکھائی نہ دے

اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝٣٥ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ

جب تک اسے راستہ دکھانہ دیا جائے تو تمہیں کیا ہوا، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ اور ان کی اکثریت تو صرف وہم و گمان پر چلتی ہے۔ بیشک گمان

آیت 34 توحید کی حقیقت اور شرک کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل بیان کی جارہی ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں کہ جن بتوں کو تم معبود مانتے ہو کیا ان میں کوئی ایسا ہے جو بغیر کسی مثال کے خود ہی مخلوق کو پیدا بھی کرلیتا ہو اور پھر موت کے بعد پہلے ہی کی طرح دوبارہ بنا بھی دے؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں کیونکہ مشرکین بھی جانتے ہیں کہ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بتوں میں پیدا کرنے کی قدرت نہیں۔ تو فرمایا گیا کہ جب بت کچھ نہیں کرسکتے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے، وہ پہلی بار پیدا کرنے اور موت کے بعد دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے تو تم ایسی روشن دلیلیں قائم ہونے کے بعد راہِ راست سے کیوں منحرف ہوتے ہو۔

آیت 35 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں کہ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو دلائل قائم کرکے، رسول بھیج کر، کتابیں نازل فرما کر اور مکلفین کو عقل و نظر عطا فرما کر حق کی طرف رہنمائی کرے؟ اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ایسا کوئی نہیں، تو اے حبیب! آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اس کا حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جسے خود بخود تک راستہ دکھائی نہ دے جب تک اسے راستہ دکھایا نہ جائے جیسا کہ تمہارے بت ہیں تو تمہیں کیا ہوا؟ ایسوں کو معبود قرار دے کر کیسا باطل فیصلہ کرتے ہو؟

آیت 36 فرمایا کہ مشرکین کی اکثریت بتوں کو معبود اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا شفیع ماننے میں تو صرف وہم و گمان پر چلتی ہے کیونکہ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے اور نہ اس کے صحیح ہونے کا یقین ہے بلکہ یہ صرف شک میں پڑے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ بھی بت پرستی کرتے تھے اور انہوں نے کچھ سمجھ کر ہی بت پرستی کی ہوگی۔ بیشک وہم و گمان حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو جانتا ہے کہ یہ وہم و گمان کی پیروی کرکے حق و یقین کو جھٹلاتے ہیں تو وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مشرکین وہ بھی تھے جو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال سے متصف ہے لیکن عناد اور سرکشی کی وجہ سے کفر کرتے تھے۔ (2) اس آیت میں ظن سے مراد وہ گمان ہے جو خلافِ تحقیق ہو، اس میں شک اور وہم بھی داخل ہیں اور یہ کلام کفار کے بارے میں ہے

لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بیشک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے○ اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ

اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ

اللہ کے نازل کیے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے، ہاں یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح محفوظ کی تفصیل ہے

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ رب العالمین کی طرف سے ہے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود ہی بنالیا ہے؟ تم فرماؤ تو تم (اس)

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا

جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو○ بلکہ انہوں نے اس کو جھٹلایا

جنہوں نے کفر اختیار کرنے میں اپنے آباؤ اجداد کی پیروی اور تقلید کی۔ اس تقلید پر دنیا و آخرت میں ان کا کوئی عذر مقبول نہیں۔

آیت 37 کفارِ مکہ نے وہم کیا تھا کہ قرآنِ مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بنایا ہے، ان کا یہ وہم دور کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے کیونکہ قرآن فصاحت وبلاغت اور علوم و اَسرار کے جس مرتبے پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے شایانِ شان نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے جسے اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا۔ ہاں! قرآن تورات اور انجیل وغیرہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جنہیں قرآن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام پر نازل فرمایا اور قرآن میں لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے حلال وحرام اور فرائض واحکام کی تفصیل ہے اور یہ بات قطعی ہے کہ قرآن اللہ ربُّ العٰلمین کی طرف سے ہے۔ **اہم بات:** قرآن لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے، لوحِ محفوظ میں ما کان وما یکون یعنی جو ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا سب کچھ لکھا ہوا ہے تو جسے قرآن کے اَسرار میں سے کوئی چیز عطا ہوئی اسے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا جاننے کی حاجت نہیں بلکہ وہ جو چاہے قرآن ہی سے معلوم کر لیتا ہے۔

آیت 38 کافروں کی ہی بات کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کیا کفار یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قرآن خود بنا لیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں؟ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ تم بھی عربی ہو، فصاحت وبلاغت کے دعوے دار ہو، اگر تمہارے گمان میں یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلا لاؤ ان سے مدد لو اور سب مل کر قرآن جیسی ایک سورت تو بنا کر دکھاؤ۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید کا یہ چیلنج 1400 سال سے زائد عرصے سے چلا آ رہا ہے لیکن آج تک کوئی کافر اس کا جواب نہیں دے سکا۔

آیت 39 فرمایا کہ قرآن پاک کو سمجھنے اور جاننے کے بغیر انہوں نے اس کی تکذیب کی اور یہ انتہائی جہالت ہے کہ کسی شے کو جانے بغیر اس کا انکار کیا جائے اور قرآنِ کریم کا ایسے علوم پر مشتمل ہونا جن کا علم وخرد کے دعوے دار احاطہ نہ کرسکیں اس کتاب کی عظمت ظاہر کرتا

بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

جس کے علم کا وہ احاطہ نہ کرسکے اور ان کے پاس اس کا انجام نہیں آیا۔ ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ

ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور ان میں کوئی تو اس پر ایمان لاتا ہے اور ان میں کوئی اس پر ایمان نہیں لاتا اور تمہارا رب

اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ

فسادیوں کو خوب جانتا ہے اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرمادو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور تم میرے عمل سے

مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ

لاتعلق ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں اور ان میں کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو

الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ لَوْ

سنا دو گے؟ اگرچہ وہ سمجھتے نہ ہوں اور ان میں کوئی تمہاری طرف دیکھتا ہے تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھا دو گے؟ اگرچہ

ے تو کسی اعلیٰ علوم والی کتاب کو ماننا چاہیے تھا نہ کہ انکار کرنا اور جس طرح انہوں نے قرآنِ مجید کو جھٹلایا ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے رسولوں کے معجزات اور آیات دیکھ کر نظر و تدبر سے کام لئے بغیر انہیں جھٹلایا تھا تو تم دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور پچھلی امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلا کر عذابوں میں مبتلا ہوئیں، اس لئے اے حبیب! آپ کی تکذیب کرنے والوں کو بھی ڈرنا چاہیے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا: اے حبیب! قریش میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو قرآن پر عنقریب ایمان لے آئیں گے اور بعض وہ ہیں جو کبھی نہ بھی ایمان لائیں گے اور نہ اس کا اقرار کریں گے، آپ کا رب ان جھٹلانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** یہ غیبی خبر ہے کہ موجودہ مکہ والے نہ تو سارے ایمان لائیں گے اور نہ سارے ایمان سے محروم رہیں گے۔

آیت 41 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلانے پر قائم رہے اور ان کے راہِ راست پر آنے کی امید ختم ہو جائے تو آپ ان سے فرمادو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے، ہم میں سے کسی کے عمل پر دوسرے کی پکڑ نہ ہوگی بلکہ ہر ایک کو خود اپنے عمل کی وجہ سے پکڑا جائے گا، تم میرے عمل سے الگ ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ **اہم بات:** یہ آیت بطور زجر ہے کہ تم نصیحت نہیں مانتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو اس کا وبال خود تم پر ہوگا کسی اور کا اس سے نقصان نہیں۔

آیت 42 فرمایا کہ ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو ظاہری کانوں کے ساتھ سننے کے لئے جھکتے اور آپ سے دین کے احکام سنتے ہیں لیکن شدید بغض و عداوت کی وجہ سے یہ سننا انہیں فائدہ نہیں دیتا تو جس طرح آپ بہرے کو نہیں سنا سکتے اسی طرح اسے بھی نہیں سنا سکتے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے سننے سے بہرا اور قبول کرنے کی توفیق سے محروم کر دیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بغض و عناد کی وجہ سے آدمی کا دل اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ (2) کسی سے بات منوانی ہو تو پہلے اس کے دل میں اپنے لئے نرم گوشہ پیدا کرنا چاہیے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو تمہاری طرف اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں، آپ

كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٤﴾

وہ دیکھتے ہی نہ ہوں○ بیشک اللہ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں○

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ

اور جس دن (اللہ) انہیں اٹھائے گا گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہیں تھے، آپس میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

بیشک اللہ کی ملاقات کو جھٹلانے والے نقصان میں رہے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے○ اور ہم تمہیں اس چیز کا کچھ حصہ دکھادیں

الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾

جس کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی اپنے پاس بلالیں بہرحال انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے پھر اللہ ان کے کاموں پر گواہ ہے○

کی نبوت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن تصدیق نہیں کرتے تو کیا آپ دل کے اندھوں کو راستہ دکھادیں گے اگرچہ وہ دیکھتے نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی نظروں کو اندھا کردیا ہے اسی لئے انہیں ہدایت کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔

آیت 44 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جیسے کفار کا ہدایت سے محروم ہونا ان کے اپنے کرتوتوں اور ضد و عناد کے سبب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی تھی مگر انہوں نے خود اسے تباہ کردیا تو قصور خود ان کا ہے کسی اور کا نہیں۔

آیت 45 یہاں قیامت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کیجئے جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو قبروں سے حساب کی جگہ میں حاضر کرنے کے لئے اٹھائے گا تو اس روز کی ہیبت و وحشت سے یہ حال ہوگا کہ وہ دنیا میں رہنے کی مدت کو بہت تھوڑا سمجھیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے، قبروں سے نکلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا پہچانیں گے جیسا دنیا میں پہچانتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن حالات مختلف ہوں گے کبھی ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور کبھی نہ پہچانیں گے اور جب پہچانیں گے تو کہیں گے: جس نے اپنی باقی رہنے والی آخرت کو فانی دنیا کے بدلے بیچ دیا وہ نقصان میں رہا کیونکہ اس نے فانی کو باقی پر ترجیح دی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ انہیں اس چیز کی ہدایت نہ تھی جو انہیں روزِ قیامت کے اس خسارے سے نجات دیتی۔

آیت 46 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جس عذاب کا ہم نے کفار سے وعدہ کیا ہے اگر اس کا کچھ حصہ آپ کو دنیا میں ہی دکھادیں تو وہ ملاحظہ کیجئے اور اگر دنیا میں وہ عذاب دکھانے سے پہلے ہم آپ کو اپنے پاس بلالیں تو آخرت میں آپ دیکھ لیں گے کیونکہ آخرت میں انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور کفار دنیا میں جو اعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر گواہ ہے **اہم بات:** آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ

اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے تو جب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ

ظلم نہیں کیا جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب آئے گا؟ تم فرماؤ: میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

مالک نہیں ہوں مگر جتنا اللہ چاہے۔ ہر گروہ کے لئے ایک مدت ہے تو جب وہ مدت آجائے گی تو وہ لوگ ایک گھڑی نہ تو اس سے پیچھے ہٹ سکیں

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ

گے اور نہ آگے ہو سکیں گے۔ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو کہ اگر اس کا عذاب تم پر رات کو آئے یا دن کو تو اس میں وہ کونسی چیز ہے جس کی مجرم

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کافروں کے بہت سے عذاب اور ان کی ذلت آپ کی حیات دنیا ہی میں دکھائے گا چنانچہ بدر وغیرہ میں ذلت دکھائی گئی۔

آیت 47 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر امت کے لئے دنیا میں ایک رسول ہوا ہے جو انہیں دین حق کی دعوت دیتا اور طاعت و ایمان کا حکم کرتا جب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا اور تبلیغ کرتا تو کچھ لوگ ایمان لاتے اور کچھ تکذیب کرتے تب ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا کہ رسول کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دی جاتی اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں آخرت کا بیان ہے اور معنی یہ ہیں کہ روزِ قیامت ہر امت کے لئے ایک رسول ہو گا جس کی طرف وہ منسوب ہو گی جب وہ رسول موقف میں آئے گا اور مومن و کافر پر گواہی دے گا تب ان میں فیصلہ کیا جائے گا، مومنوں کو نجات نصیب ہو گی اور کافر عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا: ان کے اعمال کا بدلہ دینے میں ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جاتی ہے۔

آیت 49،48 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کو عذاب نازل ہونے سے ڈرایا اور ایک عرصہ گزرنے کے باوجود عذاب نہ آیا تو کفار نے کہا: اگر تم سچے ہو تو یہ عذاب کا وعدہ کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے قادر کئے بغیر میں اپنی جان پر بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا البتہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا چاہے مالک و قادر بنا دیتا ہے، دشمنوں پر عذاب نازل کرنے کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کرنے کا وقت معین کر دیا ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو لوگ ایک گھڑی بھی اس وقت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکیں گے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی بھی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، البتہ اس کی عطا سے نفع و نقصان وغیرہ کا مالک بنتا ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قدرت و اختیار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے: وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ عطا کرتا ہے۔ (بخاری، حدیث: 71)

آیت 50 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمادیں کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب جس کے نازل

مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ

جلدی مچا رہے ہیں؟ ○ تو کیا جب وہ (عذاب) واقع ہو جائے گا اس وقت اللہ پر ایمان لاؤ گے؟ (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا اب (تم ایمان لا رہے ہو) حالانکہ اس سے پہلے

تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا

تم اس کی بڑی جلدی مچا رہے تھے ○ پھر ظالموں سے کہا جائے گا: ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں تمہارے کمائے ہوئے اعمال

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا

ہی کا بدلہ دیا جا رہا ہے ○ اور تم سے پوچھتے ہیں: کیا وہ حق ہے؟ تم فرماؤ: ہاں! میرے رب کی قسم! بیشک وہ ضرور حق ہے اور تم (اللہ کو)

أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَ ع

عاجز نہیں کر سکو گے ○ اور زمین میں جو کچھ ہے اگر ہر ظالم جان اس سب کی مالک ہو جائے تو وہ یقیناً اپنی جان چھڑانے کے معاوضے میں دے دے اور

أَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾

وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل میں چپکے چپکے پشیمان ہوں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ہونے کی تم جلدی مچا رہے ہو، تم پر رات میں آئے جب تم غافل سو رہے ہو یا دن میں اس وقت آئے جب تم معاش کے کاموں میں مشغول ہو تو تمہارے لئے تو مہلک ہے تو پھر تم اس کے جلدی وُقوع کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟

آیت 51 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر آجائے گا تو کیا اس کے نازل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ گے؟ اس وقت کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا اور جب عذاب نازل ہونے کے بعد ایمان لائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اب ایمان لا رہے ہو حالانکہ اس سے پہلے تو تم سرکشی اور استہزا کے طور پر اس کی بڑی جلدی مچا رہے تھے۔

آیت 52 فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک اور کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان سے کہا جائے گا: عذاب کا مزہ چکھو، تم دنیا میں جو کفر اور انبیاء کرام علیہم السّلام کی تکذیب کرتے تھے یہ اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

آیت 53 ارشاد فرمایا: اے حبیب! وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت اور وہ عذاب جس کے نازل ہونے کی آپ نے ہمیں خبر دی ہے، واقعی حق ہے؟ آپ ان سے فرمادیں: ہاں! میرے رب کی قسم! بیشک وہ ضرور حق ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر اسے عاجز نہیں کر سکتے، وہ عذاب تمہیں ضرور پہنچے گا۔

آیت 54 فرمایا کہ دنیا میں زمین کے اندر جو خزانہ اور مال و دولت ہے یہ سب اگر ہر کافر و مشرک کی ملک میں ہوتا تو وہ یقیناً قیامت کے دن اپنی رہائی کے لئے اسے فدیہ کر ڈالتا لیکن یہ فدیہ قبول نہیں کہ اب رہائی ممکن نہیں۔ جب قیامت میں یہ منظر پیش آئے گا کفار کی امیدیں ٹوٹ جائیں گی اور کافروں کے سردار عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے لیکن اپنی شرمندگی عام

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
سن لو! بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ سن لو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر ان میں اکثر
لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ
نہیں جانتے○ وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے○ اے لوگو! تمہارے پاس
مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ
تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت آگئی○ تم فرماؤ:
بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ
اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں○ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ

عذاب سے چھپانے کی کوشش کریں گے اور اس دن ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی سزا دائمی ہونے کا قانون بیان فرمایا ہے اور قانون کے مطابق سزا دینا انصاف ہے۔

آیت 55 ارشاد فرمایا: سن لو! زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں تو بروزِ قیامت کسی کافر کے پاس عذاب سے نجات پانے کے لئے فدیے میں دینے کو کوئی چیز نہ ہوگی بلکہ کافر خود بھی اللہ تعالیٰ کی ملک میں ہے تو اس کا فدیہ دینا کیسے ممکن ہے۔ سن لو! اللہ تعالیٰ نے جو ثواب اور عذاب کا وعدہ فرمایا ہے وہ سچا ہے اور ضرور پورا ہو گا لیکن ان میں سے اکثر لوگ اپنی کم عقلی اور غفلت کے غلبے کی وجہ سے اسے نہیں جانتے۔

آیت 56 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ کسی کی دخل اندازی کے بغیر وہی دنیا میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور آخرت میں تم دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت 57 قرآنِ کریم کے آنے اور اس کے نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت، مذموم اخلاق اور فاسد عقائد وغیرہ امراض سے دلوں کی شفا اور مؤمنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آگئی۔ اہم باتیں: (1) "مَوْعِظَةٌ" کا معنی ہے: وعظ و نصیحت یعنی مکلف کے سامنے نیک اور برے اعمال بیان کر کے اسے نصیحت کرنا۔ (2) قرآنِ کریم کی صفت میں "ایمان والوں کے لئے رحمت" اس لئے فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 58 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمائیں کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوش ہونا چاہئے کہ اس نے انہیں نصیحت، سینوں کی شفا اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت و سکون عطا فرمایا۔ اہم باتیں: (1) کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اسے "فرح" کہتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت میں اسلام، قرآن، حدیث، ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب داخل ہیں۔ ان سب پر خوشی منانی چاہیے۔ شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے محفلِ میلاد اور جشنِ ولادت سب اسی میں شامل ہیں۔

آیت 59 کفارِ عرب بحیرہ، سائبہ وغیرہ بتوں پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو حرام سمجھتے تھے، ان پر عتاب کے لئے یہ آیت نازل

مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ

اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنالیا، تم فرماؤ: کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے

اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿٥٩﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ

یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟○ اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کا قیامت کے دن کے بارے میں کیا خیال ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿٦٠﴾ وَمَا تَكُوۡنُ فِىۡ شَاۡنٍ ع

بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ اور تم کسی کام میں ہو

وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ

اور تم اس کی طرف سے قرآن کی تلاوت کرتے ہو اور (اے لوگو!) تم کوئی بھی کام کررہے ہو، ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب

تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ

تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز تیرے رب سے غائب نہیں اور ذرے سے

ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں: بھلا بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو رزق پیدا فرمایا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنالیا، ؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حرام اور حلال بنانے کی اجازت دی ہے، نہیں بلکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ درس: کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام سمجھنا ممنوع اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ آج کل بہت لوگ عورتوں کی بے پردگیوں کو حلال ٹھہراتے اور کچھ محفلِ میلاد، فاتحہ، گیارہویں کو حرام قرار دیتے، یہ سب اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورتیں ہیں، ان سے بہر صورت بچنا چاہئے

آیت 60 فرمایا کہ یہ لوگ جو رزق اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا اس کے حرام ہونے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں کیا یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا، ہرگز نہیں! بلکہ وہ انہیں جہنم میں ہمیشہ کے لیے پہنچائے گا بیشک اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر لوگوں پر فضل فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں سے سن کر نفع اٹھاتے ہیں۔

آیت 61 اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد اور ہر چیز کو جاننے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے نہ ایجاد کرنے والا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال و احوال، تلاوتِ قرآن، اُمورِ دنیویہ میں مصروفیت اور اسی کے ساتھ تمام لوگوں کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور وہ ان سب پر گواہ ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین و آسمان میں ایک ذرے کی مقدار بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہیں اور اس ذرے سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو روشن کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں درج نہ ہو۔ درس: یہ آیت اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور عظمت کے اظہار کے لئے ہے اور اس میں نصیحت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کو ہر لمحہ دیکھ رہا ہے تو

أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

چھوٹی اور بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو○ سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے○ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں

وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ

اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے○ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو بیشک

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۭ

تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے، وہی سننے والا جاننے والا ہے○ سن لو! بیشک اللہ ہی مالک ہے سب کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں

کی ذات کی حیا اور خوف سے ہمیں اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔

آیت 62 فرمایا کہ سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو مستقبل میں عذاب کا خوف نہ ہوگا اور نہ موت کے وقت وہ غمگین ہوں گے یا یہ معنی ہے کہ انہیں مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز میں مبتلا ہونے کا خوف ہوگا نہ ماضی اور حال میں کسی پسندیدہ چیز کے چھوٹنے پر غمگین ہوں گے یا یہ معنی ہے کہ قیامت کے دن ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ اس دن یہ غمگین ہوں گے۔ **اہم بات:** لفظ "ولی" کا معنی قرب اور نصرت ہے۔ جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے، اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے، اس کا دل اللہ تعالیٰ کے نورِ جلال کی معرفت میں مستغرق ہو، جب دیکھے قدرتِ الٰہی کے دلائل دیکھے، جب سنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہی سنے، جب بولے اپنے رب کی ثناہی کے ساتھ بولے، جب حرکت کرے اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے، جب کوشش کرے تو اسی کام میں کوشش کرے جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہو۔

آیت 63 یہاں اولیا کی دو صفات بیان فرمائی گئیں کہ یہ وہ ہیں جو ایمان یعنی قطعی دلائل پر مبنی صحیح عقائد سے متصف ہیں اور متقی ہیں۔ **اہم بات:** تقویٰ کا معنی ہے کہ جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرنا اور جن کاموں سے منع کیا ان سے بچنا نیز ہر اس کام کے لئے کوشش کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

آیت 64 فرمایا کہ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے غلط نہیں ہو سکتے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم بات:** اس خوش خبری سے کیا مراد ہیں، اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد وہ خوش خبری ہے جو پرہیزگاروں کو قرآنِ کریم میں جا بجا دی گئی ہے۔ (2) اس سے اچھے خواب مراد ہیں جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے۔ (3) اس سے دنیا کی نیک نامی مراد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ مومن کے لئے جلد خوش خبری ہے۔ (مسلم، حدیث: 6721)

آیت 65 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ کفار جو آپ کی تکذیب کرتے اور آپ کے خلاف برے مشورے کرتے تھے آپ ان کا کچھ غم نہ فرمائیں۔ بیشک تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کا ناصر و مددگار ہے، وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

آیت 66 اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس دلیل کی بنا پر ان کی عبادت کر رہے

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ

اور اللہ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ وہ تو صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور وہ

اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

صرف جھوٹے اندازے لگا رہے ہیں ○ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ

بیشک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ (کافروں نے) کہا: اللہ نے اپنے لیے اولاد بنا رکھی ہے۔ وہ پاک ہے، وہی بے نیاز ہے،

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ

وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ○ تم فرماؤ: بیشک اللہ پر جھوٹ باندھنے والے فلاح نہیں پائیں گے ○

ہیں، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور وہ صرف جھوٹے اندازے لگا رہے ہیں اور بے دلیل محض گمانِ فاسد سے اپنے باطل معبودوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی پرستش باطل ہے۔

آیت 67 ﴾ ارشاد فرمایا: وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں راحت و سکون حاصل کرو اور آرام کر کے دن بھر کی تھکان دور کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنی ضروریاتِ زندگی اور اسبابِ معاش فراہم کر سکو، بیشک اس میں ان کے لیے نشانیاں ہیں جو سنیں اور سمجھیں کہ جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا وہی معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔
اہم بات: رات اور دن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔

آیت 68 ﴾ کافروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے۔ ان کا یہ کلمہ نہایت قبیح اور انتہا درجے کے جہل کا مال ہے۔ یہاں اس کے تین رد فرمائے گئے: (1) اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کہ وہ واحدِ حقیقی ہے (2) وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور اولاد یا کمزور چاہتا ہے جو اس سے قوت حاصل کرے یا فقیر چاہتا ہے جو اس سے مدد لے، تو جو غنی ہو، بے نیاز ہو، کسی کا محتاج نہ ہو اس کے لئے اولاد کس طرح ہو سکتی ہے؟ (3) تمام مخلوق اس کی مملوک ہے اور مملوک ہونا بیٹا ہونے کے ساتھ جمع نہیں ہوتا لہٰذا کوئی اس کی اولاد نہیں ہو سکتا۔ آیت میں مزید فرمایا: اے کافرو! تم جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دیتے ہو اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف قطعی دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں بیان فرمائے ہیں۔ کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہتے ہو جس کی حقیقت اور اس کے صحیح ہونے کا تمہیں علم نہیں۔

آیت 69 ﴾ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا دعویٰ کر کے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں آپ انہیں فرما دیں کہ ان کا انجام بہت برا ہو گا۔

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے میں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَ

اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر میرا قیام کرنا اور میرا اللہ کی آیتوں کے ذریعے

تَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

نصیحت کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو تم اپنا کام اور اپنے شریکوں کو جمع کرلو پھر تمہارا کام تم پر

أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿٧١﴾ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ

پوشیدہ نہ رہے پھر میرے بارے میں جو کچھ کرسکتے ہو کرلو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو○ پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا،

آیت 70 بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے بہت سے افراد عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہیں تو وہ ناکام ہوئے؟ اس کا جواب دیا گیا کہ یہ عارضی آرام ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اعتبار انجام کا ہے اور ان کا انجام خراب ہے۔ انہیں آخرت میں ہماری طرف واپس آنا ہے، پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے میں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

آیت 71 یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور جو کچھ ان کی امتوں کے ساتھ پیش آیا اس کا بیان ہو رہا ہے، چونکہ سب سے پہلے قومِ نوح عذاب میں گرفتار ہوئی اس لئے پہلے ان کا ذکر ہوا، فرمایا: اے حبیب! کفارِ مکہ کو حضرت نوح علیہ السلام کی خبر پڑھ کر سناؤ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان قیام کرنا اور آیاتِ الٰہیہ کے ذریعے نصیحت کرنا تمہیں ناگوار گزرتا ہے اور اس لئے تم نے مجھے شہید کرنے اور اپنے علاقے سے نکال دینے کا ارادہ کیا ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ ہی پر کامل بھروسا ہے اور تم میری مخالفت میں جس قدر اسباب جمع کرسکتے ہو کرلو بلکہ اپنے باطل معبودوں کو بھی ملالو اور تمہاری یہ سازش پوشیدہ نہ رہے بلکہ علی الاعلان سب کچھ کرو، پھر میرے خلاف جو کچھ کرسکتے ہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں۔ اہم باتیں: (1) گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے حالاتِ زندگی بتا کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے تاکہ کفارِ قریش کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف آسان ہو (2) حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں چوتھے نبی اور پہلے رسول ہیں، آپ آدمِ ثانی کہلاتے ہیں کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد آپ ہی سے نسلِ انسانی چلی۔ (3) انبیاء علیہم السلام نہایت بہادر، باہمت اور اُولُو العزم ہوتے ہیں (4) لوگوں کی ایذا کی وجہ سے تبلیغ سے کنارہ کشی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تکالیف برداشت کرنے کے باوجود 950 سال تک تبلیغ فرمائی۔

آیت 72 حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا: پھر اگر تم میرے وعظ و نصیحت سے اعراض کرو تو میں نے تم سے وعظ و نصیحت پر کوئی معاوضہ نہیں مانگا کہ تمہارے منہ پھیرنے کی وجہ سے مجھے اس کے نہ ملنے کا افسوس ہو، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے، وہی مجھے جزا دے گا اور تم اسلام قبول کرو یا نہ کرو مجھے اس پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ

میرا اجر تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے

وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ

اور کشتی میں اس کے ساتھ والوں کو نجات دی اور انہیں ہم نے جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر دیا

فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم

تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا ○ پھر اس کے بعد ہم نے ان کی قوموں کی طرف کئی رسول بھیجے تو وہ ان کے پاس

بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ

روشن دلیلیں لائے (لیکن) وہ کفار ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لے آئیں جسے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ہم اسی طرح سرکشوں کے دلوں پر

الْمُعْتَدِينَ ﴿٧٤﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِم مُّوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا

مہر لگا دیتے ہیں ○ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا

اہم بات: تبلیغ دین پر اُجرت نہ لی جائے، ہاں! امامت و خطابت، تدریس اور تعلیم قرآن وغیرہ میں جہاں شریعت کی طرف سے اجازت ہے وہ جدا بات ہے لیکن اس میں بھی ممکن ہو تو بغیر پیسے کے کام کرے۔

آیت 73 قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور کشتی میں ان کے ساتھیوں کو کفار سے نجات دی اور انہیں ہم نے زمین میں ان کا جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر کے ہلاک کر دیا تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا لیکن وہ ایمان نہیں لائے اس میں کفار کے لیے عبرت ہے کہ جو لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جھٹلائیں گے ان پر ویسا عذاب آسکتا ہے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں پر آیا۔

آیت 74 حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں صرف مومن باقی رہ گئے اور کافر سب ہلاک ہو گئے مگر ان باقی ماندگان کی اولاد میں جب کفر و شرک پھیل گیا تو ان میں حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام اپنی اپنی قوم میں بھیجے گئے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت پر دلالت کرنے والے واضح دلائل اور عظیم معجزات دے کر بھیجا لیکن ان کی قوم کے لوگ بھی اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے جسے پہلے یہ جھٹلا چکے تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو تکذیب کی وجہ سے غرق کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جو سرکشی اور تکذیب میں ان کی راہ اختیار کرے۔

آیت 75 فرمایا کہ پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر ایمان لانے سے تکبر کیا اور وہ کافر لوگ تھے۔

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا

تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے ○ تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے: بیشک یہ

لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ

کھلا جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر فلاح

السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ

نہیں پاتے ○ انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور

لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ

زمین میں تم دونوں کی بڑائی ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں ○ اور فرعون نے کہا: ہر علم والے

بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾

جادوگر کو میرے پاس لے آؤ ○ پھر جب جادوگر آگئے تو ان سے موسیٰ نے کہا: ڈال دو جو تم ڈالنے والے ہو ○

آیت 76 فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے فرعون اور اس کی قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق آیا اور فرعونیوں نے پہچان لیا کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو براہ نفسانیت کہنے لگے: بیشک یہ کھلا جادو ہے حالانکہ انہیں علم تھا کہ جادو کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ درس: حق بات کے متعلق مختلف الزام لگا کر دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا، اہل باطل کا پرانا طریق ہے۔

آیت 77 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا کہ وہ جادو ہے، کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ اسے لانے والے یعنی خود موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہوئے اور حق وباطل کے ایسے معرکے میں کبھی جادوگر فلاح نہیں پاتے۔

آیت 78 فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس دین سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین مصر میں تم دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی بادشاہت ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ اہم باتیں: (1) نبی پر بدگمانی کفر ہے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ آپ مصر کی بادشاہت چاہتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لئے نبوت کا بہانہ بنا رہے ہیں۔ (2) حکمرانوں کی پرانی روش ہے کہ اصلاح قبول کرنے کے بجائے سمجھانے والے پر جھوٹے الزام لگا کر اور اقتدار کا لالچی قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت 79 سرکش ومتکبر فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا مقابلہ باطل سے کرے اور دنیا کو اس مغالطہ میں ڈالے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات معاذ اللہ جادو کی قسم سے ہیں، اس لئے وہ بولا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے ہر علم والے جادوگر کو میرے پاس لے آؤ۔

آیت 80 جب جادوگر آگئے تو ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جادو کی جو چیزیں رسے شہتیر وغیرہ تم ڈالنے والے ہو میرے

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ

پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے۔ بیشک اب اللہ اسے باطل کردے گا۔ اللہ فساد والوں کے

عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَمَآ اٰمَنَ

کام کو نہیں سنوارتا○ اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو حق کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو○ تو فرعون اور اس کے

لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ

درباریوں کے خوف کی وجہ سے موسیٰ پر اس کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا (اس ڈر سے) کہ فرعون انہیں تکلیف میں ڈال دے گا

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ

اور بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا○ اور موسیٰ نے کہا: اے میری قوم!

سامنے ڈال دو اور جو تمہیں جادو کرنا ہے کرو۔ یہ آپ علیہ السلام نے اس لئے فرمایا کہ حق و باطل ظاہر ہو جائے اور جادو کے کرشمے دکھانے والے ہیں ان کا فساد واضح ہو۔

آیت 81 پھر جب انہوں نے اپنے پاس موجود رسیاں اور شہتیر ڈال دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے نہ کہ وہ آیاتِ الٰہیہ جن کو فرعون نے اپنی بے ایمانی سے جادو بتایا۔ بیشک اب اللہ تعالیٰ اسے باطل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ فساد والوں کے کام کو نہیں سنوارتا۔

آیت 82 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ، اپنی قضا اور اپنے اس وعدے سے حق کو حق کر دکھاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں پر غالب کرے گا اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

آیت 83 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ایمان لانے کے لئے بہت کوشش فرماتے اور ان کے اعراض کی وجہ سے مغموم ہوتے آپ کی تسکین کے لئے اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اتنا بڑا معجزہ دکھایا پھر بھی فرعون اور اس کے درباریوں کے خوف کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا اس ڈر سے کہ فرعون انہیں تکلیف میں ڈال دے گا، ایسی حالتیں انبیاء کرام علیہم السلام کو پیش آتی رہی ہیں، آپ اپنی امت کے اعراض سے رنجیدہ نہ ہوں۔ مزید فرمایا کہ بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا کیونکہ وہ خود کو خدا کہتا تھا اور اس سے بڑھ کر کیا تکبر ہو سکتا ہے اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا کیونکہ اس نے بندہ ہو کر بندگی کی حد سے گزرنے کی کوشش کی اور الوہیت کا مدعی ہو گیا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں قوم کی ذریت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں: (1) اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں جن کی اولاد مصر میں آپ علیہ السلام کے ساتھ تھی یا وہ لوگ ہیں جو قتل ہونے سے بچ رہے تھے (۲) اس سے مراد قوم فرعون کی ذریت ہے۔ (2) حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ پانی حد سے بڑھ جائے تو طوفان بن جاتا ہے اور آدمی حد سے بڑھ جائے تو شیطان بن جاتا ہے۔

آیت 84 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو، اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔ انہوں نے کہا: ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾

اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے۔

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور

اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ

نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔ اور موسیٰ نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو

بھروسا کرو، وہ اپنے فرمانبرداروں کی مدد کرتا اور دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا کمالِ ایمان کا تقاضا ہے۔

آیت 85،86 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جواب دیتے ہوئے عرض کی: ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا، اس کے سوا کسی پر بھروسا نہیں کرتے، پھر رب تعالیٰ سے یوں دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا یعنی انہیں ہم پر غالب نہ کر اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ فرما تاکہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں اور یوں سرکشی و کفر میں بڑھ جائیں اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں قومِ فرعون کے کافروں کے قبضے سے نجات دے اور ان کے ظلم و ستم سے بچا۔

آیت 87 فرمایا کہ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لئے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور اپنے گھروں میں نماز قائم رکھو تاکہ فرعونیوں کے شر و ایذا سے محفوظ رہو اور اے موسیٰ! مسلمانوں کو مدد و نصرت اور جنت کی خوش خبری سناؤ۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قبلہ، کعبہ شریف تھا۔ (2) گھر بنانا بھی سنتِ انبیاء ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فخر کے لئے نہیں بلکہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ہو۔ (3) رہنے سہنے کے گھروں میں گھریلو مسجد بنانا جسے بیت کہا جاتا ہے، ایک قدیم طریقہ ہے لہٰذا مسلمان کو گھر کا کوئی حصہ نماز کے لئے پاک و صاف رکھنا چاہئے اور اس میں عورت اعتکاف کرے۔ (4) شریعتِ موسوی میں نماز فرض تھی۔

آیت 88 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عظیم معجزات دکھانے کے باوجود فرعونی کفر و عناد پر قائم رہے تو آپ نے ان کے خلاف دعا فرمائی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش، عمدہ لباس، قیمتی زیور اور طرح طرح کے سامان دیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مال و دولت کے ذریعے لوگوں کو تیرے راستے سے بھٹکانے لگے۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے کیونکہ وہ تیری نعمتوں پر بجائے شکر کے معصیت کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور فرعونیوں کے درہم و دینار وغیرہ پتھر ہو کر رہ گئے اور یہ ان 9 نشانیوں میں سے ایک ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں۔ جب آپ علیہ السلام ان لوگوں کے

زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ

دنیا کی زندگی میں آرائش اور مال دیدیا، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے

وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

اور ان کے دلوں کو سخت کردے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں○ (اللہ نے) فرمایا: تم دونوں کی

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور نادانوں کے راستے پر نہ چلنا○ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار

الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ

کرادیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور ظلم سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب اسے غرق ہونے نے آلیا تو کہنے لگا

ایمان لانے سے مایوس ہوگئے تب آپ نے ان کے لئے یہ دعا کی کہ "ان کے دلوں کو سخت کردے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں" اور ایسا ہی ہوا کہ وہ غرق ہونے کے وقت تک ایمان نہ لائے۔ اہم باتیں: (1) مال عام طور پر غفلت کا سبب بنتا ہے، اس لئے مال دار کو اپنے محاسبے کی زیادہ حاجت ہے کہ اس کے مال نے اسے غافل تو نہیں کر دیا۔ (2) دل کی سختی بڑا عذاب ہے، اس کا معنی ہے کہ نصیحت دل پر اثر نہ کرے، گناہوں میں رغبت ہو، گناہ کرنے پر کوئی ندامت نہ ہو اور توبہ کی طرف توجہ نہ ہو۔

آیت 89 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو قبولیت دعا میں دیر ہونے کی حکمتیں نہیں جانتے۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے، معلوم ہوا کہ آمین کہنے والا بھی دعا کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی مقبولیت کے درمیان 40 برس کا فاصلہ ہوا۔ (3) دعا کی قبولیت میں ضروری نہیں کہ فوراً ہی اس کا اثر ہو جائے بلکہ بعض اوقات حکمتِ الٰہی سے اس میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔

آیت 90 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا قبول فرمائی تو بنی اسرائیل کو ایک معین وقت میں مصر سے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب فرعون نے سنا کہ بنی اسرائیل اس کا ملک چھوڑنے کے عزم سے نکل گئے ہیں تو وہ ان کے پیچھے روانہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ دریا کے کنارے پہنچے اور ادھر فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گیا جس سے بنی اسرائیل شدید خوف میں مبتلا ہو گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر، اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اس طرح انعام فرمایا کہ دریا میں ان کے لئے راستہ ظاہر کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اس میں داخل ہو کر دریا کے پار چلے گئے اور جب فرعون اپنے لشکر سمیت اس دریائی راستے میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں پڑے شگاف کو ملا کر فرعون کو اس کے لشکر سمیت ڈبو دیا۔ ڈوبتے وقت فرعون اس امید پر اپنے ایمان کا اظہار کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اسے نجات دیدے گا چنانچہ "

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۹۰ آٰلْـٰٔنَ

میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمان ہوں ○ (اسے کہا گیا) کیا اب

وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۹۱ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ

(ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا ○ آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے

خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝۹۲ وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے اور بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں ○ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی

مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ

جگہ دی اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن

ع

کہنے لگا: میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمان ہوں۔

آیت 91 ڈوبتے وقت جب فرعون نے ایمان کا اقرار کیا تو اس سے کہا گیا: کیا اب حالتِ اضطرار میں ایمان لاتا ہے جبکہ غرق میں مبتلا ہو چکا ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا، خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ فرعون پر عذابِ الٰہی شروع ہو چکا تھا اور عذاب میں مبتلا ہو کر ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔

آیت 92 فرمایا: آج ہم تیری لاش کو دریا سے نکال کر بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے عبرت بن جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی لیکن فرعون کی ہیبت کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا تو دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی، بنی اسرائیل نے اسے دیکھ کر پہچانا۔ مزید فرمایا کہ بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں۔ لہٰذا بعد والے سب لوگ ان نشانیوں سے عبرت حاصل کریں کہ ان واقعات کو بیان کرنے کا یہی مقصد ہے۔

آیت 93 فرمایا کہ بنی اسرائیل کے دریا سے نکلنے اور فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے انہیں عزت کی جگہ ٹھہرایا اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد۔ اے حبیب! یہودی دنیا میں آپ کی نبوت کے معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، قیامت کے دن آپ کا رب ان میں اس طرح فیصلہ کردے گا کہ آپ پر ایمان لانے والوں کو جنت میں داخل اور آپ کا انکار کرنے والوں کو جہنم کے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ **اہم بات:** آیت میں عزت کی جگہ سے یا ملکِ مصر اور فرعون اور فرعونیوں کے املاک مراد ہیں یا سرزمین شام، قدس اور اُردن جو نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز ملک ہیں اور علم سے مراد توراۃ ہے جس کے معنی میں یہودی آپس میں اختلاف کرتے تھے یا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری ہے کہ

بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿٩٣﴾ فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ

ان میں اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ جھگڑتے تھے۔ تو اے سننے والے! اگر تجھے اس میں کوئی شک ہو جو ہم نے تیری طرف اتارا

فَسۡـَٔلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَۚ لَقَدۡ جَآءَكَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ

تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں، بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تو

مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۙ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿٩٥﴾

شک والوں میں نہ ہو۔ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۙ ﴿٩٦﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى

بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے جب تک

يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ

دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے۔ تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی قوم ایمان لے آتی تاکہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا لیکن یونس کی

اس سے پہلے تو سب یہودی آپ کی نبوت پر متفق تھے اور تورات میں جو آپ کی صفات مذکور تھیں ان کو مانتے تھے لیکن تشریف آوری کے بعد اختلاف کرنے لگے، بعض ایمان لائے اور بعض نے حسد و عداوت کی وجہ سے کفر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ علم سے قرآنِ مجید مراد ہے۔

آیت 95،94 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے سننے والے! اگر تمہیں ان قصوں میں کچھ تردد ہو جو ہم نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے سے تمہیں بیان کیے ہیں تو تم علمائے اہلِ کتاب سے پوچھ لو تاکہ وہ تمہیں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا اطمینان دلائیں اور آپ کی نعت و صفت جو تورات میں مذکور ہے وہ سنا کر شک دور کر دیں۔ بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے وہ حق آیا جو اپنے واضح دلائل سے اتنا روشن ہے کہ اس میں شک کی مجال نہیں لہٰذا تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی واضح دلیلوں کو جھٹلایا ورنہ تو اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

آیت 97،96 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہو چکی یعنی وہ قول ان پر ثابت ہو چکا جو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا اور ملائکہ کو اس کی خبر دی ہے کہ یہ لوگ کافر مریں گے، وہ جب تک موت کے وقت یا قیامت میں دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آجائیں۔

آیت 98 فرمایا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان بستیوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کیا، کوئی قوم عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے

لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۹۸﴾

جب ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا۔

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًاؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے یہاں تک کہ

یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَ یَجْعَلُ الرِّجْسَ

مسلمان ہو جائیں؟ اور کسی جان کو قدرت نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے اور اللہ ان لوگوں پر

اخلاص کے ساتھ توبہ کر کے ایمان لے آتی اور جیسے فرعون نے ایمان لانا مؤخر کیا وہ قوم ایسا نہ کرتی تاکہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا کیونکہ اختیار کے وقت میں ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا ایمان قبول کر لیتا لیکن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم جب عذاب قریب ہونے کی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ان کی مدتیں پوری ہونے تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یونس علیہ السلام کی قوم موصل کے علاقے نینوی میں رہتی تھی۔ آپ علیہ السلام نے انہیں بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے آپ کی تکذیب کی، پھر ایک وقت آپ نے انہیں عذاب نازل ہونے کی خبر دی۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی غلط بات نہیں کہی، دیکھو! اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیے کہ عذاب آئے گا۔ رات ہوئی تو حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے اور صبح عذاب کے آثار نمودار ہو گئے، آسمان پر سیاہ رنگ کا ہیبت ناک بادل آیا، بہت سارا دھواں جمع ہوا اور تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر قوم کو عذاب آنے کا یقین ہو گیا اور وہ عورتوں، بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کی طرف نکل گئے، سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری شروع کر دی اور عرض کی کہ جو دین حضرت یونس علیہ السلام لائے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا، دعا قبول فرمائی اور عذاب اٹھا دیا گیا۔ (2) نزولِ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں لہٰذا نزولِ عذاب سے پہلے صرف علاماتِ عذاب کے ظہور کے بعد توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

آیت 99 رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خواہش و کوشش کے باوجود جو لوگ ایمان سے محروم رہتے ان کا آپ کو غم ہوتا، اس پر فرمایا گیا: اے حبیب! اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب ہی ایمان لے آتے لیکن خدا کی مشیت و حکمت یہ نہیں ہے لہٰذا جو لوگ ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا غم نہ کریں۔ آیت میں مزید فرمایا: اے حبیب! آپ کو یہ روا نہیں کہ لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں کیونکہ ایمان تصدیق اور اقرار کا نام ہے اور کسی پر جبر و زبردستی کرنے سے تصدیقِ قلبی حاصل نہیں ہوتی۔ **اہم بات:** کسی کو جبراً مسلمان بنانا درست نہیں۔

آیت 100 جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو بندہ اپنے اختیار سے ایمان قبول کرتا ہے، اپنے چاہنے کی وجہ سے وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي

عذاب ڈالتا ہے جو سمجھتے نہیں○ تم فرماؤ: تم دیکھو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا (نشانیاں) ہیں اور نشانیاں اور رسول

الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ

ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے○ تو انہیں ان لوگوں کے دنوں جیسے (دنوں) کا انتظار ہے جو

خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا

ان سے پہلے گزرے ہیں۔ تم فرماؤ: تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں○ پھر ہم اپنے رسولوں

جب اللہ تعالیٰ ہدایت کا ارادہ نہ کرے تو بندہ اپنی رغبت سے کفر پر رہتا ہے اور اس رغبت کا عذاب پاتا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر عذاب ڈالتا ہے جو آیاتِ الٰہیہ کو سمجھتے نہیں۔ اہم بات: اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بندہ مجبور ہے۔ مجبور کرنے کی بات تب ہو جب آدمی کفر پر اس طرح مجبور ہو جیسے رعشے میں مبتلا آدمی کے ہاتھ کانپتے ہیں کہ وہ اسے کتنا ہی روکنا چاہے روک نہیں پاتا لیکن جب دل میں قبول کرنے کا اختیار موجود ہے لیکن پھر بھی کوئی ایمان قبول نہیں کرتا تو وہ ہرگز مجبور نہیں۔

آیت 101 یہاں سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرت پر زمین و آسمان میں موجود دلائل میں غور و فکر کا حکم دیا گیا۔ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان نشانیاں طلب کرنے والے مشرکین سے فرمادیں: تم دل کی آنکھوں سے دیکھو اور غور کرو کہ آسمانوں اور زمین میں توحیدِ باری تعالیٰ کی کیا کیا نشانیاں ہیں، اوپر سورج اور چاند ہیں جو دن اور رات کے آنے کی دلیل ہیں، ستارے ہیں جو طلوع و غروب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے، زمین میں پہاڑ، دریا، دفینے، نہریں، درخت، نباتات ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے واحد اور ان کا خالق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ عظمتِ خداوندی، توحیدِ الٰہی اور قدرتِ ربّانی سمجھانے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں، اب اگر ان سب دلائل کے باوجود کوئی ایمان نہیں لاتا تو اس کا ارادہ جہنم میں جانے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ نشانیاں اور رسول ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔

آیت 102 فرمایا کہ کفار کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ گویا یہ لوگ گزشتہ اُمتوں کے دنوں جیسے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانوں میں کفار کو ان دنوں کے آنے سے ڈراتے تھے جن میں مختلف قسم کے عذاب نازل ہوں جبکہ کفار اسے جھٹلاتے اور عذاب نازل ہونے کی جلدی مچاتے تھے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے کفار بھی انہی کی روش پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا: ان سے کہہ دو کہ تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

آیت 103 فرمایا گیا کہ جب عذاب واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرماتا ہے تو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ ہم پر اسی طرح حق ہے کہ ایمان والوں کو نجات دیں۔ تم فرماؤ: اے لوگو!

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو تو (جان لو کہ) میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

البتہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں۔

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ

اور یہ کہ ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لئے سیدھا رکھو اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔ اور اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

اس کی عبادت نہ کر جو نہ تجھے نفع دے سکے اور نہ تجھے نقصان پہنچا سکے پھر اگر تو ایسا کرے گا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا۔

اے حبیب! جیسے ہم نے آپ سے پہلے رسولوں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی ایسے ہی آپ کو، آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں کو بھی نجات عطا فرمائیں گے۔

آیت 105،104 ﴾ ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ اہلِ مکہ سے فرمادیں کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی حقیقت اور صحت کی طرف سے کسی شُبہ میں مبتلا ہو اور اس وجہ سے غیرُ اللہ کی عبادت میں مشغول ہو تو میں تمہیں اپنے دین کی حقیقت بتا رہا ہوں کہ میں بتوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو کیونکہ بت خود مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں البتہ میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو قادر، مختار، برحق معبود اور مستحقِ عبادت ہے اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر باطل سے جدا ہو کر دینِ حق پر استقامت کے ساتھ قائم رہوں اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہوں۔

آیت 106 ﴾ اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کا غیر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کبھی کسی کی عبادت نہیں کی تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اے انسان! اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کا شریک بنا کر عبادت نہ کر جو عبادت کرنے اور پکارنے کے باوجود تجھے کوئی نفع نہ دے سکے اور اگر تو اس کی عبادت کرنا، اسے پکارنا چھوڑ دے تو وہ تجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور اگر میرے منع کرنے کے باوجود تو نے ایسا کیا تو، تو اپنی جان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا۔

وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو

لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ یٰۤاَیُّهَا

کوئی رد کرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرماؤ: اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو ہدایت حاصل کرلے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت حاصل کرتا ہے

وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ

اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے اور میں تم پر کوئی نگران نہیں ۔ اور اس وحی کی پیروی کرو جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے

وَ اصْبِرْ حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع

اور صبر کرتے رہو حتّٰی کہ اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

آیت 107 فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے نقصان کا ارادہ فرمائے تو کوئی اس نقصان کو ٹال کر نفع نہیں پہنچا سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ وسعت و آسانی کا ارادہ فرمائے تو اس کے رزق کو روکنے والا کوئی نہیں، وہی نفع نقصان کا مالک ہے، تمام کائنات اسی کی محتاج ہے، وہی ہر چیز پر قادر اور جود و کرم والا ہے، بندوں کو اس کی طرف رغبت، اس کا خوف اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے نفع و ضرر جو کچھ ہے وہی اسے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپانے والا اور ان پر مہربان ہے۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ کہ اے اہلِ مکہ! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن اور اس کا رسول محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے ہیں تو ان سے جو ہدایت حاصل کرلے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہدایت حاصل کرتا ہے کیونکہ اس کی ہدایت کا ثواب اسے ہی ملے گا اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی گمراہی کا عذاب اسے ہی ہوگا، میں تم پر کوئی نگران نہیں کہ تمہیں ہدایت حاصل کرنے پر مجبور کروں۔

آیت 109 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کی طرف جو وحی فرماتا ہے آپ اسی کی پیروی کریں اور آپ کی قوم کے کفار کی طرف سے آپ کو جو اذیت پہنچتی ہے اس پر صبر کرتے رہیں حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو غلبہ عطا فرما کر ان کے خلاف آپ کی مدد کا فیصلہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

سورۂ ہود مکیہ ہے، اس میں ایک سو تئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍۙ(۱) اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ-اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌۙ(۲) وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا

یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر انہیں حکمت والے، خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، بیشک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی کی خبریں دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف

سورۂ ہود کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ آیت "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ" کے علاوہ اور مقاتل نے کہا کہ آیت "فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ"، "اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ" اور "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" کے علاوہ باقی پوری سورت مکی ہے۔ اس میں 10 رکوع اور 123 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 50 تا 60 میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا واقعہ مذکور ہوا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "ہود" رکھا گیا۔ **سورۂ ہود کے بارے میں حدیث پاک:** ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھا کرو۔ (شعب الایمان، حدیث: 2438) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ ہود میں توحید، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کیے جانے، بروز قیامت جزا ملنے، قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا دلائل سے بیان، آسمان و زمین میں موجود منافع پیدا کرنے کی حکمت، معیت اور آسمانی ، مومن اور کافر کی فطرت کا موازنہ، دین پر استقامت، نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے اور نیک اعمال پر صبر کرنے کا حکم، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمان فرشتوں، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات اور ان سے حاصل ہونے والی عبرت و نصیحت نیز دین کی دعوت سے اعراض کرنے والوں کو عذاب کی وعید اور متقی لوگوں کے اچھے انجام کا بیان ہے۔

آیت 2،1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ" ۔ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں **حکمت بھری ہیں۔** بعض مفسرین نے اُحْكِمَتْ کے یہ معنی بیان فرمائے کہ ان کی عبارت مستحکم اور پائیدار ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اس میں کوئی نقص اور خلل راہ نہیں پا سکتا جیسے کوئی مضبوط اور پختہ عمارت ہو۔ مزید فرمایا پھر انہیں **حکمت والے اور خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔** یعنی سورت سورت اور آیت آیت جدا جدا ذکر کی گئیں یا علیحدہ علیحدہ نازل ہوئیں یا عقائد و احکام، مواعظ، واقعات اور غیبی خبریں ان میں بہ تفصیل بیان فرمائی گئیں۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ اے حبیب! لوگوں سے کہہ دیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور یہ بھی فرما دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کفر اور گناہوں پر ڈر کی خبریں سنانے اور ایمان لانے پر اجر و ثواب کی خوش خبری دینے والا ہوں۔

آیت 3 فرمایا گیا کہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں کو یہ حکم دیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ گناہ

اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا

توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہت اچھا فائدہ دے گا اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا اور اگر تم منہ پھیرو

فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں ○ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ

سن لو! بیشک وہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے چھپ جائیں۔ سن لو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے ○

کرنے سے توبہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں کثیر رزق اور وسعتِ عیش عطا فرمائے گا جس کی وجہ سے تم امن وراحت کی حالت میں زندگی گزارو گے اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا، اگر دنیا میں تمہیں کسی مشقت کا سامنا ہوا بھی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کی وجہ سے یہ تمہارے درجات کی بلندی کا سبب ہوگی۔ مزید فرمایا: **اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا۔** اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے دنیا میں نیک عمل کئے ہوں آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب عطا فرمائے گا یا یہ معنی ہیں کہ جس کی دنیا میں نیکیاں زیادہ ہوں گی اس کی نیکیوں کا ثواب جنت میں درجات بھی زیادہ ہوں گے کیونکہ اعمال کے مطابق جنت کے درجات ملیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اور اگر تم منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ **اہم باتیں:** (1) پچھلے گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے اور ان پر شرمندہ ہو کر آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا توبہ ہے۔ (2) اخلاص کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا درازیٔ عمر اور رزق میں وسعت کے لئے بہترین ہے۔

آیت 4 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف آخرت میں تمہارا لوٹنا ہے، وہاں نیکیوں اور بدیوں کی جزا و سزا ملے گی اور وہ دنیا میں تمہیں روزی دینے، موت دینے، موت کے بعد زندہ کرنے اور ثواب و عذاب سب پر قادر ہے۔

آیت 5 **شانِ نزول:** (1) اخنس بن شریق بہت شیریں گفتار شخص تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے آتا تو بہت خوشامد کی باتیں کرتا اور دل میں بغض و عداوت چھپائے رکھتا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سینوں میں عداوت چھپائے رکھتے ہیں جیسے کپڑے کی تہ میں کوئی چیز چھپائی جاتی ہے۔ (2) بعض منافقین کی عادت تھی کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سامنا ہوتا تو سینہ اور پیٹھ جھکاتے، سر نیچا کرتے اور چہرہ چھپا لیتے تاکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دیکھ نہ پائیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ

اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کیے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّ

سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے ○ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور

كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ

اس کا عرش پانی پر تھا (تمہیں پیدا کیا) تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور اگر تم کہو:

مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧

(اے لوگو) تمہیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ (قرآن) تو کھلا جادو ہے ○

آیت 6 ﴾ فرمایا کہ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار خواہ انسان ہو یا حیوان، ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کیے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔ جانداروں، ان کے رزق، ان کے ٹھہرنے اور سپرد کیے جانے کی جگہ یہ سب بیان کرنے والی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مُسْتَقَرّ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ دن یا رات گزارتا ہے اور مُسْتَوْدَع وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد دفن کیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) جانداروں کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں۔ ہاں! انہیں رزق دینا اور ان کی کفالت کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرما لیا ہے اور وہ اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ (2) "بھول جانا" اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے، لوحِ محفوظ میں ہر چیز کا لکھنا بہت سی حکمتوں سے ہے جیسے یہ کہ لوحِ محفوظ دیکھنے والے فرشتے، اولیاء اس پر اطلاع پائیں۔ (3) آیت میں لوحِ محفوظ کو مُبِین یعنی بیان کرنے والی اس لئے فرمایا کہ وہ خاص بندوں پر علومِ غیبیہ بیان کرتی ہے۔

آیت 7 ﴾ فرمایا کہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے عرشِ الٰہی پانی پر تھا یعنی عرش کے نیچے پانی کے سوا کوئی مخلوق نہ تھی۔ آسمان و زمین اور ان میں تمہارے جو منافع اور مصالح ہیں، انہیں پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے نیک و بد میں امتیاز ہو جائے اور اے حبیب! اگر آپ اپنی قوم کے کفار سے فرمائیں کہ اے لوگو! تمہیں مرنے کے بعد حساب اور جزا کے لئے اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ قرآن شریف جس میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا بیان ہے یہ تو کھلا جادو یعنی باطل اور دھوکا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آسمانوں کی پیدائش دو دن میں، زمین کی پیدائش دو دن میں اور حیوانات، درخت وغیرہ کی پیدائش دو دن میں ہوئی اور دن سے مراد اتنا وقت ہے، ورنہ اس وقت دن نہ تھا، مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چھ دنوں سے مراد چھ ادوار ہیں۔ (2) یہ آیت کئی اعتبار سے قدرتِ الٰہی کی عظمت اور کمال پر دلالت کرتی ہے مثلاً عرش جو کہ تمام مخلوقات سے بڑا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر قائم کیا ہوا ہے، اس کے نیچے کوئی ستون ہے نہ اوپر کوئی اور علاقہ۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ

اور اگر ہم ان سے کچھ گنتی کی مدت تک کے لیے عذاب میں دیر کردیں تو ضرور کہیں گے: کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ خبردار! جس دن

ع يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَئِنْ

وہ عذاب ان پر آئے گا تو ان سے پھیرا نہیں جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہی ان کو گھیرے ہوئے ہوگا ۝ اور اگر

اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ

ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ دیں پھر وہ رحمت اس سے چھین لیں تو بیشک وہ بڑا مایوس اور ناشکرا (ہو جاتا) ہے ۝ اور اگر

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو اسے نعمت کا مزہ دیں تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں بیشک وہ (اس وقت) بہت خوش

فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

ہونے والا، فخر و تکبر کرنے والا ہو جاتا ہے ۝ مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے ۝

آیت 8 یہاں کفار کی ایک باطل گفتگو کا ذکر ہے، جب ان سے وہ عذاب مؤخر ہوا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں وعدہ دیا تھا تو وہ تکذیب واستہزا کے طور پر کہنے لگے کہ کس وجہ سے ہم سے عذاب روک دیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ جب وہ وقت متعین آجائے گا تو ہم وہ عذاب ان پر نازل کر دیں گے جس کا یہ مذاق اڑا رہے ہیں اور وہ عذاب ان سے پھیرا نہ جائے گا بلکہ ان سب کو گھیر لے گا۔

آیت 9 فرمایا کہ اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں، صحت، امن، وسعتِ رزق اور دولت عطا کریں پھر یہ سب اس سے چھین لیں اور مصائب میں مبتلا کر دیں تو بیشک وہ دوبارہ اس نعمت کے پانے سے مایوس ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی امید ختم کر لیتا ہے، صبر و رضا پر ثابت قدم نہیں رہتا اور گزشتہ نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔ **اہم بات:** ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں "الْاِنْسَانَ" سے مراد مطلق انسان ہے پھر (آیت نمبر 11 میں) اس سے صبر کرنے والے اور نیک مسلمانوں کا استثنا فرمایا۔ اس صورت میں لفظ "الْاِنْسَانَ" میں مومن اور کافر دونوں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "الْاِنْسَانَ" سے کافر انسان مراد ہے۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: اگر ہم انسان کو اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو نعمت کا مزہ چکھائیں، بیماری کے بعد صحت، تنگی کے بعد آسانی اور فقیری کے بعد مال و دولت کی وسعت عطا کریں تو وہ یہ تو کہتا ہے کہ جو مصیبتیں مجھے پہنچیں وہ اب مجھ سے دور ہو گئیں لیکن شکر گزار ہونے اور حقِ نعمت ادا کرنے کے بجائے خوشی میں پھولتا پھرتا اور فخر و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ **اہم بات:** شیخی کی خوشی منع ہے جبکہ شکریہ کی خوشی عبادت ہے کیونکہ شیخی کی خوشی میں نظر اپنی ذات پر اور شکریہ میں توجہ ربِّ کریم کی طرف ہوتی ہے۔

آیت 11 فرمایا: لیکن وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے تو وہ ان کی طرح نہیں ہیں، کیونکہ انہیں جب کوئی مصیبت پہنچی تو

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ ضَآىٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ

تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے اور اس پر تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہو جائے گا کہ وہ کہتے ہیں:

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌؕ (۱۲)

ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا؟ تم تو ڈر سنانے والے ہو، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کیا یہ کہتے ہیں: یہ قرآن نبی نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: (اگر یہ بات ہے) تو تم (بھی) ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اگر تم سچے ہو تو

انہوں نے صبر سے کام لیا اور کوئی نعمت ملی تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، جو ایسے اوصاف کے حامل ہیں ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور بڑا ثواب یعنی جنت ہے۔ درس: نعمت چھن جانے پر صبر، راحت ملنے پر شکر اور بہر صورت اطاعتِ الٰہی میں رہنا مومن کی شان ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جو صبر کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرمادے گا اور صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔ (مسلم، حدیث:1053)

آیت 12 **شانِ نزول:** عبد اللہ بن اُمیہ مخزومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے رسول اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اُتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے اور کفار کے اسے ہلکا جاننے کی وجہ سے انہیں نہ پہنچاؤ گے اور کفار پر اس کی تلاوت کرنے میں تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہو جائے گا کہ وہ کہتے ہیں: ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا جو ان کی تصدیق کرے؟ تم تو ڈر سنانے والے ہو لہٰذا تم پر صرف پہنچا دینا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے تو وہ انہیں بدلہ دے گا۔ **اہم بات:** امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وحی اور تنزیل میں خیانت کرنا اور وحی کی بعض چیزوں کو ترک کر دینا ممکن نہیں کیونکہ اگر یہ بات ممکن مانیں تو ساری شریعت مشکوک ہو جائے گی اور نبوت میں طعن لازم آئے گا نیز رسالت سے اصل مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جائیں اور جب ایسا نہ ہو تو رسالت سے جو فائدہ مطلوب تھا وہ حاصل ہی نہ ہو گا، اس لئے اس آیت کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ساری وحی کی تبلیغ کریں گے تو کفار کی طرف سے طعن و تشنیع اور مذاق اڑانے کا خدشہ ہے اور اگر بتوں کی مذمت والی آیات نہ بیان کریں گے تو کفار آپ کا مذاق تو نہ اڑائیں گے لیکن وحی میں خیانت لازم آئے گی، چونکہ وحی میں خیانت کرنے کے مقابلے میں کفار کے طعن و تشنیع کو برداشت کر لینا آسان ہے لہٰذا آپ وحی میں خیانت کی خرابی سے دور رہتے ہوئے کفار کے طعن و تشنیع کی خرابی کو برداشت کر لیں۔

آیت 13 فرمایا کہ کیا کفار مکہ قرآن کریم کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اگر یہ بات ہے تو تم بھی ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ کیونکہ انسان اگر ایسا کلام بنا سکتا ہے تو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (١٣) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو ○ تو اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اتارا گیا ہے

وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (١٤) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ

اور (جان لو) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے ○ جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں

اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (١٥) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں

اس کے مثل بنانا تمہاری طاقت سے باہر نہ ہوگا، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ کلام انسان کا بنایا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جو مل سکیں سب کو اپنی مدد کے لئے بلالو۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید نے اپنی مثل کلام بنا کر پیش کرنے کا چیلنج تین طرح سے دیا ہے: (1) پورے قرآن کی مثل لانے کا چیلنج (2) دس سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج (3) ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج۔

آیت 14 ارشاد فرمایا: تو اے مسلمانو! اگر کفار تمہارے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکیں اور دس سورتوں کی مثل پیش کرنے سے عاجز رہیں تو تم اپنے اس علم پر ثابت قدم رہو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا اب تم مانو گے اور یقین رکھو گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ دوسری تفسیر کے مطابق یہاں کافروں سے فرمایا گیا کہ اے کافرو! اگر تمہارے مددگار تمہیں کوئی جواب نہ دے سکیں اور تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں تو سمجھ لو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم ہی سے اتارا گیا ہے، کسی نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اسے نازل فرمایا ہے اور جان لو کہ جس اللہ نے قرآن نازل فرمایا ہے وہی عبادت کے لائق ہے، جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ عبادت کے لائق ہرگز نہیں تو کیا تم اسلام قبول کرو گے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے؟

آیت 15 فرمایا کہ جو اپنے نیک اعمال سے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو اور اپنی کم ہمتی سے آخرت پر نظر نہ رکھتا ہو تو جو اعمال انہوں نے طلبِ دُنیا کے لئے کئے ہیں ہم ان کا اجر صحت، دولت، وسعتِ رزق وغیرہ سے دنیا ہی میں پورا کر دیں گے اور طلبِ دنیا کے لئے کئے ہوئے اعمال کے اجر میں کمی نہ کریں گے بلکہ ان اعمال کا پورا اور کامل اجر دیں گے۔ **اہم بات:** جو لوگ طلبِ دنیا کی خاطر نیک اعمال کرتے ہیں انہیں ان اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ نیک اعمال انہوں نے کئے وہ سب آخرت میں برباد ہو گئے، ان کا کوئی ثواب نہیں اور ان کے اعمال باطل ہیں۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت مشرکین کے بارے میں ہے کہ اگر وہ صلہ رحمی کریں، محتاجوں کو دیں، پریشان حال کی مدد کریں یا اس طرح کی کوئی اور نیکی کریں تو اللہ تعالیٰ وسعتِ رزق وغیرہ سے اُن کے عمل کی جزا دنیا ہی میں دے دیتا ہے اور آخرت میں اُن کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی، منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہادوں میں مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے

إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ

آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں ○ تو کیا وہ جو اپنے رب کی

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ

طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اللہ کی طرف سے اس پر ایک گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ

وہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور تمام گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو آگ اس کا وعدہ ہے۔ تو اے سننے والے! تجھے اس کے

فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ

بارے میں کوئی شک نہ ہو۔ بیشک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ اور اس سے بڑھ کر

شامل ہوتے تھے کیونکہ وہ آخرت کے ثواب کا یقین نہ رکھتے تھے۔ **اہم بات:** ایمان کے بغیر کوئی نیکی رب تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں، اعمال کے لئے ایمان شرطِ قبول ہے۔

آیت 17 ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اپنے اعمال سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے طالب ہیں، فرمایا گیا کہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو، اس روشن دلیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک گواہ بھی آئے اور اس کی صحت کی گواہی دے، کیا وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو، نہیں! ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مزید فرمایا: قرآن نازل ہونے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمائے جانے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات ان کے لئے پیشوا اور رحمت تھی کہ وہ لوگ دینی اور شرعی معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے نیز تورات گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھاتی تھی اور ان اوصاف کے حامل افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور یہودی، عیسائی، مجوسی، وغیرہ تمام کفار اور دیگر ادیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں آگ اس کا وعدہ ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں روشن دلیل سے وہ دلیل عقلی مراد ہے جو اسلام کی حقانیت پر دلالت کرے اور اس شخص سے جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو وہ یہودی مراد ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور گواہ سے مراد قرآن پاک ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: اے سننے والے! اس دین کے صحیح ہونے اور قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کے بارے میں شک نہ کر، بیشک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ اس قرآن کی تصدیق نہیں کرتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے سننے والے! تو اس بات میں شک نہ کر کہ دیگر ادیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں اس کا وعدہ آگ ہے لیکن اکثر لوگ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ کفار کے لئے آگ کا وعدہ ہے۔

آیت 18 کفار مکہ کہتے تھے کہ بارگاہِ الٰہی میں بت ان کی شفاعت کریں گے اور یہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ

ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو○ وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں

وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ

اس میں ٹیڑھاپن تلاش کرتے ہیں اور وہی لوگ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں○ وہ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں تھے

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ وقف لازم

اور اللہ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں ہیں۔ ان کے لئے عذاب کو کئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ وہ نہ تو سن سکتے تھے

السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اور نہ دیکھتے تھے○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا اور ان سے ان کے بہتان

لئے اولاد مانتے تھے اور یہ اللہ پر صریح جھوٹ تھا، اس پر ان کی مذمت میں فرمایا گیا کہ لوگوں میں سے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک و اولاد بتائے، یہ جھوٹ باندھنے والے لوگ جب قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے تو ان سے اُن کے دنیوی اعمال دریافت کئے جائیں گے، انبیاء کرام اور ملائکہ علیہم السلام اُن کے خلاف گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

آیت19 فرمایا کہ ان ظالموں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے اور حق کی پیروی کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اسلام کے خلاف شکوک و شبہات ڈالنے، واضح دلائل میں ٹیڑھاپن تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں وہ کفار و مشرکین بھی شامل ہیں جو ایمان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کفر والا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں اور وہ مرتدین بھی شامل ہیں جو قرآن کی معنوی تحریف کر کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور عام مسلمانوں کے خلاف راستہ اختیار کرتے ہیں۔

آیت20 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کرنا چاہے تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ اور ملک میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں جو ان کی مدد کریں اور انہیں عذاب سے بچا لیں۔ لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے کی وجہ سے ان کا عذاب کئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ وہ حق سننے سے بہرے ہو گئے تو کوئی بھلائی کی بات سن کر نفع نہیں اُٹھاتے اور نہ آیات قدرت کو دیکھ کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت21 کفار مکہ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بدلے بتوں کی عبادت اختیار کر کے اور دین کو دنیا کے بدلے بیچ کر اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا کیونکہ انہوں نے عزت والی چیز دے کر ذلت والی چیز کو اپنایا، یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت کا خسارہ یہ ہوگا کہ

يَفْتَرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿٢٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

گم ہو گئے○ یہ لوگ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے○ بیشک جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٣﴾

انہوں نے اچھے عمل کیے اور انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ

دونوں فریقوں کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا۔ کیا ان دونوں کی حالت برابر ہے؟ تو کیا تم

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ ع وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ٘ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٥﴾ ۙ ع

نصیحت نہیں مانتے؟○ اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے فرمایا) میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں○

ذلت والی چیز بھی ہلاک ہو جائے گی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔

آیت 22 فرمایا کہ کفارِ مکہ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے کیونکہ عزت و رفعت عطا کرنے والا دین یعنی اسلام قبول کرنے پر آخرت میں انہیں جنت اور اس کی دائمی نعمتیں حاصل ہوتیں لیکن وہ بتوں کی عبادت پر راضی ہوئے، آخرت میں جنتی منازل اور اس کی نعمتوں کو بیچ کر جہنمی منازل اور اس کے دائمی عذابات کو خرید لیا۔

آیت 23 اہل ایمان کے دنیوی حالات اور اخروی فوائد کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لاتے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور عبادت کی ادائیگی کے وقت ان کے دل ذکرِ الٰہی سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب و عذاب کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کی سچائی پر ان کے دل مطمئن ہیں۔ آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے اور اس بات سے ڈرتے رہے کہ کہیں ان کے اعمال میں کوئی نقص یا کمی نہ رہ گئی ہو تو یہی لوگ جنتی ہیں اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

آیت 24 کافر و مومن کا ذکر فرمانے کے بعد اب ایک مثال سے ان کی مزید وضاحت کی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ دونوں فریقوں یعنی کافر اور مومن کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے اور سننے والا۔ کافر اس کی مثل ہے جو اندھا اور بہرا ہے اور یہ ناقص ہے جبکہ مومن اس کی مثل ہے جو دیکھتا اور سنتا ہے، یہ کامل ہے اور حق و باطل میں امتیاز رکھتا ہے، اس لیے ہرگز ان دونوں کی حالت برابر نہیں۔ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟

آیت 25 اس آیت سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ اس سے پہلے سورۂ اعراف اور سورۂ یونس میں گزر چکا ہے، یہاں مزید تفصیلات کے ساتھ دوبارہ بیان فرمایا گیا۔

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ(۲۶) فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ

کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بیشک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ تو اس کی قوم کے کافر سردار

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ

کہنے لگے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے سب سے کمینے لوگوں نے

اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ(۲۷)

سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو

آیت 26 حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر تم خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا اقرار نہ کرو گے اور ان بتوں سے کنارہ کشی اختیار نہ کرو گے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک دن کا عذاب نہ آجائے۔ **اہم باتیں:** (1) دردناک دن سے مراد قیامت کا دن یا طوفان آنے کا دن ہے۔ (2) آپ علیہ السلام کی عمر ایک ہزار 50 سال ہوئی۔ اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔

آیت 27 جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو عبادتِ الٰہی کی دعوت دی تو قوم کے کافر سرداروں نے تین شُبہات وارد کرکے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت میں طعن کیا، کہنے لگے: (1) ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا بشر سمجھتے ہیں (2) اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف کمینے لوگوں نے سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے (3) اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر مال اور ریاست میں کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں نبوت کے دعویٰ میں اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو اس کی تصدیق میں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے کی گمراہی میں مبتلا ہو کر بہت سی امتیں اسلام سے محروم رہیں۔ (2) کمینوں سے مراد وہ لوگ تھے جو اُن کی نظر میں گھٹیا پیشے رکھتے تھے۔ اُن کا یہ قول خالصتاً جہالت پر مبنی تھا کیونکہ انسان کا حقیقی مرتبہ دین کی پیروی اور رسول کی فرمانبرداری سے ہے جبکہ مال و منصب اور پیشے کو اس میں دخل نہیں۔ دین دار، نیک سیرت، پیشہ ور کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے۔ (3) ان شُبہات کا تفصیلی جواب آیت نمبر 31 میں آرہا ہے۔

آیت 28 جب حضرت نوح علیہ السلام کو آپ کی قوم نے جھٹلایا تو آپ نے ان سے فرمایا: اے قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں یعنی حق پر ہوں اور مجھے اپنی حقانیت کا قطعی یقین ہو نیز اللہ نے مجھے اپنے پاس سے نبوت عطا کی ہو جبکہ یہی حقیقت تم پر پوشیدہ ہو تو کیا میں تمہیں اپنی نبوت قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے اور انکار کرتے ہو، تو میں تمہیں قبول کروانے کی نہیں بلکہ اس بات کی طاقت رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچادوں۔

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۖ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

پھر تم (خودہی) اسے دیکھنے سے اندھے رہو تو کیا میں تمہیں اس (کو قبول کرنے) پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟ ○ اور اے قوم!

مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ

میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور نہیں کروں گا بیشک یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں

وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ ۚ

لیکن میں تم لوگوں کو بالکل جاہل قوم سمجھتا ہوں ○ اور اے میری قوم! اگر میں انہیں دور کردوں تو مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ

تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود ہی غیب جان لیتا ہوں

آیت 29 حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اور اے قوم! تمہارا گمان ہے کہ میں نے مال و دولت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا شروع کیا ہے، تمہارا یہ گمان غلط ہے، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو اللہ ربُّ العٰلمین کے ذمۂ کرم پر ہے لہٰذا تم اس فاسد گمان کی وجہ سے خود کو اُخروی سعادتوں سے محروم نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ آپ سے کہتے تھے کہ گھٹیا لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تاکہ ہمیں آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے شرم نہ آئے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری وجہ سے مسلمانوں کو اپنے پاس سے دور نہیں کروں گا، ان کی شان یہ ہے کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کے قرب سے سرفراز ہوں گے تو میں اُنہیں کیسے نکال دوں، جبکہ میں تم لوگوں کو بالکل جاہل سمجھتا ہوں کیونکہ تم ایمانداروں کو گھٹیا کہتے ہو، ان کی قدر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔ درس: دین دار غریبوں کو حقیر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے۔ اس میں ہمارے زمانے کے ان مال داروں کے لئے بڑی عبرت ہے جو غریب علما، طلبہ اور مبلغین وغیرہ کو عزت دینے کو تیار نہیں۔

آیت 30 عقل اور شریعت اس بات پر متفق ہیں کہ نیک اور متقی مسلمان کی تعظیم کرنا جبکہ فاسق و فاجر اور کافر کی توہین کرنا ضروری ہے، اے میری قوم! بالفرض محال اگر میں کافر اور فاجر کی تعظیم کے طور پر اسے اپنی بارگاہ میں قرب سے نوازوں اور متقی مومن کی توہین کے طور پر اسے اپنی مجلس سے نکال دوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور اس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حق دار ٹھہروں گا، تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ تو کیا تم اس بات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

آیت 31 سابقہ ایک آیت میں قوم نوح کے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر تین شبہات کا ذکر ہوا، ایک شبہ یہ تھا کہ ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے یعنی تم مال و دولت میں ہم سے زیادہ نہیں ہو، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، میں نے کبھی مال کی فضیلت نہیں جتائی، نہ دنیوی دولت کی توقع رکھنے کا کہا ہے پھر تم یہ کہنے کے کیسے مستحق ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کسی نے پیروی کی ہو

وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ

اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں

اللّٰهُ خَیْرًاؕ-اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ-اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ(۳۱)

کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ اگر میں ایسی بات کہوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا۔

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ

انہوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کر لیا ہے تو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں

الصّٰدِقِیْنَ(۳۲) قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ(۳۳)

دیتے رہتے ہو۔ (نوح نے) فرمایا: وہ عذاب تمہارے اوپر اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکوگے۔

مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے یعنی وہ بھی صرف ظاہر میں مومن ہیں باطن میں نہیں، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں اور میرے اَحکام غیب پر مبنی ہیں، جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے جا نیز شریعت میں ظاہر ہی کا اعتبار ہے۔ ﴿لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ فرمانے میں قوم پر ایک لطیف اعتراض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو جبکہ میں نے اس کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ میں نبی ہوں تو تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔ تیسرا شبہ یہ تھا کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں یعنی میں نے اپنی دعوت کو اپنے فرشتہ ہونے پر موقوف نہیں کیا تھا لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ کفار نے چونکہ غریب مسلمانوں کو حقیر سمجھا تھا اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ حکم نہیں لگاتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں دنیا و آخرت میں کوئی بھلائی نہ دے گا۔ نیکی یا بدی، اخلاص یا نفاق جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اگر میں اُن کے ظاہری ایمان کو جھٹلا کر اُن کے باطن پر الزام لگاؤں اور انہیں نکال دوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا اور بِحَمْدِ اللہ میں ظالموں میں سے ہرگز نہیں لہٰذا ایسا کبھی نہ کروں گا۔ **اہم بات:** مسلمان کو کسی دلیل کے بغیر منافق یا کافر کہنے والا ظالم ہے کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔

آیت 32 حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار نے دو اعتراض کئے: (1) کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات کو کثرت بحث اور جھگڑا کرنے سے تعبیر کیا اور کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کر لیا ہے۔ (2) حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی تھی، انہوں نے آپ سے، اس عذاب کے جلدی نازل ہونے کا مطالبہ کیا اور کہا: اگر تم سچے ہو تو اب وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السلام کی کفار کے ساتھ بحث اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی نبوت اور آخرت کو ثابت کرنے کے لئے تھی۔ معلوم ہوا کہ دلائل سے حق کا اثبات اور شبہات کا اِزالہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

آیت 33 کفار کے اعتراضات کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: تم پر عذاب نازل کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫

اور اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں تو تب بھی میری نصیحت تمہیں نفع نہیں دے گی اگر اللہ تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ وہ تمہارا رب ہے

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ؕ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ

اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے بنا (بھی) لیا ہو تو میرا جرم صرف

وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ع وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا

مجھ پر ہے اور میں تمہارے جرم سے بیزار ہوں ○ اور نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تمہاری قوم میں سے مسلمان ہوجانے والوں کے

ہے، وہ جب چاہے گا اس عذاب کو تم پر نازل کردے گا اور جب اس نے عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمالیا تو تم نہ اس عذاب کو روک سکو گے اور نہ اس سے بچ سکو گے۔

آیت 34 آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جس دن تم پر عذاب نازل ہوا اور تم وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو اس دن میری نصیحت کوئی فائدہ نہ دے گی کیونکہ عذاب نازل ہوتے وقت کا ایمان قبول نہیں۔ دوسرا معنی مشیّتِ الٰہی کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے جو آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ مزید فرمایا: تمہارا خدا وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہاری پرورش کی، وہ تمہاری موت سے پہلے اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں تم میں تصرّف کا پورا پورا اختیار رکھتا ہے اور مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

آیت 35 فرمایا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو بات حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ انہوں نے اپنے پاس سے بنالی ہے تو اے نوح! تم ان سے فرمادو کہ بالفرض اگر میں نے اپنے پاس سے بنالی ہے تو مجھے میرے گناہ کی سزا ملے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔ دوسری تفسیر کے مطابق اس آیت کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے اور معنی یہ ہے: کیا کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قرآن خود ہی بنالیا ہے اور یہ کہہ کر کفار اسے اللہ تعالیٰ کا کلام اور احکام ماننے سے گریز کرتے، اس کے رسول پر بہتان باندھتے اور ان کی طرف افترا کی نسبت کرتے ہیں جن کی سچائی روشن دلائل اور مضبوط حجتوں سے ثابت ہو چکی ہے لہٰذا اے حبیب! اب ان سے فرمادو کہ اگر بالفرض میں نے بنا بھی لیا ہو تو میرا جرم صرف مجھ پر ہے جس کا وبال ضرور آئے گا لیکن بحمد اللہ میں سچا ہوں تو تم سمجھ لو کہ تمہاری تکذیب کا وبال تم پر پڑے گا اور تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔ اس سورت میں یہ آیت حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے دوران اس لئے ذکر کی گئی ہے تاکہ سننے والوں کا نشاط برقرار رہے۔

آیت 36 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کے جن لوگوں سے ایمان قبول کرنے کی توقع تھی وہ ایمان قبول کر چکے، جو لوگ کفر پر قائم ہیں وہ کسی صورت ایمان قبول نہیں کریں گے لہٰذا اس طویل مدت کے دوران کفار کی طرف سے آپ کو جس تکذیب، استہزا اور اذیت کا سامنا ہوا اس پر غم نہ کرو، ان کے کرتوت ختم ہو گئے اور اب ان سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔ اہم بات: ایمان لانے والے حضرات کی تعداد مفسرین کے بیان کے مطابق تقریباً 80 تھی۔

مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

علاوہ کوئی اور (اب) مسلمان نہیں ہوگا تو تم اس پر غم نہ کھاؤ جو یہ کر رہے ہیں ○ اور ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ ۫ وَكُلَّمَا

اور (اب) ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا۔ بیشک انہیں ضرور غرق کیا جائے گا○ اور نوح کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے

مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ

سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا۔ (نوح نے) فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی

مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ

تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم ہنستے ہو○ تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و رسوا کردے گا

وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿٣٩﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ

اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے○ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے فرمایا: ہر جنس میں سے (نر اور مادہ کا)

آیت 37 جب حضرت نوح علیہ السلام کو بتایا گیا کہ ان کی قوم میں پہلے مسلمان ہو جانے والوں کے علاوہ اور کوئی مسلمان نہ ہوگا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب دینے والا ہے، چونکہ عذاب کئی طریقوں سے آسکتا تھا اس لئے بتادیا گیا کہ وہ عذاب ڈبو دیئے جانے کی صورت میں ہوگا اور ڈوبنے سے نجات کی صورت صرف کشتی کے ذریعے ممکن تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت میں اور ہماری تعلیم سے کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے اُن کی شفاعت اور ان سے عذاب دور ہو جانے کی دعا نہ کرنا کیونکہ غرق ہونا ان کا مقدر ہو چکا ہے۔

آیت 38 حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا اور کہتا کہ اے نوح! کیا کر رہے ہو؟ آپ فرماتے: ایسا مکان بنا رہا ہوں جو پانی پر چلے۔ یہ سن کر وہ ہنستا کیونکہ آپ کشتی جنگل میں بنا رہے تھے جہاں دور دور تک پانی نہ تھا۔ وہ مذاق اڑانے کے طور پر یہ بھی کہتے کہ پہلے تو آپ نبی تھے اب بڑھئی ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی تمہیں ہلاک ہوتا دیکھ کر تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم کشتی دیکھ کر ہنستے ہو۔ اہم بات: یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی۔ اس کی لمبائی 300 گز، چوڑائی 50 گز اور اونچائی 30 گز تھی۔ اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

آیت 39 ارشاد فرمایا: تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر دنیا میں غرق ہونے کا وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و رسوا کر دے گا اور کس پر آخرت میں جہنم کا ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

آیت 40 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عذاب نازل ہونے کی یہ علامت بیان فرمائی تھی کہ جب تنور سے پانی جوش مارتا دیکھو

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ

ایک ایک جوڑا اور جن پر (عذاب کی) بات پہلے طے ہو چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں کو اور اہلِ ایمان کو کشتی میں سوار کر لو

وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ

اور ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے ○ اور (نوح نے) فرمایا: اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام پر ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿٤١﴾ وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰی

بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے ○ اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی اور نوح نے

تو جان لینا کہ عذاب نازل ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف رہے یہاں تک کہ ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے اور ہلاکت کا وقت آ گیا اور تنور سے پانی جوش مارنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو تین طرح کی چیزیں کشتی میں سوار کرنے کا حکم فرمایا: (1) ہر جنس میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا (2) جن پر عذاب کی بات پہلے طے ہو چکی ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی واعلہ اور بیٹا کنعان کے سوا آپ کے اہل خانہ (3) وہ لوگ جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے۔ آیت میں مزید فرمایا: کہ ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے۔ یہ کل 80 افراد تھے۔ ان کی تعداد کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں، صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ اُن کی تعداد کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں۔ اہم باتیں: (1) اس تنور سے روئے زمین مراد ہے یا یہی روٹی پکانے والا تنور، ایک قول کے مطابق یہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے ترکے میں سے آپ کو پہنچا تھا۔ (2) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ ان تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیا جو بچے جنتے یا انڈے دیتے ہوں البتہ جو مٹی سے پیدا ہوتے ہیں جیسے مچھر، ان میں سے کسی کو سوار نہ کیا۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ سانپ اور بچھو نے حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ سوار کر لیں۔ آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تمہاری وجہ سے ہم کہیں مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں اس لئے میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ہمیں سوار کر لیں، ہم آپ کو ضمانت دیتے ہیں کہ جو آپ کا ذکر کرے گا ہم اسے نقصان نہ پہنچائیں گے۔ (3) حضرت نوح علیہ السلام کے اہل خانہ کل سات افراد تھے: حضرت نوح علیہ السلام، آپ کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں۔

آیت 41 حضرت نوح علیہ السلام نے جن اَصحاب کو کشتی میں سوار کیا ان سے فرمایا: تم کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر ہے۔ بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم بات:** حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت نوح علیہ السلام چاہتے کہ کشتی چلے تو بِسْمِ اللہ فرماتے تو کشتی چلنے لگتی اور جب چاہتے کہ ٹھہر جائے بِسْمِ اللہ فرماتے تو ٹھہر جاتی تھی۔ درس: آیت میں ہمارے لئے تعلیم ہے کہ جب کوئی کام کرنا چاہے تو بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کریں۔

آیت 42 جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تو 40 دن اور رات آسمان سے بارش برستی رہی اور زمین سے پانی ابلتا رہا، پانی پہاڑوں سے اونچا ہو گیا یہاں تک کہ ہر چیز اس میں ڈوب گئی اور ہوا اس شدت سے چل رہی تھی کہ پہاڑوں کی مانند اونچی لہریں بلند

نُوْحٌ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس (کشتی) سے (باہر) ایک کنارے پر تھا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

بیٹے نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ (نوح نے) فرمایا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ

مگر (وہی بچے گا) جس پر وہ رحم فرمادے اور ان کے درمیان میں لہر حائل ہو گئی تو وہ بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔ اور حکم

ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ

فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہو گیا اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی

وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ

اور فرمادیا گیا: ظالموں کے لئے دوری ہے۔ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو عرض کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے

ہو رہی تھیں، وہ کشتی انہیں ان پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کشتی سے باہر ایک کنارے پر تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے اسے پکارا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور سواری سے محروم رہنے والے کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ اہم باتیں: (1) علما فرماتے ہیں کہ کنعان منافق تھا، جب طوفان آیا تو اس نے اپنا باطنی کفر ظاہر کر دیا۔

آیت 43 حضرت نوح علیہ السلام کی پکار سن کر کنعان نے کشتی میں سوار ہونے کے بجائے یہ جواب دیا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے فرمایا: آج کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمادے تو وہ ڈوبنے سے بچ سکتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور کنعان کے درمیان ایک لہر حائل ہو گئی تو کنعان بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔

آیت 44 جب طوفان اپنی انتہا کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کو حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور آسمان کو حکم فرمایا گیا کہ اے آسمان! تھم جا، پھر پانی خشک کر دیا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا کام پورا ہو گیا، کشتی چھ مہینے زمین میں گھوم کر جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور فرمادیا گیا کہ ظالموں کے لئے دوری ہے۔ اہم باتیں: (1) جودی پہاڑ موصل یا شام کی حدود میں واقع ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام 10 رجب کو کشتی میں بیٹھے اور 10 محرم کو کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو آپ نے اس کے شکر کا روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (2) 10 محرم یعنی عاشورا کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔

آیت 45 جب حضرت نوح علیہ السلام اور کنعان کے درمیان لہر حائل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اس کی نجات طلب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تو نے مجھ سے میری اور میرے گھر والوں کی نجات

وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ (۴۵) قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ

بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ (اللہ نے) فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں میں ہرگز نہیں،

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ

بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، پس تم مجھ سے اس بات کا سوال نہ کرو جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں

مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (۴۶) قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

سے نہ ہو جو جانتے نہیں۔ عرض کی: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں

کا وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور اس وعدے کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک تو سب حاکموں سے بڑھ کر جاننے والا اور سب سے زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کنعان منافق تھا، حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے خود کو مؤمن ظاہر کرتا تھا اگر اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی دعا نہ کرتے۔

آیت 46 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں یعنی آپ پر ایمان لانے والوں میں سے ہرگز نہ تھا یہ معنی ہے کہ وہ آپ کے ان گھر والوں میں سے نہ تھا جن کی آپ کے ساتھ نجات کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ مزید فرمایا: بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، راجح قول یہ ہے کہ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے عمل اچھے نہ تھے، وہ شرک کرتا تھا۔ آیت میں مزید فرمایا: تو جس بات کے درست یا غلط ہونے کا آپ کو علم نہیں اس بات کا مجھ سے سوال نہ کرو، میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو نہیں جانتے۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے حضرت نوح علیہ السلام سے کیے گئے اس کلام میں نرمی و شفقت کا اظہار ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے پیارے نوح! آپ کا مقام بہت بلند ہے، اس لئے آپ کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ آپ صرف اسی کی شفاعت فرمائیں جس کے بارے میں نجات کی امید ہے، وہ لوگ جن کے بارے میں آپ نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی یا نہیں تو ان کی نجات کے بارے میں آپ کا سوال کرنا آپ کے مقام و مرتبہ کے لائق نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نجات کے لئے صرف نسبی قرابت کا اعتبار نہیں بلکہ ایمان شرط ہے جیسے کنعان کو حضرت نوح علیہ السلام سے نسبی قرابت حاصل تھی لیکن دینی قرابت یعنی ایمان حاصل نہ تھا (2) حضرت نوح علیہ السلام کے کنعان کی نجات کے سوال سے منصب نبوت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ آپ اس کے اظہار اسلام کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھتے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام ظاہر پر ہی حکم لگاتے تھے۔

آیت 47 جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کی تربیت ہوئی تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ اسے حاصل کرنا حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر تو نے میرے اس سوال پر میری مغفرت نہ فرمائی اور میری عرض قبول فرما کر میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میرا شمار بھی نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۴۷ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ

اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ فرمایا گیا: اے نوح! ہماری

بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

طرف سے اس سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۸ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ

جنہیں ہم فائدے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۹

کرتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی تو تم صبر کرو بیشک اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ

اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف

آیت 48 فرمایا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے اس سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں جنہیں ہم دنیا میں ان کی مقررہ مدتوں تک فراخیٔ عیش اور وسعتِ رزق عطا فرمائیں گے پھر انہیں آخرت میں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ **اہم بات:** آیت میں مذکور "سلامتی" میں قیامت تک آنے والا ہر مومن مرد و عورت داخل ہے، "برکتوں" سے حضرت نوح علیہ السلام کی ذُرّیّت اور آپ کی پیروی کرنے والوں کی کثرت مراد ہے کہ بکثرت انبیاء علیہم السلام اور ائمۂ دین رحمۃ اللہ علیہم آپ کی نسل پاک سے ہوئے۔

آیت 49 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے جس واقعے کی ہم نے آپ کو خبر دی یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے آپ اور آپ کی قوم ان غیبی خبروں کو تفصیل سے نہیں جانتی تھی لہٰذا اے حبیب! جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی اذیتوں پر صبر کیا اسی طرح آپ بھی اپنی قوم کے مشرکین کی اذیتوں پر صبر کریں، بے شک اچھا انجام یعنی دشمنوں کے خلاف مدد، فتح اور اخروی سعادتوں کے حصول کے ذریعے کامیابی ایمان والوں کے لئے ہے۔

آیت 50 فرمایا گیا: اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو، عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارا معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بت جن کی تم پوجا کر رہے ہو معبود ہرگز نہیں کیونکہ یہ پتھر ہیں اور کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہیں۔ **اہم بات:** آیت میں حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا گیا، اس سے مراد نسب کے اعتبار سے بھائی ہونا ہے کیونکہ حضرت

اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًاؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْؕ

بہتان لگانے والے ہو○ اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ

تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟○ اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو تو وہ تم پر موسلا دھار بارش

مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا یٰهُوْدُ

بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو○ انہوں نے کہا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی

مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾

دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں○

ہود علیہ السلام کا تعلق قبیلہ عاد سے تھا، یہ عرب کا قبیلہ تھا اور یمن کے قریب ان کی رہائش تھی۔

آیت 51 حضرت ہود علیہ السلام نے مزید فرمایا: اے میری قوم! تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور تبلیغ کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں کہ تم اس عمل پر مجھے مال وغیرہ کوئی اجرت دو، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ جو شخص بے غرض نصیحت کرتا ہے وہ یقیناً خیر خواہ اور سچا ہے۔ درس: انبیاء کرام علیہم السلام نے کسی لالچ کے بغیر دین کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیا اور یہی خالص نصیحت ہے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ کسی لالچ کے بغیر اور ممکن ہو تو کسی اجرت کے بغیر تبلیغ دین کا فریضہ ادا کریں۔

آیت 52 جب قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سال تک بارش روک دی اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا، جب یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود علیہ السلام نے وعدہ فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، اس کے رسول کی تصدیق کرو، شرک و کفر اور گزشتہ گناہوں سے اپنے رب کے حضور توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مال و اولاد عطا فرما کر تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم ہونے اور گناہوں پر جمے رہ کر مجھ سے اور میری دعوت سے منہ نہ پھیرو۔ اہم بات: کثرت رزق اور حصول اولاد کے لئے بکثرت استغفار پڑھنا قرآنی عمل ہے۔

آیت 53 حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے مذاق اڑانے اور عناد کے طور پر جواب دیا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے جو تمہارے دعوے کی صحت پر دلالت کرتی۔ یہ بات انہوں نے جھوٹ بولی تھی اور حضرت ہود علیہ السلام کے معجزات سے مکر گئے تھے۔ وہ اس بات کے معترف تھے کہ نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کے باوجود آپ علیہ السلام سے کہا کہ ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے بتوں کی عبادت کرنا نہیں چھوڑیں گے اور نہ تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں۔

إِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا

ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تم پر کوئی برائی پہنچا دی ہے۔ (ہود نے) فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب (بھی) گواہ ہو جاؤ

اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

کہ میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تم سب مل کر میرے اوپر داؤ چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو۔

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ

میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ

بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔ پھر اگر تم منہ پھیر دو تو میں تمہیں اس کی تبلیغ کرچکا ہوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا

آیت 54 حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے مزید کہا: بیشک اے ہود! تم جو ہماری مخالفت کرتے اور ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو اس لئے ان بتوں نے تم سے انتقام لیتے ہوئے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ سب دیوانگی کی باتیں ہیں۔ (معاذ اللہ) حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب بھی میری اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سب بتوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے اور ان کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 55 مزید فرمایا: تم اور وہ بت جنہیں تم معبود سمجھتے ہو سب مل کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو، پھر مجھے مہلت نہ دو مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی مکاریوں کی کچھ پروا نہیں نیز مجھے تمہاری قوت سے کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ جنہیں تم معبود کہتے ہو وہ بے جان ہیں، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ **اہم بات:** یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک زبردست، صاحب قوت و شوکت قوم سے جو آپ کی جانی دشمن تھی، اس طرح کے کلمات بلاخوف فرمائے اور وہ قوم آپ کو نقصان پہنچانے سے عاجز رہی۔

آیت 56 مزید فرمایا: تم اگرچہ ہر طرح سے کوشش کرکے دیکھ لو مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اسی کی حفاظت پر بھروسا ہے، وہ میرا اور تمہارا دونوں کا مالک ہے، کوئی چیز مجھے پہنچ نہیں سکتی جب تک وہ اسے دور کر رہا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا وہ مالک اور اس پر قادر نہ ہو، اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے اس میں تصرّف فرماتا ہے۔ اور فرمایا: بیشک میرا رب حق اور انصاف کے راستہ پر ملتا ہے۔

آیت 57 مزید فرمایا: جس دین کے ساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اگر تم اس پر ایمان لانے سے اعراض کرو تو میں تمہیں اس کی تبلیغ کرچکا ہوں اور اس میں مجھ سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اگر تم ایمان نہ لائے اور جو احکام میں تمہاری طرف لایا ہوں انہیں قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو تمہارے شہروں اور اموال کا مالک بنا دے گا جو اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے نیز اسی کی عبادت کریں گے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کہ وہ اس سے پاک ہے کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔

وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٥٧﴾
اور میرا رب تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے ○
وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ
اور جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اپنی رحمت کے ساتھ ہود اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے
غَلِيْظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ڒ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ
نجات دی ○ اور یہ عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے
عَنِيْدٍ ﴿٥٩﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ
کہنے پر چلے ○ اور اِس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی۔ سن لو! بیشک عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔

بے شک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے، کسی کا قول یا فعل اس سے چھپا ہوا نہیں۔ اہم باتیں: (1) انبیاء علیہم السلام اپنی امت تک سارے شرعی احکام اپنی حیاتِ شریف میں پہنچا دیتے ہیں کوئی بات چھپا نہیں رکھتے۔ (2) قانونِ الٰہی ہے کہ جو قوم دین کی خدمت نہ کرے اسے برباد کر کے اس کی جگہ دوسری قوم مقرر فرمادی جاتی ہے۔

آیت 58 حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت قبول نہ کرنے کے باعث قوم پر عذاب کا حکم آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو جن کی تعداد چار ہزار تھی، اپنی رحمت کے ساتھ عذاب سے بچالیا اور قوم عاد کو ہوا کے عذاب سے ہلاک کر دیا اور جیسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا کے عذاب سے بچایا ایسے ہی انہیں آخرت کے سخت عذاب سے بھی نجات دے گا۔ اہم بات: ایمان اور نیک اعمال نجات کا سبب ہیں لیکن در حقیقت نجات صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملتی ہے۔

آیت 59 حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد یہاں امتِ محمدیہ سے خطاب فرمایا گیا ہے، "تِلْكَ" سے قوم عاد کی قبروں اور آثار کی طرف اشارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ زمین میں چلو، اور ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر ان کا حال بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں یعنی ان معجزات کا انکار کیا جو حضرت ہود علیہ السلام لے کر آئے اور انہوں نے اس کے رسولوں کی نافرمانی کی کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی تمام رسولوں کی نافرمانی ہے اور ان کے جاہلوں نے ہر بڑے، سرکش اور ہٹ دھرم سردار کی پیروی کی۔

آیت 60 فرمایا کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ لعنت ان کے ساتھ ہے۔ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہر بھلائی سے دوری۔ اس کے بعد ان کے برے انجام کا اصلی سبب بیان فرمایا کہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اس لئے ان کا اتنا برا انجام ہوا، سن لو! حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کے لئے رحمتِ الٰہی سے دوری ہے۔

ع

أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ

سن لو! ہود کی قوم عاد کے لئے دوری ہے○ اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو،

مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں آباد کیا تو اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔

ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا

بیشک میرا رب قریب ہے، دعا سننے والا ہے○ انہوں نے کہا: اے صالح! اس سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ تم سے بڑی

مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ

امیدیں وابستہ تھیں۔ کیا تم ہمیں اُن کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بیشک جس کی طرف

مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ

تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں○ فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ

آیت 61 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی طرف ان کے نسبی بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کو ایک مانو، صرف اسی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، وہی مستحق عبادت ہے جبکہ تمہارے یہ بت عبادت کے لائق نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمال قدرت پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ معبود وہی ہے جس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کر کے پھر تمہیں زمین میں بسایا اور زمین کو تم سے آباد کیا تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر شرک سے کنارہ کشی کر کے اسی کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب ایمان والوں کے قریب ہے اور ان کی سننے والا ہے۔ **اہم بات:** امام ضحاک نے ﴿اِسْتَعْمَرَكُمْ﴾ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ تمہیں طویل عمریں دیں حتیٰ کہ ان کی عمریں 300 برس سے لے کر ہزار برس تک ہوئیں۔

آیت 62 جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے پیغام توحید پیش کیا تو انہوں نے جواب دیا: اے صالح! اس تبلیغ سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، ہم امید کرتے تھے کہ تم ہمارے سردار بنو گے کیونکہ تم کمزوروں کی مدد کرتے اور فقیروں پر سخاوت کرتے تھے لیکن جب تم نے توحید کی دعوت دی اور بتوں کی برائیاں بیان کیں تو ہماری امیدیں تم سے ختم ہو گئیں۔ کیا تم ہمیں ان بتوں کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بے شک جس توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

آیت 63 حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ

(اگر) میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو

فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا

مجھے اس سے کون بچائے گا؟ تم نقصان پہنچانے کے سوا میرا کچھ اور نہیں بڑھاؤ گے ○ اور اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر

تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾

اللہ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ قریب کا عذاب تمہیں پکڑ لے گا○

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ

تو انہوں نے اس کے پاؤں کی پچھلی جانب کے اوپر والی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو صالح نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں تین دن مزید فائدہ

مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

اٹھالو۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا○ پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالح اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی رحمت کے ذریعے

روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے نبوت وحکمت عطا فرمائی ہو اس کے باوجود میں بالفرض تمہاری پیروی کروں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مجھے کوئی نہیں بچاسکتا اور اس طرح میں نقصان اٹھانے والا ہو جاؤں گا، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی نبی علیہ السلام نے کفر کیا ہو؟ تمہاری بات ماننا خسارے میں پڑنے کے سوا کچھ نہیں۔

آیت 64 قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا، آپ نے دعا کی تو پتھر سے بحکم الٰہی اونٹنی پیدا ہوئی یہ اونٹنی ان کے لئے آپ علیہ السلام کی صداقت پر نشانی تھی، حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے متعلق قوم سے فرمایا: اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے، اس کی خوراک تمہارے ذمے نہیں جبکہ اس کا نفع تمہارے لئے ہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ دنیا ہی میں گرفتارِ عذاب ہو جاؤ گے۔

آیت 65 قوم ثمود نے حکم الٰہی کی مخالفت کی اور بدھ کے دن اونٹنی کی ایڑیوں کے اوپر ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اپنے گھروں میں تین دن یعنی جمعہ تک جو دنیا کا عیش کرنا ہے کرلو، ہفتے کے دن تم پر عذاب آجائے گا، اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن یعنی جمعہ کو سیاہ ہو جائیں گے، پھر ہفتے کے دن عذاب نازل ہوگا۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

آیت 66 فرمایا کہ جب قوم ثمود پر ہمارا عذاب کا حکم آیا تو ہم نے اپنے فضل ورحمت سے حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس عذاب اور اس دن کی رسوائی سے بچالیا۔ بے شک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے۔

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ بیشک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے○ اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۗ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۗ

تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے○ گویا وہ کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے۔ سن لو! بیشک ثمود نے اپنے رب کا

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۗ قَالَ ع

انکار کیا۔ خبر دار! لعنت ہو ثمود پر○ اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے "سلام" کہا تو ابراہیم نے

سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ

"سلام" کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے○ پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے

آیت 67 قوم ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی کہ کفر کرنے والے ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں ہلاک ہوئے گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ **اہم بات:** سورۂ اعراف میں ان پر عذاب کی کیفیت یہ بیان ہوئی کہ "انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے"، دونوں کیفیتوں میں تضاد نہیں کیونکہ پہلے ہولناک چیخ کی آواز آئی پھر زلزلہ پیدا ہوا، اس لئے قوم ثمود کی ہلاکت کو چیخ اور زلزلہ میں سے کسی کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔

آیت 68 نزولِ عذاب کے بعد ان کا حال یہ ہوا کہ گویا وہ کبھی اپنے شہروں میں بسے ہی نہ تھے اور وہ زندہ تھے ہی نہیں، اے لوگو! سن لو! قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی نشانیوں کا انکار کیا جس کے نتیجے میں ان کا یہ انجام ہوا تو تم ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور ان جیسے افعال سے بچو۔ خبر دار! لعنت ہو ثمود پر۔

آیت 69 حسین شکلوں میں فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی پیدائش کی خوشخبری لے کر آئے۔ فرشتوں نے سلام کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواب میں فرشتوں کو سلام کہا، پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے، بغیر مہمان کھانا تناول نہ فرماتے، اس وقت ایسا اتفاق ہوا کہ 15 روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا، آپ کو اس کا غم تھا اور جب ان مہمانوں کو دیکھا تو ان کے لئے کھانا لانے میں جلدی فرمائی چونکہ آپ کے یہاں گائے بکثرت تھیں اس لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔ (2) ملاقات کے وقت سلام کرنا سنتِ ملائکہ اور سنتِ انبیاء ہے نیز سنت یہ ہے کہ آنے والا سلام کرے۔

آیت 70 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے وحشت ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ جب فرشتوں نے آپ علیہ السلام پر خوف کے آثار دیکھے تو انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں کیونکہ ہم فرشتے ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ **اہم بات:** فرشتے کھانے سے پاک ہیں۔

نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾

تو ان سے وحشت ہوئی اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں۔ بیشک ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں○

وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی○

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۷۲﴾

کہا: ہائے تعجب! کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے○

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ

فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا،

آیت 71 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پس پردہ کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھیں تو آپ ہنسنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوش خبری دی اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوش خبری دی۔ **اہم باتیں:** (1) مفسرین نے ان کی ہنسی کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں: (۱) قومِ لوط کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنسنے لگیں۔ (۲) بیٹے کی بشارت سن کر خوشی سے ہنسنے لگیں۔ (۳) بڑھاپے میں اولاد پیدا ہونے کا سن کر تعجب کی وجہ سے ہنسنے لگیں، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ (2) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے نیز حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام موجود تھے۔ اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔

آیت 72 حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جب عادت کے خلاف معاملہ ہونے کا سنا تو تعجب کرتے ہوئے کہا: کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میری عمر 90 سال سے زیادہ ہو چکی ہے اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں، ان کی عمر 120 سال ہو چکی ہے، اور زیادہ عمر والوں کے ہاں بیٹا پیدا ہونا بڑی عجیب بات ہے۔

آیت 73 فرشتوں نے کہا: اے سارہ! کیا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر تعجب کرتی ہیں؟ اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ فرشتوں کے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ آپ کے لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ آپ کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو عادت سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔ مزید فرمایا: بے شک وہ سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ازواج اہلِ بیت میں داخل ہیں کیونکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہلِ بیت کہا گیا ہے لہٰذا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہلِ بیت میں شامل ہیں۔

مَجِيدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾

عزت والا ہے ○ پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہو گیا اور اس کے پاس خوشخبری آگئی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے ○

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ

بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے ○ (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کر لیجئے، بیشک

آیت 74 فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو خوف پیدا ہوا تھا وہ جب بیٹے کی خوشخبری ملنے کی وجہ سے دور ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں کلام اور سوال کرنے لگے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک "يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ" کا معنی ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے بھیجے ہوئے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھگڑنا یعنی کلام اور سوال یہ تھا کہ فرشتوں سے فرمایا: قوم لوط کی بستیوں میں اگر 50 ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اگر 40 ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں۔ آپ اسی طرح فرماتے رہے حتی کہ فرمایا: اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب بھی ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اس میں حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ اس پر فرشتوں نے کہا: ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے سوائے ان کی بیوی کے۔

آیت 75 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں تو آپ کو بہت رنج ہوا اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفت میں ارشاد فرمایا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام حلیم یعنی بڑے تحمل والے، اَوَّاہ یعنی اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے اور اس کے سامنے بہت آہ و زاری کرنے والے اور مُنِیب یعنی رجوع کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت میں مُنِیب اس لئے فرمایا کہ جو شخص دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے کس قدر ڈرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو گا۔

آیت 76 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے سلام اور کلام کا سلسلہ دراز ہوا تو فرشتوں نے عرض کی: اے ابراہیم! اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ آپ کے رب کی طرف سے قوم لوط پر عذاب نازل ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا اس عذاب کے ٹلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاء کرام علیہم السلام کی بارگاہِ الٰہی میں وہ عزت ہے کہ رب تعالیٰ ان کو تقدیرِ مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے تاکہ ان کی زبان خالی نہ جائے۔ (2) تقدیر کی تین قسمیں ہیں: (۱) مبرم حقیقی، کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی شے پر معلق نہیں۔ (۲) معلق محض، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں کسی چیز پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔ (۳) معلق شبیہ بہ مبرم، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں اُس کا معلق ہونا مذکور نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی چیز پر معلق ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ تقدیر جو مبرم حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے، وہ تقدیر جس کا معلق ہونا ظاہر ہے اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے اور یہ ان کی دعا اور ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ تقدیر جو متوسط حالت میں ہے جسے فرشتوں کے صحیفوں کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں، اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔

قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝٧٦ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا

تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا○ اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے

سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝٧٧ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ

تو ان کی وجہ سے لوط غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور فرمانے لگے یہ بڑا سخت دن ہے○ اور ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ

اور وہ (لوگ) پہلے ہی سے برے کاموں کے عادی تھے۔ لوط نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝٧٨ قَالُوْا

تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی نیک کردار والا نہیں؟○ انہوں نے کہا:

آیت 77 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جب ان کے حسن وجمال کو دیکھا تو قوم کی خباثت اور بدعملی کا خیال کر کے ان خوبصورت لڑکوں کی وجہ سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا کیونکہ ایک تو وہ مہمان تھے اور دوسرے انتہائی خوبصورت، اس لئے ان کے بارے میں آپ اپنی قوم کی طرف سے خوفزدہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ بڑا سختی کا دن ہے۔ **اہم بات:** مروی ہے کہ فرشتوں کو حکم تھا کہ قوم لوط کو اس وقت تک ہلاک نہ کریں جب تک حضرت لوط علیہ السلام خود قوم کی بدعملی پر چار مرتبہ گواہی نہ دیں، چنانچہ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام سے ملے تو آپ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا تمہیں اس بستی والوں کا حال معلوم نہ تھا؟ فرشتوں نے کہا: ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ عمل کے اعتبار سے روئے زمین پر یہ بدترین بستی ہے اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ فرمائی۔

آیت 78 حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو کافرہ تھی، اس نے قوم کو حسین مہمانوں کے آنے کی خبر دی۔ آپ علیہ السلام مہمانوں کے ساتھ گھر میں ہی تھے کہ قوم کے لوگ مہمانوں کے ساتھ بے حیائی کا کام کرنے کی غرض سے دوڑتے ہوئے آئے، وہ لوگ پہلے ہی برے کاموں کے عادی تھے، انہیں دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! یہ جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے نکاح کی صورت میں پاکیزہ ہیں تو اپنی بیویوں سے فائدہ حاصل کرو کہ وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں سے کوئی برا فعل سرانجام دے کر مجھے ان کے سامنے شرمندہ مت کرو، کیا تم میں ایک بھی ایسا نیک آدمی نہیں جس کی بات مان کر تم اس برے فعل سے باز آجاؤ؟ **اہم بات:** حضرت لوط علیہ السلام نے بزرگانہ شفقت سے قوم کی عورتوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا تاکہ اس حسن اخلاق سے وہ فائدہ اٹھائیں اور غیرت وحمیت سیکھیں۔

آیت 79 قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت سے اعراض کرتے ہوئے کہا: آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی بیٹیوں سے نکاح کرنے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں اور نہ ہمیں ان کی طرف رغبت ہے اور جو ہماری خواہش ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ

تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارے لئے کوئی حاجت نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں○ لوط نے فرمایا: اے کاش

اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

تمہارے مدمقابل میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا○ فرشتوں نے عرض کی: اے لوط! ہم تمہارے

لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ

رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تو آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جائیں اور تم میں کوئی پیچھے

اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ

پھیر کر نہ دیکھے سوائے تیری بیوی کے۔ بیشک اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنا ہے جو ان (کافروں) کو پہنچے گا بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔

الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ

کیا صبح قریب نہیں؟○ پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصے کو اس کا نیچے کا حصہ کردیا اور اس پر کنکر

آیت 80 جب حضرت لوط علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ قوم اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گی تو آپ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا: اے کاش! مجھے تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا میں ایسا قبیلہ رکھتا جو میری مدد کرتا تو میں تم سے مقابلہ اور جنگ کرتا۔

آیت 81 حضرت لوط علیہ السلام نے مکان کا دروازہ بند کرلیا تھا اور اندر سے گفتگو فرمارہے تھے، قوم نے دیوار توڑنا چاہی، فرشتوں نے جب حضرت لوط علیہ السلام کی بے چینی دیکھی تو عرض کی: اے لوط! ہم ان لوگوں کو عذاب کرنے کے لئے آئے ہیں، آپ دروازہ کھول دیں، پھر ہمیں اور انہیں چھوڑ دیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا تو لوگ مکان میں گھس آئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حکمِ الٰہی سے اپنا بازو ان کے چہروں پر مارا تو وہ سب اندھے ہوگئے اور مکان سے نکل بھاگے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات یہاں سے لے جائیں اور آپ میں سے کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے لیکن آپ کی بیوی پیٹھ پھیر کر دیکھ لے گی یا یہ معنی ہے کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نہ جائیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرشتوں نے کہا: کیونکہ اسے بھی وہی عذاب پہنچنا ہے جو ان کافروں کو پہنچے گا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: یہ عذاب کب ہوگا؟ فرشتوں نے جواب دیا: بے شک ان کے عذاب کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تو اس سے جلدی چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی: صبح قریب ہی ہے آپ اسے دور نہ سمجھیں۔

آیت 82 جب حضرت لوط علیہ السلام اہل و عیال کے ساتھ بستی سے چلے تو انہیں حکم دیا کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، سب نے عمل کیا لیکن آپ کی بیوی نے جب قوم پر عذاب آنے کا سنا تو پیچھے مڑ کر چیخ کر کہا: ہائے میری قوم! تو اسے بھی ایک پتھر لگا اور وہ بھی ہلاک ہو گئی۔ قوم لوط پر عذاب اس طرح آیا کہ ان کے شہر جس طبقۂ زمین میں تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے نیچے اپنا بازو ڈالا اور

سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ وَ اِلٰى مَدْيَنَ

کنکر کے پتھر برسائے۝ جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں ۝ اور مدین کی طرف

اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ

ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں

پانچوں شہروں کو جن میں سب سے بڑا سدوم تھا اور ان میں چار لاکھ آدمی بستے تھے، ایسا آہستگی سے اٹھایا کہ کسی برتن کا پانی تک نہ گرا پھر بلندی سے اس کو اوندھا کر کے پلٹ دیا اور جو لوگ اس وقت بستی میں موجود نہ تھے وہ جہاں کہیں سفر میں تھے وہیں انہیں پھر پتھر برسا کر ہلاک کر دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بستیاں الٹنے کے بعد ان ہی پر لگاتار پتھر برسائے گئے۔

آیت 83 ان پتھروں پر ایسا نشان تھا جس سے وہ دوسروں سے ممتاز تھے۔ ان پر سرخ خطوط تھے یا جس پتھر سے جس شخص کی ہلاکت منظور تھی اس کا نام اس پتھر پر لکھا تھا۔ آیت میں مزید فرمایا: اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کفارِ قریش کو ڈرایا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ اے حبیب! وہ پتھر آپ کی قوم کے ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ اس امت کے ظالموں سے وہ پتھر کچھ دور نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو ان پتھروں سے نہیں بچائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) بدفعلی کبیرہ گناہ ہے۔ ایسا شخص بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم رہے گا۔ (2) شریعتِ مطہرہ میں بدفعلی کی سزا یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دی جائے یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کر کے گرایا جائے اور اُس پر پتھر برسائے جائیں یا اُسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اسے قتل کر ڈالے لیکن یاد رہے کہ سزاؤں کے نفاذ کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

آیت 84 اس سورت میں ذکر کیے گئے واقعات میں سے یہ چھٹا واقعہ ہے، فرمایا: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ بے شک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں اور ایسے حال میں تو آدمی کو چاہیے کہ نعمت کا شکر ادا کرے اور دوسروں کو اپنے مال سے فائدہ پہنچائے نہ کہ ان کے حقوق میں کمی کرے، ایسی حالت میں اس عادت سے اندیشہ ہے کہ کہیں اس خوشحالی سے محروم نہ کر دیئے جاؤ، اگر تم ناپ تول میں کمی سے باز نہ آئے تو بے شک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دن کے عذاب سے عذابِ آخرت مراد ہو۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین نے اس شہر "مدین" کی بنیاد ڈالی تھی۔ (2) انبیاء علیہم السلام کو حکم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دیں اور پھر جو کام زیادہ اہم ہو اس کی دعوت دیں پھر جو اہم ہو اس کی دعوت دیں۔ کفر کے بعد چونکہ مدین والوں کی سب سے بری عادت خرید و فروخت کے دوران ناپ تول میں کمی کرنا تھی، اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دینے کے بعد اس بری عادت چھوڑنے کی دعوت دی۔ (3) سورۂ اعراف کی آیت 85 تا 93 میں حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم مدین کے ساتھ معاملات کی بعض تفصیلات گزر چکی ہیں۔

وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۸۴ وَ یٰقَوْمِ

نہ کرو۔ بیشک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے○ اور اے میری قوم!

اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ

انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد

مُفْسِدِیْنَ ۸۵ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ۬ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ۸۶ قَالُوْا

نہ پھیلاتے پھرو○ اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں○ (قوم نے) کہا:

یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا

اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق

آیت 85 مزید فرمایا: اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو، ناپ تول میں کمی اور لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

آیت 86 مزید فرمایا: حرام مال ترک کرنے کے بعد جس قدر حلال مال بچے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ پورا تولنے اور ناپنے کے بعد جو بچے وہ بہتر ہے۔ ان کے علاوہ اور معنی بھی مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ مزید فرمایا: اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں یعنی تم سے صادر ہونے والے ہر معاملے میں میرا تمہارے پاس موجود رہنا ممکن نہیں تا کہ میں ناپ تول میں کمی بیشی پر تمہارا مُؤاخذہ کر سکوں۔ **اہم بات:** حلال میں برکت ہے اور حرام میں بے برکتی نیز حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے۔

آیت 87 علما نے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو جنگ کی اجازت تھی جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داود، حضرت سلیمان علیہم السلام اور بعض کو جنگ کا حکم نہ تھا، حضرت شعیب علیہ السلام انہیں میں سے ہیں۔ آپ سارا دن وعظ فرماتے اور ساری رات نماز میں گزارتے، قوم آپ سے کہتی کہ اس نماز سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ فرماتے: نماز خوبیوں کا حکم دیتی اور برائیوں سے منع کرتی ہے تو اس پر وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان خداؤں کی عبادت کرنا چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں یا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے مال میں پورا اختیار رکھتے ہیں، چاہے کم ناپیں چاہے کم تولیں۔ مدین والے اپنے گمان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے طنز کے طور پر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا: واہ بھئی! تم تو بڑے عقل مند اور نیک چلن ہو۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم میں بڑے عقل مند اور نیک چلن آدمی کی حیثیت سے مشہور تھے لیکن جب آپ نے قوم کو بتوں کی پوجا چھوڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ آپ تو بڑے عقل مند اور نیک چلن ہیں پھر آپ ہمیں کیسے یہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے نسل در نسل

مَا نَشٰٓؤُاؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿٨٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ

عمل نہ کریں۔ واہ بھی! اتم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو○ شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى

ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی ہو (تو میں کیوں نہ تمہیں سمجھاؤں) اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے

مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا

میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنی مجھ سے ہو سکے اور میری توفیق اللہ ہی کی

بِاللّٰهِؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ

مدد سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں○ اور اے میری قوم! میری مخالفت تم سے یہ نہ کروا دے کہ

مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾

تم پر بھی اسی طرح کا (عذاب) آ پہنچے جو نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آیا تھا اور لوط کی قوم تو تم سے کوئی دور بھی نہیں ہے○

چلتے ہوئے بتوں کی پوجا کے طریقے کو چھوڑ دیں۔ **اہم باتیں:** (1) مدین والوں کے جواب سے ظاہر ہوا کہ ان کے پاس بت پرستی کرنے پر دلیل محض اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید تھی۔ (2) آیت میں مذکور لفظ "صلاۃ" سے دین و ایمان یا نماز مراد ہے۔

آیت 88 حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل یعنی علم، ہدایت، دین اور نبوت سے سرفراز کیا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے بہت زیادہ حلال مال عطا فرمایا ہوا ہو تو پھر کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا پیغام تم لوگوں تک نہ پہنچاؤں۔ یہ کس طرح روا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی کثیر نعمتیں عطا فرمائے اور میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں۔ مزید فرمایا، جس کا خلاصہ ہے کہ جب تم میرے کمالِ عقل کا اعتراف کرتے ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے اپنے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہو گی جو سب سے بہتر ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور ناپ تول میں خیانت نہ کرنا ہے اور میں چونکہ اس کا پابندی سے عامل ہوں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی طریقہ بہتر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ میرا تمہیں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تمہاری اصلاح ہو جائے اور میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کیونکہ مجھے اسی پر اعتماد اور تمام کاموں میں اسی پر بھروسا ہے، میں تمام نیک اعمال اور توبہ کرنے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آیت 89 حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا: اے میری قوم! مجھ سے تمہارا بغض و عداوت، میرے دین کی مخالفت، تمہارے اللہ تعالیٰ سے کفر اور بتوں کی پوجا پر قائم رہنے، لوگوں سے ناپ تول میں کمی کو نہ چھوڑنے اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ سے اعراض

وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ (۹۰) قَالُوْا یٰشُعَیْبُ

اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب بڑا مہربان، محبت والا ہے ○ انہوں نے کہا: اے شعیب! تمہاری

مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًاۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘

زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آرہیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے

وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ (۹۱) قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِؕ

اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو ○ شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے

کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم یا حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم یا حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم یا حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم پر نازل ہوا اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کا زمانہ دوسروں کی نسبت تم سے زیادہ قریب ہے لہٰذا ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں میری مخالفت کی وجہ سے تم بھی اسی طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

آیت 90 مزید فرمایا: اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب مؤمنین پر بڑا مہربان اور ان سے محبت فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** لفظ "وَدُوْد" "وُدّ" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: خالص محبت۔ اللہ تعالیٰ پر اس اسم کا اطلاق دو طرح سے ہوتا ہے: (۱) ایک بمعنی مُحِب کہ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں سے محبت فرماتا ہے کہ وہ ان کے نیک اعمال سے راضی ہوتا، ان پر لطف و احسان فرماتا اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ (۲) دوسرا بمعنی محبوب کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی کثرت کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں۔

آیت 91 جب حضرت شعیب علیہ السّلام نے مدین والوں کو سمجھانے کے لئے زیادہ گفتگو فرمائی تو انہوں نے جواب دیا: اے شعیب! آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور صرف اسی کی عبادت کرنے اور ناپ تول میں کمی حرام ہونے کی جو باتیں کر رہے ہیں اور ان باتوں پر جو دلائل دے رہے ہیں یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے نیز بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ کچھ ظلم و زیادتی کریں تو آپ میں دفاع کرنے کی طاقت نہیں۔ اگر آپ کا قبیلہ ہمارے دین پر ہونے کی وجہ سے ہم میں عزت دار نہ ہوتا تو ہم پتھر مار مار کر آپ کو قتل کر دیتے اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔ **درس:** وہ لوگ جنہیں اسلام کے احکام پر کوفت ہوتی ہے، سود کی حرمت، پردے کی پابندی اور حقوق اللہ کی ادائیگی پر مذاق سوجھتا ہے، انہیں اپنے اقوال و افعال کو قوم شعیب کے بیان کردہ جملوں کے ساتھ ملا کر دیکھ لینا چاہیے کہ کیا یہ اسی کافر قوم کے نقش قدم پر نہیں چل رہے۔

آیت 92 جب مدین والوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام کو قتل کرنے اور اذیت پہنچانے سے ڈرایا تو آپ نے انہیں جواب دیا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو تم میرے قتل سے باز نہ رہے جبکہ میرے قبیلے کی وجہ سے باز رہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا تو احترام نہ کیا جبکہ قبیلے کا احترام کیا، تم نے حکم الٰہی کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے اور اسے

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب تمہارے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے ○ اور اے میری قوم!

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ

تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کردینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کون جھوٹا ہے

وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

اور تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ○ اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ

رحمت سے بچالیا اور ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے ○ گویا وہ

ع لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ

کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! دور ہوں مدین والے جیسے قوم ثمود دور ہوئی ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور

اسے چھوڑ رکھا ہے جیسے وہ توجہ کے قابل ہی نہیں، بے شک میرا رب تمہارے سب حالات جانتا ہے، اس پر تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں اور وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے عملوں کی جزا دے گا۔

آیت 93 حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا کہ جو برے اعمال کرنا اور مجھے شر پہنچانا تمہارے بس میں ہے تم وہ کرتے جاؤ اور جن اعمال کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی ہے میں وہ کرتا رہتا ہوں، عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کردینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور اپنے دعووں میں کون جھوٹا ہے، تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں حق پر ہوں یا تم اور عذابِ الٰہی سے شقی کی شقاوت ظاہر ہو جائے گی، بس تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

آیت 95،94 ان دو آیات میں فرمایا کہ جب مدین والوں پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کر دینے کا ہمارا حکم آیا تو ہم نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو محض اپنے فضل و رحمت کی وجہ سے اس عذاب سے بچالیا اور جنہوں نے شرک اور ناپ تول میں کمی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا انہیں خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مرے ہوئے پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! مدین والوں کو بھی اسی طرح کے عذاب سے ہلاک کر دیا گیا جس طرح کے عذاب سے قوم ثمود کو ہلاک کیا گیا۔ **اہم بات:** سورۂ اعراف میں مدین والوں پر عذاب کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی ہے: "تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے" ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا چیخ سے ہوئی ہو، اس لئے ایک جگہ ہلاکت کی نسبت سببِ قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف اور دوسری جگہ سببِ بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔

آیت 96 اس سورت میں ذکر کیے گئے واقعات میں سے یہ ساتواں اور آخری واقعہ ہے۔ یہاں "آیات" سے تورات اور اس کے تمام

سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ مَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ

روشن غلبے کے ساتھ بھیجا ○ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل

بِرَشِیْدٍ ﴿۹۷﴾ یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾

درست نہ تھا ○ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے ○

وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى

اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا ○ یہ بستیوں کی خبریں ہیں

مسائل واحکام اور "سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ" سے معجزات مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مسائل واحکام کے ساتھ بھیجا اور روشن معجزات کے ذریعے ان کی تائید کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیات سے مراد معجزات ہیں اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات کے ساتھ بھیجا، ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی صداقت کے لئے روشن دلیل ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف اور سورۂ یونس کی متعدد آیات میں گزر چکے ہیں۔

آیت 97 فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات کا انکار کرنے میں فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل درست نہ تھا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھا کیونکہ وہ بشر ہونے کے باوجود خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور علانیہ ایسے ظلم وستم کرتا تھا جس کا شیطانی کام ہونا ظاہر اور یقینی ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہدایت اور سچائی تھی، آپ کی سچائی کی دلیلیں یعنی واضح آیات اور روشن معجزات وہ لوگ دیکھ چکے تھے۔

آیت 98 فرمایا کہ جس طرح فرعون دنیا میں اپنی قوم کے آگے تھا اور انہیں دریائے نیل میں لا ڈالا اسی طرح قیامت کے دن بھی اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں فرعون کفر وگمراہی میں اپنی قوم کا پیشوا تھا ایسے ہی جہنم میں ان کا پیشوا اور امام ہوگا۔

آیت 99 اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کی لعنت دنیا وآخرت دونوں جگہ فرعونیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور کبھی ان سے جدا نہ ہوگی کہ دنیا میں قیامت تک ہر آنے والی نسل انہیں برائی سے یاد کرے گی اور آخرت میں تمام اولین وآخرین ان پر لعنت کریں گے۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا۔ **اہم بات:** دنیا کی رسوائی اور نیک لوگوں کا ہمیشہ کسی پر لعنت کرنا خدا کا عذاب ہے جبکہ ذکر خیر اور اچھا چرچا رحمت ہے۔

آیت 100 ارشاد فرمایا: یہ گزری ہوئی امتوں کی خبریں ہیں جو اے حبیب! ہم تمہیں اس لئے سناتے ہیں کہ تم اپنی امت کو ان کی خبریں دو تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور اپنے کفر سے باز آجائیں یا پھر ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائے جیسا ان سابقہ قوموں پر نازل ہوا۔ جن قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کی حالت کھیتیوں کی طرح ہے کہ ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے یعنی اس کے مکانوں کی دیواریں موجود ہیں، کھنڈر پائے جاتے ہیں اور نشان ابھی باقی ہیں جیسے عاد وثمود کے شہر اور کوئی روئے زمین سے کٹ دی گئی ہے یعنی

نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا قَآىٕمٌ وَّ حَصِیْدٌ ۝۱۰۰ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

جو ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے اور کوئی کاٹ دی گئی ○ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر

فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا

ظلم کیا تو اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا حکم آیا اور انہوں نے

زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۝۱۰۱ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ

ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا ○ اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں

اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ۝۱۰۲ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ

بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے ○ بیشک اس میں اُس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے۔ وہ ایسا دن ہے

کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بالکل بے نام ونشان ہوگئی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے شہر۔

آیت 101 فرمایا کہ ہم نے انہیں عذاب اور ہلاکت میں مبتلا کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ کفر اور گناہوں کا ارتکاب کر کے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا یا یہ معنی ہے کہ کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں بلکہ عدل و انصاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے قوم کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کرتی ہے پھر ان برے اعمال کی وجہ سے اپنے اوپر اس عذاب کو لازم کر لیتی ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا ان کو عذاب دینے کا حکم آیا اور انہوں نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔

آیت 102 سابقہ آیات میں بیان ہوا کہ گزشتہ امتوں نے جب اپنے انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کی تو ان پر ایسا عذاب نازل ہوا جس نے انہیں جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا اور چونکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس لئے دنیا میں ہی ان پر عذاب آیا اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ وہ عذاب گزشتہ قوموں کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ اب بھی جو ان کی طرح ظلم کرے گا تو اس پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوگا۔ مزید فرمایا: بے شک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ظلم کرنے والے پر لازم ہے کہ ظلم سے توبہ کرے اور ظلم کرنا چھوڑ دے نیز جس کا جو حق مارا ہو وہ اسے لوٹا دے تاکہ اس عظیم وعید میں داخل نہ ہو کیونکہ یہ آیت ہر ظالم کو عام ہے البتہ امتِ محمدیہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ایسا عذاب نازل نہ ہوگا جو اس امت کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دے۔ (2) حدیث پاک میں ہے: بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرماتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بخاری، حدیث: 4686)

آیت 103 فرمایا کہ گزشتہ امتوں کے عذابات اور ان کی ہلاکت کا جو ذکر ہوا ان میں اس شخص کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے کیونکہ جب وہ اس بات میں غور و فکر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں پر دنیا میں عذاب نازل فرمایا تو اسے یقین ہو جائے گا کہ ...

مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ

جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہے جس میں ساری مخلوق موجود ہوگی ○ اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی

مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

مدت کے لئے ○ جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر کلام نہ کرسکے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہوگا اور کوئی خوش نصیب ہوگا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

تو جو بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے ○ وہ اس میں تب تک رہیں گے جب تک آسمان

کے کفار پر دنیا میں ہی دردناک عذاب نازل فرمایا، انہیں سخت سزا دی اور دنیا کا عذاب گویا کفار کے لئے تیار کئے گئے عذابِ آخرت کا نمونہ ہے تو اس کے دل میں مزید خوفِ خدا پیدا ہوگا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا اور حشر کے میدان میں حساب و کتاب، ثواب اور عذاب کے لئے جمع فرمائے گا، اس دن ساری مخلوق حاضر ہوگی، کوئی پیچھے نہ رہ سکے گا، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سزا دے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی ہوگی۔

آیت 104 فرمایا کہ ہم قیامت کے دن کو اس لئے مؤخر کر رہے ہیں تاکہ وہ مدت پوری ہو جائے جو ہم نے دنیا باقی رہنے کے لئے مقرر فرمائی ہے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو ہر مخلوق خاموش ہوگی، اس دن کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرسکے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن پر وعید کے مطابق جہنم واجب ہوگی اور ان میں کوئی خوش نصیب ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے لئے وعدے کے مطابق جنت واجب ہوگی۔ **اہم بات:** قیامت کے دن مختلف حالات ہوں گے، بعض حالات میں ہیبت کی شدت کی وجہ سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات زبان پر لانے کی قدرت نہ ہوگی، بعض حالات میں اجازت دی جائے گی کہ لوگ اجازت سے کلام کریں گے اور بعض حالات میں گھبراہٹ اور وحشت کم ہوگی تو لوگ اپنے معاملات میں جھگڑیں گے اور اپنے مقدمات پیش کریں گے۔ **درس:** دنیا میں بھی سعادت اور بدبختی کی کئی علامات علما نے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے سعادت کی پانچ علامتیں یہ ہیں: (۱) دل کی نرمی (۲) کثرت سے آنسو بہانا (۳) دنیا سے نفرت (۴) امیدوں کا چھوٹا ہونا (۵) حیا۔ اور بدبختی کی پانچ علامتیں یہ ہیں: (۱) دل کی سختی (۲) آنسو نہ بہانا (۳) دنیا کی رغبت (۴) لمبی امیدیں (۵) بے حیائی۔

آیت 106 فرمایا کہ جن پر بدبختی غالب آگئی اور ان کے لئے جہنم کا فیصلہ کردیا گیا تو وہ جہنم میں رہیں گے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے۔

آیت 107 مزید فرمایا: وہ جہنم میں تب تک رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے۔ بے شک تمہارا رب خوش نصیب اور بدبخت کے ساتھ جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں کفار کے جہنم میں قیام کو زمین و آسمان کے قائم رہنے کی مدت پر معلق کیا گیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح زمین و آسمان کا قائم رہنا ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ وقتی اور

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى
رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے ○ اور وہ جو خوش نصیب ہوں گے وہ
الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ
جنت میں ہوں گے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے یہ ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم
مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ
نہ ہوگی ○ تو ان بتوں کی عبادت کرنے والوں کے بارے میں شک میں نہ پڑنا۔ یہ ویسے ہی عبادت کرتے ہیں جیسے پہلے ان کے باپ دادا

عارضی ہے اسی طرح کفار کا جہنم میں رہنا بھی ہمیشہ کے لئے نہ ہوگا کیونکہ قرآنِ پاک کی دیگر کئی آیات سے کفار و مشرکین کی مغفرت نہ ہونا اور ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ثابت ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین نے اس آیت کی کئی تاویلات بیان کی ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (۱) یہاں زمین و آسمان سے دنیا کے زمین و آسمان نہیں بلکہ جنت و دوزخ کے زمین و آسمان مراد ہیں اور یہ چونکہ ہمیشہ رہیں گے اس لیے جنتی مسلمان اور جہنمی کفار بھی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۲) عربوں کا طریقہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کی ہمیشگی بیان کرنے کا ارادہ کریں تو یوں کہتے ہیں: "جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تو فلاں چیز رہے گی۔" قرآنِ پاک چونکہ عربوں کے اسلوب کے موافق نازل ہوا ہے اس لئے "جب تک زمین و آسمان رہیں گے" سے مراد ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ (2) مفسرین نے آیت میں بیان کئے گئے اِستثنا کی بھی مختلف توجیہات بیان کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: (۱) اس میں وہ مسلمان داخل ہیں جنہیں کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا انہیں جہنم میں رکھے گا پھر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمادے گا۔ (۲) اہلِ جہنم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے سوائے ان اوقات کے جب وہ دنیا یا برزخ میں تھے یا حشر کے میدان میں حساب کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ (۳) جہنم میں آگ کا عذاب بھی ہوگا اور زمہریر کا بھی جس میں بہت سخت ٹھنڈک ہوگی۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جہنمی ہمیشہ کے لئے آگ کے عذاب میں رہیں گے لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں آگ کے عذاب سے نکال کر ٹھنڈک کے عذاب میں ڈال دے گا۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اور وہ جو خوش نصیب ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے۔ یہ ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ اہم بات: اس استثنا میں وہ اہلِ جنت داخل ہیں جو اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ جہنم میں رہیں گے پھر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا کیونکہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو جنت میں داخل ہو گا وہ اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔

آیت 109 فرمایا کہ اے سننے والے! ان مشرکین کی بتوں کی عبادت اور ان کے برے انجام کے حوالے سے کسی شک میں نہ پڑنا۔ بیشک یہ بھی اس بت پرستی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ پہلی امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ جن مشرکین کے واقعات تمہارے سامنے بیان ہوئے جس طرح وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اسی طرح یہ بھی بتوں کی عبادت کر رہے ہیں اور تمہیں معلوم ہو

مِنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ع ۹

عبادت کیا کرتے تھے اور بیشک ہم انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ

تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ اس کی طرف

لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا

سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں ○ اور بیشک ان سب کو تمہارا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ ان کے

یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ

تمام اعمال سے خبردار ہے ○ تو تم ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع کرنے والا ہے اور اے لوگو! تم سرکشی نہ کرو

چکا کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا اور عنقریب انہیں بھی ان کے جیسے انجام کا سامنا ہو گا اور بیشک ہم انہیں ان کے عذاب کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

آیت 110 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ جیسے آپ کی قوم نے قرآن کے ساتھ کیا کہ بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس کا انکار کیا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان پر ہماری نازل کردہ کتاب تورات کے ساتھ کیا تھا کہ ان میں سے بعض نے تورات کی تصدیق کی اور بعض نے کفر کیا۔ اے حبیب! یہ اپنے کفر اور تکذیب کی بنا پر دنیا میں ہی جس عذاب کے جلدی حق دار تھے وہ عذاب اگر آپ کا رب قیامت کے دن تک کے لئے ان سے مؤخر نہ فرما چکا ہوتا تو دنیا میں ہی ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ قرآن اور اس کے آپ پر نازل ہونے کی طرف سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

آیت 111 فرمایا گیا کہ تصدیق کرنے والے ہوں یا تکذیب کرنے والے، ان سب کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا، تصدیق کرنے والوں کو ان کی تصدیق کی بنا پر جنت اور منکروں کو ان کے انکار کی وجہ سے جہنم نصیب ہوگی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال سے خبردار ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 112 اے حبیب! آپ اپنے رب کے دین پر عمل کرنے اور اس کی دعوت دینے پر ایسے ثابت قدم رہیں جیسے آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے اور آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایمان لایا ہے اسے بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے احکام کی بجا آوری پر ثابت قدم رہے۔ اے لوگو! جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے وہ نہ کرو، تمہارے اچھے برے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارا رب تمہارے اعمال جانتا ہے جبکہ حال یہ ہے کہ تم اس کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ **اہم بات:** ایمان اور احکامِ اسلام پر ثابت قدمی نہایت ضروری ہے۔ ترغیب کے لئے یہاں ثابت قدمی کے چند اسباب اور رکاوٹیں بیان کی جاتی ہیں۔ چنانچہ دینِ اسلام پر ثابت قدمی کے چند اسباب یہ ہیں: (1) علمِ دین کا حصول

إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٢﴾ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن

بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○ اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی

دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿١١٣﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ

حامی نہیں پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ○ اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم رکھو۔

(2) کثرت سے مسجد میں حاضری (3) زبان کی حفاظت (4) کفر اور گناہوں سے بچنا (5) کفار و بدمذہب اور فاسق و فاجر لوگوں سے قطع تعلق (6) نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچنا (7) مصائب و آلام پر صبر (8) رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہونا (9) لمبی امیدیں نہ رکھنا (10) دنیا میں زہد و قناعت اختیار کرنا۔ اور ایمان و عمل پر ثابت قدمی میں رکاوٹ بننے والی چند چیزیں یہ ہیں: (1) علمِ دین سے بہرہ ور نہ ہونا (2) مسجد میں حاضری سے کترانا (3) زبان کی حفاظت نہ کرنا (4) کفر اور گناہوں کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم (5) کفار و بدمذہب اور فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت (6) نفسانی خواہشات کی لذت حاصل کرنے کی حرص (7) مصائب و آلام پر صبر نہ کرنا (8) رحمتِ الٰہی سے مایوسی (9) لمبی امیدیں (10) دنیا میں رغبت۔

آیت 113 فرمایا کہ اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ کل قیامت کے دن تمہیں کوئی ایسا ملے گا کہ جو تمہاری مدد کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچا لے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ حال تو ان کا ہے جو ظالموں سے تعلقات اور میل جول رکھیں، ان کے اعمال سے راضی ہوں اور ان سے محبت رکھیں اور جو خود ظالم ہو تو اس کا حال ان سے کتنا بدتر ہو گا۔ (2) خدا کے نافرمانوں یعنی کافروں، بے دینوں، گمراہوں اور ظالموں کے ساتھ بلا ضرورت میل جول، رسم و راہ، قلبی میلان، محبت، ان کی ہاں میں ہاں ملانا اور خوشامد میں رہنا سب ممنوع ہے۔ (3) طبعی میلان کی غیر اختیاری صورت اس آیت میں بیان کیے گئے حکم میں داخل نہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا خلاصہ ہے: طبعی میلان جیسے ماں باپ، اولاد یا خوبصورت بیوی کی طرف ہوتا ہے، اس کی جو صورت غیر اختیاری ہو وہ اس حکم کے تحت داخل نہیں، پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے اور اپنی قدرت کے مطابق اسے دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے۔ (فتاوی رضویہ، 14/465)

آیت 114 **شانِ نزول:** ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! اس آدمی کا کیا حکم ہے جو اجنبی عورت سے علیحدگی میں جماع کے سوا سب کچھ کرتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: "اور دن کے دونوں کناروں یعنی صبح اور شام اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم رکھو۔ بے شک نیکیاں مثلاً پانچوں نمازیں صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ماننے والوں کے لئے نصیحت ہے۔" پھر آپ نے اسے وضو کر کے نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا یہ اس شخص کے ساتھ خاص ہے یا تمام مومنوں کے لئے ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ تمام مومنوں کے لئے عام ہے۔ **اہم باتیں:** (1) زوال سے پہلے کا وقت صبح میں اور بعد کا وقت شام میں داخل ہے۔ صبح کی نماز فجر ہے، شام کی نمازیں ظہر و عصر ہیں اور رات کے

إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے○ اور صبر کرو کیونکہ اللہ نیکی کرنے والے کا اجر

أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

ضائع نہیں کرتا○ تو تم سے پہلی گزری ہوئی قوموں میں سے کچھ ایسے فضیلت والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے

فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ

منع کرتے البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں

وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّأَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

دیا گیا اور وہ مجرم تھے○ اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کردے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں○

حصوں کی نمازیں مغرب وعشا ہیں۔ (2) نیکیوں سے مراد پنج گانہ نمازیں یا مطلقاً نیک کام یا "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَكْبَرُ" پڑھنا ہے۔ (3) نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکر و استغفار یا اور کچھ۔

آیت 115 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر یا معنی ہے کہ نماز پر صبر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اعمال کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

آیت 116 اس سے پہلی آیات میں گزشتہ امتوں پر جڑ سے اکھاڑ دینے والے عذابات نازل ہونے کا بیان ہوا، یہاں ان عذابات کے اسباب بتائے گئے، ارشاد فرمایا: اے میرے حبیب کی امت! تم سے پہلی امتوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کردیا تھا وہ کچھ ایسے فضیلت والے نہیں ہوئے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے اور گناہوں سے منع کرتے، اسی لئے ہم نے انہیں ہلاک کردیا البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور وہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لائے اور ان کے احکام پر عمل کرتے اور لوگوں کو فساد سے روکتے رہے جبکہ ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ نعمتوں، لذتوں، خواہشات اور شہوات کے عادی ہوگئے، کفر اور گناہوں میں ڈوبے رہے اور وہ مجرم تھے۔ **اہم باتیں:** (1) ﴿أُولُوْا بَقِيَّةٍ﴾ سے مراد علماء ربانی ہیں، مقصد یہ ہے کہ گزشتہ قوموں کی عام گمراہی کا باعث یہ ہوا کہ ان میں علماء ربانی نہ رہے، اگر وہ رہتے تو اس طرح گمراہی نہ پھیلتی۔ عوام اس لئے مجرم تھے کہ بدکاریاں کرتے تھے اور علما اس لئے مجرم تھے کہ انہیں منع نہ کرتے تھے۔ (2) آیت سے دو باتیں واضح ہوئیں: (۱) نیکی کی دعوت دینا اور گناہوں سے روکنا علما کا منصب ہے اگر وہ یہ فریضہ سرانجام نہ دیں گے تو مجرم ہوں گے۔ (۲) شروع سے اب تک یہی ہوتا آیا ہے کہ زیادہ تر مال و دولت والے ہی غفلت میں پڑتے ہیں، اس لئے عمومی طور پر مالدار لوگوں میں دینداروں کی کمی ہوتی ہے۔

آیت 117 فرمایا کہ اے حبیب! تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کردے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں لیکن وہ انہیں ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے ○ البتہ جن پر تمہارے رب نے رحم

رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

کیا اور اللہ نے انہیں اسی کے لئے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ بیشک میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے ملا کر

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ

بھر دوں گا ○ اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب تمہیں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو قوت دیں اور اس سورت میں تمہارے

آیت 118 فرمایا کہ اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور یوں سب کا ایک ہی دین ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایسا نہ چاہا اور سب کو ایک امت نہ بنایا اور لوگ ہمیشہ مختلف دینوں پر عمل پیرا رہیں گے۔ **اہم بات:** علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت میں بھی اختلاف رہے گا، کوئی مومن ہو گا اور کوئی کافر، کوئی نیک ہو گا اور کوئی گنہگار، اسی لئے حدیث میں ہے کہ یہودی 71 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور عنقریب تم 73 فرقوں میں بٹ جاؤ گے، ان میں سے 72 فرقے جہنم میں اور ایک جنت میں جائے گا۔ وہ ایک جنتی فرقہ اہل سنت وجماعت ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور انہیں اختلاف سے بچا لیا تو وہ دین حق پر متفق رہیں گے اور اس میں اختلاف نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے لوگ اسی لیے یعنی اختلاف والے اختلاف کے لئے اور رحمت والے اتفاق کے لئے پیدا کئے ہیں اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ وہ جہنم کو تمام کافر جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا۔

آیت 120 سابقہ امتوں کے واقعات اور ان کی طرف سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جو کچھ پیش آیا، اس کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا: اے حبیب! ہم تمہیں رسولوں کی خبریں اور جو کچھ انہیں اپنی امتوں سے پیش آیا، سناتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ہم آپ کا دل مضبوط کریں اور اس طرح انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حالات اور ان کی امتوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذا پر صبر فرمانا آسان ہو، اس سورت میں تمہارے پاس حق یعنی توحید و رسالت اور قیامت کے دلائل آئے اور مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت آئی۔ **اہم باتیں:** (1) ﴿مَوْعِظَةٌ﴾ کا معنی ہے جس کے ذریعے نصیحت حاصل کی جائے، یہاں اس سے مراد سابقہ امتوں کی ہلاکت کا بیان ہے جس کا ذکر اس سورت میں ہوا۔ ﴿ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ مسلمان سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کا سن کر عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ یہاں مسلمانوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے واقعات سن کر مسلمان ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (2) اللہ والوں کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے۔ **درس:** دل کی تقویت کا ایک اہم ذریعہ انبیاءِ کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگانِ دین کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا بھی ہے۔

هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى

پاس حق آیا اور مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت (آئی)○ اور تم ایمان نہ لانے والوں سے فرماؤ: تم اپنی جگہ کام

مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کئے جاؤ، ہم اپنا کام کرتے ہیں○ اور تم انتظار کرو، بیشک ہم بھی منتظر ہیں○ اور آسمانوں اور زمین کے غیب اللہ ہی کے لیے ہیں

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے تو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں○

ایاتہا ۱۱۱ — ۱۲ سورۃ یوسف مکیۃ ۵۳ — رکوعاتہا ۱۲

سورۂ یوسف مکیہ ہے، اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 121 اس آیت میں وعید اور غضب کا اظہار ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ایمان نہ لانے والوں سے فرمادیں کہ جو کام تم کر رہے ہو وہ کئے جاؤ عنقریب تم اس کام کا انجام جان جاؤ گے اور ہمیں ہمارے رب نے جس کام کا حکم دیا ہے ہم وہ کرتے ہیں۔

آیت 122 فرمایا کہ اور تم اس کا انتظار کرو جس کا شیطان نے تم سے وعدہ کیا ہے ہم بھی اس کے منتظر ہیں جو تم پر دنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب لازم ہو گا۔

آیت 123 فرمایا کہ تمام چیزیں خواہ خفیہ ہوں یا ظاہر، موجود ہوں یا معدوم سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور دنیا و آخرت میں مخلوق کا ہر کام اسی کی طرف لوٹتا ہے تو جس کی یہ شان ہے وہی عبادت کا مستحق ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کسی کی عبادت میں مشغول نہ ہو اور اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسا کرو کیونکہ وہ تمہیں کافی ہے اور اے حبیب! آپ کا رب بندوں کے تمام اعمال سے خبر دار ہے، کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں، وہ نیک بندوں کو ان کی نیکیوں کا ثواب اور گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔

سورۂ یوسف کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہودی علما نے عرب کے سرداروں سے کہا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کرو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ملک شام سے مصر میں کیسے پہنچی، ان کے وہاں جاکر آباد ہونے کا سبب اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا ہے؟ اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ اس میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ زندگی کا تفصیل سے بیان ہے اس مناسبت سے اس کا نام "یوسف" رکھا گیا۔ مروی ہے کہ یہودیوں میں سے ایک گروہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف کو پہچانا، مُہرِ نبوت کی

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۟ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۟ نَحْنُ

الٓرٰ، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ بیشک ہم نے اس قرآن کو عربی نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو ○ ہم نے

نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ

تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اس کے ذریعے ہم تمہارے سامنے سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً

روایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سورۂ یوسف سن کر اسلام قبول کر لیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، 6/276) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی کی تفصیل، سب انبیاء کرام علیہم السلام کے مرد ہونے اور کسی عورت کے نبی نہ ہونے، انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات میں عقل مندوں کے لئے عبرت و نصیحت ہونے، قرآن مجید کے سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے، قرآن میں ہر چیز کا مفصل بیان ہونے اور اس کا مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہے۔

آیت 1 "الٓرٰ" یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ارشاد فرمایا: اس سورت میں جو آیات بیان ہوئیں یہ روشن کتاب قرآنِ مجید کی آیتیں ہیں۔ **اہم بات:** مُبین کا معنی ہے: روشن و ظاہر کر دینے والی۔ قرآن پاک کا مبین ہونا یوں ہے کہ اس کا اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا واضح ہے، اس کے معانی اہل علم پر واضح ہیں اور اس میں حلال و حرام، حدود و تعزیرات کے احکام صاف بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں سابقہ امتوں، ان کے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کے احوال روشن طور پر مذکور ہیں اور اس میں حق و باطل کو ممتاز کر دیا گیا ہے۔

آیت 2 اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا کیونکہ عربی زبان سب زبانوں سے زیادہ فصیح اور جنت میں جنتیوں کی زبان ہے اور اسے عربی میں نازل کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ تم اس کے معنی سمجھ کر ان میں غور و فکر کرو اور یہ بھی جان لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید کا مسلمانوں پر ایک حق یہ ہے کہ اسے سمجھیں اور اس کے لئے عربی زبان جاننا ضروری ہے کیونکہ یہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں یا عربی زبان پر عبور نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اہل حق کے مستند علما کے تراجم و تفاسیر کا مطالعہ کریں تاکہ قرآن مجید سمجھ سکیں۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی کثیر تعداد قرآن مجید کو سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے بہت دور ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اس کے ذریعے ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں اور گزشتہ زمانوں کا سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ یہ سورت آپ کی طرف وحی کرنے سے پہلے آپ کو اس واقعے کی خبر نہ تھی اور نہ آپ نے اس واقعے کو کبھی سنا تھا۔ **اہم باتیں:** (1) علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے سب سے اچھے انداز اور بہترین طریقے سے گزشتہ اور آئندہ لوگوں کی خبر دی ہے۔ (2) اس سورت کے ضمن میں ایک انسان کی زندگی کے جملہ مراحل کو بیان کر دیا گیا کہ زندگی کے کن مراحل پر کیا کیا چیزیں انسان کو پیش آسکتی ہیں اور وہ ان سے بہترین

لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ
اس سے بے خبر تھے ۝ یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا،
وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا
میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ۝ فرمایا: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ تمہارے

انداز میں سبکدوش کیسے ہو سکتا ہے۔ (3) حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو "اَحْسَنَ الْقَصَصِ" فرمانے کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے تین یہ ہیں: (۱) اس میں جس قدر عبرتیں اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں اتنی اور کسی سورت میں بیان نہیں کی گئیں۔ (۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے انتہائی اچھا سلوک فرمایا، ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کیا اور بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیا۔ (۳) اس واقعے میں انبیاء کرام، صالحین، فرشتوں، شیطانوں، جنوں، انسانوں، جانوروں اور پرندوں کا ذکر نیز بادشاہوں، تاجروں، عالموں، جاہلوں، مردوں اور عورتوں کے طرزِ زندگی اور عورتوں کے مکر و فریب کا بیان ہے، اس کے علاوہ اس واقعے میں توحید، رسالت، فقہی احکام، خوابوں کی تعبیر، سیاست، مُعاشرت، تدبیرِ معاش اور ان تمام فوائد کا بیان ہے جن سے دین و دنیا کی اصلاح ممکن ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ بات بیان کریں جو انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہی کہ اے میرے باپ! میں نے 11 ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوسف علیہ السلام نے جمعہ کی رات کو خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے، سورج اور چاند اترے اور سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ (2) خواب میں دیکھے گئے ستاروں کی تعبیر آپ کے 11 بھائی، سورج آپ کے والد اور چاند آپ کی والدہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ حضرت راحیل کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے چاند سے آپ کی خالہ مراد ہیں۔ (3) سجدہ کرنے سے مراد تواضع کرنا اور فرمانبردار ہونا یا حقیقتاً سجدہ کرنا ہی مراد ہے کیونکہ اس زمانہ میں سلام کی طرح سجدۂ تحیت یعنی تعظیم کا سجدہ بھی جائز تھا۔

آیت 5 حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت اور دونوں جہان کی نعمتیں اور شرف عطا فرمائے گا اس لئے آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائیوں کی طرف سے حسد کا اندیشہ ہوا اور آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا کیونکہ وہ اس کی تعبیر کو سمجھ لیں گے تو تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے اور تمہاری ہلاکت کی تدبیر سوچیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کریں گے تو اس کا سبب شیطانی وسوسہ ہو گا۔ (2) جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس کے متعلق صرف اس شخص کو خبر دے جو اس سے محبت رکھتا ہو یا عقل مند ہو اور اس سے حسد نہ کرتا ہو اور اگر برا خواب دیکھے تو اسے کسی سے بیان نہ کرے۔

لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۵ وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ

خلاف کوئی سازش کریں گے۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ اور اسی طرح تیرا رب تمہیں منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام

مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ

نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور

مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۶ لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ

اسحاق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی بیشک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے۔ بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں (کے واقعے) میں

آیت 6 حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: جس طرح اس عظمت و شرافت والے خواب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرا مقام بلند کیا اسی طرح تیرا رب تمہیں نبوت و بادشاہت یا اہم کاموں کے لئے منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہما السلام پر اپنی نعمت مکمل فرمائی، بے شک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین نے فرمایا کہ "اِجتباء یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو چن لینے" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو فیضِ ربانی کے ساتھ خاص کرے جس سے اس کو محنت و کوشش کے بغیر طرح طرح کی کرامات و کمالات حاصل ہوں، یہ مرتبہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے اور ان کی بدولت ان کے مقربین، صدیقین، شہدا اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ (2) آیت میں مذکور ﴿تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ﴾ سے خوابوں کی تعبیر نکالنا مراد ہے کیونکہ خواب اگر سچے ہوں تو فرشتوں کی باتیں ہیں اور اگر سچے نہ ہوں تو نفس یا شیطان کی باتیں ہیں۔ (3) اس آیت میں مذکور لفظ ﴿یَجْتَبِیْكَ﴾ سے نبوت کے لئے منتخب فرمانا مراد لیا جائے تو "نعمت پوری کرنے" سے مراد دنیا اور آخرت کی سعادتیں عطا فرمانا ہے اور اگر ﴿یَجْتَبِیْكَ﴾ سے بلند درجات تک پہنچانا مراد لیا جائے تو نعمت پوری کرنے سے مراد نبوت عطا فرمانا ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ بیشک حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعے میں پوچھنے والوں کے لئے عظیم الشان نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ پر دلالت کرتی ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی بیوی لیا بنتِ لیان آپ کے ماموں کی بیٹی تھیں، ان سے آپ کے 6 فرزند رُوبیل، شمعون، لاوی، یہوذا (یا یہودا)، زبولون، یشجر اور دوسری دو بیویوں زلفہ اور بلہہ سے چار فرزند دان، نفتالی، جاد، آشر ہوئے۔ لیا کے انتقال کے بعد آپ نے ان کی بہن راحیل سے نکاح فرمایا، ان سے دو فرزند حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین ہوئے۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 صاحبزادے ہیں انہیں کو اَسباط کہتے ہیں۔ (2) آیت میں پوچھنے والوں سے وہ یہودی مراد ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کا حال اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے کنعان سے سرزمین مصر کی طرف منتقل ہونے کا سبب دریافت کیا تھا۔

اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ

پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ یاد کرو جب بھائی بولے: بیشک یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں

عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ﴿۸﴾ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ

حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے والد کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں○ یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ تاکہ

لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ

تمہارے باپ کا چہرہ تمہاری طرف ہی رہے اور اس کے بعد تم پھر نیک ہو جانا○ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو

آیت 8 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب دیکھا کہ ان کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے سگے بھائی بنیامین کی طرف بہت مائل اور ان پر بڑی شفقت فرماتے ہیں تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ وہ دونوں چھوٹے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جبکہ ہم 10 مرد ہیں، مضبوط ہیں، زیادہ کام آسکتے ہیں لہٰذا ان دونوں بھائیوں کے بجائے ہم محبت کے زیادہ حق دار ہیں، بے شک ہمارے والد ان کی کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے خیال میں یہ بات نہ آئی تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان دونوں کو صرف محبت میں ان پر ترجیح دی ہے اور دلی محبت کو دور کر دینا انسان کے بس میں نہیں اور ممکن ہے کہ زیادہ محبت و شفقت کا سبب یہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ان کی کم عمری میں انتقال فرما گئی تھیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ میں ہدایت اور اچھی صفات کی وہ نشانیاں ملاحظہ فرمالیں جو دوسرے بھائیوں میں نہ تھیں۔

آیت 9 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو والدِ ماجد کا حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت فرمانا شاق گزرا تو انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر سوچنی چاہیے جس سے والد صاحب ہماری طرف زیادہ مائل ہوں۔ مشورہ میں یہ گفتگو ہوئی کہ والد محترم کی محبت حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں: (1) حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک ہی بار مار ڈالو (2) اگر مارنا نہیں تو کہیں دور دراز زمین میں پھینک آؤ جہاں بھیڑیے یا درندے کے کھا جانے یا اسی سرزمین میں انتقال کر جانے کی وجہ سے ان کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس آجانا ممکن نہ رہے۔ اگر ان میں سے کسی صورت پر عمل کر لیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ تمہاری طرف ہی رہے گی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر دینے یا آبادیوں سے دور چھوڑ آنے کے بعد تم پھر توبہ کر کے نیک ہو جانا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی یہ ساری حرکات صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے تھیں، نفس کی خاطر نہ تھیں، اس لئے انہیں سچی توبہ نصیب ہو گئی، قابیل کی حرکات چونکہ نفس امارہ کے لئے تھیں اس لئے توبہ سے محروم رہا۔ (2) کسی جائز بلکہ اعلیٰ ترین مقصد حاصل کرنے کے لئے بھی ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا مقصد والد جو منصب نبوت پر بھی فائز تھے، کی محبت کا حصول تھا لیکن اس کے لئے انہوں نے ناجائز ذریعہ اختیار کیا چنانچہ اس کی مذمت کی گئی۔

آیت 10 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے یہودا یا رُوبیل نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو کیونکہ قتل گناہ عظیم ہے اور

وَأَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا

اور اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر اسے اٹھالے جائے گا۔ اگر تم کچھ کرنے والے ہو○ بھائیوں نے کہا:

يٰٓأَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا

اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں○ آپ کل اسے ہمارے ساتھ

غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ إِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ أَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ

بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں○ فرمایا: بیشک تمہارا اسے لے جانا مجھے غمگین کردے گا اور میں

أَخَافُ أَنْ يَّأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ

اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس کی طرف سے بے خبر ہو جاؤ○ انہوں نے کہا: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ

اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر وہاں سے گزرے اور انہیں کسی دوسرے ملک میں لے جائے، اس سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ نہ وہ یہاں رہیں گے اور نہ والد صاحب کی نظر عنایت ان پر ہوگی لہٰذا اگر تم کچھ کرنے والے ہو تو یہ کرو۔ اہم بات: اس میں اشارہ ہے کہ چاہئے تو یہ کہ کچھ بھی نہ کرو لیکن اگر تم نے ارادہ کر ہی لیا ہے تو بس اتنے ہی پر اکتفا کرو۔

آیت 12،11 برادرانِ یوسف جب باہم مشورے سے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان جدائی کروانے پر متفق ہو گئے تو اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا: اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور جب ہم شہر سے باہر صحرا کی طرف جائیں تو یوسف کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ تفریح مثلاً شکار اور تیر اندازی وغیرہ کے ذریعے لطف اندوز ہوں، بے شک ہم اس کی پوری نگہداشت کریں گے۔

آیت 13 برادرانِ یوسف کے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ بھیجنے کے مطالبے پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں نہ بھیجنے کی دو وجوہات بیان فرمائیں، فرمایا: (1) تمہارا حضرت یوسف علیہ السلام کو لے جانا اور ان کا تمہارے ساتھ چلے جانا مجھے غمگین کردے گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا کچھ دیر کے لئے بھی جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ (2) مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم اپنے کھانے پینے اور کھیل کود میں مصروفیت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے غافل ہو جاؤ گے اور کوئی بھیڑیا آکر انہیں کھا جائے گا۔ یہ وجہ آپ نے اس لئے بیان فرمائی تھی کہ اس سرزمین میں بھیڑیے اور درندے بہت تھے۔

آیت 14 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جواب دیا: ہم 10 مردوں کے وہاں موجود ہوتے ہوئے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے لہٰذا انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اجازت دے دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص جو جنتی ریشم کی تھی اور جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو پہنائی تھی، تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دی۔

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ

ہم ایک جماعت (موجود) ہوں جب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے ○ پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ اسے تاریک

فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾

کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ تم ضرور انہیں ان کی یہ حرکت یاد دلاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے ○

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

اور رات کے وقت اپنے باپ کے پاس وہ روتے ہوئے آئے ○ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کا مقابلہ کرتے (دور) چلے گئے

يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾

اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں ○

آیت 15 برادرانِ یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر سوار کیے ہوئے عزت و احترام کے ساتھ لے گئے، جب دور جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے غائب ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر دے پٹکا۔ آپ علیہ السلام جس کی طرف جاتے وہ مارتا اور طعنے دیتا، اور خواب جو کسی طرح انہوں نے سن لیا تھا اس پر برا بھلا کہتے۔ جب تحمل حد کو پہنچیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہودا سے کہا: خدا سے ڈر اور ان لوگوں کو ان زیادتیوں سے روک۔ یہودا نے اپنے بھائیوں سے کہا: تم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ تب وہ ان حرکتوں سے باز آئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تاریک کنویں میں ڈال دیں، چنانچہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور قمیص اتار کر کنویں میں اتارا جب نصف گہرائی تک پہنچے تو رسی چھوڑ دی تاکہ آپ پانی میں گر کر شہید ہو جائیں۔ حکم الٰہی سے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو کنویں میں موجود ایک پتھر پر بٹھا دیا اور ہاتھ کھول دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے الہام یا حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ غمگین نہ ہوں، ہم آپ کو گہرے کنویں سے نکال کر بلند مقام پر پہنچائیں گے، تمہارے بھائیوں کو حاجت مند بنا کر تمہارے پاس لائیں گے، انہیں تمہارے زیر فرمان کریں گے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ تم ضرور انہیں ان کا یہ ظالمانہ کام یاد دلاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے کہ تم یوسف ہو کیونکہ اس وقت آپ کی شان بلند اور آپ سلطنت و حکومت کی مسند پر ہوں گے۔

آیت 16 حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر ان کے بھائی رات کے وقت اپنے والد کی طرف لوٹے تاکہ اندھیرے میں جھوٹا عذر پیش کرنے میں پریشانی نہ ہو، مکان کے قریب پہنچ کر انہوں نے رونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے چیخنے کی آواز سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے بیٹو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں بکریوں میں کچھ نقصان ہوا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تو کیا مصیبت پہنچی اور یوسف کہاں ہیں؟

آیت 17 حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا: اے ہمارے باپ! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ
اور وہ اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگالائے۔ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑلی ہے تو صبر
جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ
اچھا اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ○ اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا۔
فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا
اس پانی لانے والے نے کہا: کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اسے سامانِ تجارت قرار دے کر چھپالیا اور اللہ
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع
جانتا ہے جو وہ کررہے تھے ○ اور بھائیوں نے بہت کم قیمت چند درہموں کے بدلے میں اسے بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی ○

تھے اور اس دوڑ کے چکر میں دور نکل گئے، یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، جب ہم یوسف سے غافل ہوئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔ ہمیں علم ہے کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام سے شدید محبت کی وجہ سے کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور ہمارے ساتھ کوئی گواہ ہے نہ ایسی کوئی دلیل وعلامت جس سے ہماری سچائی ثابت ہو۔

آیت 18 حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص جو ان کے بھائیوں نے اتار لیا تھا اس پر ایک بکری کے بچے کا خون لگالائے لیکن قمیص کو پھاڑنا بھول گئے، حضرت یعقوب علیہ السلام وہ قمیص اپنے چہرہ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمایا: عجیب قسم کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو تو کھا گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ مزید فرمایا: حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑلی ہے تو میرا طریقہ عمدہ صبر ہے اور تمہاری باتوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔

آیت 19 ایک قافلہ جو مدین سے مصر کی طرف جارہا تھا، راستہ بھٹک کر اس جنگل کی طرف آنکلا جہاں آبادی سے بہت دور یہ کنواں تھا، انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی کنوئیں کی طرف بھیجا، اس کا نام مالک بن ذعر خزاعی تھا، جب اس نے ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ڈول کو پکڑ لیا اور اس طرح کنوئیں سے باہر تشریف لے آئے۔ جب اس آدمی نے حضرت یوسف علیہ السلام کا عالَم افروز حسن دیکھا تو نہایت خوشی میں آکر اپنے ساتھیوں کو مژدہ دیا کہ آہا! کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو بڑا حسین لڑکا ہے۔ مالک بن ذعر اور اس کے ساتھیوں نے انہیں سامانِ تجارت قرار دے کر چھپالیا تاکہ کوئی اس میں شرکت کا دعویٰ نہ کردے۔ آیت میں مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ کررہے تھے۔

آیت 20 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اس جنگل میں بکریاں چراتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی نگرانی بھی کررہے تھے، آج جو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں نہ دیکھا تو انہیں تلاش کرتے ہوئے قافلہ میں پہنچے اور مالک بن ذعر کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اس سے کہا کہ یہ غلام ہے، ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے، کسی کام کا نہیں اور نافرمان ہے، اگر خرید لو

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

اور مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: انہیں عزت سے رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ہم انہیں

وَلَدًاؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ٘ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِؕ وَاللّٰهُ

بیٹا بنالیں اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں ٹھکانہ دیا اور تاکہ ہم اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ

غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ

اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے ○ اور جب یوسف بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے اسے

حُكْمًا وَّعِلْمًاؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ

حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے انہیں

توہم اسے سستا بیچ دیں گے، پھر اسے اتنی دور لے جانا کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے خوف سے خاموش کھڑے رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ بھائیوں نے انہیں بہت کم قیمت والے چند درہموں کے بدلے مالک بن ذعر خزاعی کے ہاتھ بیچ دیا اور وہ پہلے سے ہی ان میں کچھ رغبت نہ رکھتے تھے۔

آیت 21 مصر کے جس شخص نے آپ علیہ السلام کو خریدا اسے لوگ عزیزِ مصر کہتے تھے، عزیزِ مصر آپ کو اپنے گھر لایا اور اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزت سے رکھو، ان کی قیام گاہ، لباس اور خوراک اعلیٰ قسم کی ہو، شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے اور اپنے تدبر و دانائی سے ہمارے کاموں میں نفع مند اور بہتر مددگار ثابت ہو نیز ہو سکتا ہے کہ حکومت کے کاموں کو سرانجام دینے میں ہمارے کام آئے یا پھر ہم انہیں بیٹا بنالیں۔ عزیزِ مصر نے یہ اس لئے کہا کہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جس طرح ہم نے قتل سے محفوظ کرکے اور کنویں سے سلامتی کے ساتھ باہر لاکر حضرت یوسف علیہ السلام پر احسان فرمایا اسی طرح ہم نے انہیں مصر کی سرزمین میں ٹھکانا دیا تاکہ اسے مصر کے خزانوں پر تسلط عطا کریں اور خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے، جو چاہے کرے۔

آیت 22 جب حضرت یوسف علیہ السلام جوانی کی پوری قوت کو پہنچے، شباب اپنی انتہا پر آیا اور عمر مبارک 20 سال یا 30 سال یا 18 اور 30 کے درمیان ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور دین میں فقاہت عطا فرمائی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نیکوں کو اچھا صلہ دیتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں "حکم" سے درست بات اور علم سے "خواب کی تعبیر" مراد ہے یا چیزوں کی حقیقتوں کو جاننا "علم" اور علم کے مطابق عمل کرنا "حکمت" ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو علم لدنی بخشا کہ استاد کے بغیر ہی علم و فقہ اور عمل صالح عنایت کیا۔ انبیاء علیہم السلام کا عمومی یا اکثر علم مبارک علم لدنی ہوتا ہے لہٰذا دنیا کا کوئی علم والا، نبی علیہ السلام کے برابر نہیں ہو سکتا۔

آیت 23 حضرت یوسف علیہ السلام کی انتہائی پاک دامنی کا بیان ہو رہا ہے۔ آپ انتہائی حسین تھے۔ جب زلیخا نے آپ کے حسن کو دیکھا

فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ

اس نے کہ جس کے گھر میں تھا اسے اس کے نفس کے خلاف پھسلانے کی کوشش کی اور سب دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی: آؤ، (یہ) تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ یوسف نے جواب دیا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ

(ایسے کام سے) اللہ کی پناہ۔ بیشک وہ مجھے خریدنے والا شخص میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ بیشک زیادتی کرنے والے فلاح نہیں پاتے ○ اور

لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ

بیشک عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ ہم نے اسی طرح کیا تاکہ اس سے

السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ

برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے ○ اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے

والی نے آپ کے بارے میں لالچ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ اسی گھر میں رہائش پذیر تھے جہاں زلیخا رہتی تھی، اس لئے زلیخا نے موقع پا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی تاکہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہو کر اس کی ناجائز خواہش پوری کریں۔ مکان میں یکے بعد دیگرے سات دروازے تھے، زلیخا نے ساتوں دروازے بند کر کے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: میری طرف آؤ! یہ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، مجھے اس قباحت سے بچائے جس کی تو طلبگار ہے۔ بے شک عزیز مصر میری پرورش کرنے والا ہے اور اس نے مجھے رہنے کے لئے اچھی جگہ دی ہے، اس کا بدلہ یہ نہیں کہ میں اس کے اہل خانہ میں خیانت کروں، جو ایسا کرے وہ ظالم ہے اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔ **اہم بات:** نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہونا چاہیے اور اپنے مربی کا احسان ماننا انبیاءِ کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔

آیت 24 فرمایا: زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے برائی کا ارادہ کیا اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب کی برہان و دلیل نہ دیکھ لیتے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق وہ بھی عورت کی طرف مائل ہو جاتے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی دلیل دیکھی اور اس فاسد ارادے سے محفوظ رہے اور وہ دلیل، عصمتِ نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے پاکیزہ نفوس کو برے اخلاق اور گندے افعال سے پاک پیدا کیا ہے اس لئے وہ ہر ایسے کام سے باز رہتے ہیں جس کا کرنا منع ہو۔ مزید فرمایا: جس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دلیل دکھائی اسی طرح ہم اس سے بے حیائی کو پھیر دیں گے اور بے شک حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے ان بندوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نبوت کے لئے منتخب فرما لیا ہے اور دوسرے لوگوں پر انہیں اختیار کیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک روایت یہ ہے کہ جس وقت زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے درپے ہوئی تو آپ نے اپنے والدِ ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انگشتِ مبارک دندانِ اقدس کے نیچے دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔ (2) ان آیات میں ذکر کئے گئے واقعے سے متعلق بحث کرنے سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی عصمت کا ہے اور بحث کرنا کہیں ایمان کی بربادی کا سبب نہ بن جائے۔

آیت 25 جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے درپے ہوئی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی برہان دیکھی تو آپ دروازے

قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ

ان کی قمیص کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس عورت کے شوہر کو پایا تو عورت کہنے لگی۔ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری

بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۵) قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ

گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا دردناک سزا (دی جائے) ○ یوسف نے فرمایا: اسی نے میرے دل کو

عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

پھسلانے کی کوشش کی ہے اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت

وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (۲۶) وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۷)

سچی ہے اور یہ سچے نہیں ○ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں ○

کی طرف بھاگے اور زلیخا ان کے پیچھے انہیں پکڑنے کے لئے بھاگی اور آپ کی قمیص پیچھے سے پکڑ کر کھینچی تاکہ آپ نکل نہ پائیں لیکن قمیص پیچھے سے پھٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام دروازے سے باہر نکل گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے پیچھے زلیخا جیسے ہی باہر نکلے تو انہوں نے زلیخا کے شوہر یعنی عزیزِ مصر کو دروازے کے پاس پایا، فوراً ہی زلیخا نے اپنی براءت ظاہر کرنے کے لئے حیلہ تراشا اور شوہر سے کہنے لگی: اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ پھر زلیخا کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عزیز آپ علیہ السلام کے قتل کے درپے نہ ہو جائے اور یہ زلیخا کی شدتِ محبت کب گوارا کر سکتی تھی اس لئے اس نے کہا: یہی کہ قید کر دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے یعنی کوڑے لگائے جائیں۔

آیت 27،26 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ زلیخا الٹا آپ پر الزام لگاتی ہے تو آپ نے اپنی براءت اور حقیقتِ حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ مجھ سے برے فعل کی طلبگار ہوئی تو میں نے اس سے انکار کیا اور بھاگا۔ عزیز نے کہا: اس بات پر کیسے یقین کیا جائے؟ فرمایا: اس گھر میں ایک چار مہینے کا بچہ ہے، اس سے دریافت کرنا چاہیے۔ عزیز نے کہا: چار مہینے کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بے گناہی کی شہادت ادا کرا دینے پر قادر ہے۔ عزیز نے بچے سے دریافت کیا تو اس نے کہا: اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت سچی ہے اور یہ سچے نہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں یعنی اگر حضرت یوسف علیہ السلام آگے بڑھے اور زلیخا نے ان کو ہٹایا تو کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو گا اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام اس سے بھاگ رہے تھے اور زلیخا پیچھے سے پکڑ رہی تھی تو کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہو گا۔ **اہم بات:** اس واقعے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان بھی معلوم ہوئی کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ان کی پاکیزگی کی گواہی بچے سے دلوائی گئی اگرچہ یہ بھی عظیم چیز ہے لیکن جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو چونکہ معاملہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت کا بھی تھا، اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ یُوْسُفُ

پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا: بیشک یہ تم عورتوں کا مکر ہے۔ بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے○ اے یوسف!

اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـٕیْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ

تم اس بات سے در گزر کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بیشک تو ہی خطاکاروں میں سے ہے○ اور شہر میں کچھ عورتوں نے

فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ

کہا: عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ

میں گم دیکھ رہے ہیں○ تو جب اس عورت نے ان کی بات سنی تو ان عورتوں کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ لگا کر بیٹھنے کی نشستیں

آیت 28 جب عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا اور جان لیا کہ آپ علیہ السلام سچے اور زلیخا جھوٹی ہے تو زلیخا سے کہا: تمہاری یہ بات کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، یہ صرف تم عورتوں کا مکر ہے، بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے تم مردوں پر غالب آجاتی ہو۔

آیت 29 زلیخا کی خیانت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت ثابت ہونے کے بعد عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس طرح عرض کی: اے یوسف! تم اس بات سے در گزر کرو اور اس پر مغموم نہ ہو بے شک تم پاک ہو۔ اس کلام سے یہ مطلب بھی تھا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں تاکہ چرچا نہ ہو۔ اور عزیز نے زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے عورت! تو اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگ جو تو نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی حالانکہ وہ اس سے بری ہیں نیز اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کا ارادہ کرنے کی وجہ سے بے شک تو ہی خطاکاروں میں سے ہے۔ اہم باتیں: (1) کوئی شریف طبیعت انسان اپنے محسن کے ساتھ ایسی خیانت روا نہیں رکھتا تو حضرت یوسف علیہ السلام اچھے اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہوئے ایسا کیسے کر سکتے تھے (2) دیکھنے والوں نے آپ کو بھاگتے آتے دیکھا اور بھاگنا دلیل ہے جو کسی بات پر مجبور کیا جائے۔

آیت 30 اس واقعہ کو دبانے کے باوجود چرچا ہو گیا، چنانچہ شہر میں شرفاءِ مصر کی عورتیں اس بارے میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی زلیخا اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بے شک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت میں گم دیکھ رہے ہیں کہ اس کو اپنی ناموس اور عفت کا لحاظ بھی نہ رہا۔

آیت 31 جب زلیخا نے سنا کہ اشرافِ مصر کی عورتیں اسے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت پر ملامت کرتی ہیں تو اس نے ان کے سامنے اپنا عذر ظاہر کرنے کے لئے دعوت کا اہتمام کیا اور اشرافِ مصر کی 40 عورتوں کو مدعو کر لیا، ان میں ملامت کرنے والی عورتیں بھی تھیں، زلیخا نے ان عورتوں کے لئے نہایت پر تکلف نشستیں تیار کر دیں جن پر وہ عزت و آرام سے تکئے لگا کر بیٹھیں، دستر خوان

وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ

تیار کردیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی اور یوسف سے کہا: ان کے سامنے نکل آیئے تو جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا

اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝

تو اس کی بڑائی پکار اٹھیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور پکار اٹھیں سُبْحَانَ اللہ، یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

زلیخانے کہا: تو یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝٣٢

اور بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ

یوسف نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اس کام کی بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا

بچھائے گئے، طرح طرح کے کھانے اور میوے چنے گئے پھر زلیخا نے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی تا کہ کھانے کے لئے گوشت کاٹیں اور میوے تراش لیں۔ اس کے بعد زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عمدہ لباس پہننے کے لئے دیا اور کہا: ان عورتوں کے سامنے نکل آیئے۔ آپ نے انکار فرمایا لیکن جب اصرار و تاکید زیادہ ہوئی تو زلیخا کی مخالفت کے اندیشے سے آنا ہی پڑا۔ جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی بڑائی پکار اٹھیں کیونکہ انہوں نے اس عالَم افروز جمال کے ساتھ نبوت و رسالت کے انوار، عاجزی و انکساری کے آثار، شاہانہ ہیبت و اقتدار، کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور حسین و جمیل صورتوں کی طرف سے بے نیازی کی شان دیکھی تو تعجب میں آ گئیں، حسن و جمال میں ایسی گم ہوئیں کہ پھل کاٹتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور تکلیف کا بالکل احساس نہ ہوا۔ ''پکار اٹھیں کہ سُبْحٰنَ اللہ! یہ کوئی انسان نہیں ہے، یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے کہ ایسا حسن و جمال انسانوں میں دیکھا ہی نہیں گیا۔''

آیت 32 جب عورتیں آپ علیہ السلام کے حسن و جمال میں گم ہو گئیں تو زلیخا نے ان سے کہا: یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں، اب تم نے دیکھ لیا اور تمہیں معلوم ہو گیا کہ میں قابلِ ملامت نہیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا اور کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوئے۔ اس پر مصری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ زلیخا کا کہنا مان لیجئے۔ ان کی بات سن کر زلیخا بولی: بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر مجلس سے اٹھ گئے۔

آیت 33 حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی گفتگو بہت ناگوار ہوئی تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اس کام کے بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر و فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو

كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ

کا فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا○ تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور

عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ

اس سے عورتوں کا مکر و فریب پھیر دیا، بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے○ پھر سب نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی انہیں یہی سمجھ آئی کہ وہ

ع لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ

ضرور ایک مدت تک کیلئے اسے قید خانہ میں ڈال دیں○ اور یوسف کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے

اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ

کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں

خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ (اے یوسف!) آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک آدمی دیکھتے ہیں○

جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

آیت 34 اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ سے عورتوں کا مکر و فریب پھیر دیا، بیشک وہی حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ کی دعا کو سننے والا اور ان کے حال کو جاننے والا ہے۔

آیت 35 جب حضرت یوسف علیہ السلام سے امید پوری ہونے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو مصری عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ انہیں دو تین روز قید خانہ میں رکھا جائے تاکہ وہاں کی محنت و مشقت دیکھ کر انہیں نعمت و راحت کی قدر ہو اور وہ تیری درخواست قبول کر لیں۔ زلیخا نے اس رائے کو مانا اور عزیزِ مصر سے کہا کہ میں اس عبرانی غلام کی وجہ سے بدنام ہو گئی ہوں، تو مناسب یہ ہے کہ انہیں قید کیا جائے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ خطاوار ہیں اور میں بَری ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت کی سب نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود عزیزِ مصر اور اس کے ساتھیوں کو یہی بات سمجھ آئی کہ وہ ایک مدت تک کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں ڈال دیں۔

آیت 36 حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک مصر کے بادشاہ ریان بن ولید کے کچن کا انچارج اور دوسرا اس کا ساقی تھا، دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا، آپ علیہ السلام نے قید خانے میں فرمایا کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتا ہوں۔ جو بادشاہ کا ساقی تھا اس نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں، وہاں ایک انگور کی بیل میں تین خوشے لگے ہوئے ہیں، بادشاہ کا کاسہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے ان انگوروں کا رس نچوڑ کر بادشاہ کو پلایا تو اس نے پی لیا۔ دوسرا یعنی کچن کا انچارج کہنے لگا: میں نے خواب دیکھا کہ میں بادشاہ کے کچن میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ اے یوسف! آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں کہ آپ دن میں روزہ دار رہتے، ساری رات نماز میں گزارتے ہیں۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ

فرمایا: تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ

هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ

آخرت کا انکار کرنے والے ہیں ۝ اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے

نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾

شکر نہیں کرتے ۝ اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ ۝

آیت 37 آپ علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا: تمہارے گھروں سے جو کھانا تمہارے لئے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی مقدار، رنگ، آنے کا وقت اور یہ کہ تم نے کیا کھایا، کتنا کھایا اور کب کھایا، بتادوں گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نے خواب میں جو کھانا دیکھا اور اس کے بارے میں مجھے خبر دی ہے، میں حقیقت میں اس طرح ہونے سے پہلے ہی تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سن کر انہوں نے کہا: یہ علم تو کاہنوں اور نجومیوں کو ہوتا ہے، فرمایا: میں تمہیں جس کے بارے میں خبر دوں گا وہ اللہ کی وحی ہے اور یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت معجزے کا اظہار اس لئے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو سولی دیئے جانے کا آپ کو علم تھا لہٰذا آپ نے چاہا کہ اسے کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں اور جہنم سے بچادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی منزلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں تو یہ جائز ہے۔

درس: سُبْحٰنَ اللّٰہ! حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل کی تنگ و تکلیف دِہ زندگی میں بھی اندازِ تبلیغ کس قدر پیارا اور دل نواز ہے۔

آیت 38 حضرت یوسف علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنے باپ دادا حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں، توحید اختیار کرنا اور شرک سے بچنا ہم پر اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ اُن نعمتوں پر شکر نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہیں اور ان کی ناشکری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا نہیں لاتے اور مخلوق پرستی کرتے ہیں۔

آیت 39 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قید خانے کے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ جیسے بت پرستوں نے سونے، چاندی، تانبے،

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ

تم اس کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل

سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

نہیں اتاری۔ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ

لوگ نہیں جانتے ○ اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور جہاں تک دوسرے کا تعلق

فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ وَقَالَ

ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھالیں گے۔ اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا ○ اور یوسف

ہے، لکڑی، پتھر وغیرہ کے چھوٹے بڑے جدا جدا رب بنا رکھے ہیں مگر سب بے کار، نہ نفع دے سکیں نہ نقصان پہنچا سکیں، کیا ایسے جھوٹے معبود اچھے ہیں یا ایک اللہ تعالیٰ جو سب پر غالب ہے کہ کوئی اس کا مقابل نہیں ہو سکتا ہے۔ **اہم بات:** تبلیغ میں الفاظ نرم اور دلائل قوی استعمال کرنے چاہئیں آپ علیہ السلام کے نرم الفاظ نے دو افراد کو اسلام قبول کرنے کی طرف مائل کیا۔

آیت 40 حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے مزید فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی جہالت و گمراہی کی وجہ سے تراش لیے ہیں، تم جن کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے درست ہونے پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے اور اس کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا عبادت کے لئے خاص ہونا ہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ دلائل سے جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے کہ یہی سیدھا دین ہے جبکہ بتوں کے پجاری صرف فرضی ناموں کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں۔

آیت 41 جب حضرت یوسف علیہ السلام وحدانیتِ الٰہی کے اقرار اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دے کر فارغ ہوئے تو خواب کی تعبیر بیان کی، فرمایا: اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں سے بادشاہ کو شراب پلانے والا اپنے عہدے پر بحال کیا جائے گا وہ پہلے کی طرح بادشاہ کو شراب پلائے گا اور تین خوشے جو خواب میں بیان کئے گئے ہیں اس سے مراد تین دن ہیں، وہ تین دن قید خانے میں رہے گا پھر بادشاہ اسے بلائے گا اور جہاں تک کچن کے انچارج کا تعلق ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھا جائیں گے۔ تعبیر سن کر دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: ہم نے کچھ خواب نہیں دیکھا، ہم تو ہنسی کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا اور جو میں نے بتایا ہے یہ ضرور واقع ہو گا اگرچہ تم نے خواب نہ دیکھا ہو یہ حکم ٹل نہیں سکتا۔

آیت 42 آپ علیہ السلام نے اپنے علم سے ساقی کے بارے میں جان لیا تھا کہ وہ بچ جائے گا تو اس سے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا اور میرا احوال بیان کرنا کہ قید خانے میں ایک مظلوم بے گناہ قیدی ہے اور اس کی قید کو ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ شیطان نے اسے

لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ

نے جس کے بارے میں گمان کیا کہ ان دونوں میں سے وہ بچ جائے گا اسے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے اپنے

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿٤٢﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ ع ١٥

بادشاہ کے سامنے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسف کئی برس اور جیل میں رہے ○ اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں سات موٹی گائیں

سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ

دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور دوسری خشک بالیاں دیکھیں۔ اے درباریو!

اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۚ وَمَا نَحْنُ

اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو میرے خواب کے بارے میں مجھے جواب دو ○ انہوں نے کہا: یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم

بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ

ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے ○ اور دو قیدیوں میں سے بچ جانے والے نے کہا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا: میں تمہیں اس کی

بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ

تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو ○ اے یوسف! اے صدیق! ہمیں ان سات موٹی گایوں کے بارے میں تعبیر بتائیں جنہیں

بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلا دیا جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کئی برس اور جیل میں رہے۔

اہم بات: اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سات برس اور قید میں رہے۔

آیت 43 مصر کے شاہِ اعظم ریان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے اس کو بہت پریشانی ہوئی۔ اس نے ملک کے جادوگروں، کاہنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور سات خشک بالیاں دیکھیں، خشک بالیاں سرسبز بالیوں پر لپٹیں اور انہیں خشک کر دیا۔ اے درباریو! اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بیان کرو۔

آیت 44 انہوں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

آیت 45 شراب پلانے والا جس نے اپنے ساتھی کچن کے انچارج کی ہلاکت کے بعد قید سے نجات پائی تھی اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، اس نے کہا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے قید خانے میں بھیج دو وہاں خواب کی تعبیر کے ایک عالم ہیں چنانچہ بادشاہ نے اسے بھیج دیا اور وہ قید خانہ میں پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔

آیت 46 اے یوسف! اے صدیق! ہمارے بادشاہ نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی

سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ

سات دبلی گائیں کھا رہی تھیں اور سات سرسبز بالیوں اور دوسری خشک بالیوں کے بارے میں تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں

لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًاۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ

تاکہ وہ جان لیں ○ یوسف نے فرمایا: تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کروگے تو تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو سوائے

اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ

اس تھوڑے سے غلے کے جو تم کھالو ○ پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے جو اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان سالوں کے لیے

لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ

پہلے جمع کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا (بچ جائے گا) جو تم بچالوگے ○ پھر ان سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش

تھیں اور سات سرسبز بالیاں ہیں اور دوسری خشک بالیاں، ملک کے تمام علماء و حکماء اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہیں، حضرت! آپ اس کی تعبیر ارشاد فرمادیں تاکہ میں اس خواب کی تعبیر کے ساتھ بادشاہ اور اس کے درباریوں کی طرف لوٹ کر جاؤں تو وہ اس کی تعبیر نیز آپ کے علم و فضل اور مقام و مرتبہ کو جان لیں اور آپ کو اس مشقت سے رہا کر کے اپنے پاس بلالیں۔

آیت 47 حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے خواب کی تعبیر بتادی، فرمایا: تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کروگے، اس زمانے میں خوب پیداوار ہوگی، سات موٹی گائیوں اور سات سبز بالیوں سے اسی کی طرف اشارہ ہے لہٰذا تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو تاکہ خراب نہ ہو البتہ کھانے کے لئے اپنی ضرورت کے مطابق تھوڑے سے غلے کو بھوسی اتار کر صاف کرلو اور باقی غلے کو ذخیرہ بنا کر محفوظ کرلو۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ نبی دینی و دنیوی تمام رازوں سے خبردار ہوتے ہیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کاشت کاری کا ایسا قاعدہ بیان فرمایا جو کامل کاشت کار کو ہی معلوم ہوتا ہے کہ بالی یا بھوسے میں گندم کی حفاظت ہے۔

آیت 48 مزید فرمایا کہ ان سات سرسبز سالوں کے بعد لوگوں پر سات سال سخت قحط کے آئیں گے جن کی طرف دبلی گائیوں اور سوکھی بالیوں میں اشارہ ہے، جو غلہ وغیرہ تم نے ان سات سالوں کے لئے جمع کر رکھا ہوگا وہ سب ان سالوں میں کھالیا جائے گا البتہ تھوڑا سا بچ جائے گا جو تم بیج کے لئے بچالوگے تاکہ اس کے ذریعے کاشت کرو۔ **درس:** حفاظتی تدابیر کے طور پر آئندہ کے لئے کچھ بچا کر رکھنا توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 49 فرمایا کہ سخت قحط والے سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی، اس میں لوگ انگوروں کا رس نچوڑیں گے اور تل اور زیتون کا تیل نکالیں گے۔ مراد یہ ہے کہ یہ سال بڑی برکت والا ہوگا، زمین سرسبز و شاداب ہوگی اور درخت خوب پھلیں گے۔

ع
اَلنَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝۴۹ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ

دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے ○ اور بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا تو

قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ

یوسف نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک

رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ

میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے ○ بادشاہ نے کہا: اے عورتو! تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا۔ انہوں نے کہا:

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا

سُبْحَانَ اللہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیز کی عورت نے کہا: اب اصل بات کھل گئی۔ میں نے ہی

آیت 50 ساقی حضرت یوسف علیہ السلام سے تعبیر سن کر واپس آیا اور بادشاہ کو بیان کی۔ بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی اور اسے یقین ہوا کہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہے ضرور ویسا ہی ہوگا۔ بادشاہ کو شوق پیدا ہوا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے تعبیر سنے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں ان کی زیارت کروں کیونکہ انہوں نے خواب کی اتنی اچھی تعبیر بیان کی ہے۔ قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں بادشاہ کا پیام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے درخواست کرو کہ وہ تفتیش کرے کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے۔ یہ آپ نے اس لئے فرمایا تاکہ بادشاہ کے سامنے آپ کی براءت اور بے گناہی ظاہر ہو جائے اور اسے معلوم ہو کہ یہ لمبی قید بلاوجہ ہوئی تاکہ آئندہ حاسدوں کو الزام لگانے کا موقع نہ ملے۔ **اہم بات:** تہمت دور کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

آیت 51 بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیام سن کر زلیخا اور ہاتھ کاٹ لینے والی عورتوں کو جمع کیا، پھر ان سے کہا: اے عورتو! اپنے صحیح حالات مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا تھا، جب تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا دل لبھانا چاہا، کیا تم نے ان کی جانب سے اپنی طرف کوئی میلان پایا؟ عورتوں نے جواب دیا: سُبْحٰنَ اللہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیزِ مصر کی عورت زلیخا نے کہا: اب اصل بات ظاہر ہو گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ اپنی بات میں سچے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور قصور کا اقرار توبہ ہے لہٰذا اب انہیں برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صحابیہ اور عزیزِ مصر کی موت کے بعد ان کی قابلِ احترام بیوی بنی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے قصوروں کا ذکر فرما کر ان پر غضب ظاہر نہ فرمایا کیونکہ وہ توبہ کر چکی تھیں۔

رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ

ن کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ سچے ہیں ○ یوسف نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا تا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی

بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىٕنِیْنَ ﴿۵۲﴾

عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا ○

آیت 52 بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ عورتوں نے آپ کی پاکی بیان کی اور عزیز کی عورت نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا ہے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں نے قاصد کو بادشاہ کی طرف اس لیے لوٹایا تا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر بالفرض میں نے کوئی خیانت کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ مجھے اس قید سے رہائی عطا نہ فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ **اہم باتیں:** (1) جھوٹ کو فروغ نہیں ہوتا اور سچ کو آنچ نہیں آتی۔ (2) اخلاقی خیانت انتہائی مذموم وصف ہے اس سے ہر ایک کو بچنا چاہیے۔

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِالسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓ ۚ إِنَّ

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک

رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٣﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِۦٓ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُۥ

میرا رب بخشنے والا مہربان ہے○ اور بادشاہ نے کہا: انہیں میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی

قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿٥٤﴾ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَآئِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي

تو کہا۔ بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانتدار ہیں○ یوسف نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو، بیشک میں

آیت 53 زلیخا کے اقرار اور اعتراف کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ میں نے اپنی براءت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کے متعلق خیانت نہیں کی، تو اس کے بعد اپنی طرف پاکی اور نیکی کی نسبت کی بجائے بارگاہِ الٰہی میں عاجزی سے یوں عرض کی: اے میرے اللہ! میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا اور نہ گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار دیتا ہوں، نفس کی جنس کا یہ حال ہے کہ وہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے لیکن میرا رب اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے فضل و کرم سے معصوم کر دے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہے۔ بیشک میرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **درس:** بندے کو اپنے نیک اعمال پر نازاں نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کی۔

آیت 54 جب بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے علم، امانت داری، صبر، قید خانے والوں کے ساتھ احسان اور مشقتوں پر ثابت قدمی کا حال معلوم ہوا تو اس کے دل میں آپ کی بہت عظمت پیدا ہوئی اور اس نے کہا: حضرت یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں۔ چنانچہ بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں، اور نفیس لباس دے کر قید خانے میں بھیجی تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ ایوانِ شاہی میں لائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے باہر تشریف لا کر غسل فرمایا اور پوشاک پہن کر ایوانِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ میں داخل ہو کر بادشاہ کے سامنے پہنچے تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانت دار ہیں، اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے خواب کی پوری تفصیل بھی بتا دی کہ اس اس طرح سے خواب دیکھا تھا حالانکہ آپ سے خواب اس تفصیل کے ساتھ بیان نہ کیا گیا تھا، اور اس کی تعبیر بھی بیان کی۔

آیت 55 حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کر دے، بیشک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مصارف کو جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: آپ سے زیادہ اس کا مستحق کون ہو سکتا ہے، چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس مطالبے کو منظور کر لیا۔ **اہم باتیں:** (1) احادیث میں مذکور مسائل میں امارت یعنی حکومت یا بڑا عہدہ طلب کرنے کی جو ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ملک میں اہلیت رکھنے والے موجود ہوں اور احکام الٰہیہ نافذ کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو؛ اس وقت امارت طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہلیت رکھتا ہو تو احکام الٰہیہ نافذ کرنے کے

حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ

حفاظت والا، علم والا ہوں ○ اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہے رہائش اختیار کرے،

نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچادیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ○ اور بیشک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر ہے جو

لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ اس کی تاکید ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہی حال تھا کہ آپ علیہ السلام رسول تھے، اُمت کی ضروریات سے واقف تھے، یہ جانتے تھے کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں مخلوق کو راحت اور آسائش پہنچانے کی یہی صورت ہے کہ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیں، اسی لئے آپ نے امارت طلب فرمائی۔ (2) فخر اور تکبر کے لئے اپنی خوبیاں بیان کرنا ناجائز ہے لیکن نعمتِ خداوندی کے اظہار یا دوسروں کے فائدے کے لئے اپنی خوبیوں کا اظہار جائز بلکہ مستحب ہے۔

آیت 56 ارشاد فرمایا کہ جس طرح ہم نے اندھیرے کنویں سے نجات دے کر، قید خانے سے رہائی عطا فرما کر اور بادشاہ کی نگاہوں میں معزز بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی سرزمین میں اقتدار عطا فرمایا، وہ اس میں جہاں چاہیں رہائش اختیار کریں۔ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچادیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ **اہم بات:** امارت یعنی حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تاج پوشی کی اور اپنا ملک آپ کے سپرد کیا، اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے زلیخا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زلیخا سے دو فرزند افراثیم اور میشا پیدا ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط سالی کے دنوں کے لئے ذخائر جمع کئے۔ جب قحط کا زمانہ آیا تو پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہو گئے اور بازار خالی رہ گئے۔ اہلِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے درہم و دینار کے بدلے غلے خریدنے لگے، دوسرے سال مصریوں نے زیور اور جواہرات، تیسرے سال چوپائے اور جانور، چوتھے سال اپنے تمام غلام اور باندیاں، پانچویں سال اپنی تمام اراضی اور جاگیر دے کر غلے خریدے، چھٹے سال جب کوئی چیز باقی نہ رہی تو انہوں نے اپنی اولاد بیچ کر غلہ خریدا اور ساتویں سال خود بک گئے اور غلام بن گئے۔ اس طرح مصر میں کوئی آزاد مرد باقی رہا نہ عورت۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام مرد و عورت کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت یوسف علیہ السلام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری ان کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اس حالت میں صبر کیا تھا اس کی یہ جزا دی گئی۔

آیت 57 فرمایا کہ بیشک آخرت کا اجر و ثواب ان کے لئے دنیا کے اجر سے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ مومن کو دنیا میں بھی اجر عطا فرماتا ہے اور آخرت میں دنیوی اجر سے بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ (2) آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُخروی اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ نیک اعمال ہونا بھی ضروری ہیں اس لئے فقط ایمان پر بھروسا کر کے خود کو نیک اعمال سے بے نیاز جاننا درست نہیں۔

ع آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝٥٧ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ

ایمان لائے اور پرہیز گار رہے○ اور یوسف کے بھائی آئے تو ان کے پاس حاضر ہوئے پس یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ بھائی

لَهُ مُنكِرُونَ ۝٥٨ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا

ان سے انجان رہے○ اور جب یوسف نے ان کا سامان انہیں مہیا کر دیا تو فرمایا کہ اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات

تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝٥٩ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ

نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں○ تو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی

لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝٦٠ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝٦١

ماپ نہیں اور نہ تم میرے قریب پھٹکنا○ انہوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور بیشک ہم ضرور یہ کریں گے○

آیت 58 جب قحط کی شدت ہوئی تو ہر جانب سے لوگ غلہ خریدنے کے لئے مصر پہنچنے لگے اور قحط کی جیسی مصیبت مصر اور دیگر ملکوں میں آئی ایسی ہی کنعان میں بھی آئی لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے سوا اپنے دسوں بیٹوں کو غلہ خریدنے مصر بھیجا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے سے اب تک 40 سال کا طویل زمانہ گزر چکا تھا اور ان کا خیال تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہو گا۔ انہوں نے آپ سے عبرانی زبان میں گفتگو کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اسی زبان میں جواب دیا، پھر فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم شام کے رہنے والے ہیں، فرمایا: کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو؟ انہوں نے کہا: کہ ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ان کا نام نامی حضرت یعقوب علیہ السلام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم 12 بھائی تھے لیکن ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تو وہ ہلاک ہو گیا، وہ والد صاحب کو بہت پیارا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اب تم کتنے ہو؟ عرض کی: دس۔ فرمایا: گیارہواں کہاں ہے؟ جواب دیا: وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ ہمارا جو بھائی ہلاک ہو گیا تھا وہ اسی کا حقیقی بھائی ہے، اب والد صاحب کی اسی سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔

آیت 59 حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی بہت عزت کی، اُن کی میزبانی فرمائی، ہر ایک کا اونٹ غلے سے بھر دیا اور سفر کے دوران ضرورت کی چیزیں بھی عطا کر دی۔ جب آپ نے ان کا سامان مہیا کر دیا تو فرمایا کہ تم اپنے جس بھائی کو والدِ محترم کے پاس چھوڑ آئے ہو اسے میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، اگر تم اس کو لے آؤ گے تو ایک اونٹ غلہ اس کے حصہ کا اور زیادہ دوں گا اور کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔

آیت 60 مزید فرمایا: اور اگر تم اس بھائی کو جو تمہارے والد کے پاس موجود ہے نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی غلہ نہیں اور نہ تم غلہ حاصل کرنے کے لئے میرے قریب پھٹکنا۔

آیت 61 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور خوب کوشش کریں گے یہاں تک کہ ہم اسے لے آئیں اور بیشک ہم ضرور یہ کام کریں گے جس کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ

اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ

تاکہ یہ واپس آئیں ○ پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے تو کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ

مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ

بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لا سکیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے ○ یعقوب نے فرمایا: کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے

عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ

بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر حفاظت فرمانے والا ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے ○ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو

آیت 62 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت دی ہے غلے کے ساتھ وہ رقم بھی ان کی بوریوں میں رکھ دو تاکہ جب وہ اپنے گھر لوٹ کر جائیں اور سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تاکہ انہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم و احسان دوبارہ آنے کے لئے اُن کی رغبت کا باعث بھی ہو۔ اہم باتیں: (1) جب رشتہ داروں کو کسی چیز کی حاجت ہو تو اس میں ان کی مدد کرنی چاہئے۔ (2) رشتہ دار کی مالی یا کوئی اور مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس انداز میں رقم یا کوئی اور چیز پہنچائی جائے جس میں اسے لیتے ہوئے شرم محسوس نہ ہو۔

آیت 63 جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والدِ محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹ کر گئے تو بادشاہ کے حسنِ سلوک اور احسان کا ذکر کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اب اگر تم بادشاہِ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے باپ! شاہِ مصر نے ہم سے کہہ دیا ہے کہ اگر ہم بنیامین کو نہ لے کر آئے تو آئندہ ہمیں غلہ نہیں ملے گا اس لئے اب بنیامین کا جانا ضروری ہے، آپ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لا سکیں، ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے اور انہیں بخیریت آپ کے پاس واپس لائیں گے۔

آیت 64 بیٹوں کی یہ بات سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے بیٹے بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کیسے کرلوں حالانکہ اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا وہ جانتے ہو اور اب بنیامین کے بارے میں بھی ویسی ہی بات کر رہے ہو، تمہارے بنیامین کی حفاظت کرنے کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سب سے بہتر ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ درس: یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی سب سے بہتر ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی جان، مال، اولاد اور دین و ایمان وغیرہ کی حفاظت سے متعلق حقیقی بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی کرے۔ البتہ جان و مال کی حفاظت کے ظاہری اسباب اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ توکل کا معنیٰ ہے کہ اسباب اختیار کرکے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

آیت 65 جب انہوں نے اپنا وہ سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو اس میں اپنی رقم کو بھی موجود پایا جو انہیں واپس کردی گئی تھی۔ رقم

وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ

اپنی رقم کو بھی موجود پایا کہ انہیں وہ رقم بھی واپس کردی گئی ہے۔ کہنے لگے: اے ہمارے باپ اب ہمیں اور کیا چاہیے۔ یہ ہماری رقم ہے جو ہمیں واپس کردی گئی ہے

وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ

اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ بہت آسان بوجھ ہے۔ یعقوب نے فرمایا: میں ہرگز اسے

أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا

تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دیدو کہ تم ضرور اسے (واپس) لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تم (کسی بڑی مصیبت میں) گھر جاؤ پھر جب

آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ

انہوں نے یعقوب کو اپنا عہد دیدیا تو یعقوب نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔ اور فرمایا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا

وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ

اور جدا جدا دروازوں سے جانا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو اللہ ہی کا

دیکھ کر کہنے لگے: اے ہمارے والدِ محترم! اس سے زیادہ کرم و احسان اور کیا ہوگا کہ بادشاہ نے سامان کے ساتھ وہ رقم بھی واپس کردی ہے جو ہم نے سامان کی قیمت کے طور پر دی تھی لہٰذا آپ ہمارے بھائی کو ساتھ جانے کی اجازت دے دیں تاکہ ہم جائیں اور اپنے گھر والوں کے لیے غلہ خرید کر لائیں اور ہم اپنے بھائی بنیامین کی حفاظت کریں گے اور ہم اپنے بھائی کی وجہ سے اس کے حصے کا ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ اونٹ کے بوجھ کا غلہ دینا بادشاہ کے لئے بہت آسان بوجھ ہے کیونکہ اس نے ہم پر اس سے زیادہ کرم و احسان فرمایا ہے۔

آیت 66 حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: میں اس وقت تک ہرگز بنیامین کو تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ عہد نہ دو کہ تم ضرور اسے واپس بھی لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ بنیامین کو لے کر آنا تمہاری طاقت سے باہر ہو جائے۔ جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر عہد دے دیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔ **اہم بات:** ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ ہر انسان کو چاہئے کہ وہ موجود اسباب اختیار کرے اور صرف ان اسباب کو اختیار کرنے کو کافی نہ سمجھے بلکہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے۔

آیت 67 جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر جانے کے ارادے سے نکلے تو آپ نے سب بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹو! مصر میں ایک دروازے سے نہ داخل ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے جانا تاکہ بری نظر لگنے سے محفوظ رہو۔ جس چیز کی طرف میں نے تمہیں اشارہ دیا وہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمادی ہے تو میں تمہیں اس سے بچا نہیں سکتا کیونکہ تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی اور حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے، میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ **اہم باتیں:** (1) پہلی مرتبہ جب یہ لوگ مصر گئے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا تھا

إِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ

چلتا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے○ اور جب وہ وہیں سے داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے

أَبُوهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ؕ

حکم دیا تھا، وہ انہیں اللہ سے کچھ بچا نہ سکتے تھے البتہ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۶۸﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ

اور بیشک وہ صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ نہیں جانتے○ اور جب وہ سب بھائی یوسف کے پاس گئے تو

آوٰى إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

یوسف نے اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی (اور) فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی ہوں تو اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں○ پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا

کیونکہ اس وقت کوئی یہ نہ جانتا تھا کہ یہ سب بھائی اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔ (2) آفتوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر اور مناسب احتیاطیں اختیار کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ (3) بری نظر سے بچنے کے لئے کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ **نظر لگنے کا علاج:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنوں اور انسانوں کی بری نظر سے پناہ طلب کرتے تھے حتی کہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہوئیں، جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں کو اختیار فرمالیا اور دیگر دعاؤں کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی، حدیث:2065)

آیت 68 فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے شہر میں مختلف دروازوں سے داخل ہوئے جیسے انہیں ان کے باپ نے حکم دیا تھا، مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونا اگرچہ ان سے وہ چیز دور نہیں کرسکتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر فرمادی ہے لیکن بدنظری سے بچنے کی یہ تدبیر تھی جو انہوں نے پوری کرلی۔ بیشک حضرت یعقوب علیہ السلام صاحب علم تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ وہ علم نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے بندوں کو دیتا ہے۔

آیت 69 جب وہ سب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔ پھر انہیں عزت کے ساتھ مہمان بنایا، جا بجا دستر خوان لگائے گئے اور ہر دستر خوان پر دو دو بھائیوں کو بٹھایا گیا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے: اگر میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا ہے، یہ فرما کر آپ نے بنیامین کو اپنے دستر خوان پر بٹھالیا اور ان سے فرمایا: تمہارے فوت شدہ بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟ بنیامین نے کہا: آپ جیسا بھائی کس کو میسر آئے گا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرزند اور (حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ) راحیل کا نورِ نظر ہونا آپ کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے! یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام رو پڑے، بنیامین کو گلے سے لگایا اور فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی یوسف ہوں، تم اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کر رہے تھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں بھلائی کے ساتھ جمع فرمادیا اور ابھی اس راز کی اپنے بھائیوں کو اطلاع نہ دینا۔

آیت 70 حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سن کر بنیامین فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور کہنے لگے: اب میں آپ سے جدا نہیں

بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾

کردیا تو اپنے بھائی کی بوری میں پیالہ رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو○

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ

انہوں نے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟○ ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو اسے لائے گا اس کے

حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ

لیے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں○ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے

وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ

اور نہ ہی ہم چور ہیں○ اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟○ انہوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں

ہوں گا۔ فرمایا: والد صاحب کو میری جدائی کا بہت غم پہنچ چکا ہے اگر میں نے تمہیں بھی روک لیا تو انہیں اور زیادہ غم ہو گا اور آپ کو روکنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت بھی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی ناپسندیدہ بات منسوب کی جائے۔ بنیامین نے کہا: اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں ان کا سامان مہیا کر دیا، سب کو ایک ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دے دیا اور ایک اونٹ کا بوجھ بنیامین کے لئے خاص کر دیا تو بنیامین کی بوری میں بادشاہ کا پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا۔ یہ پیالہ سونے کا تھا، اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے اور اس وقت اس سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ قافلہ کنعان جانے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔ جب شہر سے باہر جا چکا تو کارکنوں کو معلوم ہوا کہ پیالہ نہیں ہے، اُن کے خیال میں یہی آیا کہ پیالہ قافلے والے لے گئے ہیں چنانچہ انہوں نے اس کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے، ان میں سے ایک منادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔

آیت 71 ﴿ انہوں نے ندا کرنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟

آیت 72 ﴿ ندا کرنے والوں نے انہیں جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو ہمارے تلاشی لینے سے پہلے اسے ظاہر کر دے گا یا اسے چوری کرنے والے کے بارے میں ہمیں بتائے گا تو اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ انعام ہے اور اسے دلانے کا میں ضامن ہوں۔ اہم بات: آیت سے ثابت ہوا کہ کفالت جائز ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں کفالت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ملا دے (یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا اور دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا)۔

آیت 73 ﴿ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

آیت 74 ﴿ اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم اس بات میں جھوٹے ہوئے اور پیالہ تمہارے پاس نکلے تو اس کی سزا کیا ہو گی؟

آیت 75 ﴿ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ ملے تو اس کے بدلے میں اپنی گردن چیز کے مالک کے سپرد کر دے اور وہ مالک ایک سال تک اسے غلام بنائے رکھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں

فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝۷۵ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ

ملے وہی خود اس کا بدلہ ہوگا۔ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے ○ تو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی لی

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ

پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔ بادشاہی قانون میں اس کیلئے درست نہیں تھا کہ

دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝۷۶

اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں بلند کردیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے ○

قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا

بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی

چونکہ چوری کی یہی سزا مقرر تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ پھر قافلہ مصر لایا گیا اور انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

آیت 76 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی۔ تلاشی لیتے ہوئے جب بنیامین کے سامان تک پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ پیالہ اس کے ہی سامان میں ہوگا۔ بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ آپ اس کے سامان کی تلاشی نہ لے لیں، اسی میں آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے سامان کی تلاشی لی تو پیالے کو اس کے سامان سے برآمد کرلیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ اپنے بھائی کو لینے کی ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہی تدبیر بتائی تھی کہ اس معاملہ میں بھائیوں سے استفسار کریں تاکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کا حکم بتائیں جس سے بھائی مل سکے۔ بادشاہی قانون میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لیں کیونکہ بادشاہِ مصر کے قانون میں چوری کی سزا مارنا اور دگنا مال لے لینا مقرر تھی۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور بھائیوں کے دل میں ڈال دیا کہ وہ اپنی سنت اور طریقے کے مطابق جواب دیں۔ مزید فرمایا: ہم جسے چاہتے ہیں علم میں درجوں بلند کردیتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا درجہ ان کے بھائیوں پر بلند کیا اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ اہم باتیں: (1) شرعی حیلہ درست ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو روکنے کا ایک حیلہ ہی اختیار فرمایا تھا۔ خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس حیلہ میں جھوٹ نہیں بولا۔ (2) مخلوق میں ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہونے کے سلسلے کی انتہا تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ہے اور ان سے بے انتہا زیادہ خالق و مالک کا علم ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس کا علم سب کے علم سے بلند تر ہے۔

آیت 77 جب پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو بھائی شرمندہ ہوئے، انہوں نے سر جھکائے اور کہا: سامان میں پیالہ نکلنے سے سامان

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝۷۷ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا

(اور دل میں) کہا تم انتہائی گھٹیا درجے کے آدمی ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں کر رہے ہو○ انہوں نے کہا: اے عزیز! بیشک اس کے بہت بوڑھے والد

شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۷۸ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ

ہیں تو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں○ یوسف نے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ

اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝۷۹ فَلَمَّا اسْتَيْــَٔسُوْا ع

جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں۔ (ایسا کریں) جب تو ہم ظالم ہوں گے○ پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو

مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۗ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ

ایک طرف جاکر سرگوشی میں مشورہ کرنے لگے۔ ان میں بڑا بھائی کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا

والے کا چوری کرنا تو یقینی نہیں لیکن اگر یہ فعل اس کا ہو تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی چوری کی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی طرف سے اپنے بارے میں کہی گئی بات دل میں ایسے چھپالی جیسے آپ نے سنی ہی نہ ہو اور اپنے قول یا فعل سے کسی طرح اس کا اظہار نہ ہونے دیا اور اپنے دل میں کہا: تم حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کے مقابلے میں انتہائی کم درجے کے آدمی ہو کیونکہ تم نے اپنے بھائی کو اپنے والد سے چرالیا اور اپنے بھائی پر ظلم کیا، تم اپنے بھائی کے معاملے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** جس کو انہوں نے چوری قرار دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی رشتے دار کا ایک بت تھا جسے وہ پوجتے تھے۔ آپ نے چپکے سے وہ بت لیا اور توڑ کر راستے میں نجاست میں پھینک دیا تھا۔ یہ حقیقت میں چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی کا مٹانا تھا۔ بھائیوں کا اس کے ذکر سے یہ مقصد تھا کہ ہم لوگ بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں اور یہ فعل ہو تو شاید بنیامین کا ہو، نہ ہماری اس میں شرکت نہ ہمیں اس کی اطلاع۔

آیت 78 حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں اگرچہ چور کی سزا یہ تھی کہ اسے غلام بنالیا جائے لیکن فدیہ لے کر معاف کر دینا بھی جائز تھا، اس لئے بھائیوں نے کہا: اے عزیز! اس کے والد عمر میں بہت بڑے ہیں، وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اور اسی سے ان کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ آپ ہم میں سے کسی کو غلام بنا کر یا فدیہ ادا کرنے تک رہن کے طور پر رکھ لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں عزت دی، کثیر مال عطا کیا، اور ہمارے غلے کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی۔

آیت 79 حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں کیونکہ تمہارے فیصلہ کے مطابق ہم اسی کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال ملا ہے، اگر ہم اس کے بجائے دوسرے کو لیں تو یہ ظلم ہوگا۔

آیت 80 جب وہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے مایوس ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ بنیامین واپس نہیں ملیں گے تو لوگوں سے ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب والد صاحب کو بنیامین کے بارے میں کیا کہیں گے

وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ

اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں کوتاہی کر چکے ہو تو میں تو یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیدیں یا اللہ مجھے کوئی حکم فرما

لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا

دے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے ○ تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم اتنی ہی

شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا

بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے ○ اور اس شہر والوں سے پوچھ لیجیے جس میں ہم تھے

وَالْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

اور اس قافلہ سے (معلوم کرلیں) جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں ○ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنادیا ہے

فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾

تو عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے ○

ان میں سے علم و عقل یا عمر میں جو بھائی بڑا تھا وہ کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا تھا کہ تم اپنے بھائی کو واپس لے کر جاؤ گے اور اس سے پہلے تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کئے ہوئے عہد کی پاسداری نہ کی۔ میں تو مصر کی سرزمین سے ہرگز نہ نکلوں گا حتّی کہ میرے والد مجھے مصر کی سرزمین چھوڑنے کی اجازت دے کر مجھے اپنے پاس بلا لیں یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلاصی دے کر یا اس کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ چلنے کا کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔

آیت 82،81 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ جس بھائی نے مصر میں ہی ٹھہرنے کا عزم کیا تھا اس نے بقیہ بھائیوں سے کہا کہ تم اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے کی طرف چوری کی نسبت کی گئی اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے کہ پیالہ اُن کے کجاوے سے نکلا اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور ہمیں خبر نہ تھی کہ یہ صورت پیش آئے گی، حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ کیا ہے اور پیالہ کس طرح بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا۔ آپ مصر والوں کے پاس کسی کو بھیج کر پوچھ لیجئے اور اس قافلے والوں سے معلوم کر لیجئے جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔ اپنا اعتبار نہیں کھونا چاہئے کیونکہ جب بندہ اعتبار کھو دیتا ہے تو اسے قسمیں کھا کر اور منت سماجت کر کے اپنی بات کا یقین دلانا پڑتا ہے۔

آیت 83 واپس آ کر انہوں نے سب حالات اور بڑے بھائی نے جو کچھ بتایا تھا وہ والد صاحب سے عرض کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ چوری کی نسبت بنیامین کی طرف غلط ہے اور چوری کی سزا غلام بنانا بھی کسی کو کیا معلوم اگر تم نہ بتاتے، تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنا دیا ہے میرا عمل عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ سب بھائیوں کو میرے پاس لے آئے گا۔ بیشک وہ میرے غم کی حالت کو جانتا ہے اور اس نے کسی حکمت سے ہی مجھے اس میں مبتلا کیا ہے۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٨٤﴾

اور یعقوب نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور یعقوب کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ (اپنا) غم برداشت کرتے رہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿٨٥﴾ قَالَ

بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا فوت ہی ہو جائیں گے۔ یعقوب نے کہا:

اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ يٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا

میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اے بیٹو! تم جاؤ

فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ

اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی

آیت 84 جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی خبر سنی تو آپ کا حزن و ملال انتہا کو پہنچ گیا، اس وقت آپ نے اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر، آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں روتے رہے حتی کہ آپ کی آنکھوں کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی کمزور ہو گئی؛ آپ علیہ السلام اپنا غم برداشت کرتے رہے اور کسی پر اپنا کرب ظاہر نہ فرمایا۔ اہم باتیں: (1) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں حضرت یعقوب علیہ السلام 80 برس روتے رہے۔ (2) عزیزوں کے غم میں رونا اگر تکلیف اور نمائش سے نہ ہو نیز بارگاہِ الٰہی میں شکایت و بے صبری کا مظاہرہ نہ ہو تو رحمت ہے۔

آیت 85 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والدِ محترم سے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہیں گے اور ان سے آپ کی محبت کم نہ ہوگی یہاں تک کہ شدتِ غم کی وجہ سے آپ مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا فوت ہی ہو جائیں گے۔

آیت 86 حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی بات سن کر ان سے فرمایا: میری پریشانی اور غم کم ہو یا زیادہ، میں اس کی فریاد کسی اور سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و احسان سے مجھے وہاں سے آسانی عطا کرے گا جہاں سے میرا گمان بھی نہ ہوگا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اہم باتیں: (1) آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقع ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا خواب حق ہے اور ضرور واقع ہوگا۔ (2) غم اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں۔

آیت 87 اے میرے بیٹو! تم مصر کی طرف جاؤ اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ بیٹوں نے کہا: ہم بنیامین کے معاملے میں کوشش کرنا تو نہیں چھوڑیں گے البتہ حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ اب زندہ نہیں اس لیے ہم انہیں تلاش نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو نہیں جانتے۔ درس: زندگی میں پے در پے آنے والی مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حقیقی طور پر دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٧﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا

ناامید ہوتے ہیں ○ پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی ہوئی ہے

الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِی

اور ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے اور ہم پر کچھ خیرات بھی کیجئے، بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو

الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾

صلہ دیتا ہے ○ یوسف نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب تم نادان تھے ○

قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِیْ٘ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ

انہوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بیشک اللہ نے ہم پر احسان کیا۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ

بیشک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ○ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر

آیت 88 حضرت یعقوب علیہ السلام کا حکم سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تنگی، بھوک کی سختی اور جسموں کے دبلا ہو جانے کی وجہ سے مصیبت پہنچی ہوئی ہے، ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں جسے کوئی سوداگر اپنے مال کی قیمت میں قبول نہ کرے۔ آپ ہمیں پورا ناپ دے دیجئے جیسا کھرے داموں سے دیتے تھے اور یہ ناقص پونجی قبول کر کے ہم پر کچھ خیرات کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔ **اہم بات:** وہ سرمایا چند کھوٹے درہم اور گھر کی اشیا میں سے چند پرانی بوسیدہ چیزیں تھیں۔

آیت 89 بھائیوں کا یہ حال سن کر حضرت یوسف علیہ السلام پر گریہ طاری ہو گیا، مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: کیا تمہیں یوسف کو مارنا، کنویں میں گرانا، بیچنا، والد صاحب سے جدا کرنا اور ان کے بعد ان کے بھائی کو تنگ رکھنا، پریشان کرنا یاد ہے جبکہ تم نادان تھے؟ یہ فرماتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کو تبسم آ گیا اور انہوں نے آپ کے گوہر دندان کا حسن دیکھ کر پہچانا کہ یہ تو جمالِ یوسفی کی شان ہے۔

آیت 90 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا، ہمیں جدائی کے بعد سلامتی کے ساتھ ملایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کرے اور حرام سے بچے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا ثواب اور اس کی طاعت گزاریوں کی جزا ضائع نہیں کرتا۔

آیت 91 بھائیوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا اور آپ کو ہم پر علم، عقل، صبر، حلم اور بادشاہت میں فضیلت دی، بیشک ہم خطاکار تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی، بادشاہ بنایا اور

اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ

فضیلت دی اور بیشک ہم خطاکار تھے۔ فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ

اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے

بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ

ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا تو ان کے باپ نے فرمایا: بیشک میں یوسف کی خوشبو

رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾

پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو۔ حاضرین نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں گم ہیں۔

ہمیں مسکین بنا کر آپ کے سامنے لایا۔

آیت 92 حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: آج اگرچہ ملامت کرنے کا دن ہے لیکن میری جانب سے تم پر آج اور آئندہ کوئی ملامت نہ ہو گی۔ پھر بھائیوں سے جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان کی بخشش کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ **اہم بات:** برادرانِ یوسف کا ادب واحترام کرنے کا حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی ربُّ العزت نے معاف کر دیا اور یوسف علیہ السلام نے خود عفو فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں: بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاکرام ہے، ربِّ عزوجل نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 15/164-165 ملتقطاً)

آیت 93 تعارف کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے والدِ ماجد کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: آپ کی جدائی کے غم میں روتے روتے اُن کی بینائی بحال نہیں رہی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا یہ کرتا لے جاؤ، اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ تاکہ جس طرح وہ میری موت کی خبر سن کر غمزدہ ہوئے اسی طرح میری بادشاہت کا نظارہ کر کے خوش ہو جائیں۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے مبارک جسموں سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں میں شفا کا ذریعہ ہیں۔

آیت 94 جب قافلہ مصر کی سرزمین سے نکلا اور کنعان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں اور پوتوں یا پوتوں اور پاس والوں سے فرمایا: بے شک میں یوسف کی قمیص سے جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو تو تم ضرور میری بات کی تصدیق کرو گے۔

آیت 95 حضرت یعقوب علیہ السلام کی بات سن کر حاضرین نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی شدید محبت میں گم ہیں ایک مدت گزر جانے کے باوجود آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید لگی ہوئی ہے۔ **اہم بات:** یہ بات ان حاضرین نے اس لئے کہی کہ ان کے گمان میں اب تک حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہو گی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ

پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈال دیا، اسی وقت وہ دیکھنے والے ہوگئے۔ یعقوب نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا

اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾

کہ میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بیشک ہم خطاکار ہیں۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى

فرمایا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے

اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ

ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: تم مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا (تو) امن وامان کے ساتھ۔ اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا

آیت 96 ارشاد فرمایا: **پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا۔** یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا تھے۔ یہودا نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خون آلود قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا اور انہیں غمگین کیا تھا لہٰذا آج کرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کی خبر سنا کر انہیں خوش کروں گا۔ چنانچہ یہودا نے نہایت شوق سے جذبات میں دوڑتے ہوئے سفر طے کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی دی، اسی وقت ان کی آنکھیں درست ہو گئیں اور کمزوری کے بعد قوت اور غم کے بعد خوشی لوٹ آئی، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں ملادے گا۔

آیت 97 حق بات ظاہر ہونے کے بعد بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کی: اے ہمارے باپ! آپ ہمارے رب سے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے، بیشک ہم خطاکار ہیں۔

آیت 98 حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا اور اپنی تمام مخلوق پر مہربان ہے۔ آپ نے دعا اور استغفار کو سحری کے وقت تک مؤخر فرمایا کیونکہ یہ وقت دعا کے لئے سب سے بہترین ہے، چنانچہ سحری کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی جو قبول ہوئی۔

آیت 99 پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس رہائش گاہ میں داخل ہوئے جو آپ کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کرکے آراستہ کی گئی تھی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور ان سے کہا: تم شہر مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر ناپسندیدہ چیز سے امن وامان کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ **اہم بات:** آیت میں ماں سے مراد خالہ ہے اور اس کے علاوہ بھی مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

آیت 100 جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور دربارِ شاہی میں اپنے تخت پر جلوہ

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا

اور سب اس کے لیے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے

رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ

میرے رب نے سچا کر دیا اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا اس کے بعد

اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ

کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کروادی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی علم والا

الْحَكِيْمُ ۝۱۰۰ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ

حکمت والا ہے ○ اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھادیا۔ اے آسمانوں اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ

کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے

افروز ہوئے تو آپ نے اپنے والدین کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس کے بعد والدین اور سب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ تعظیم اور عاجزی کے اظہار کے طور پر تھا اور اُن کی شریعت میں جائز تھا جیسے ہماری شریعت میں کسی عظمت والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا، مصافحہ کرنا اور دست بوسی کرنا جائز ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب انہیں سجدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: اے میرے باپ! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ بیشک وہ خواب میرے رب نے بیداری کی حالت میں سچا کر دیا اور بیشک اس نے قید سے نکال کر مجھ پر احسان کیا۔ مزید فرمایا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں حسد کی وجہ سے ناچاقی کروادی تھی تو اس کے بعد میرا رب آپ سب کو گاؤں سے لے آیا۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے۔ بے شک وہی اپنے تمام بندوں کی ضروریات کو جاننے والا اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں۔

آیت 101 حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں 24 سال رہے۔ جب وفات ہوئی تو آپ علیہ السلام کی تدفین کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام واپس مصر روانہ ہوئے اور یہ دعا کی: کہ اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے مصر کی سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھادیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے ساتھ شامل فرما۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوسف علیہ السلام کی حالتِ اسلام میں وفات پانے کی دعا دراصل امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔ (2) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کے بعد 23 سال زندہ رہے۔

بِالصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۱ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

ساتھ شامل فرما○ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے پختہ ارادہ

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝۱۰۲ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۳ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ

کرلیا تھا اور وہ سازش کررہے تھے○ اور اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو کتنی ہی خواہش ہو○ اور آپ اس (تبلیغ) پر ان سے

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۴ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ع

کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ یہ تو سارے جہان کے لئے صرف نصیحت ہے○ اور آسمانوں اور زمین میں کتنی

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۱۰۵ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

نشانیاں ہیں جن کے پاس سے گزر جاتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں○ اور ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ پر یقین نہیں کرتے مگر

آیت 102 فرمایا کہ اے حبیب! حضرت یوسف علیہ السلام کے جو واقعات ذکر کئے گئے یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کو معلوم نہ تھیں کیونکہ آپ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس نہ تھے جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سازش کررہے تھے۔ اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے بیان فرمانا غیبی خبر اور معجزہ ہے۔

آیت 103 یہودیوں اور کفارِ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ دریافت کیا تھا، آپ نے پوری تفصیل سے یہ قصہ ان کے سامنے بیان کر دیا مگر وہ ایمان نہ لائے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت دکھ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو ان کے ایمان کی کتنی ہی خواہش ہو۔ یہ معاملات اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت پر چھوڑ دینے چاہئیں۔

آیت 104 مزید فرمایا کہ آپ تبلیغ رسالت اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور یہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے جہان کے لئے صرف نصیحت ہے۔

آیت 105 فرمایا کہ اے حبیب! ان لوگوں کے آپ سے منہ موڑنے پر تعجب نہ کریں کیونکہ ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان سے منہ پھیر لینا اور غور و فکر کرکے عبرت حاصل نہ کرنا زیادہ عجیب ہے۔ اہم بات: آسمانی نشانیوں سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں یعنی آسمان کا وجود، سورج، چاند اور ستارے ہیں اور زمینی نشانیوں سے مراد ہلاک شدہ امتوں کے آثار ہیں۔

آیت 106 جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خالق و رازق ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود بت پرستی کرکے دوسروں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کرتے تھے ان کے رد میں فرمایا کہ ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں کرتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

شرک کرتے ہوئے ○ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب سے چھا جانے والی مصیبت آجائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

وقف النبی

اور انہیں خبر بھی نہ ہو ○ تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل بصیرت پر ہیں

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں ○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب شہروں کے رہنے والے مرد ہی تھے جن کی

اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ زمین پر نہیں چلے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ

انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ ○ یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی

آیت 107 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں کیا انہیں اس بات کا خوف نہیں کہ شرک و کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے جو انہیں اپنی گرفت میں لے لے یا اسی حالت میں اچانک ان پر قیامت آجائے اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے اور انہیں قیامت کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دینِ اسلام کی دعوت دینا میرا راستہ ہے اور میں اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل یقین و معرفت پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ احسن راستے اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے اور رحمٰن کے لشکر ہیں۔

آیت 109 اہلِ مکہ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نبی کیوں نہ بنا کر بھیجا؟ انہیں جواب دیا گیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسان ہونے پر حیران کیوں ہیں حالانکہ ان سے پہلے جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف لائے سب ان کی طرح انسان اور شہروں میں رہنے والے مرد ہی تھے، کسی فرشتے، جن، عورت اور دیہات میں رہنے والے کو نبوت کا منصب نہیں دیا گیا۔ کیا یہ جھٹلانے والے مشرکین زمین پر نہیں چلے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا انہیں کس طرح ہلاک کیا گیا اور بیشک آخرت کا گھر یعنی جنت پرہیزگاروں کے لئے دنیا سے بہتر ہے تو کیا تم غور و فکر اور عبرت حاصل نہیں کرتے تاکہ ایمان قبول کر سکو۔

آیت 110 فرمایا گیا: لوگوں کو چاہئے کہ عذاب میں تاخیر اور عیش و آسائش کے دیر تک رہنے پر مغرور نہ ہو جائیں کیونکہ پہلی امتوں کو بھی بہت مہلتیں دی جا چکی ہیں یہاں تک کہ جب اُن کے عذابوں میں بہت تاخیر ہوئی اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے رسولوں کو اپنی قوموں پر دنیا میں ظاہری عذاب آنے کی اُمید نہ رہی اور قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں نے انہیں جو عذاب کے وعدے دیئے

الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ

امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آگئی تو جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا

وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١١٠﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ

اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا○ بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے

لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ

عبرت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں جو خود بنالی جائے لیکن (یہ قرآن) ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے

يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١١١﴾ ع

جو اس سے پہلے تھیں اور یہ ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○

اٰیاتھا ٤٣ ۔ ١٣ سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ ٩٦ ۔ رکوعاتھا ٦

سورۂ رعد مدنیہ ہے، اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تھے وہ پورے ہونے والے نہیں تو اچانک انبیاء کرام علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے ہماری مدد آگئی اور ہم نے اپنے بندوں میں سے اطاعت کرنے والے ایمانداروں کو بچالیا اور مجرمین اس عذاب میں مبتلا ہوگئے۔

آیت 111 ارشاد فرمایا: بیشک انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کی خبروں میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا نتیجہ سلامت و کرامت اور ایذا رسانی و بد خواہی کا انجام ندامت ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والا کامیاب ہوتا ہے۔ مزید فرمایا کہ یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں کہ جسے کسی انسان نے اپنی طرف سے بنالیا ہو کیونکہ اس کا عاجز کردینے والا ہونا اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے البتہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتابوں تورات اور انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن میں حلال و حرام، حدود و تعزیرات، واقعات، نصیحتوں اور مثالوں وغیرہ ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

سورۂ رعد کا تعارف سورۂ رعد مکیہ ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آیت ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ﴾ اور ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ کے سوا بقیہ سورت مکی ہے اور ایک قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں 43 آیتیں اور 6 رکوع ہیں۔ "رعد" بادلوں سے پیدا ہونے والی گرج کو کہتے ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک بادل پر مامور ایک فرشتے کا نام رعد ہے۔ آیت 13 میں مذکور لفظ "اَلرَّعْدُ" کی مناسبت سے اس سورت کا نام "رعد" رکھا گیا ہے۔ **فضیلت:** حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ

الٓمّٓرٰ، یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم دیکھ سکو پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو کام میں لگادیا۔ ہر ایک، ایک مقرر کیے ہوئے وعدہ تک چلتا رہے گا، اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، تفصیل سے نشانیاں

جب کسی انسان کی موت کا وقت قریب آئے تو اس کے پاس سورۂ رعد پڑھنا مستحب ہے کیونکہ یہ مرنے والے کے لئے آسانی اور روح قبض ہونے میں تخفیف کا سبب ہو گی۔ (در منثور، 4/599) **خلاصہ مضامین:** سورۂ رعد میں آسمان زمین، سورج چاند، دن رات، پہاڑ دریا کھیتی نیز مختلف ذائقوں، خوشبوؤں اور رنگوں والے پھلوں کی پیدائش کے ذریعے تخلیق اور ایجاد، زندگی اور موت دینے، نفع اور ضرر پہنچانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کا بیان، مرنے کے بعد زندہ کیے جانے اور اعمال کی جزا ملنے پر دلائل، مشرکین کے شبہات کا رد، انسان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کے موجود ہونے کی خبر، حق و باطل نیز بندگانِ خدا اور بتوں کے پجاریوں میں ایک مثال کے ذریعے فرق، متقی لوگوں کو جناتِ عدن کی بشارت اور عہد توڑنے والوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو عذاب جہنم کی وعید، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذمہ داریوں کا بیان اور آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓمّٓرٰ" یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا: یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ کلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بنایا ہے، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا حق ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اکثر اہل مکہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

آیت 2 قدرت کے ان عجائب کا بیان ہو رہا ہے جو اللہ کی ربوبیت اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو یعنی حقیقت میں کوئی ستون ہی نہیں ہے یا یہ معنی ہے کہ ستون تو ہیں مگر تمہارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ پہلا قول صحیح تر اور جمہور کا قول ہے۔ مزید فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے اور اپنے بندوں کے منافع اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا اور وہ حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ سورج اور چاند میں سے ہر ایک، ایک مقرر کیے ہوئے وعدے یعنی دنیا کے فنا ہونے تک چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر فرماتا ہے جو اس کے کمال قدرت اور رحمت کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو اور جان لو کہ جو ذات انسان کے معدوم ہونے کے بعد اسے موجود کرنے پر قادر ہے وہ انسان کو موت دینے کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ

بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو○ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ

وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ

اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے، بیشک

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ

اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں

اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا

اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اُگے ہوئے اور الگ الگ اُگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر

عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ

بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں○ اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب والی چیز تو ان کا یہ کہنا ہے

ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ۬ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ

کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے بنائے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی ہیں جن کی

آیت 3 فرمایا کہ وہی ہے جس نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا، اس میں مضبوط پہاڑ نصب فرمائے، مخلوق کے فائدے کے لئے نہریں جاری فرمائیں اور ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے یعنی سیاہ اور سفید، کھٹے اور میٹھے، چھوٹے اور بڑے، گرم اور سرد، تر اور خشک وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ دن کو رات کے اندھیرے سے اور رات کو دن کی روشنی سے چھپا دیتا ہے۔ بیشک ان عجیب صنعتوں میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ تمام آثار، رب تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) سارا جہان سمجھ دار کے لئے معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے۔ (2) فکر اور غور وخوض اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، ایک ساعت کی فکر ہزار برس کے ذکر سے افضل ہے۔

آیت 4 زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی قابلِ زراعت ہے کوئی ناقابلِ زراعت، کوئی پتھریلا ہے کوئی ریتیلا اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ **اہم بات:** یہاں ایک منفرد انداز میں قدرتِ الٰہی کا بیان فرمایا کہ ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین سے قریب قریب ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ مختلف رنگ، خوشبو، ذائقے، سائز اور قسم کے پھل پیدا فرماتا ہے پھر ایک ہی درخت پر اُگنے والا کوئی پھل چھوٹا، کوئی بڑا، کوئی میٹھا، کوئی کھٹا ہے۔

آیت 5 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر تمہیں کفار کے جھٹلانے پر تعجب ہے تو اس سے بڑھ کر تعجب انگیز بات ان کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے ویسے ہی بنائے جائیں گے جیسے مرنے سے پہلے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ

الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ

گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝ اور رحمت سے پہلے تم سے عذاب کا

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ

جلدی مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم کے باوجود بھی انہیں ایک قسم کی

عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

معافی دینے والا ہے اور بیشک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے ۝ اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے

میں نہ آئی کہ جس نے ابتداءً بغیر مثال کے پیدا کر دیا دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، ان کا انجام یہ ہوگا کہ بروزِ قیامت ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے، یہی جہنمی ہیں، جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! مشرکین مکہ مذاق اڑاتے ہوئے آپ سے جلدی عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی امتوں کی عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں، ان کا حال دیکھ کر انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اے حبیب! تمہارا رب تو لوگوں کے شرک کے باوجود بھی ایک طرح کی معافی دینے والا ہے کہ ان کے عذاب میں جلدی نہیں فرماتا اور انہیں مہلت دیتا ہے تو ان لوگوں کو تو اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے توبہ کرنی چاہیے تھی اور کفر و شرک سے باز آجانا چاہیے تھا۔

درس: بڑے گناہ کے باوجود فوری پکڑ نہ ہونا اللہ تعالیٰ کا عفو و درگزر اور رحمت ہے۔ اس کے نتیجے میں ہونا یہ چاہئے کہ بندہ گناہوں سے تائب ہو کر اطاعتِ الٰہی کے کاموں میں مصروف ہو جائے اور اس کی رحمت دیکھ کر ہرگز غفلت کا شکار نہ ہو کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے تو جبار و قہار بھی ہے، عفو و درگزر کرنے والا ہے تو پکڑ فرمانے والا بھی ہے۔

آیت 7 کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! اپنی نبوت کے دلائل پیش کرنے اور معجزات دکھا کر اپنی رسالت ثابت کر دینے کے بعد احکام الٰہیہ پہنچانے اور خدا تعالیٰ کا خوف دلانے کے سوا آپ پر کچھ لازم نہیں اور ہر شخص کے لئے اس کی طلب کردہ جدا جدا نشانیاں پیش کرنا آپ پر ضروری نہیں جیسا کہ آپ سے پہلے ہادیوں یعنی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں "ہادی" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری ڈر سنانا ہے جبکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "ہادی" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور معنی یہ ہے کہ اے حبیب! تم تو ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ اہم بات: کافروں کا یہ قول نہایت بے ایمانی کا قول تھا کیونکہ جتنی آیات نازل ہو چکی تھیں اور جتنے معجزات دکھائے جا چکے تھے سب کو انہوں نے کالعدم قرار دے دیا، یہ انتہا درجہ کی ناانصافی اور حق دشمنی ہے۔ ایسے روشن دلائل، اور ظاہر معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری، روزِ روشن میں دن کا انکار کر دینے سے بھی زیادہ بدتر اور باطل تر ہے اور حقیقت میں یہ حق کو پہچان کر اس سے عناد اور فرار ہے۔

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا

کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ (اے حبیب!) تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی ہو○ اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ کے پیٹ میں ہے اور جو

تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

پیٹ کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے○ وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا،

الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ

سب سے بڑا، بلند شان والا ہے○ برابر ہیں تم میں جو آہستہ بات کرے اور جو بلند آواز سے کہے اور جو رات میں

بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ

چھپا ہے اور جو دن میں راستے پر چلتا ہے○ آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی

آیت 8 ﴾ سابقہ آیات میں کفارِ مکہ کا مزید نشانی طلب کرنے کا ذکر ہوا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور کمال علم کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: کسی مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ، ایک ہے یا زیادہ اور اس کی تخلیق پوری ہو چکی ہے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس کے پیٹ کا بچہ جلدی پیدا ہوگا اور کس کا دیر میں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ پیٹ کے گھٹنے بڑھنے سے بچے کا مضبوط، خلقت میں پورا اور ناقص ہونا مراد ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے یعنی ہر چیز کی ایک مقدار ہے اور کوئی چیز اپنی مقدار سے کم یا زیادہ نہیں ہو سکتی۔

آیت 9 ﴾ جو چیزیں ہمارے لئے غیب اور ہمارے سامنے ظاہر ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر کمال سے متصف اور ہر نقص سے پاک ہے۔

آیت 10 ﴾ دل کی چھپی اور زبان سے اعلانیہ کہی ہوئی باتیں سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی اس کے علم سے باہر نہیں۔ اہم بات: علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے بھی اس آیت میں غور و فکر اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا اس کے عمل میں اخلاص آ جائے گا، پھر وہ عبادت چاہے اعلانیہ کرے یا پوشیدہ طور پر، دن میں کرے یا رات میں سب اس کے نزدیک برابر ہوگا کیونکہ جب وہ اپنے ذہن میں رکھے گا کہ میرا ہر حال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تو وہ اپنے ظاہر اور باطن میں کوئی برا کام کرنے کی جرأت نہ کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

آیت 11 ﴾ فرمایا کہ آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے دن اور رات میں بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں کہ جب رات کے فرشتے آتے ہیں تو دن کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور جب دن کے فرشتے آتے ہیں تو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم سے نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اپنے اچھے اعمال کو برے اعمال سے تبدیل نہ کر دے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی یعنی ہلاکت اور عذاب کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے پھیرنے پر قادر نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔ اہم باتیں: (1) فرشتوں کی یہ تبدیلی نمازِ فجر اور

أَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ

نگہبانی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے

بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ

تو اسے کوئی پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں ○ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ

خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ ۚ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ

تم ڈرتے ہو یا امید کرتے ہو اور وہ بھاری بادل پیدا فرماتا ہے ○ اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے اور اس کے خوف سے فرشتے بھی

خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ

(تسبیح کرتے ہیں۔) اور وہ کڑک بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے حالانکہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ

عصر کے وقت ہوتی ہے۔ (2) امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ حفاظت پر مامور ہے جو سوتے جاگتے جن وانس اور موذی جانوروں سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ستانے والی چیز کو اس سے روک دیتا ہے سوائے اس کے جس کا پہنچنا مشیت میں ہو۔ (3) جسے اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے کی قدرت عطا فرمائے وہ بھی حفاظت کر سکتے اور کرتے ہیں۔

آیت 12 یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا بیان ہے جو ایک اعتبار سے نعمت اور ایک اعتبار سے عذاب ہے، فرمایا کہ رب وہی ہے جو اپنے بندوں کو بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ بعض لوگ بجلی گرنے سے ڈر رہے ہوتے ہیں اور بعض بارش کی امید کر رہے ہوتے ہیں اور پانی سے بوجھل بادلوں کو پیدا فرمانا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔

آیت 13 ارشاد فرمایا: اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے۔ بادل سے پیدا ہونے والی آواز کو رعد کہتے ہیں، اس کے تسبیح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس آواز کا پیدا ہونا خالق، قادر، ہر نقص سے پاک ذات کے وجود کی دلیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رعد کی تسبیح سے یہ مراد ہے کہ اس آواز کو سن کر اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ "رعد" بادل پر مامور ایک فرشتہ ہے، بادل سے جو آواز سنی جاتی ہے وہ اس فرشتے کی تسبیح ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: اور اس کے خوف سے فرشتے بھی تسبیح کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادلوں پر مامور فرشتے کے مددگار ہیں یا اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ہیبت و جلال سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) صاعقہ وہ شدید آواز ہے جو آسمان و زمین کے درمیان سے اترتی ہے پھر اس میں آگ یا عذاب یا موت پیدا ہو جاتی ہے۔ (2) گرج اور کڑک کی آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وعید ہے لہٰذا جب اسے سنیں تو دنیوی گفتگو روک کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کی پناہ مانگیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرج اور کڑک کی آواز سنتے تو یہ دعا کرتے: "اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ" اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے نہ مارنا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور ہمیں اپنا عذاب نازل ہونے سے پہلے عافیت عطا فرما۔ (ترمذی، حدیث: 3461)

شَدِیۡدُ الۡمِحَالِ ۝۱۳ لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ ؕ وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا یَسۡتَجِیۡبُوۡنَ لَهُمۡ

سخت پکڑنے والا ہے ○ اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو یہ (کافر) پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں

بِشَیۡءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیۡهِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ

سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ ہرگز اس تک نہ پہنچے گا اور کافروں کا پکارنا

ضَلٰلٍ ۝۱۴ وَلِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ

گمراہی میں ہی ہے ○ اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی سے، خواہ مجبور ہو کر اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر

وَالۡاٰصَالِ ۝۱۵ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلۡ اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖۤ

صبح و شام ○ تم فرماؤ: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ تم خود ہی فرمادو: "اللہ" تم فرماؤ: تو (اے لوگو) کیا تم نے اس کے سوا مددگار

آیت 14 ارشاد فرمایا: اسی کا پکارنا سچا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی گواہی حق ہے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور اسی سے دعا کرنا سزاوار ہے اور کفار جو بتوں کی عبادت کرتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں وہ ان کی کچھ نہیں سنتے، ان کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے تاکہ پانی خود ہی اس کے منہ میں پہنچ جائے۔ اس طرح پانی کبھی اس کے منہ میں نہ آئے گا کیونکہ پانی کو نہ تو علم ہے، نہ شعور، جس کی وجہ سے وہ اس کی پیاس کو جان لے اور اس کے بلانے کو سمجھے، نہ پانی میں یہ قدرت ہے کہ اپنی طبعی عادت کے خلاف اوپر چڑھ کر بلانے والے کے منہ میں پہنچ جائے، یہی حال بتوں کا ہے کہ نہ انہیں بت پرستوں کے پکارنے کی خبر ہے، نہ ان کی حاجت کا شعور اور نہ وہ ان کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور اس لئے بتوں کو پکارنا بے کار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا بے کار نہیں بلکہ وہ اگر چاہے تو ان کی دعائیں قبول فرمالیتا ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ آسمانوں میں جتنے فرشتے اور زمین میں جتنے اہلِ ایمان ہیں سب خوشی سے جبکہ کافر و منافق شدت اور تنگی کی حالت میں مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر صبح و شام سجدہ کرتے ہیں۔ سجدہ کرنے کا ایک معنی یہاں یہ ہے کہ وہ سب اللہ کے سامنے بے بس ہیں، اللہ تعالیٰ جیسے چاہے ان میں تصرّف فرماتا ہے اور سب اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کے پابند ہیں۔ اہم مسئلہ: اس آیت کو پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا مالک کون ہے، اور ان کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ خود فرمادیں کہ زمین و آسمان کا رب اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس سوال کا اس کے سوا کوئی جواب نہیں اور مشرکین بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے کے باوجود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جب یہ بات تسلیم شدہ ہے تو اے حبیب! آپ مشرکین سے فرمادیں کہ کیا تم نے زمین و آسمان کے رب کے سوا بتوں کو مددگار بنا رکھا ہے حالانکہ بت تو اپنے لئے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں تو جب ان کی بے کسی کا یہ عالم ہے تو وہ دوسرے کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کو معبود بنانا جبکہ خالق، رازق، قادر کو چھوڑ دینا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔ اے حبیب! آپ فرمادیں کیا اندھا اور آنکھ والا یا

اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ

بنا رکھے ہیں جو اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو جائیں گے؟

اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو جائیں گے؟ یا کیا انہوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرا لیے ہیں جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح کچھ پیدا کیا ہو؟ تو ان کو ان

عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

کو پیدا کرنے کا معاملہ ایک جیسا لگا ہو۔ تم فرماؤ: اللہ ہر شے کا خالق ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے ○ اس نے آسمان سے پانی اتارا

فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِی النَّارِ

تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کی رو اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کیلئے جس پر وہ آگ

ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ فَاَمَّا الزَّبَدُ

دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو

فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ

جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور وہ (پانی) جو لوگوں کو فائدہ دیتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔ اللہ یوں ہی مثالیں

اندھیرے اور روشنی برابر ہو جائیں گے؟ جیسے اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے یونہی کافر اور مومن بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مزید فرمایا: یہ مشرکین جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں کیا ان کے علم میں ہے کہ بتوں نے بھی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے انہیں شبہ ہو گیا کہ بت بھی خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خالق ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے خالق ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق ہے تو بت بھی اس وجہ سے عبادت کے مستحق ٹھہرے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بتوں نے کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا تو جب حق بات یہی ہے تو مشرکین کا بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت و اختیار میں ہے۔

آیت 17 ایمان و کفر کی ایک اور مثال بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بادل سے بارش اتاری تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کا ریلا اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لایا اور زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کے لئے جس پر وہ آگ دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو باطل اس جھاگ کی طرح ہے جو ندیوں میں ان کی وسعت کے مطابق بہتے پانی کی سطح پر ظاہر ہوتا ہے جبکہ حق جھاگ کے علاوہ باقی بچ جانے والی اصل چیز کی طرح ہے تو جس طرح بہتے پانی کی سطح پر جھاگ ظاہر ہو کر جلدی زائل ہو جاتا ہے ایسے ہی باطل اگرچہ کتنا ہی ابھر جائے اور بعض حالتوں اور وقتوں میں جھاگ کی طرح حد سے اونچا ہو جائے لیکن انجام کار مٹ جاتا ہے اور حق اصل چیز اور صاف جوہر کی طرح باقی و ثابت رہتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

بیان فرماتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو

فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ

کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ ۧ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ

جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے

اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ لا الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ

جو اندھا ہے؟ صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور معاہدے کو

آیت 18 فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لائے انہی کے لئے بھلائی یعنی جنت ہے اور جو لوگ اپنے کفر و شرک پر قائم رہے، وہ اس قدر تکلیف دہ حالت میں ہوں گے کہ اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور ان کے ساتھ ہوتا تو بروزِ قیامت جہنم کے عذاب سے اپنی جانوں کو بچانے کے لئے فدیے کے طور پر دے دیتے لیکن ان کی جان پھر بھی نہ چھوٹتی۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: برا حساب یہ ہے کہ آدمی سے اس کے ہر گناہ کا حساب لیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی بخشا نہ جائے۔ **اہم بات:** آیت میں اگرچہ کفار کے حساب میں سختی ہونے کا ذکر ہے لیکن جداگانہ طور پر مسلمانوں کو بھی حساب کی سختی کے معاملے میں ڈرنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بعض نمازوں میں تعلیم امت کے لئے دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔ (مسند امام احمد، حدیث: 24270)

آیت 19 فرمایا کہ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ حق ہے، وہ اس پر ایمان لاتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے؟ جو دل کا اندھا ہے، نہ حق کو جانتا ہے نہ قرآن پر ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ قرآن کی نصیحتیں وہی قبول کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔ یہ آیت حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور ابوجہل یا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے وعدے کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلیں اور ان جیسی صفات اپنائیں یونہی ابوجہل کے لئے وعید کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام افراد داخل ہیں جو ابوجہل کے نقشِ قدم پر چلیں۔

آیت 20 آخرت کا اچھا انجام انہیں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کرتے ہیں کہ اس کی ربوبیت کی گواہی دیتے اور اس کا حکم مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور ان معاہدوں کو توڑتے نہیں جو انہوں نے لوگوں کے ساتھ کئے ہیں۔

الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ

توڑتے نہیں○ اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا

حساب سے خوفزدہ ہیں○ اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے○

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ

وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے

آیت 21 فرمایا: اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ رشتہ داری کے حقوق کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ داری نہیں توڑتے، اپنے رب سے ڈرتے ہیں، خصوصی طور پر برے حساب سے خوف زدہ ہیں، اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اور ایمانی قرابتیں نیز سادات کرام کا احترام، مسلمانوں کے ساتھ محبت واحسان، ان کی مدد، سلام اور دعا کرنا، مسلمان مریضوں کی عیادت، اپنے دوستوں، خادموں، ہمسایوں اور سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی داخل ہے۔ (2) قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے فضائل بکثرت بیان ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے: جس مومن بندے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر آجائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 4197) (3) عقل مند انسان وہی ہے جو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور نفس وشیطان کے بہکاوے میں آکر اس سے غافل نہ ہو۔

آیت 22 فرمایا کہ وہ جنہوں نے دنیا کے ساز وسامان کے لئے نہیں بلکہ اپنے رب کی رضا کی طلب میں نیکیوں اور مصیبتوں پر صبر کیا اور گناہوں سے باز رہے، نماز قائم رکھی، ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں، بدکلامی کا جواب شیریں سخنی سے دیتے، جو انہیں محروم کرتا ہے اس پر عطا کرتے، جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو معاف کرتے، جب ان سے تعلق توڑا جاتا ہے تو ملاتے، جب گناہ کر بیٹھیں تو توبہ کرتے اور ایذا کے بدلے صبر کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا اچھا انجام یعنی جنت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق یہاں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرنے سے مراد زکوۃ دینا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر زکوۃ دینے سے مراد وہ ہے جو اپنی ذاتی نکال رہا ہے اور اعلانیہ دینے سے مراد وہ ہے جو بادشاہ کو دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر دینے سے مراد نفلی صدقات اور اعلانیہ دینے سے مراد فرض زکوۃ ہے۔ (2) قابلِ تعریف صبر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو اور جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان پر صبر کرنے کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کیا جائے۔ یہی صبر اس آیت کے تحت داخل ہے۔

آیت 23، 24 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ اوپر والی آیات میں مذکور اوصاف کے حامل حضرات ہمیشہ قائم ودائم رہنے والے باغات

يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ان کے پاس یہ کہتے آئیں گے ○ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے ○

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ

اور وہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے ○ اللہ جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا

اور تنگ کردیتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی

مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ

شے ہے ○ اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرماؤ: بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ

میں داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا، بیویوں اور اولاد میں سے وہ لوگ بھی ان باغات میں داخل ہوں گے جو ایمان لائے اگرچہ ان لوگوں نے ان حضرات جیسے عمل نہ کئے ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ ان کے اکرام کے لئے باپ دادا وغیرہ کو ان کے درجے میں داخل فرمائے گا اور ان کے پاس فرشتے روزانہ دن اور رات میں تین بار رضائے الٰہی کی بشارتیں لے کر جنت کے ہر دروازے سے تعظیم و تکریم کرتے آئیں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، یہ اس کا ثواب ہے جو تم نے گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔

آیت 25 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعتراف کرکے اور ایمان لانے کا عہد قبول کرکے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داری جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں، کفر اور گناہوں کا ارتکاب کرکے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور ان کے لئے برا گھر یعنی جہنم ہے۔

آیت 26 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں میں سے جسے چاہے وسیع رزق دے کر غنی کردیتا ہے اور جسے چاہے اس کے رزق میں تنگی فرما کر اسے فقیر بنا دیتا ہے اور مشرکین پر جب اللہ تعالیٰ نے رزق وسیع فرمایا تو انہوں نے شر پھیلانا شروع کردیا اور وہ تکبر میں مبتلا ہو گئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی شے ہے۔ اہم باتیں: (1) دنیوی نعمتوں پر فخریہ خوش ہونا کفار کا طریقہ ہے اور ناجائز ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے طور پر خوش ہونا مومنوں کا طریقہ ہے۔ (2) دنیا کی زندگی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غفلت میں گزرے، یہ بری ہے اور قرآن و حدیث میں اسی کی مذمت ہے اور جو زندگی، آخرت کی تیاری میں گزرے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخروی زندگی ہے۔

آیت 27 کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تاکہ وہ آپ کی صداقت پر نشانی اور دلیل ہوتی۔ فرمایا کہ: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں:

يَشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا

کرتا ہے اور اسے اپنی راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے ○ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں،

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ

سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں ○ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کیلئے خوشی اور اچھا

مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ

انجام ہے ○ اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر گئیں تاکہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے

بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے کہ ایسا آدمی نشانیاں اور معجزات نازل ہونے کے بعد بھی کہتا ہے کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ کوئی معجزہ کیوں نہیں آیا؟ وہ کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود گمراہ رہتا ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے تو اسے معجزات اور نشانیوں کی کثرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی راہ اسے دکھاتا ہے جو دل سے اور کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

آیت 28 اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے چین پاتے ہیں۔ سن لو اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل کو یاد کر کے بے قرار دلوں کو قرار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے یونہی اللہ تعالیٰ کی یاد، محبت و قربِ الٰہی کا عظیم ذریعہ ہے اور یہ چیزیں بھی دلوں کے قرار کا سبب ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو یقیناً درست ہوگا کہ ذکرِ الٰہی کی طبعی تاثیر بھی دلوں کا قرار ہے، اسی لئے پریشان حال آدمی جب پریشانی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل کو قرار آنا شروع ہو جاتا ہے یونہی قرآن بھی ذِکْرُ اللہ ہے اور اس کے دلائل دلوں سے شکوک و شبہات دور کر کے چین دیتے ہیں۔ **اہم بات:** جس کا دل ذِکْرُ اللہ میں نہیں لگتا اسے بعض اوقات شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب تیرا دل ذِکْرُ اللہ میں نہیں لگتا تو خاموش ہو جا کہ ایسا ذکر کرنا بے ادبی ہے۔ اس شیطانی وسوسے سے بچنا چاہیے۔

آیت 29 فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے طوبیٰ یعنی خوشی اور اچھا انجام ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مذکور لفظ "طوبیٰ" کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد راحت و نعمت اور شادمانی و خوش حالی کی بشارت ہے۔ (2) یہ حبشی زبان میں جنت کا نام ہے۔ (3) جنت کے ایک درخت کا نام ہے جو کہ جنتِ عدن میں ہے اس درخت کا سایہ تمام جنتوں میں پہنچے گا۔

آیت 30 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو گزشتہ امتوں کی طرف بھیجا اسی طرح آپ کو اس امت کی طرف بھیجا تو آپ کی اُمت سب سے آخری اُمت ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں، آپ کو بڑی شان سے رسالت عطا کی تاکہ آپ اپنی امت کو قرآن پاک اور وہ شرعی احکام پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائے ہیں حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ **شانِ نزول:** صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ ہمارے دستور کے مطابق "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھوائیے، اس کے متعلق آیت میں فرمایا گیا کہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ رحمٰن تو وہی ہے جس کی معرفت سے تم انکار کر رہے ہو، وہ میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

تمہاری طرف وحی بھیجی ہے حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ تم فرماؤ: وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ

اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے ○ اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مُردوں سے باتیں کی جاتیں (جب بھی یہ کافر

الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى

نہ مانتے) بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوگئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو

النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا

ہدایت دیدیتا اور کافروں کو ان کے عمل کی وجہ سے ہمیشہ ہلا دینے والی مصیبت پہنچتی رہے گی یا آپ ان کے گھروں کے نزدیک اتریں گے

مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ ع

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق

آیت 31 **شانِ نزول:** کفارِ قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی نبوت مانیں اور آپ کی پیروی کریں تو قرآن پڑھ کر اس کی تاثیر سے مکہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیجئے تاکہ ہمیں کھیتی باڑی کے لئے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کیجئے تاکہ ہم کھیتوں اور باغوں کو ان سے سیراب کریں اور قصی بن کلاب وغیرہ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کیجئے تاکہ وہ ہم سے کہہ جائیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ یہ حیلے بہانے کرنے والے کسی حال میں بھی ایمان لانے والے نہیں۔ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں تو ایمان وہی لائے گا جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اور توفیق دے، اس کے سوا کوئی ایمان لانے والا نہیں اگرچہ انہیں وہی نشانیاں دکھا دی جائیں جو وہ طلب کر رہے ہیں۔ جب زبردست نشانیاں آچکیں اور دین کی حقانیت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو چکی، اس کے باوجود حق کا اعتراف نہ کرنے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ عناد کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں اور عناد رکھنے والا کسی بھی دلیل سے نہیں مانتا تو مسلمانوں کو اب ان سے حق قبول کرنے کی کیا امید! البتہ اب ان کے ایمان لانے کی یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا اختیار سلب فرما کر انہیں مجبور کر دے لیکن اللہ تعالیٰ اس طرح کی ہدایت چاہتا تو سب آدمیوں کو عطا فرما دیتا اور کوئی کافر نہ رہتا مگر آزمائش اور امتحان کے گھر کی حکمت اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ مزید فرمایا کہ کفار اپنے کفر اور خبیث اعمال کی وجہ سے قحط، قتل، قید وغیرہ طرح طرح کے حوادث و مصائب، آفتوں اور بلاؤں میں مبتلا رہیں گے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے کفار انہی چیزوں میں گرفتار ہوتے رہے۔ اور فرمایا: اے حبیب! آپ حدیبیہ کے دن ان کے گھروں کے نزدیک اپنے لشکر کے ساتھ اتریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دینِ اسلام کے غالب ہونے کا اور فتح مکہ کا وعدہ پورا ہو جائے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

آیت 32 کفارِ مکہ نے جب ان معجزات کا مطالبہ مذاق اڑانے کے طور پر کیا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر بہت

بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۳۲

اڑایا گیا تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ ○

اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ

تو کیا وہ خدا جو ہر شخص پر اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے (وہ بتوں جیسا ہے؟ ہرگز نہیں) اور وہ لوگ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں۔ تم فرماؤ: تم ان کا نام تو لو (کہ وہ کون ہیں) یا

تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

خدا کے شریک ہیں) بلکہ تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے، یا یونہی ایک اوپری بات بلکہ کافروں کیلئے ان کا فریب خوشنما

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ

بنادیا گیا اور انہیں راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ○ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے

گراں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ: اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑانے کی نیت سے نشانیاں طلب کی ہیں اسی طرح باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی قوموں نے بھی ان کا مذاق اڑایا تھا پھر میں نے کافروں کو کچھ دنوں کے لئے ڈھیل دینے کے بعد عذاب میں گرفتار کر دیا اور دنیا میں انہیں مختلف مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور آخرت میں اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے، تو ان کے لئے میرا عذاب کیسا تھا؟ **درس:** راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے لہٰذا علماء و مبلغین کو چاہئے کہ اگر راہِ خدا میں کسی تکلیف و پریشانی کا سامنا ہو تو انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات اور سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔

آیت 33 مشرکین مکہ کا رد اور انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو ہر شخص کا محافظ اور اس کے اچھے برے اعمال کو جانتا ہے، نیکیاں کرنے والے کو ثواب اور گنہگار کو سزا دینے والا ہے، کیا وہ اُن بتوں کی مثل ہو سکتا ہے؟ جو خود بے عاجز ہیں اور دوسروں کو بھی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے لہٰذا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ وہ بت۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں کہ تم جن بتوں کو عبادت کا مستحق ٹھہراتے ہو ان کی حقیقت تو بیان کرو کہ ان کا تعلق کس جنس سے ہے اور وہ کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟ پھر غور کرو کہ کیا وہ عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں لہٰذا تمہارے اس شرک کا مطلب یہ نکلا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کے شریک کی خبر دے رہے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہو وہ محض باطل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہونا بھی باطل اور غلط ہے۔ مزید فرمایا: بلکہ کافروں کے لئے ان کا کفر خوشنما بنا دیا گیا اور انہیں ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی نہیں بلکہ اس کا شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

آیت 34 فرمایا کہ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں قتل اور قید وغیرہ کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔ **اہم بات:** آیت میں بیان کی گئی وعید کافروں کے متعلق ہے۔

الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ

اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ○ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ

الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ

کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے

وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ

اور کافروں کا انجام آگ ہے ○ اور جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں

الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ

کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ تم فرماؤ: مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اسی کی طرف

اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ

بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے ○ اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی فیصلے کی صورت میں اتارا اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا اس کے

آیت 35 فرمایا گیا کہ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے، ان میں سے کوئی ختم اور زائل ہونے والا نہیں۔ یہ جنت پرہیزگاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔ **اہم بات:** جنت میں سورج اور چاند نہیں لیکن پھر بھی سایہ ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا کہ "جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں"۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے تورات و انجیل اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے وہ یہودی اور عیسائی مراد ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ اور حبشہ و نجران کے عیسائی۔ قرآن پاک نازل ہونے پر یہ اس لئے خوش ہوتے کہ یہ قرآن پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی۔ احزاب سے ایمان لانے والوں کے علاوہ بقیہ یہودی، عیسائی اور وہ تمام مشرکین مراد ہیں جو قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس پر ایمان لانے کی طرف ہی بلاتا ہوں اور بروزِ قیامت اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے۔ **اہم بات:** یہودیوں اور عیسائیوں کو قرآن پاک کے بعض حصے کا انکار کرنے والا اس لئے کہا گیا کہ یہ قرآن کے ان واقعات اور بعض احکام کو مانتے تھے جو ابھی تک ان کی کتابوں میں موجود تھے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے متعلق جن احکام کو انہوں نے تبدیل کر دیا تھا ان کا انکار کرتے تھے۔

آیت 37 فرمایا کہ جس طرح پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی زبانوں میں احکام دیئے تھے اسی طرح ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں نازل فرمایا اور اے سننے والے! مضبوط دلائل اور قطعی حجتوں کے ذریعے حق بات کا علم آجانے کے باوجود اگر تو نے کافروں

ع مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ۧ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

بعد کہ تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا ○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی

اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

لے آئے۔ ہر وعدے کیلئے ایک لکھی ہوئی (مدت) ہے ○ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے ○

کی پیروی کی جو اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں اور ان کی خواہشوں پر چلا تو اللہ تعالیٰ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ اس سے کوئی بچانے والا۔ **اہم باتیں:** (1) قرآنِ کریم کو "حکم" اس لئے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت، توحید، اسلام کی طرف دعوت، تمام تکالیف و احکام اور حلال و حرام کا بیان ہے (2) اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے۔ **درس:** یہاں موجودہ دور کے ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو کافروں کی خواہشات پر چلتے ہوئے اسلام کے بنیادی اور ضروری احکام کی اہمیت کو مسلمانوں کی نظر میں کم کرنے اور قرآن و حدیث کی غلط تشریحات کرکے مسلمانوں کے دین و ایمان برباد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں؛ تو انہیں غور کر لینا چاہئے۔

آیت 38 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر کفار کے اعتراضات کے جواب دیئے جا رہے ہیں، ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ رسول کا فرشتہ ہونا ضروری ہے اور دوسرا یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے۔ ان کا یہ جواب دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام گزرے ہیں سب انسان ہی تھے اور ان میں سے اکثر کی کثیر بیویاں اور اولاد تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی 300 بیویاں اور 700 باندیاں تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی 100 بیویاں تھیں۔ جب انسان ہونے کی وجہ سے اور بیویوں کی اتنی کثیر تعداد کے باوجود ان کی نبوت پر کوئی اعتراض نہیں تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انسان ہونے اور چند ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی وجہ سے آپ کی نبوت پر اعتراض کیوں ہے؟ ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہیں تو ان سے جو معجزہ بھی طلب کیا جائے انہیں دکھانا چاہئے، اس کا جواب دیا گیا کہ دلیل دینے اور عذر زائل کرنے کے لئے ایک معجزہ دکھا دینا ہی کافی ہے، ایک یا ایک سے زیادہ معجزات دکھانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، کفار کا یہ اعتراض بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کو ڈرایا تھا کہ ان پر عذاب نازل ہوگا اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی لیکن جب وہ عذاب مؤخر ہوا اور اس کی کوئی نشانی کفار کو نظر نہ آئی تو وہ کہنے لگے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ان کا جھوٹ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہونا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے لئے فتح و نصرت کا ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ نے معیّن اوقات کے ساتھ خاص فرما دیا ہے اور ہر نئے کام کا ایک وقت معین ہے، اس وقت سے پہلے وہ نیا کام ظاہر نہ ہوگا۔

آیت 39 اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال میں سے دو یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ جن احکام کو چاہتا ہے منسوخ فرماتا اور جنہیں چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ (2) بندوں کے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مغفرت فرما دیتا اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ مزید فرمایا: اور اُمّ الکتاب یعنی اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔ اُمّ الکتاب سے مراد یا اللہ تعالیٰ کا علم ہے جو ازل سے ہی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے یا لوحِ محفوظ ہے جس میں عالم میں ہونے والے جملہ حوادث و واقعات اور تمام اشیا لکھی ہوئی ہیں اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

وَ اِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَیْنَا

اور اے حبیب! اگر ہم تمہیں کوئی وعدہ دکھادیں جو ہم ان سے کررہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی وفات دیدیں تو آپ پر تو بہر حال تبلیغ کرنا لازم ہے اور حساب لینا

الْحِسَابُ ۝۴۰ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ

ہمارے ذمے ہے۔ کیا یہ کافر دیکھتے نہیں کہ ہم ہر طرف سے ان کی زمین کم کررہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی پیچھے کرنے

لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝۴۱ وَ قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا ؕ یَعْلَمُ

والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ اور ان سے پہلے لوگ فریب کرچکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ وہ جانتا ہے

مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَیَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَی الدَّارِ ۝۴۲ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟ اور کافر کہتے ہیں:

آیت 40 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم کافروں کو عذاب دینے کا جو وعدہ کررہے ہیں، اس میں سے کوئی وعدہ آپ کو آپ کی زندگی میں ہی دکھادیں یا وعدہ دکھانے سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں تو دونوں صورتیں ممکن ہیں لیکن آپ کی ذمہ داری بہر حال تبلیغ کرنا ہے اور صرف یہی آپ کی ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن ان کا حساب لینا اور ان کے اعمال کی جزا دینا ہمارے ذمے ہے لہٰذا آپ کافروں کے اعراض کرنے سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان کے عذاب کی جلدی نہ کریں۔

آیت 41 فرمایا کہ جن کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نشانیاں دکھانے کا مطالبہ کیا ہے، کیا وہ دیکھتے نہیں ہم ہر طرف سے ان کی آبادیاں کم کررہے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے کفار کے گرد و پیش کی اراضی یکے بعد دیگرے فتح ہوتی چلی جاتی ہے، یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد فرماتا اور اُن کے دین کو غلبہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے، جب وہ اسلام کو غلبہ دینا اور کفر کو پست کرنا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم میں دخل دے سکے اور وہ جس کا محاسبہ کرنا چاہے تو اس سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ درس: معلوم ہوا کہ اطاعتِ الٰہی سے منہ موڑنا دنیا میں بھی بربادی لاتا ہے اور نافرمانوں پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوتی چلی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر مضبوطی سے قائم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں غلبہ و اقتدار عطا فرمایا اور جب مسلمانوں نے اس سے منہ موڑا تو ان کی آبادیاں بھی ہر طرف کم ہونے لگ گئیں اور اسلامی سرزمین کی وسعت رفتہ رفتہ کم ہونے لگ گئی۔

آیت 42 آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ مشرکینِ مکہ سے پہلے گزری ہوئی اُمتوں کے کفار اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مقابلہ کرچکے ہیں جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا اور ان مقابلوں میں ہر طرح کی چالیں چلیں لیکن ناکام ہوئے کیونکہ اصل تدبیر کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی مشیت کے بغیر کسی کی کیا چل سکتی ہے؟ تو جب حقیقت یہ ہے تو مخلوق کا کیا اندیشہ۔ مزید فرمایا: وہ جانتا ہے جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟ کافروں کے لئے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے۔

آیت 43 اور کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ

ع ۱۲ لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝٤٣

تم رسول نہیں ہو۔ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور ہر وہ آدمی گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

اٰیاتھا ۵۲ — ۱۴ سورۃ اِبْرٰهِيْم مکیۃ ۷۲ — رکوعاتھا ۷

سورۂ ابراہیم مکیہ ہے، اس میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى

الٓرٰ، یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف اس (اللہ)

گواہ کافی ہے جس نے میرے ہاتھوں میں معجزات ظاہر فرما کر میرے نبی ہونے کی شہادت دی اور میری نبوت پر ہر اس آدمی کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے، خواہ وہ یہودیوں میں سے تورات کا عالم ہو یا عیسائیوں میں سے انجیل کا عالم، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر جانتا ہے، ان علما میں سے اکثر آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

سورۂ ابراہیم کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ اور اس کے بعد والی آیت مکہ میں نازل نہیں ہوئی۔ اس میں 7 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 35 تا 41 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت الٰہی کے حسین واقعے اور آپ کی دعاؤں کا بیان ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "ابراہیم" رکھا گیا۔ **خلاصہ مضامین:** سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ، رسولوں، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے پر ایمان لانے کو دلائل سے ثابت، کفر پر شدید عذاب کی وعید، مسلمانوں سے ان کے نیک اعمال پر جنت کا وعدہ، تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا بیان، قیامت کی ہولناکیوں اور ظالموں کے مختلف قسم کے عذابات کا ذکر، قیامت تک عذاب مؤخر کرنے کی حکمت نیز حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور ان کے بعد والے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی اور ان قوموں پر نازل ہونے والے عذابات سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ" یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ قرآن پاک ایک کتاب ہے جو اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، اس کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے کفر، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان کے اجالے کی طرف اور اس اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف لائیں جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔ اہم باتیں: (1) ظُلُمَات کو جمع اور نُوْر کو واحد ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دینِ حق کی راہ ایک اور کفر و گمراہی کے راستے کثیر ہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حکمِ الٰہی سے لوگوں کو ظلمتِ کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کرتے ہیں، کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے کے بغیر صرف قرآن سے ہدایت نہیں پا سکتا۔

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ

کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے ۝ اللہ جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

اور کافروں کیلئے ایک سخت عذاب کی خرابی ہے ۝ جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا

اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں ۝ اور ہم نے ہر رسول

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ

اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا تاکہ وہ انہیں واضح کرکے بتادے، پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے

آیت 2 فرمایا کہ اس اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف لاؤ جو عزت والا ہے نیز جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، وہ سب کا خالق و مالک ہے، سب اسکے بندے اور مملوک ہیں تو اس کی عبادت سب پر لازم ہے اور اس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت شروع کر دی جو کسی چیز کے مالک ہی نہیں بلکہ وہ خود مملوک ہیں تو آخرت میں ان کے لئے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

آیت 3 یہاں ان کفار کے چند اوصاف بیان ہو رہے ہیں جنہیں سابقہ آیت میں آخرت کے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی، فرمایا گیا کہ جو دنیا کی زندگی کو پسند کرتے اور اسے اُخروی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے سے روکتے ہیں اور دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ حق سے دور کی گمراہی میں ہیں۔ **اہم بات:** دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی دو صورتیں ہیں: (1) لوگوں کو سیدھا راستہ اختیار کرنے سے روکنا۔ (2) حق مذہب کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے اور جس قدر ہو سکے حیلوں وغیرہ کا سہارا لے کر حق مذہب میں برائیاں ظاہر کرنے کی کوشش کرنا۔ درس: جو آخرت کے بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں وہ عملی طور پر گمراہ ہیں اور جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور دین سے روکتے ہیں وہ گمراہ کرنے والے ہیں۔ الہٰذا ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو علم کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو مذہب حق سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف اور دین میں نئے نئے مذہب نکال کر، امت کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

آیت 4 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ امتوں میں جتنے رسول بھیجے وہ ان لوگوں کی زبان میں ہی کلام کرتے تھے تاکہ انہیں جو احکامات دیئے گئے وہ ترجمے کے بغیر ہی آسانی سے اور جلد سمجھ جائیں اور ان احکامات کے مطابق عمل کر سکیں۔ رسول کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور احکام پہنچا دینا ہے جبکہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، وہی غالب ہے اور وہی اپنے کاموں میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں لیکن قرآن ہر زبان میں نازل نہیں کیا گیا بلکہ اس وقت کی روئے زمین کی سب سے مرکزی اور سب سے اعلیٰ زبان یعنی عربی میں قرآن پاک نازل کیا گیا تاکہ رسول عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآن پاک کی اپنے قول و عمل سے بہترین تشریح

يَشَآءُ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے ۝ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

اجالے میں لاؤ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں ۝

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ

جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں

فرمادیں اور پھر آپ کی امت دنیا بھر کی زبانوں میں ان تعلیمات کو منتقل کر دے۔

آیت 5 ارشاد فرمایا: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں جیسے عصا کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا اور دریا کا پھٹ جانا، دے کر بھیجا اور ان سے یہ فرمایا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی میں لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک ان ایّام اللہ میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مصیبتوں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بڑا شکر گزار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ مخلوق کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ (2) آیت میں اللہ تعالیٰ کے دنوں سے کیا مراد ہے، اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (۱) ان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مراد ہیں۔ (۲) وہ بڑے بڑے واقعات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے واقع ہوئے۔ (۳) وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کئے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ بظاہر یہی معنی زیادہ قوی ہے کہ اگلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عمل سے اسی کو واضح فرمایا۔ اس سے مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا جشن منانا بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایّام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کا دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن ہے لہٰذا اس کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

آیت 6 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بتایئے تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قوم سے فرمایا کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے نومولود بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ **اہم باتیں:** (1) مسلمانوں پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا تسلط اللہ تعالیٰ کا دنیوی عذاب اور ہمارے برے اعمال کا نتیجہ جبکہ اچھے حکمران اس کی رحمت اور نیک اعمال کا نتیجہ ہیں۔ (2) کافر و ظالم کی ہلاکت رحمت ہے۔

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم

اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے○ اور موسیٰ نے فرمایا: (اے لوگو!) اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٨﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ

توبیشک اللہ بے پرواہ، خوبیوں والا ہے○ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود

وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا مع

اور جو ان کے بعد ہوئے جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف

آیت 7 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم اپنی نجات اور دشمن کی ہلاکت کی نعمت پر میرا شکر ادا کرو گے اور ایمان و عمل صالح پر ثابت قدم رہو گے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم کفر و معصیت کے ذریعے میری نعمت کی ناشکری کرو گے تو میں تمہیں سخت عذاب دوں گا۔ **اہم بات:** شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنے کی وصیت فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ! تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔ (ابوداؤد، حدیث: 1522)

آیت 8 اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے لوگو! اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ تو بھلائی سے محروم ہونے کی وجہ سے اس کا نقصان صرف تمہیں ہی ہو گا، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اور اپنے تمام افعال میں خوبیوں والا ہے۔

آیت 9 فرمایا کہ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود اور جو امتیں ان تین امتوں کے بعد گزری ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول اپنے صدق کے روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے یعنی غصے میں آکر اپنے ہاتھ کاٹنے لگے یا انہوں نے کتاب اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہارے خیال میں تمہیں بھیجا گیا ہے اور بے شک جس راہ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔ اہم باتیں: (1) آیت سے مقصود یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سابقہ قوموں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سے اپنی امت کو ڈرائیں تاکہ وہ عبرت حاصل کریں۔ (2) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، قوم عاد اور ثمود کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

اَیْدِیَھُمْ فِیْٓ اَفْوَاھِھِمْ وَ قَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا

لے گئے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے اور بیشک جس راہ کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم

تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُھُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔ ان کے رسولوں نے فرمایا: کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔

یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ

وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے۔ انہوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو،

مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ⑩

تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں تو تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ۔

قَالَتْ لَھُمْ رُسُلُھُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ

ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان

عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ

فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر کوئی دلیل تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ

آیت 10 سابقہ قوموں کے رسولوں نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں شک کر رہے ہو جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ یہ شک کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی عقلی و نقلی دلیلیں انتہائی ظاہر ہیں۔ وہ تمہیں اپنی اطاعت اور ایمان کی طرف بلاتا ہے تاکہ جب تم ایمان لے آؤ تو حقوق العباد کے علاوہ تمہارے سابقہ گناہوں کو بخش دے اور تمہاری مقررہ مدت پوری ہونے تک تمہیں عذاب کے بغیر زندگی کی مہلت دے۔ قوموں نے جواب دیا: تم تو ظاہر میں ہمیں اپنی مثل معلوم ہوتے ہو، پھر کیسے مانا جائے کہ ہم تو نبی نہ ہوئے اور تمہیں یہ فضیلت مل گئی۔ تم اپنی باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ ہم ان بتوں کی عبادت کرنے سے رک جائیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔ تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ جس سے تمہارے دعوے کی صحت ثابت ہو۔ **اہم بات:** قوم کا یہ کلام سرکشی و عناد کی وجہ سے تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات دکھانے کے باوجود انہوں نے نئی دلیل مانگی اور پیش کئے ہوئے معجزات کو کالعدم قرار دیا۔

آیت 11 جب کافروں نے اپنے رسولوں علیہم السلام سے کہا کہ تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تو رسولوں نے انہیں جواب دیا: اچھا یہی مانو کہ ہم واقعی تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نبوت و رسالت کے ساتھ احسان فرماتا ہے؟ اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل اور معجزہ تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ

کرناچاہیے○ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے توہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور تم جو ہمیں ستارہے ہو ہم ضرور

اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ

اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرناچاہیے○ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا:

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ

ہم ضرور تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یاتم ہمارے دین میں آجاؤ تو ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ

ہلاک کریں گے○ اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اقتدار دیں گے۔ یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے

وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَیُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ

خوفزدہ رہے○ اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش ہٹ دھرم ناکام ہوگیا○ جہنم اس کے پیچھے ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا

آیت 12 مزید کہا کہ ہم سے نہیں ہوسکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ قضائے الٰہی میں ہے وہی ہو گا، اس نے توہمیں ہماری سعادت کی راہیں دکھائیں اور رُشد ونجات کے طریقے ہم پر واضح فرمادیئے خدا کی قسم! تم جو ہمیں ستارہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

آیت 13،14 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ کافروں نے اپنے رسولوں علیہم السلام سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے شہروں اور اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یاتم ہمارے دین میں آجاؤ۔ کافروں کی ان باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے یعنی ان کے کاموں کا انجام ہلاکت وبربادی ہے لہٰذا تم ان کی وجہ سے فکر مند نہ ہو اور ضرور ہم ان کی ہلاکت کے بعد ان کی سرزمین میں تمہیں اقتدار دیں گے۔ یہ بشارت اس کے لئے ہے جو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے عذاب کے بارے میں جو بتایا ہے اس سے خوفزدہ رہے، اس کی اطاعت کرے اور اسے ناراض کرنے والے کاموں سے بچتا رہے۔

آیت 15 اس کا معنی یہ ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قوموں کے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رہی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوموں کے خلاف مدد طلب کی اور ان پر عذاب نازل ہونے کی دعا کی یا یہ معنی ہے کہ کافروں نے یہ گمان رکھتے ہوئے اپنے اور رسولوں علیہم السلام کے درمیان اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کیا کہ انبیاء علیہم السلام معاذاللہ جھوٹے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کی مدد فرمائی گئی، انہیں فتح دی گئی اور حق کے مخالف، سرکش کافر، نامراد ہوئے اور ان کی خلاصی کی کوئی صورت نہ رہی۔

آیت 16 فرمایا: حق کے مخالف سرکش کافر کے پیچھے جہنم ہے، وہ اس میں داخل ہو گا اور جہنم میں اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

صَدِيْدٍ ﴿١٦﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ

جائے گا○ بڑی مشکل سے اس کے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور ایسا لگے گا نہیں کہ اسے گلے سے اتار لے اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ مرے

بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿١٧﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ

گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا○ اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال راکھ کی طرح ہوں گے

اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ

جس پر آندھی کے دن میں تیز طوفان آجائے تو وہ اپنی کمائیوں میں سے کسی شے پر بھی قادر نہ رہے۔ یہی

آیت 17 فرمایا کہ جب حق کے مخالف سرکش کافر کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا تو وہ اس کی کڑواہٹ کی وجہ سے بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور اس کی قباحت و کراہت کی بنا پر ایسا لگے گا نہیں کہ وہ اسے گلے سے اتار لے اور مختلف عذابات کی صورت میں ہر طرف سے موت کے اسباب اس کے پاس آئیں گے لیکن وہ مرے گا نہیں کہ مر کر ہی راحت پالے اور اسے ہر عذاب کے بعد اس سے زیادہ شدید اور سخت عذاب ہو گا۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں جہنمیوں کے جس مشروب کا ذکر ہوا اس کی کیفیت ملاحظہ ہو، حدیث پاک میں ہے: جہنمی کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جب وہ پانی منہ کے قریب آئے گا تو وہ اس کو بہت ناگوار معلوم ہو گا اور جب اور قریب ہو گا تو اس سے چہرہ بھن جائے گا اور سر تک کی کھال جل کر گر پڑے گی، جب وہ پانی پئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی۔ (ترمذی، حدیث: 2592) (2) جہنم میں شدید ترین عذابات میں مبتلا ہونے کے باوجود جہنمیوں کو موت نہیں آئے گی۔ حدیث پاک میں ہے: جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھ دیا جائے گا پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، اس کے بعد ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے اہلِ جنت! تمہیں موت نہیں اور اے اہلِ جہنم! تمہیں موت نہیں۔ چنانچہ اہلِ جنت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا اور اہلِ جہنم کے غم کا کوئی اندازہ نہ کر سکے گا۔ (بخاری، حدیث: 6548)

آیت 18 سابقہ آیت میں آخرت میں کفار کے مختلف عذابات کا بیان ہوا یہاں ان کے تمام اعمال ضائع ہونے کا بتایا جا رہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اس راکھ کے اجزا اس طرح منتشر ہو جاتے ہیں کہ اس کا کوئی نشان اور خبر باقی نہیں رہتی اسی طرح کافروں کے تمام اعمال کو ان کے کفر نے باطل کر دیا اور ان اعمال کو اس طرح ضائع کر دیا کہ ان کی کوئی خبر اور نشان باقی نہ رہا تو وہ آخرت میں اپنے اعمال کا ثواب نہیں پائیں گے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ **اہم بات:** آخرت میں وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جو حالتِ ایمان میں کیے اور پھر موت بھی ایمان پر آئی جبکہ حالتِ کفر میں کیے گئے اچھے اعمال یا اگر اعمال کے بعد موت کفر کی حالت میں ہوئی تو ان نیک اعمال کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے: جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اسے آخرت میں بھی جزا دی جائے گی اور رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیکیاں کیں ان کا اجر اسے دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہو گی جس کی اسے جزا دی جائے۔ (مسلم، حدیث: 2808)

هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ
دور کی گمراہی ہے○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو!
يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۹ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝۲۰ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ
تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے○ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں○ اور سب اللہ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے
الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
بڑے لوگوں سے کہیں گے: ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم سے دور کر سکتے ہو۔
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا
وہ کہیں گے: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیدیتے۔ (اب) ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں۔ ہمارے لئے کہیں کوئی

آیت 19 فرمایا: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے یعنی انہیں باطل اور بیکار پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کی پیدائش میں بڑی حکمتیں ہیں۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے جو تم سے زیادہ اس کی اطاعت گزار ہو کیونکہ واضح ہے آسمان و زمین پیدا کرنے والا نئی مخلوق بھی اسی طرح پیدا کر سکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں کفارِ مکہ سے خطاب ہے کہ اے گروہ کفار! میں تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کر دوں گا جو میری فرمانبردار اور اطاعت گزار ہوگی۔

آیت 20 فرمایا کہ اور یہ نئی مخلوق لانا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ جو سارے جہان کو فنا اور ایجاد کرنے پر قادر ہے اس کے لئے مخصوص لوگوں کو فنا اور پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

آیت 21 بروزِ قیامت کفار کے آپس میں اور شیطان کے ساتھ بحث کرنے کی خبر دی جا رہی ہے، فرمایا کہ قیامت کے دن سب اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دے، تو وہ لوگ جو کمزور تھے اور انہوں نے دولت مندوں اور بااثر لوگوں کی پیروی میں کفر اختیار کیا تھا، وہ بڑے لوگوں اور قائدین سے کہیں گے کہ دین اور اعتقاد میں ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو عذاب ہمارے لئے مقرر فرمایا اس میں سے کچھ ہم سے دور کر سکو۔ ان کا یہ کلام توبیخ اور عناد کے طور پر ہو گا کہ دنیا میں تم نے ہمیں گمراہ کیا اور راہِ حق سے روکا تھا، اب اس عذاب میں سے ذرا سا تو ٹال دو۔ کافروں کے سردار اس کے جواب میں کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں ایمان کی ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دے دیتے، جب خود ہی گمراہ ہو رہے تھے تو تمہیں کیا راہ دکھاتے، اب خلاصی کی کوئی صورت نہیں، آؤ! روئیں اور فریاد کریں، چنانچہ 500 برس فریاد اور گریہ وزاری کرتے رہیں گے جب یہ کچھ نہ کام آئے گی تو کہیں گے: اب صبر کر کے دیکھو، شاید اس سے کچھ کام نکلے، چنانچہ 500 برس صبر کریں گے، جب وہ بھی کام نہ آئے گا تو کہیں گے کہ اب ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں، ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔

آلْمَنْزِلُ الثَّالِث ﴿3﴾

مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ

پناہ گاہ نہیں○ اور جب فیصلہ ہوجائے گا تو شیطان کہے گا: بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا

وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ

اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ

تو اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو۔ وہ جو پہلے تم نے مجھے (اللہ کا) شریک

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٢﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے○ اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے

آیت 22 جب مخلوق کے درمیان فیصلہ ہوجائے گا اور حساب کتاب ختم ہوجائے گا، جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہوجائیں گے اور جہنمی شیطان کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ بدنصیب! تونے ہمیں گمراہ کرکے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جواب دے گا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا، اللہ کا وعدہ سچا تھا اور سچا ثابت ہوا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے، نہ جنت ہے اور نہ دوزخ، وہ میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی اور نہ میں نے اپنے وعدے پر تمہارے سامنے کوئی حجت و برہان پیش کی تھی، بس ہوا یہ کہ میں نے تمہیں وسوسے ڈال کر گمراہی کی طرف بلایا تو تم نے میری مان لی اور حجت و برہان کے بغیر میرے بہکاوے میں آگئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے فرمادیا تھا کہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آنا اور اللہ تعالیٰ کے رسول اس کی طرف سے واضح دلائل لے کر تمہارے پاس آئے تھے تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کی پیروی کرتے اور اُن کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے مگر تم نے ایسا نہ کیا، تو اب مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ میں دشمن ہوں، میری دشمنی ظاہر ہے اور دشمن سے خیر خواہی کی اُمید حماقت ہے، تم اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو اور وہ جو تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا اس کی عبادت میں شریک بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 23 کافر اور بدکار لوگوں کے حالات بیان کرنے کے بعد اب مومن اور نیکو کار لوگوں کے حالات بیان کیے جارہے ہیں، فرمایا گیا کہ وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں ان کی ملاقات کی دعا "سلام" ہے کیونکہ وہ خود بھی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے بھی ان کی تعظیم کرتے ہوئے انہیں سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انہیں سلام کہا جائے گا۔ اہم بات: جنت میں سلام کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا کی آفتوں، حسرتوں یا دنیا کی بیماریوں، دردوں، غموں اور پریشانیوں سے سلامت ہوگئے۔

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں اُن کی ملاقات کی دعا

سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

سلام ہے ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑ قائم ہو

وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں ○ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ

بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھیں ○ اور گندی بات کی مثال اس گندے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر

فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ

سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں ○ اللہ ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت

آیت 25،24 ان دو آیات میں کلمہ ایمان کی مثال بیان کی جا رہی ہے، فرمایا گیا: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے، جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین کی گہرائی میں موجود اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے، ایسے ہی کلمہ ایمان ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے، شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اور ثمرات یعنی برکت و ثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ایمان لائیں کیونکہ مثالوں سے معنی اچھی طرح دل میں اتر جاتے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (اس آیت میں) پاکیزہ بات سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا اور پاکیزہ درخت سے کھجور کا درخت مراد ہے۔ پاکیزہ درخت سے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

آیت 26 یہاں کفریہ کلام کی مثال بیان کی جا رہی ہے کہ اس کی مثال اندرائن جیسے کڑوے اور بدبودار پھل کے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں کیونکہ اس کی جڑیں زمین میں ثابت و مستحکم نہیں اور نہ اس کی شاخیں بلند ہوتی ہیں، یہی حال کفریہ کلام کا ہے کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں، نہ وہ کوئی دلیل و حجت رکھتا ہے جس سے اسے استحکام ملے اور نہ اس میں خیر و برکت ہے کہ قبولیت کی بلندی پر پہنچ سکے۔

آیت 27 اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں کلمہ ایمان پر ثابت رکھتا ہے کہ وہ آزمائش اور مصیبت کے وقتوں میں بھی صبر کرتے اور ایمان پر قائم رہتے ہیں، راہِ حق اور سیدھے دین سے نہیں ہٹتے حتّٰی کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی منکر نکیر کے سوالات کے وقت اور دوسری جگہوں میں ثابت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے تو وہ درست جواب کی طرف ہدایت نہیں پاتے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ **اہم بات:** قبر بھی آخرت میں سے ہے کیونکہ یہ آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۟ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى

رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے○ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا

الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ

جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر اتار ڈالا○ جو دوزخ ہے اس میں داخل ہوں گے

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ

اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے○ اور انہوں نے اللہ کے لیے برابر والے قرار دیئے تاکہ اس کی راہ سے بھٹکا دیں۔ تم فرماؤ: فائدہ اٹھالو پھر بیشک تمہیں

اِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

آگ کی طرف لوٹنا ہے○ میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿٣١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اعلانیہ خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ دوستی○ اللہ ہی ہے جس نے آسمان

آیت 29،28 یہاں کفار کے برے احوال کا ذکر ہو رہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا گیا: کیا تم نے کفارِ مکہ کو نہ دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجود سے کفارِ قریش کو نوازا، اس لئے ان پر لازم تھا کہ وہ اس نعمتِ جلیلہ کا شکر بجالاتے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کر کے مزید کرم کے حق دار ہوتے لیکن انہوں نے ناشکری کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کیا اور اپنی قوم کو جو دین میں ان کے موافق تھے، ہلاکت کے گھر دوزخ میں پہنچا دیا، اس میں داخل ہوں گے اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے۔ **درس:** برا ساتھی دوسرے کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور اسے تباہی کے گھر میں اتار دیتا ہے، اس لئے کافروں، منافقوں اور بدمذہبوں کی صحبت سے خود کو بچانا نہایت ضروری ہے۔

آیت 30 فرمایا کہ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے برابر والے قرار دیئے تاکہ لوگوں کو ہدایت کی راہ اور سچے دین سے بھٹکا دیں۔ اے حبیب! آپ ان کفار سے فرماؤ کہ تم دنیا میں چند دن فائدہ اٹھالو پھر اس کے بعد تمہیں جہنم ہی کی طرف جانا ہے۔

آیت 31 ارشاد فرمایا: اے حبیب! میرے ان بندوں سے فرمادیں جو ایمان لائے کہ فرض نمازیں ان کے تمام ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کریں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کریں جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی کہ خرید و فروخت یعنی مالی معاوضے اور فدیے سے ہی کچھ نفع اٹھایا جاسکے اور نہ دوستی کہ اس سے نفع اٹھایا جائے بلکہ بہت سے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ **اہم بات:** اس آیت میں نفسانی اور طبعی دوستی کی نفی ہے جبکہ ایمانی دوستی جو محبتِ الٰہی کے سبب ہو، وہ باقی رہے گی جیسا قرآن پاک میں فرمایا: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (سورۂ زخرف: 67)

آیت 32 سعادت کا حصول معرفتِ الٰہی سے ہوتا ہے اور بدبختی کا سبب اس معرفت سے محرومی ہے، اس لئے سعادت مند دل اور

وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے تمہارے کھانے کیلئے کچھ پھل نکالے اور کشتیوں کو تمہارے قابو

الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

میں دیدیا تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور دریا تمہارے قابو میں دیدیئے ○ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگادیا جو

دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا

برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا ○ اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو

بدبختوں کے احوال کے بعد اس معرفت کے حصول کے دلائل بیان کئے گئے ہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی چیز کے پیدا فرمایا، آسمان سے بارش کا پانی نازل فرمایا جس کے ذریعے درختوں اور کھیتیوں کی نشوونما ہوئی تو ان پر تمہارے کھانے کے لئے پھل اُگے، کشتیوں کو تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں چلیں، تم ان کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور ان کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر اپنے سازوسامان کی نقل و حمل کرتے ہو اور دریاؤں کا پانی بھی تمہارے قابو میں دے دیا۔ تو اے مشرکو! عبادت اور اطاعت کا مستحق وہی ہے جس کے یہ اوصاف ہیں، تمہارے بت جو نہ خود کو نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو، وہ ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام پر لگادیا، دن میں سورج طلوع ہوتا اور رات میں چاند نکل آتا ہے تاکہ تمہاری جانوں اور معاش کی درستی رہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا فرمایا ہے تب سے وہ اپنے محل میں گردش کر رہے ہیں اور اسی طرح قیامت تک گردش کرتے رہیں گے، گردش کی وجہ سے نہ کمزور پڑیں گے اور نہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے منافع کے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا، رات جاتی ہے تو دن آجاتا ہے، دن ختم ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے، دن میں تم اپنے معاش کے کام اور رات میں آرام کرتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے۔

آیت 34 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان عظیم ترین نعمتوں کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائیں یہاں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صرف یہی نعمتیں عطا نہیں کیں بلکہ ان کی بے شمار منہ مانگی مرادیں بھی پوری فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: "اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دے دیا جو تم نے اس سے مانگا" مفسرین نے اس کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں: (1) تم نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق عطا فرمادیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر وہ چیز عطا کردی جس کی اسے حاجت اور ضرورت تھی، چاہے اس نے زبان سے سوال نہ کیا ہو بلکہ زبانِ حال سے مانگا ہو۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر کوئی انہیں شمار کرنا چاہے تو ان کی کثرت کی وجہ سے شمار ہی نہیں کرسکتا۔ بے شک انسان اپنی جان پر ظلم کرنے والا اور اپنے رب کی نعمت کا بڑا ناشکرا ہے۔ اہم بات: صرف پانی، آکسیجن، سورج، دل، جگر، گردے اور آنکھوں پر ہی غور کر لیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے جو جو نعمتیں رکھی ہیں وہ شمار ہوسکتی ہیں یا نہیں، بقیہ نعمتوں کا معاملہ تو اس سے کہیں آگے ہے۔

ع ۱۷ نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ

تو انہیں شمار نہ کرسکو گے، بیشک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے ○ اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا

هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ؕ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا

بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ ○ اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو

مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ

گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے ○ اے ہمارے رب! میں نے اپنی

آیت 35 فرمایا کہ اور یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر مکہ مکرمہ کو امن والا شہر بنادے کہ قیامت کے قریب دنیا کے ویران ہونے کے وقت تک یہ شہر ویرانی سے محفوظ رہے یا اس شہر والے امن میں ہوں اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ویران ہونے سے محفوظ فرمادیا، کوئی اس مقدس شہر کو ویران کرنے پر قادر نہ ہوا نیز اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا کہ اس میں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کسی پر ظلم کیا جائے، نہ وہاں شکار مارا جائے اور نہ سبزہ کاٹا جائے۔ (2) انبیاء علیہم السلام بت پرستی اور تمام گناہوں سے معصوم ہیں اور آپ کا یہ دعا کرنا بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور محتاجی کے اظہار کے لئے ہے کہ باوجودیکہ تو نے اپنے کرم سے معصوم کیا لیکن ہم تیرے فضل و رحمت کی طرف دستِ احتیاج دراز رکھتے ہیں۔

آیت 36 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے میرے رب! بیشک بتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ ہدایت اور حق کے راستے سے دور ہوگئے حتیٰ کہ وہ بتوں کو پوجنے لگے اور تیرے ساتھ کفر کرنے لگ گئے تو جو میرے یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے طریقے پر ہو تو بیشک وہ میری سنت پر عمل پیرا ہے اور جو میرا نافرمان ہو تو اس کا معاملہ تیرے ہی حوالے ہے، بیشک تو گنہگاروں کے گناہوں کو اپنے فضل سے بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے اور لوگوں میں سے جسے چاہے معاف فرمادے۔ **اہم بات:** دعائے مغفرت صرف مومن کے لئے ہوسکتی ہے، کافر کے لئے بخشش کی صورت نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایمان لے آئے۔

آیت 37 حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سرزمین شام میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس وجہ سے ان کے دل میں کچھ جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا چنانچہ وحی آئی کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے نزدیک لائے اور ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی دے کر واپس ہوئے۔ یہاں اُس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ چشمہ۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں انیس و رفیق کے بغیر چھوڑے جاتے ہیں؟ لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر انہیں اطمینان ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: "اے ہمارے رب! میں

أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾

رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہوجائیں ○

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا

اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی

فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ

شے پوشیدہ نہیں ○ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق دیئے۔ بیشک میرا رب دعا

نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو ناقابلِ زراعت وادی میں اس لئے ٹھہرایا تاکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد اس وادی میں تیرے ذکر و عبادت میں مشغول ہوں اور تیرے بیتِ حرام کے پاس نماز قائم کریں۔ اے اللہ! تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے تاکہ وہ اس وادی کے اطراف اور دیگر شہروں سے یہاں آئیں اور ان کے دل اس پاکیزہ مکان کی زیارت کے شوق میں کھنچیں اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہوجائیں۔" حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دودھ پلانے لگیں، جب ان کے پاس موجود پانی ختم ہوگیا اور صاحب زادے کا حلق شریف پیاس سے خشک ہوگیا تو آپ پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں، ایسا سات مرتبہ ہوا حتی کہ فرشتے کے پر مارنے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں چشمہ زمزم نمودار ہوا۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور قبیلہ جرہم یہاں آکر آباد ہوا، نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہے کہ گرمی سردی، بہار خزاں کی مختلف فصلوں کے میوے وہاں بیک وقت موجود ملتے ہیں۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ میں دعا نہ فرمائی تھی جبکہ اس واقعہ میں دعا کی اور عاجزی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کرکے دعا نہ کرنا بھی توکل اور بہتر ہے لیکن مقامِ دعا اس سے افضل ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس دوسرے واقعہ میں دعا فرمانا افضل کام کو اختیار کرنا ہے۔

آیت 38 عرض کی کہ اے ہمارے رب! تو ہمارے حالات، ہماری ضرورتوں اور ہمارے نقصانات کو جانتا ہے اور تو ہم پر ہم سے زیادہ رحم فرماتا ہے، اس لئے تیری بارگاہ میں ہمیں دعا کرنے کی حاجت تو نہیں لیکن ہم تیرے حضور دستِ دعا اس لئے بلند کرتے ہیں تاکہ ہم تیرے آگے اپنی بندگی کا اظہار کریں، تیری عظمت و جلال سے خوف کھائیں۔ آیت میں مزید فرمایا: "اور اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔" یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کے طور اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے یا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا کلام ہے اور معنی یہ ہے کہ جو ہر جگہ میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 39 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور فرزند کی دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تو آپ نے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے عرض کیا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام دیئے۔

الدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾

سننے والا ہے○ اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما○

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ ع وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ ع ١٨

اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا○ اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے

غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿٤٢﴾

بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کررہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی○

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿٤٣﴾ وَاَنْذِرِ

لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے○ اور لوگوں

بیشک میرا رب میری دعا قبول فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 برس اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک 112 برس تھی۔

آیت 40 مزید عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعض افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لئے آپ نے اپنی بعض اولاد کے لئے نمازوں کی پابندی اور محافظت کی دعا کی۔

آیت 41 مزید عرض کی: اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں ماں باپ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والدین مراد ہیں اور وہ دونوں مومن تھے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ (2) اس آیت سے دعا کے چند آداب معلوم ہوئے: (۱) دعا اپنی ذات سے شروع کرے (۲) ماں باپ کو دعا میں شامل رکھے (۳) ہر مسلمان کے حق میں دعائے خیر کرے (۴) آخرت کی دعا ضرور مانگے، صرف دنیا کی حاجات پر قناعت نہ کرے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا: اے سننے والے! تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو سزا نہیں دے گا اور نہ ظالموں سے عذاب مؤخر ہونے کی وجہ سے غمزدہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں بغیر عذاب کے صرف ایک ایسے دن کے لئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں دہشت کے مارے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ **اہم بات:** اس آیت میں ہر مظلوم کے لئے تسلی اور ہر ظالم کے لئے وعید ہے۔

آیت 43 قیامت کے دن کی دہشت اور ہولناکی سے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے عرصۂ محشر کی طرف بلانے والے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی طرف بے تحاشا دوڑتے جارہے ہوں گے اور ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی کہ اپنے آپ کو ہی دیکھ سکیں اور ان کے دل حیرت کی شدت اور دہشت کے مارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے خالی ہوں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دل سینوں سے نکل کر گلوں میں آپھنسیں گے، نہ باہر نکل سکیں گے نہ اپنی جگہ واپس جا سکیں گے۔

آیت 44 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائیں، اس دن جب ان پر عذاب آئے گا تو شرک اور گناہ

النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ

(اور لوگوں ک)و اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر تک ہمیں مہلت دیدے

نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ﴿٤٤﴾

تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی غلامی کرلیں۔ (کہا جائے گا، اے کافرو) تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ تمہیں (دنیا سے) ہٹنا ہی نہیں ○

وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا

اور تم ان کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے

لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ

لئے مثالیں بیان کیں ○ اور بیشک انہوں نے اپنی سازش کی اور ان کی سازش اللہ کے قابو میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ

(اپنی) جانوں پر ظلم کرنے والے کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر کے لئے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے اور ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم سے جو قصور ہو چکے ان کی تلافی کرتے ہوئے تیری توحید کی دعوت کو قبول کرلیں اور تیرے رسولوں علیہم السلام کی غلامی کرلیں۔ اس پر انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی اور فرمایا جائے گا: کیا تم پہلے دنیا میں اس بات کی قسمیں نہ کھاچکے تھے کہ مرنے کے بعد بھی تم اسی حالت میں رہو گے اور آخرت کے گھر کی طرف منتقل نہ ہوگے؟

آیت 45 فرمایا کہ تم ان لوگوں کے گھروں میں رہے جنہوں نے کفر اور گناہوں کا ارتکاب کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا جیسے قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کہ تم انہی کی بستیوں میں دورانِ سفر ٹھہرتے تھے یا ان کے قرب وجوار سے گزرتے تھے اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا، تم نے اپنی آنکھوں سے اُن کے گھروں میں عذاب کے آثار دیکھے اور تمہیں ان کی ہلاکت وبربادی کی خبریں ملیں، یہ سب کچھ دیکھ اور جان کر تم نے عبرت کیوں نہ حاصل کی اور کفر سے کیوں باز نہ آئے۔ ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتادیا تاکہ تم تدبیر کرو اور سمجھو، عذاب اور ہلاکت سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ درس: یہاں ہمارے لئے بھی بڑی عبرت ونصیحت ہے کہ سابقہ عذاب یافتہ قوموں کے اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور دوسروں کے انجام سے عبرت پکڑتے ہوئے نافرمانی سے باز آجائیں۔

آیت 46 اہل مکہ نے اسلام کو مٹانے اور کفر کی تائید کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سازش کرتے ہوئے یہ ارادہ کیا تھا کہ آپ کو شہید کردیا جائے یا قید کرلیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی سازش اللہ کے علم میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات اور شریعتِ مصطفیٰ کے احکام جو اپنی قوت وثبات میں مضبوط پہاڑوں کی مانند ہیں، محال ہے کہ کافروں کے مکر اور اُن کی حیلہ انگیزیوں سے وہ اپنی جگہ سے ٹل سکیں۔ کفارِ مکہ کی اس سازش کی تفصیل سورۂ انفال کی آیت 30 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اس سے پہاڑ ٹل جائیں ○ تو تم ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بیشک اللہ

عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا

غالب بدلہ لینے والا ہے ○ یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ کے حضور نکل کھڑے

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَ تَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

ہوں گے جو سب پر غالب ہے ○ اور اس دن تم مجرموں کو بیڑیوں میں ایک دوسرے سے بندھا ہوا دیکھو گے ○

سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ

ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی ○ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا

آیت 47 ارشاد فرمایا: اے سننے والے! تم ہرگز ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں علیہم السلام سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کرے گا، یہ ممکن ہی نہیں وہ ضرور وعدہ پورا کرے گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا، ان کے دین کو غالب کرے گا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے، اسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی اور وہ اپنے نافرمانوں سے بدلہ لینے والا ہے۔

آیت 48 فرمایا کہ یاد کرو جب قیامت کے دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ اپنی قبروں سے ایک اللہ تعالیٰ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے۔ **اہم بات:** زمین و آسمان کی تبدیلی کے متعلق دو قول ہیں: (1) ان کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے مثلاً زمین ایک سطح ہو جائے گی، اس پر پہاڑ، بلند ٹیلے، گہرے غار، درخت، عمارت اور بستی وغیرہ کا نشان اور آسمان پر کوئی ستارہ نہ رہے گا اور سورج و چاند کی روشنیاں معدوم ہو جائیں گی۔ (2) آسمان و زمین کی ذات ہی بدل دی جائے گی، اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہو گی، سفید و صاف ہو گی جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو گا نہ گناہ کیا گیا ہو گا اور آسمان سونے کا ہو گا۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے مخالف نہیں وہ اس طرح کہ پہلی مرتبہ زمین و آسمان کی صفات تبدیل ہوں گی اور دوسری مرتبہ حساب کے بعد دوسری تبدیلی ہو گی، اس میں زمین و آسمان کی ذاتیں ہی بدل جائیں گی۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ قیامت کے دن کافروں کو بیڑیوں میں اپنے شیطانوں کے ساتھ بندھا ہوا دیکھیں گے۔ **اہم بات:** محشر میں کفار و مومن ظاہری علامات سے ہی پہچان لئے جائیں گے کہ کافروں کے منہ کالے، ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے اور پاؤں بیڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے جبکہ مومنوں کا حال اس کے برعکس بہتر ہو گا۔

آیت 50 قیامت کے دن کافروں کے کرتے سیاہ رنگ اور بدبودار تارکول کے ہوں گے جن سے آگ کے شعلے اور زیادہ تیز ہو جائیں گے اور وہ شعلے اتنے بلند ہوں گے کہ آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ **اہم بات:** تفسیر بیضاوی میں ہے کہ ان کے بدنوں پر رال لیپ دی جائے گی تو وہ کرتے کی طرح ہو جائے گی، اس کی سوزش اور رنگ کی وحشت و بدبو سے تکلیف پائیں گے۔

آیت 51 اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ سزا اس لئے دے گا تاکہ وہ ہر مجرم شخص کو اس کے کئے ہوئے کفر اور گناہوں کا ایسا بدلہ دے جو

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا

بدلہ دے، بیشک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے○ یہ لوگوں کیلئے تبلیغ ہے اور اس لیے کہ انہیں اس کے ذریعے ڈرایا

بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ۱۹

جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں○

اٰیاتھا ۹۹ | ۱۵ سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ ۵۴ | رکوعاتھا ۶

سورۂ حجر مکیہ ہے، اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

الٓرٰ، یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں○

اس کے جرم کے مطابق ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیت 52 نزولِ قرآن کی حکمتیں بیان کی جارہی ہیں، فرمایا گیا کہ اس قرآن میں لوگوں کے لئے تبلیغ اور نصیحت ہے یعنی یہ لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے اور اس لئے کہ اس میں موجود عبرت انگیز واقعات اور زجر و توبیخ کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے اور تاکہ لوگ اس کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیلیں پائیں اور تاکہ عقل والے اور سمجھدار لوگ اس قرآن کے ذریعے نصیحت حاصل کریں۔

سورۂ حجر کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 6 رکوع اور 99 آیتیں ہیں۔ "حِجر" مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، اس سورت کی آیت 80 تا 84 میں اس وادی میں رہنے والی قوم ثمود کا واقعہ بیان ہوا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "حِجر" رکھا گیا۔ **خلاصہ مضامین:** سورۂ حجر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و قدرت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کو دلائل سے ثابت، اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری خود لینے کا بیان، انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ کفار و مشرکین کا طرزِ عمل، متقی لوگوں کی اُخروی جزا، آسمان کو مردود شیطانوں سے محفوظ کئے جانے کا ذکر، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق، فرشتوں کے سجدہ کرنے، شیطان کے سجدہ نہ کرکے مردود ہونے اور شیطان کے مہلت طلب کرنے کا واقعہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرشتوں کا واقعہ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لئے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام اور اصحاب ایکہ، حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ" یہ حروف مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس سورت کی آیات کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا

کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے ○ تم چھوڑ دو انہیں کہ کھائیں اور مزے اڑائیں

وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا

اور امید انہیں غفلت میں ڈالے رکھے تو جلد وہ جان لیں گے ○ اور ہم نے جو بستی ہلاک کی اس کیلئے ایک

كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾

مقرر مدت لکھی ہوئی ہے ○ کوئی گروہ اپنی مدت سے نہ آگے بڑھے گا اور نہ پیچھے ہٹے گا ○

آیت 2 نزع کے وقت عذاب دیکھ کر یا آخرت میں قیامت کی سختیاں، ہولناکیاں، اپنا دردناک انجام اور بر اٹھکانہ دیکھ کر یا جب گنہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جارہا ہو گا تب کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ کافر جب بھی اپنے عذاب کے احوال اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیں گے تو ہر مرتبہ یہ آرزو کریں گے۔ **اہم بات:** بروزِ قیامت مسلمان بھی تمنا کرے گا، گناہگار مسلمان تو تمنا کرے گا کہ کاش گناہوں کی جگہ نیکیاں کی ہوتیں جبکہ نیک مومن زیادہ نیکیوں کی تمنا کرے گا کہ اپنے نیک اعمال میں زیادتی کے لئے دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو کرے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو اس دن اِس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ وہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (مسند امام احمد، حدیث: 17667)

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، اس دنیا میں جتنا انہوں نے کھانا ہے کھالیں اور دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کے اس وقت تک مزے اڑالیں جو ان کے لئے مقرر ہے۔ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کی لمبی امید نے انہیں ایمان، اطاعت و قربِ الٰہی تک لے جانے والے اعمال سے غافل کیا ہوا ہے۔ عنقریب جب وہ قیامت کے دن اپنے کفر و شرک کے عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خود جان جائیں گے کہ دنیا کی زندگی میں لذتوں اور شہوتوں میں مشغول رہ کر وہ کتنے بڑے نقصان کا شکار ہوئے۔ **اہم بات:** لمبی امیدوں میں گرفتار اور لذاتِ دنیا کی طلب میں غرق ہو جانا ایماندار کی شان نہیں۔ حدیث پاک میں ہے: مجھے اپنی امت پر دو باتوں کا زیادہ خوف ہے: (1) خواہشات کی پیروی (2) لمبی امید۔ کیونکہ خواہشات کی پیروی کرنا حق سے روکتا ہے اور لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ (شعب الایمان، حدیث: 10616)

آیت 4 فرمایا کہ اے حبیب! آپ سے پہلے جن بستیوں کے باشندوں کو ہم نے ہلاک کیا ان کے لئے ایک معین وقت لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا، ہم نے انہیں وہ وقت آنے سے پہلے ہلاک نہیں کیا اور جب وہ وقت آگیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اے حبیب! اسی طرح مشرکینِ مکہ کو بھی ہم اسی وقت ہلاک کریں گے جب ان کا لکھا ہوا معین وقت آجائے گا کیونکہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں معین وقت آنے سے پہلے کسی بستی کے باشندوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔

آیت 5 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس گروہ کی ہلاکت کا جو وقت معین کر دیا ہے وہ اسی وقت میں ہلاک ہو گا، اس معین وقت سے کوئی گروہ نہ آگے بڑھ سکے گا نہ پیچھے ہٹ سکے گا۔

وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِیْنَا

اور کافروں نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو○ اگر تم سچے ہو تو

بِالْمَلٰٓىٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ

ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے؟○ ہم فرشتوں کو حق فیصلے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں

وَمَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ

اور جب وہ اترتے ہیں تو لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی○ بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی

آیت 6 سابقہ آیات میں کفار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا؛ اب ان کے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے متعلق شبہات ذکر کر کے جوابات دیئے جا رہے ہیں، فرمایا: کفارِ مکہ نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔

اہم بات: مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عموماً لوگ جب کسی سے ایسا کلام سنتے ہیں جو ان کی عقل میں نہ آئے تو اس قائل کو مجنون سمجھتے ہیں یہی حال مشرکین مکہ کا تھا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی رسالت، قرآن کی حقانیت اور قیامت کے وقوع کی خبر دی تو یہ ان کے لئے نہایت تعجب انگیز تھی، نیز ان کا یہ کلام انجان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دور کرنے کے لئے پروپیگنڈا تھا۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت وشان کے لئے کفار کے اس بہتان کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورہ قلم میں خود دیا: تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ (سورہ قلم، آیت: 2)

آیت 7 کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر ہماری طرف مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے تو پھر آپ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے تاکہ وہ آپ کے دعوے کی سچائی پر گواہی دیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے تو آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے فرشتہ بھی بھیج سکتا ہے۔

آیت 8 کفار کے اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو ان لوگوں پر ظاہر فرماتا ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہو یا جن پر عذاب نازل کرنا مقصود ہو، اگر مشرکین کے مطالبے کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نشانی کے طور پر فرشتہ بھیج دیتا اور اس کے بعد بھی وہ کفر پر قائم رہتے تو پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی بلکہ سابقہ قوموں کی طرح اسی وقت عذاب میں گرفتار کر دیئے جاتے لیکن چونکہ یہ امت قیامت تک باقی رہے گی، اسی میں بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہوں گے اس لئے کفار کا یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا۔

آیت 9 کفار کے اس قول "اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے" کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! بیشک ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے اور ہم خود تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ اہم بات: تمام جن وانس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ قرآنِ کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تبدیلی کر سکے اور یہ قرآن شریف کی خصوصیت ہے۔ قرآن کریم کی یہ حفاظت کئی طرح سے ہے: (1) قرآن کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے۔ (2) اس کو معارضے اور

لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

حفاظت کرنے والے ہیں○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں رسول بھیجے○ اور ان کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

مذاق اڑاتے تھے○ ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں ڈالتے ہیں○ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے

وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ

حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے○ اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تاکہ دن کے وقت اس میں

يَعْرُجُوْنَ ۝۱۴ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝۱۵ ع ۱

چڑھ جاتے○ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کر دیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے○

مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔(3) ساری مخلوق کو اسے معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اگر کسی نے قرآن کے نور کو بجھانے، اس میں کمی زیادتی، تحریف اور تبدیلی کرنے یا اس کے حروف میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کی تو وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

آیت 11،10 ان دو آیات میں کفارِ مکہ کے جاہلانہ برتاؤ پر حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ سے پہلے سابقہ امتوں میں ہم نے رسول بھیجے اور ان لوگوں کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کفار کی اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ روش سابقہ زمانوں سے چلی آ رہی ہے لہٰذا اے حبیب! آپ بھی دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی طرح اپنی قوم کی اذیتوں پر صبر فرمائیں۔

آیت 12 فرمایا کہ جس طرح ہم نے سابقہ امتوں کے دلوں میں کفر، تکذیب اور استہزا داخل کر دیا تھا ایسے مشرکین مکہ کے دلوں میں بھی داخل کر دیا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یا قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے کہ "انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کر کے عذابِ الٰہی سے ہلاک ہوتے رہے ہیں، یہی حال ان کفار مکہ کا ہے تو انہیں عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔

آیت 15،14 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ کفار مکہ کا عناد اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان کے لئے آسمان میں دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں اس میں چڑھنا میسر ہو اور دن میں اس سے گزریں اور آنکھوں سے دیکھیں جب بھی نہ مانیں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی اور ہم پر جادو ہوا تو جب خود اپنے معاینہ سے انہیں یقین حاصل نہ ہوا تو ملائکہ کے آنے اور گواہی دینے، جس کو یہ طلب کرتے ہیں انہیں کیا فائدہ ہوگا۔

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۟ۙ(۱٦) وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا○ اور اسے ہم نے ہر شیطان مردود سے

رَّجِيْمٍ ۟ۙ(۱۷) اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۸) وَ الْاَرْضَ

محفوظ رکھا○ البتہ جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے○ اور ہم نے زمین

مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ (۱۹)

کو پھیلایا اور ہم نے اس میں لنگر ڈال دیئے اور اس میں ہر چیز ایک معین اندازے سے اگائی○

آیت 16 فرمایا کہ اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور ہم نے آسمان کو سورج، چاند اور ستاروں سے آراستہ کیا تاکہ غور و فکر کرنے والے اس سے اللہ تعالیٰ کے واحد اور خالق ہونے پر استدلال کریں اور جان لیں کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور اسے شکل و صورت عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ **اہم بات:** برج سات سیاروں کی منزلیں ہیں اور ان برجوں کی تعداد 12 ہے: حَمَل، ثَور، جَوزاء، سَرطان، اَسد، سُنبلہ، میزان، عقرب، قَوس، جَدی، دَلو، حُوت۔

آیت 17، 18 ان دو آیات میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ہر مردود اور لعین شیطان سے محفوظ رکھا ہے لیکن جو شیطان آسمانوں میں ہونے والی گفتگو چوری کر کے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں تو ان کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شیاطین آسمانوں میں داخل ہوتے تھے اور وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لاتے تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے اور جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت ہوئی تو تمام آسمانوں سے منع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد ان میں سے جب کوئی باتیں چوری کرنے کے ارادے سے اوپر چڑھتا تو اسے شہاب کے ذریعے مارا جاتا۔ (2) شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو شعلے کی طرح روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔ شہاب ثاقب گرنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، یہاں ان میں سے ایک کا بیان ہے۔

آیت 19 سابقہ آیات میں وحدانیتِ الٰہی کے آسمانی دلائل کا بیان ہوا، یہاں سے زمینی دلائل بیان ہو رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ زمین والوں کے ساتھ حرکت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر چیز لوگوں کی ضروریات کے مطابق ایک معین اندازے سے پیدا فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ مقدار جانتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہوں۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر چیز مناسب اگائی، عقلِ سلیم رکھنے والا ہر شخص اسے بہترین اور مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے۔ اس کی اور تفاسیر بھی ہیں۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا تو یہ اپنے اوپر موجود چیزوں کے ساتھ ایک طرف ایسے جھک گئی جیسے کشتی جھکتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط پہاڑوں کے ذریعے اس طرح ٹھہرا دیا جیسے کشتی کو لنگر ڈال کر ٹھہرایا جاتا ہے۔

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا

اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور وہ جاندار بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے ○ اور ہمارے پاس ہر چیز کے

خَزَآئِنُهٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ

خزانے ہیں اور ہم اسے ایک معلوم اندازے سے ہی اتارتے ہیں ○ اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ

تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے

بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ لَقَدْ

خزانچی نہیں ہو ○ اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں ○ اور بیشک

آیت 20 فرمایا کہ اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور تمہارے لئے وہ جاندار پیدا کئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے اور ان جانداروں کے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔ **اہم بات:** آیت میں "زندگی گزارنے کے سامان" سے کھانے، پینے اور پہننے کی تمام چیزیں مراد ہیں جن کی دنیوی زندگی پوری ہونے تک انسان کو ضرورت ہے اور "جنہیں تم رزق نہیں دیتے" میں اہل وعیال، لونڈی غلام، خدمت گار، چوپائے اور حشرات الارض داخل ہیں، ان کے بارے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ انہیں رزق دیتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور انہیں سب کو رزق دیتا ہے۔

آیت 21 تمام ممکنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل اور اس کی مِلک میں ہیں، وہ انہیں جیسے چاہے عدم سے وجود میں لائے اور ممکنات میں سے جس چیز کو اللہ تعالیٰ وجود عطا فرماتا ہے اسے اپنی حکمت اور مشیت کے تقاضے کے مطابق مُعَیَّن مقدار کے ساتھ وجود عطا فرماتا ہے۔

آیت 22 ارشاد فرمایا: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تو ہم نے بادلوں سے بارش اتاری پھر ہم نے تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے خزانچی نہیں ہو یعنی بادلوں میں پانی پیدا کرنے اور ان سے بارش نازل کر کے تمہیں سیراب کرنے پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، اس کے سوا اور کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں۔

آیت 23 فرمایا کہ مخلوق کو زندگی اور موت دینا صرف ہمارے دستِ قدرت میں ہے اور تمام مخلوق فنا ہونے والی ہے اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

آیت 24 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ باجماعت نماز کی صفِ اول کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفِ اول حاصل کرنے کی بہت کوشش کرنے لگے اور جن حضرات کے مکان مسجد شریف سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر مسجد کے قریب مکان خریدنے پر آمادہ ہو گئے تاکہ صفِ اول میں جگہ ملنے سے کبھی محروم نہ ہوں، اس آیت سے انہیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور ان کی نیتوں سے بھی خبردار ہے، اس پر

عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ

ہم تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی جانتے ہیں اور بیشک ہم پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں○ اور بیشک تمہارا رب ہی

هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ؑ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ ع ۲

انہیں اٹھائے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے○ اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی

مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ۚ وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

جس سے بو آتی تھی○ اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا○

رکھی نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں "اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ آگے بڑھنے والوں" اور "اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ پیچھے رہنے والوں" سے کون مراد ہیں، اس میں مختلف اقوال ہیں: (۱) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا ہے اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ابھی پیدا نہیں فرمایا۔ (۲) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے سابقہ امتیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے امتِ محمدیہ مراد ہے۔ (۳) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کاموں میں (سستی کی وجہ سے) پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ (۴) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو صفِ اول میں نماز کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ (2) جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی پہلی صف کی بہت فضیلت ہے، ایک حدیث میں ہے: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور انہیں قرعہ اندازی کرنے کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔ (بخاری، حدیث: 2689)

آیت 25 اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر موت طاری فرمائے گا پھر اولین و آخرین سب کو قیامت میں اسی حال پر اٹھائے گا جس پر وہ مرے ہوں گے، بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** حدیث پاک میں ہے: ہر بندہ اسی حال پر اٹھایا جائے گا جس پر اسے موت آئی ہوگی۔ (مسلم، حدیث: 83(2878))

آیت 26 فرمایا کہ اور بیشک ہم نے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو خشک بجتی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بو آتی تھی۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی کیفیت کا ذکر قرآن پاک کی متعدد آیات میں مختلف انداز سے آیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت خاک لی، پھر اس مٹی کو پانی سے تر کیا یہاں تک کہ وہ سیاہ گارا ہو گئی اور اس میں بو پیدا ہوئی، پھر اس سیاہ رنگ اور بو والی مٹی سے انسان کی صورت بنائی، جب وہ سوکھ کر خشک ہو گئی تو جس وقت ہوا اس میں سے گزرتی تو وہ بجتی اور اس میں آواز پیدا ہوتی۔ جب سورج کی تپش سے وہ پختہ ہو گئی تو اس میں روح پھونکی۔

آیت 27 فرمایا کہ اور ہم نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ابلیس کو اس آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں۔ **اہم بات:** حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس آیت میں "اَلْجَآنّ" سے ابلیس مراد ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا گیا، جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو ابلیس نے ان کے مقام و مرتبہ کی بنا پر ان سے حسد کیا۔ "اَلْجَآنّ" سے متعلق مفسرین کے اور بھی اقوال ہیں۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ

توجب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔ تو جتنے فرشتے تھے

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ

سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کردیا۔ اللہ نے فرمایا: اے ابلیس!

آیت 28 حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کی پیدائش کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے۔ **اہم بات:** ان آیات میں مذکور واقعہ سورۂ بقرہ اور سورۂ اعراف وغیرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا: توجب میں اس کی تخلیق مکمل کرکے اسے روح پھونکنے کے لئے تیار کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں اور اسے زندہ کردوں تو اس کے لئے سجدے میں گر جانا۔ **اہم بات:** آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو اپنی طرف ان کی عزت و تکریم کے طور پر منسوب فرمایا جیسے خانہ کعبہ کو بَیْتُ اللّٰه یعنی اللہ کا گھر، کہا جاتا ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو نَاقَةُ اللّٰه یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا ہے۔

آیت 30 جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں روح ڈال دی تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب ایک ساتھ سجدے میں گر گئے۔ **اہم بات:** فرشتوں کا یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں اور سجدۂ عبادت پہلی شریعتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں ہوا۔ حدیث پاک میں ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے شخص کو سجدہ کرے، اگر کسی کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت پر شوہر کا بڑا حق رکھا ہے۔
(ابن حبان، حدیث: 4151)

آیت 31 جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتے سجدے میں گر گئے لیکن ابلیس نے ان سجدہ کرنے والے فرشتوں کے ساتھ ہونے سے انکار کردیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔

آیت 32 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔

مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا○ اس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾

بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی○ اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے○

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ

اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے○ اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب

يُبْعَثُوْنَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٣٨﴾

لوگ اٹھائے جائیں○ اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے○○

آیت 33 ابلیس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی۔ **اہم بات:** اس کلام سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اصل مٹی ہے اور ابلیس کی اصل آگ ہے اور اس کے خیال میں آگ مٹی سے افضل ہے لیکن وہ خبیث یہ بھول گیا کہ افضل تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ فضیلت عطا کرے۔

آیت 34، 35 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور قیامت تک آسمان و زمین والے تجھ پر لعنت کریں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس لعنت کے ساتھ ہمیشگی کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے اور اس کی وجہ بیان کرنے میں شیطان نے تین گناہوں کا ارتکاب کیا: (1) حکم الٰہی کی مخالفت (2) بارگاہِ الٰہی کی مقرب ہستیوں کی جماعت سے جدا راستے کا انتخاب (3) تکبر۔ ان تین گناہوں کا انجام یہ ہوا کہ اس کی ہزاروں برس کی عبادت و ریاضت برباد ہو گئی، فرشتوں کا استاد ہونے کی عظمت چھن گئی، بارگاہِ الٰہی سے مردود و رسوا کر کے نکال دیا گیا، قیامت تک کے لئے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کی سزا دے دی گئی۔ **درس:** شیطان کے گناہوں اور اس کے عبرت ناک انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ عمومی طور پر تمام گناہوں اور خاص طور پر ان تین گناہوں سے بچے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہے۔

آیت 36 اپنے مردود اور لعنتی ہونے کے بارے میں سن کر شیطان نے کہا: اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدے۔ **اہم بات:** قیامت کے دن تک مہلت مانگنے سے شیطان کا مطلب یہ تھا کہ وہ کبھی نہ مرے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی نہ مرے گا اور قیامت تک کی اس نے مہلت مانگ ہی لی۔

آیت 37، 38 شیطان کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول کیا کہ اس سے فرمایا: بیشک تو ان میں سے ہے جن کو اس معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے جس میں تمام مخلوق مر جائے گی اور وہ وقت پہلے نفخہ کا ہے۔ **اہم بات:** شیطان کے مردہ رہنے کی مدت پہلے نفخہ سے دوسرے نفخہ تک 40 برس ہے اور اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی بلا، شقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لئے ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ

اس نے کہا: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور

اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ان سب کو گمراہ کردوں گا○ سوائے اُن کے جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں○ اللہ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے○

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ

بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں○ اور بیشک

جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع

جہنم ان سب کا وعدہ ہے○ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے○

آیت 40،39 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ وہ حالتِ کفر میں مرے گا اور اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی تو اس نے مخلوق کو کفر میں مبتلا کر کے گمراہ کر دینے کی حرص کی اور کہا: اے میرے رب! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے لئے دنیا کی محبت اور تیری نافرمانی کو خوش نما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر گمراہ کردوں گا البتہ تیرے چنے ہوئے بندوں پر میرا وسوسہ اور مکر نہ چلے گا۔ یہاں شیطان کا جملہ خباثت سے بھرا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ہی الزام لگا دیا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، حالانکہ شیطان نے اپنی مرضی واختیار سے سجدے سے انکار کر کے گمراہی اختیار کی تھی۔

آیت 41 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے۔ مفسرین نے اس کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں: (1) یہ راستہ اپنے اوپر چلنے والے کو سیدھا چلاتا ہے حتیٰ کہ اس پر چل کر وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ (2) دلائل کے ساتھ لوگوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنا ہمارے ذمے ہے۔ (3) اخلاص مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ (4) چنے ہوئے بندوں کا ابلیس کے بہکاوے سے بچ جانا وہ راستہ ہے جو سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

آیت 42 فرمایا کہ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں۔ اہم بات: ابلیس نے جو یہ کہا کہ "میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے اُن کے جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں" اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ ابلیس انہیں زبردستی اپنا پیروکار بنالے گا بلکہ یہ ہے کہ لوگ خود اپنے اختیار سے اس کی پیروی کریں گے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا: بیشک جہنم ابلیس، اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے گروہوں، سب کے عذاب کے وعدے کی جگہ ہے۔
اہم بات: کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو گنہگار مومن دوزخ میں گئے وہ عارضی طور پر وہاں رہیں گے۔

آیت 44 جہنم کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقے کا ایک دروازہ ہے۔ پہلا طبقہ جہنم، دوسرا لظیٰ، تیسرا حطمہ، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم، ساتواں ہاویہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے پیروکاروں کو سات حصوں میں تقسیم فرمادیا ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے جہنم کا ایک طبقہ معیّن ہے کیونکہ کفر کے مراتب مختلف ہیں اس لئے جہنم میں بھی ان کے مرتبے مختلف ہوں گے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾

بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ۝ (حکم ہوگا) ان میں سلامتی کے ساتھ امن و امان سے داخل ہو جاؤ ۝

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ

اور ہم ان کے سینوں میں موجود کینہ کھینچ لیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی ہوں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ۝ انہیں جنت

فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾

میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ۝ میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں ۝

آیت 45 فرمایا کہ بیشک متقی یعنی جو لوگ کفر و شرک سے باز رہے اور ایمان لائے اگرچہ گنہگار ہوں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ **اہم بات:** گنہگار مومنین کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے تو انہیں ایک مدت تک عذاب دے پھر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے صدقے معاف فرمادے اور چاہے تو عذاب ہی نہ دے۔

آیت 46 جب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے جنت کے دروازوں پر پہنچیں گے یا جب جنتی جنت میں ایک جگہ سے دوسری جنت کی طرف متوجہ ہوں گے تو فرشتوں کی زبانی ان سے کہا جائے گا کہ سلامتی اور امن و امان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم یہاں سے نکالے جاؤ گے، نہ تمہیں یہاں موت آئے گی اور نہ کوئی خوف اور پریشانی ہوگی۔

آیت 47 دنیا میں اگر ان ڈرنے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے بارے میں کچھ کینہ ہوگا تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے ان کے دلوں سے نکال دے گا اور اُن کے نُفُوس کو بغض، حسد، عناد اور عداوت وغیرہ مذموم خصلتوں سے پاک کردے گا، وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے اور میل جول رکھنے میں ایسے ہوں گے جیسے سگے بھائی ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کے سامنے جنت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور مجلس کا لطف اٹھائیں گے یا یہ معنی ہے کہ جب جنتی ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹنے کا ارادہ کریں گے تو ان میں سے ہر ایک کا تخت اس طرح گھوم جائے گا کہ اس پر سوار جنتی کا چہرہ اپنے ساتھی کے چہرے کے سامنے ہوگا اور اس کی پشت اس طرف ہوگی جدھر تخت اسے لے جا رہا ہوگا۔

آیت 48 فرمایا کہ انہیں جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ کبھی جنت سے نکالے جائیں گے۔

آیت 49، 50 ان دو آیات میں لوگوں کو گناہ کرنے سے ڈرایا اور سابقہ گناہوں سے توبہ کا حکم دیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا: اے حبیب! میرے بندوں کو بتادیں کہ جب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں تو میں ہی ان کے گناہوں پر پردہ ڈال کر انہیں رسوائی اور عذاب سے بچاتا ہوں اور عذاب نہ دے کر ان پر رحم فرماتا ہوں اور یہ بھی بتادیں کہ میرا عذاب ان کے لئے ہے جو گناہوں پر قائم رہیں اور توبہ نہ کریں اور وہ اتنا دردناک ہے کہ اس جیسا دردناک کوئی عذاب ہو ہی نہیں سکتا۔ **اہم باتیں:** (1) بندوں کو امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے کہ رحمتِ الٰہی کی وسعت دیکھ کر گناہوں پر بے باک ہوں نہ عذاب کی شدت دیکھ کر رحمتِ الٰہی سے مایوس۔ حدیث پاک میں ہے: اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اس کے پاس کتنا عذاب ہے تو وہ بھی جہنم سے بے خوف نہ ہو۔ (بخاری، حدیث: 6469) (2) حالتِ کفر میں مرنے والا ہمیشہ

وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾ وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ

اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے ۝ اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سناؤ ۝ جب وہ اس کے پاس آئے

فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ

تو کہنے لگے: "سلام" ابراہیم نے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں ۝ انہوں نے عرض کیا: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے

بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾

لڑکے کی بشارت دیتے ہیں ۝ فرمایا: کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے تو کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟ ۝

جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو گا البتہ جو گنہگار مسلمان گناہوں سے توبہ کئے بغیر انتقال کر گیا اس کا معاملہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے، چاہے تو گناہوں کی سزا دے اور چاہے تو اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش کر جنت عطا فرمادے۔

آیت 51 یہاں سے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان ہو رہے ہیں، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا، فرمایا: اے حبیب! میرے بندوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا احوال سنائیں جنہیں ہم نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دیں اور قوم لوط کو ہلاک کریں تاکہ میرے بندے قوم لوط پر آنے والے عذاب، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور مجرموں سے لئے گئے انتقام کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور انہیں یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی سب سے سخت ہے۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان کئی فرشتے تھے اور ان میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے۔

آیت 52 فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور آپ کی تعظیم و توقیر کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں سے خوف کھانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اجازت کے بغیر اور بے وقت آئے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مہمانوں نے ان کا پیش کردہ بھنا ہوا بچھڑا کھانے سے انکار کر دیا تھا اور اس دور میں مہمان کا کھانے سے انکار دشمنی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

آیت 53 مہمانوں نے عرض کی: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دیتے ہیں۔ **اہم بات:** فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا اور وہ علم والا اور نبی ہو گا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ **درس:** عالم بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں ہر مسلمان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم بھی سکھائے۔

آیت 54 جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو آپ اپنے اور زوجہ کے بڑھاپے کی وجہ سے حیران ہوئے اور فرشتوں سے فرمایا: اتنی بڑی عمر میں اولاد ہونا عجیب و غریب ہے، ہمارے ہاں کس طرح اولاد ہو گی؟ کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا؟ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے برخلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ

انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ ناامید نہ ہوں ○ ابراہیم نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے

اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ

کون ناامید ہوتا ہے؟ ○ فرمایا: اے فرشتو! تو تمہارا (ابھی آنے کا) کام کیا ہے؟ ○ انہوں نے عرض کیا: ہم ایک مجرم قوم

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾

کی طرف بھیجے گئے ہیں ○ سوائے لوط کے گھر والوں کے (کہ) بیشک ان سب کو ہم بچالیں گے ○

اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾

سوائے اس کی بیوی کے، ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ○ تو جب لوط کے گھر والوں کے پاس فرشتے آئے ○

آیت 55 فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی: ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی سچی بشارت دی ہے کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی اولاد بہت پھیلے گی لہٰذا آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو بیٹے کی ولادت کی امید چھوڑ چکے۔

آیت 56 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا: میں رحمتِ الٰہی سے ناامید نہیں کیونکہ رحمت سے ناامید کافر ہوتے ہیں، ہاں عالم میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔

آیت 57 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو! اس بشارت کے سوا اور کیا کام ہے جس کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔

آیت 58-60 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں نے عرض کی: ہم ایک مجرم قوم یعنی قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ انہیں ہلاک کر دیں البتہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو بچالیں گے کیونکہ وہ ایمان دار ہیں مگر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے بارے میں ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ اہم باتیں: (1) آیت میں مذکور "اٰلَ لُوْطٍ" میں حضرت لوط علیہ السلام کے سارے متبعین داخل ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے محبوب بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں جیسے عذاب سے بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا: "ان سب کو ہم بچالیں گے" لہٰذا مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکمِ الٰہی سے عذاب سے بچائیں گے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یارسول اللہ! ہمیں دوزخ سے بچالیں۔ (3) نیک بختی اور بد بختی کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں کہ کون مومن مرے گا اور کون کافر۔

آیت 61،62 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ہو کر فرشتے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی طرف آئے۔ جب وہ خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئے اور حضرت لوط علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ قوم ان کے پیچھے پڑ جائے گی تو آپ نے فرشتوں سے فرمایا: تم نہ تو یہاں کے باشندے ہو اور نہ مسافرت کی کوئی علامت تم میں پائی جاتی ہے، تم کیوں آئے ہو؟

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾

تو لوط نے فرمایا: تم اجنبی لوگ ہو○ انہوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے○

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ

اور ہم آپ کے پاس حق کے ساتھ آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں○ تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود

اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ

ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور سیدھے چلتے رہو جہاں کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے○ اور ہم نے اسے اس

ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

حکم کا فیصلہ سنادیا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی○ اور شہر والے خوشی خوشی

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾

آئے○ لوط نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تو تم مجھے شرمندہ نہ کرو○ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو○

آیت 64،63 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ فرشتوں نے عرض کی: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ عذاب لائے ہیں جس سے آپ انہیں ڈراتے تھے اور یہ لوگ اس میں شک کرتے اور آپ کو جھٹلاتے تھے لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں، ہم آپ کے لئے باعث پریشانی نہیں اور ہم آپ کے پاس یقین کے ساتھ آئے ہیں اور ان پر عذاب آنے کی خبر دینے میں ہم بیشک سچے ہیں۔

آیت 65 فرشتوں نے مزید عرض کی: تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ ان کی حالت پر مطلع رہیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا بلا نازل ہوئی اور وہ کس عذاب میں مبتلا کئے گئے اور سیدھے اس طرف چلتے رہو جہاں جانے کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اہم بات: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو ملک شام جانے کا حکم ہوا تھا۔

آیت 66 فرمایا کہ اور ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کی طرف اس حکم کی وحی کر دی جس کا فیصلہ ہم نے اس کی قوم کے بارے میں کیا تھا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی اور پوری قوم عذاب سے ہلاک کر دی جائے گی۔

آیت 67 قوم نے جب حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں خوب صورت نوجوانوں کے آنے کی خبر سنی تو یہ لوگ فاسد ارادے اور ناپاک نیت کے ساتھ خوشی خوشی آئے۔

آیت 69،68 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام لازم ہوتا ہے، ان کی بے حرمتی کا قصد کرکے مجھے شرمندہ نہ کرو اور مہمانوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے ساتھ برا ارادہ کرکے مجھے رسوا نہ کرو۔ اہم باتیں: (1) مہمان کی عزت و احترام اور خاطر تواضع سنت انبیاء ہے اگرچہ میزبان اس سے واقف بھی نہ ہو۔ (2) جیسے مہمان کے احترام میں میزبان کی عزت ہے ایسے ہی مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا باعث ہے لہٰذا اگر کسی مسلمان پڑوسی یا رشتہ دار کے ہاں کوئی مہمان آیا ہو تو دوسرے مسلمان کو بھی اس کا احترام کرنا چاہئے۔

قَالُوٓا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ

انہوں نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟○ فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں (تو ان سے

فٰعِلِيۡنَ ؕ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ

نکاح کرلو) اگر تمہیں کرنا ہے○ اے حبیب! تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں○ تو دن نکلتے ہی انہیں

مُشۡرِقِيۡنَ ۙ﴿۷۳﴾ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ؕ﴿۷۴﴾

زوردار چیخ نے آپکڑا○ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے○

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِيۡنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾

بیشک اس میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ اور بیشک وہ بستیاں اس راستے پر ہیں جو اب تک قائم ہے○

آیت 70 قوم نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟

آیت 71 جب حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے تو آپ نے ان سے فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں اپنی خواہش پوری کرنی ہے تو ان سے نکاح کرکے پوری کرلو اور حرام سے باز رہو۔ اہم بات: حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں اس لئے فرمایا کہ نبی علیہ السلام پوری امت کے لئے باپ کی طرح ہوتے ہیں۔

آیت 72 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ کی جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلام فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کیا۔ (2) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مخلوق میں کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان پاک کی طرح عزت و حرمت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عمر کے سوا کسی کی عمر اور زندگی کی قسم نہیں فرمائی، یہ مرتبہ صرف آپ ہی کا ہے۔

آیت 73 فرمایا گیا کہ سورج نکلتے وقت قوم لوط کو حضرت جبریل علیہ السلام کی زوردار چیخ نے آپکڑا۔

آیت 74 فرمایا کہ ہم نے قوم لوط کی بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اس طرح کہ حضرت جبریل علیہ السلام زمین کے اس ٹکڑے کو اٹھاکر آسمان کے قریب لے گئے اور وہاں سے اوندھا کرکے زمین پر ڈال دیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

آیت 75 قوم لوط کا مہمانوں کی بے حرمتی کا قصد کرنے، ان کی بستیوں کو الٹ دیے جانے اور ان پر پتھروں کی بارش ہونے میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں جن کے ذریعے وہ حق کی حقیقت پر استدلال کرسکتے ہیں۔

آیت 76 کفار کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ قوم لوط کی بستیاں ملک شام کی طرف جانے والی گزرگاہ پر ہیں، لوگوں کے قافلے وہاں سے گزرتے ہیں اور غضب الٰہی کے آثار اُن کے دیکھنے میں آتے ہیں تو کیا وہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا

بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں ○ اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے ○ تو ہم نے

وقف لازم ع

مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۹﴾ وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۸۰﴾

ان سے انتقام لیا اور بیشک وہ دونوں بستیاں صاف راستے پر ہیں ○ اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ○

وَ اٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ كَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ﴿۸۲﴾

اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے ○ اور وہ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے ○

آیت 77 ان بستیوں کے آثار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں، وہ انہیں دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ جس عذاب کی وجہ سے ان کے شہر اجڑ گئے وہ ان کے برے کاموں کی وجہ سے ان پر آیا تھا۔
اہم بات: ایمان اور دین، عقل اور فراست اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے تقویٰ اور طہارت نصیب ہوتی ہے۔ بے عقل، غافل اور کافر ایسے واقعات کو اتفاقی یا آسمانی تاثیرات سے مانتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جا رہا ہے لیکن عقل مند مومن ان کو مخلوق کی بد عملی کا نتیجہ جان کر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے۔

آیت 78، 79 ان دو آیات میں فرمایا کہ اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے تو ہم نے عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کر دیا اور بیشک قوم لوط اور اصحاب ایکہ کے شہر صاف راستے پر ہیں جہاں سے آدمی گزرتے اور دیکھتے ہیں تو اے اہل مکہ! تم انہیں دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ **اہم بات:** ایکہ جھاڑی کو کہتے ہیں، ان لوگوں کا شہر چونکہ سرسبز جنگلوں اور مرغزاروں کے درمیان تھا اس لئے انہیں جھاڑی والا فرمایا گیا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔

آیت 80 حجر مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے جہاں قوم ثمود آباد تھی، انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ **اہم باتیں:** (1) ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے کیونکہ ہر رسول تمام رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو جس نے کسی ایک رسول کو جھٹلایا گویا اس نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ (2) قوم ثمود کے واقعات تفصیل کے ساتھ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

آیت 81 فرمایا کہ ہم نے قوم ثمود کو اپنی نشانیاں دیں کہ پتھر سے اونٹنی پیدا کی جو بہت سے عجائبات پر مشتمل تھی مثلاً جسم بڑا ہونا، پیدا ہوتے ہی بچہ جننا، کثرت سے دودھ دینا کہ پوری قوم کو کافی ہو وغیرہ، یہ سب حضرت صالح علیہ السلام کے معجزات اور قوم ثمود کے لئے ہماری نشانیاں تھیں تو وہ ان نشانیوں سے اعراض کرتے رہے اور ایمان نہ لائے۔

آیت 82 مزید فرمایا کہ وہ لوگ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے کیونکہ انہیں اس کے گرنے اور اس میں نقب لگائے جانے کا اندیشہ نہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ گھر تباہ نہیں ہو سکتے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَا خَلَقْنَا

تو انہیں صبح ہوتے زور دار چیخ نے پکڑ لیا○ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی○ اور ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر

الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ

کرو○ بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے○ اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں

آیت 83 جب قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح علیہ السلام کے بتائے ہوئے تین دن گزرنے کے بعد صبح ہوتے ہی انہیں آسمان سے ایک زور دار چیخ سنائی دی اور زمین میں زلزلہ آگیا، یوں ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

آیت 84 فرمایا گیا کہ وہ لوگ شرک اور جو برے کام کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور اُن کے مال ومتاع اور مضبوط مکان انہیں عذاب سے نہ بچا سکے۔ **اہم بات:** قوم ثمود کی بستیوں کے آثار عرب کی سرزمین میں آج بھی موجود ہیں اور وہ جگہ "مدائن صالح" کے نام سے معروف ہے۔ آج بھی لوگ ان آثار کو دیکھنے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب مقام حجر کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: ظالموں کے مکانات میں روتے ہوئے داخل ہونا، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر سواری پر بیٹھے ہوئے اپنے چہرۂ انور پر چادر ڈال لی۔ (بخاری، حدیث:3380)

آیت 85 فرمایا گیا کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے بامقصد اور حکمت سے بھرپور بنایا ہے اور بیشک قیامت آنے والی ہے، اس میں ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا ضرور ملے گی تو اے حبیب! آپ اپنی قوم سے اچھی طرح درگزر کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر و تحمل کریں۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق یہ حکم آیت قتال سے منسوخ ہو گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوا۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں سے متعلق حدیث پاک میں ہے: میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا ڈرایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ڈرایا گیا اور میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا ستایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ستایا گیا۔ (ترمذی، حدیث:2480) اور ان کی اذیتوں کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انتہائی بردباری اور عفو و درگزر کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔

آیت 86 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کا رب جس نے آپ کو کمال کی انتہا تک پہنچایا وہی آپ کو، ان کفار کو اور تمام موجودات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ آپ کے اور ان کفار کے احوال کو تمام تر تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے، آپ کے اور ان کے درمیان ہونے والے معاملات میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں لہٰذا آپ تمام امور میں اسی پر توکل کریں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

آیت 87 یہاں ان عظیم نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی کثیر نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو اس کے لئے اذیتیں پہنچانے والوں سے درگزر اور سختیوں پر صبر آسان ہو جاتا ہے۔ فرمایا: بے شک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن دیا۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں

وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ

اور عظمت والا قرآن (دیا)○ تم اپنی نگاہ اس مال واسباب کی طرف نہ اٹھاؤ جس کے ذریعے ہم نے کافروں کی کئی قسموں کو فائدہ اٹھانے دیا ہے اور ان کا کچھ غم

عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾ كَمَاۤ

نہ کھاؤ اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھا دو○ اور تم فرماؤ کہ میں ہی صاف ڈر سنانے والا ہوں○ جیسا

اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ

ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا○ جنہوں نے کلام الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے○ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے

سات آیتوں سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یعنی سورۂ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم (کے تمام علوم کی جامع) ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا۔ (بخاری، حدیث: 4474) (2) سورۂ فاتحہ کو "مثانی یعنی بار بار دہرائے جانے والی" اس لئے کہا گیا کہ یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے نیز یہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے، اس کے پہلے نصف میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے اور دوسرے نصف میں دعا ہے اور یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی، پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں۔

آیت 88 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سامنے دنیا کی نعمتیں حقیر ہیں تو آپ دنیا کے مال ومتاع سے مستغنی رہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ مختلف قسم کے کافروں کو دیا گیا ہے اور آپ اس وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور مسلمانوں پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے ان کے لئے اپنے بازو بچھا کر رکھیں یعنی ان کے سامنے تواضع فرمائیں۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو لیکن دنیا کے مال ومتاع کی طرف نظر کرنے کی ممانعت امت کو ہے کیونکہ آپ تو پہلے سے ہی اس بات سے محفوظ تھے۔ (2) مسلمان کو چاہیے کہ کافر اور کافر کے مال ومتاع کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ حدیثِ پاک میں ہے: تم کسی بدعمل پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد وہ کس چیز سے ملے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اذیت دینے والی ایسی چیز یعنی جہنم کی آگ ہے جو فنا نہ ہو گی۔ (شرح السنۃ، 7/324)

آیت 89-91 ان تین آیات میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! مشرکین سے فرما دیں کہ میں ہی عذاب کا صاف ڈر سنانے والا ہوں کہ سرکشی میں تمہاری زیادتی کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا جنہوں نے کلام الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ **اہم بات:** تقسیم کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں: (1) اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں، انہوں نے قرآنِ پاک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا کہ جو حصہ ان کی کتابوں کے موافق تھا اس پر ایمان لائے اور باقی کے منکر ہو گئے۔ (2) اس سے مراد کفارِ قریش ہیں، ان میں سے بعض قرآن کو جادو، بعض کہانت اور بعض افسانہ کہتے تھے، اس طرح انہوں نے قرآن کریم کے بارے میں اپنے اقوال تقسیم کر رکھے تھے۔

آیت 92،93 ان دو آیات میں ارشاد ہوا کہ اے حبیب! آپ کے رب کی قسم! ہم قیامت کے دن مُقْتَسِمِین سے ان کے اس عمل اور دیگر تمام گناہوں کے بارے میں ضرور پوچھیں گے یا یہ معنی ہے کہ ہم قیامت کے دن تمام مکلفین سے ان کے ایمان، کفر اور دیگر تمام اعمال کے بارے میں پوچھیں گے۔

أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾

پوچھیں گے ○ اس کے بارے میں جو وہ کرتے تھے ○ پس وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو ○

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾

بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے میں ہم تمہیں کافی ہوں گے ○ جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب جان جائیں گے ○

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ○ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرو

وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾

اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ ○ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے ○

آیت 94 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تبلیغ رسالت اور دعوتِ اسلام کے اظہار کا حکم دیا جارہا ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور اس پر مشرکوں کی طرف سے ملامت کی پروا اور ان کے استہزا کا غم نہ کریں۔ **اہم بات:** یہ آیت نازل ہونے سے پہلے دعوتِ اسلام پوشیدہ طور پر کی جاتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اعلانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔

آیت 95 **شانِ نزول:** کفارِ قریش کے پانچ سردار عاص بن وائل سہمی، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس اور ولید ابن مغیرہ مخزومی، یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت ایذا دیتے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے، ایک روز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ یہ پانچوں آئے اور حسبِ دستور طعن و مذاق کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہوگئے۔ اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی، عاص کے قدموں، اسود بن مطلب کی آنکھوں، اسود بن عبد یغوث کے پیٹ اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میں ان کا شر دفع کروں گا چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ ہلاک ہوگئے، انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے میں ہم تمہیں کافی ہوں گے۔

آیت 96 فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب قیامت کے دن وہ اپنے برے کام کا انجام جان جائیں گے۔

آیت 97، 98 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی قوم کے مشرکوں کا آپ کو جھٹلانے، آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آپ کو ملال ہوتا ہے تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے تسبیح اور عبادت میں مشغول ہونا غم کا بہترین علاج ہے۔

آیت 99 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جب تک موت آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو جاتی اس وقت تک آپ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہیں۔ **درس:** بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ولی بن جائے، عبادات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آخری دم تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تو ہم کیا چیز ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو خود کو بڑے بلند مقام و مرتبہ پر فائز سمجھ کر عبادات کے معاملے میں خود کو بے نیاز جانتے ہیں۔

اٰیاتھا ١٢٨ ۔۔ ١٦ سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ ٧٠ ۔۔ رکوعاتھا ١٦

سورۂ نحل مکیہ ہے اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ① یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ بِالرُّوْحِ

اللہ کا حکم قریب آگیا تو تم اس کو جلدی طلب نہ کرو، (اللہ) ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے ○ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر

سورۂ نحل کا تعارف سورۂ نحل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ آیت ﴿فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ سے لے کر سورت کے آخر تک مدینہ طیبہ میں اتری، اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں۔ اس میں 16 رکوع اور 128 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 68 میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے اور عربی میں شہد کی مکھی کو "نحل" کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام "نحل" رکھا گیا۔ **سورۂ نحل کے بارے میں حدیث:** سورۂ نحل میں ایک آیت ہے جو تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے اور وہ یہ آیت ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (نحل: 90) ترجمہ: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (معجم کبیر، حدیث: 8658) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ نحل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت اور وحدانیت پر کثیر دلائل، میدانِ حشر میں کفار کی بری حالت کا ذکر، عہد پورا کرنے اور قسمیں نہ توڑنے کا حکم، قرآن پاک کے بارے میں کفار کے شبہات کا رد، حالتِ اکراہ میں کلمۂ کفر کہنے والے کا حکم، اپنی طرف سے چیزوں کو حلال یا حرام کہہ کر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی ممانعت، بیٹی کی ولادت پر کفار کے طرزِ عمل، جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد، فرشتوں کا کفار اور متقی مسلمانوں کی جان نکالنے کی کیفیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان، نیکی کی دعوت دینے کے اہم اصولوں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت دینے والے کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

آیت 1 **شانِ نزول:** جب کفار نے تکذیب اور استہزا کے طور پر اس عذاب کے نازل ہونے اور قیامت قائم ہونے کی جلدی کی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ جس کی تم جلدی کرتے ہو وہ بہت قریب ہے، اپنے وقت پر یقیناً واقع ہوگا اور جب واقع ہو گا تو تمہیں اس سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ ملے گی تو تم اس کے وقت سے پہلے اسے طلب نہ کرو۔ (خازن، 3/112) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے بالکل قریب بھیجا گیا ہوں تو مجھے قیامت سے صرف اتنی سبقت حاصل ہے جتنی اس انگلی یعنی درمیانی انگلی کو شہادت کی انگلی پر حاصل ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2220) مزید کافروں نے کہا کہ جن بتوں کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ بارگاہِ الٰہی میں ہماری شفاعت کر دیں گے تو ہمیں عذاب سے نجات مل جائے گی، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو نبوت، رسالت اور مخلوق کی طرف وحی کی تبلیغ کے لئے منتخب فرمالیا ہے ان پر وحی کے ساتھ فرشتوں کو نازل فرماتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو میرا انکار کرنے اور عبادت کے لائق ہونے میں بتوں کو میرا شریک ٹھہرانے پر

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

چاہتا ہے اس پر فرشتوں کو اپنے حکم سے روح یعنی وحی کے ساتھ نازل فرماتا ہے کہ تم ڈر سناؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ سے ڈروo

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔ وہ ان کے شرک سے بلند و بالا ہےo اس نے انسان کو منی سے

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ

پیدا کیا پھر جبھی وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا بن گیاo اور اس نے جانور پیدا کئے، ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور بہت سے فائدے

میرے قہر و غضب سے ڈرائیں۔ **اہم بات:** آیت میں ملائکہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، ان کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ "ملائکہ" ذکر فرمایا یا اس لئے کہ ان کے ساتھ وحی کی حفاظت کرنے والے دیگر فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ اور روح سے مراد وحی ہے۔ وحی کو روح اس لئے فرمایا گیا کہ جس طرح روح کے ذریعے جسم زندہ ہوتا ہے اور روح نہ ہو تو جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح وحی کے ذریعے دل زندہ ہوتا ہے اور جو دل وحی سے دور ہو مردہ ہو جاتا ہے۔

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے رب نے آسمانوں اور زمین کو باطل اور بے کار نہیں بلکہ حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے، انہیں عدم سے وجود میں لانے میں کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ انہیں پیدا کرنے پر کسی نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شریک کہاں سے آگیا؟ اللہ تعالیٰ تمہارے شرک اور تمہارے اس دعوے کہ "اللہ کے سوا اور بھی معبود ہیں" سے بلند و بالا ہے اور اس کی شان اتنی بلند ہے کہ کوئی اس کا مثل، شریک یا مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔

آیت 4 **شانِ نزول:** اُبی بن خلف مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا، ایک بار کسی مردے کی گلی ہوئی ہڈی اٹھالایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہنے لگا: آپ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندگی دے گا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عضو اور شکل رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو منی کے چھوٹے سے نہایت معمولی قطرے سے پیدا کیا اسے غذا اور رزق دیا اور اس کی پرورش کرتا رہا حتی کہ جب وہ اپنے قدموں پر چلنے کے قابل ہو گیا تو ان میں سے کئی ایسے سرکش بنے کہ انہوں نے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی، اپنے پیدا کرنے والے کا انکار کر دیا اور ان بتوں کی عبادت میں مصروف ہو گئے جو انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور کہنے لگے کہ "ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کر دے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں" اور اس ہستی کو بھول گئے جس نے گندے قطرے سے حسین صورتیں پیدا کر دیں۔

آیت 5 سابقہ آیات میں زمین و آسمان کی تخلیق اور انسان کی پیدائش کا ذکر ہوا اب ان چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے انسان اپنی ضروریات میں نفع اٹھاتے ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے اور بکریاں وغیرہ جانور پیدا کئے، ان کی کھالوں اور اُون سے تمہارے لیے گرم لباس تیار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں جیسے تم ان کی نسل سے دولت بڑھاتے ہو، ان کے دودھ پیتے ہو، ان پر سواری کرتے ہو اور تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔

وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۟ۙ﴿۵﴾ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ

ہیں اور ان سے تم (غذا بھی) کھاتے ہو○ اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے جب تم انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کیلئے

تَسْرَحُوْنَ ۪﴿۶﴾ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ

چھوڑتے ہو○ اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے،

اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۷﴾ وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا

بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے○ اور (اس نے) گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کئے) تاکہ تم ان پر سوار ہو اور یہ تمہارے لئے

وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا

زینت ہے اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں○ اور درمیان کا سیدھا راستہ (دکھانا) اللہ کے ذمہ کرم پر ہی ہے اور ان

آیت 6 ﴾ فرمایا کہ جب تم ان جانوروں کو شام کے وقت چراگاہوں سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت انہیں چرنے کے لئے چھوڑتے ہو تو اس وقت ان جانوروں کی کثرت اور بناوٹ دیکھ کر تمہیں خوشی حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری عزت، وجاہت اور مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔

آیت 7 ﴾ فرمایا کہ وہ جانور تمہارا سامان اور سفر کے دوران کام آنے والے آلات اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان، رحم والا ہے کہ اس نے تمہارے لئے یہ نفع دینے والی چیزیں پیدا کیں۔ **اہم باتیں:** (1) جانوروں پر سواری کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے البتہ جتنی ان میں بوجھ برداشت کرنے کی قوت ہو اسی حساب سے ان پر سامان لادا جائے۔ (2) کثیر احادیث میں جانوروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو ارشاد فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان پر اچھی طرح سوار ہوا کرو اور انہیں اچھی طرح کھلایا کرو۔ (ابو داود، حدیث: 2548)

آیت 8 ﴾ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لئے سواری اور دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ یہ تمہارے لئے زینت بھی ہیں اور جانوروں کی ان اقسام کے علاوہ ابھی مزید ایسی عجیب و غریب چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جن کی حقیقت اور پیدائش کی کیفیت تم نہیں جانتے۔ **اہم بات:** آخری الفاظ مبارکہ ”اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں“ میں وہ تمام چیزیں آگئیں جو آدمی کے فائدے اور راحت و آرام کے لئے اس وقت موجود نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا آئندہ پیدا کرنا منظور تھا جیسے بحری جہاز، ریل گاڑیاں، کاریں، بسیں، ہوائی جہاز اور اس طرح کی ہزاروں لاکھوں سائنسی ایجادات۔ ابھی آئندہ زمانے میں نہ جانے کیا کیا ایجاد ہو گا لیکن جو بھی ایجاد ہو گا وہ اس آیت میں داخل ہے۔

آیت 9 ﴾ رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر سیدھے راستے کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے اور ان راستوں میں

جَآئِرٌ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ

(راستوں) میں سے کوئی ٹیڑھا راستہ بھی ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا ○ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اس سے تمہارا

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ

(پینا) ہے اور اسی سے درخت (اگتے) ہیں جن سے تم (جانور) چراتے ہو ○ اس پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور

وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے ○ اور اس نے تمہارے لیے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا اور ستارے (بھی) اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے

ہے کچھ راستے صراطِ مستقیم سے منحرف ہیں، ان پر چلنے والا منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے تک پہنچا دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے کہ کچھ لوگ جنت کے قابل اور کچھ جہنم کے لائق ہیں عذاب کو ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ اہم بات: "قَصْدُ السَّبِيْلِ" سے مراد دینِ اسلام اور اہلسنت وجماعت ہے۔

آیت10 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا ذکر ہوا جو اس نے خاص انسانوں پر فرمائے اب ان نعمتوں کا بیان فرمایا جا رہا ہے جو انسانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حیوانات کے لئے بھی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا جو پینے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس سے نباتات اگتی ہیں جن سے تمام جانور نفع اٹھاتے ہیں۔

آیت11 حیوانات کے تفصیلی اور اجمالی ذکر کے بعد اب پھلوں کا تفصیلی اور اجمالی ذکر ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا: اس پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، پانی نازل کرنے اور اس سے طرح طرح کی اجناس پیدا کرنے میں ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے کمال علم، قدرت، حکمت اور صرف اسی کے معبود ہونے پر دلالت کرنے والی بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس کی صنعتوں میں غور وفکر کر کے ایمان قبول کر لیتے ہیں۔ اہم بات: کھیتی سے مراد وہ دانہ ہے جس سے غذا حاصل کی جاتی ہے جیسے گندم، جو اور ان جیسی دوسری چیزیں۔

آیت12 سابقہ آیت میں ان نعمتوں کا ذکر ہوا جو عالَمِ سفلی یعنی زمین اور اس پر موجود چیزوں میں ہیں یہاں ان نعمتوں کا بیان ہے جو عالَمِ علوی یعنی بادلوں، آسمانوں اور ان میں موجود چیزوں میں ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا اور ستارے بھی اسی کے حکم کے پابند ہیں، جو لوگ صحیح اور سلیم عقل رکھتے ہیں وہ ان چیزوں میں غور کر کے سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے اختیار سے ہر کام کرنے والا ہے اور تمام مخلوق اسی کی قدرت کے تحت ہے۔ اہم باتیں: (1) دن رات، سورج چاند اور ستاروں کی تسخیر یہ ہے کہ ہمارے کاموں اور فائدوں کے لئے سارا نظام چل رہا ہے۔ (2) ہر ذرہ معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

نشانیاں ہیں○ اور (اس نے تمہارے کام میں لگادیں) وہ مختلف رنگوں والی چیزیں جو اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیں۔ بیشک اس میں

لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا

نصیحت ماننے والوں کیلئے نشانی ہے○ اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دیدیئے تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ

وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

اور تم اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا

کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو○ اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے تاکہ زمین تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور اس نے نہریں اور راستے

لیکن اس کے لئے صحیح عقل کی ضرورت ہے۔ (3) علم طب، ریاضی اور فلکیات وغیرہ بہت عمدہ و اعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے معرفت الٰہی میں مدد ملتی ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تمہارے کام پر لگا دیا جو اس نے تمہارے لئے زمین میں حیوانات، درخت اور پھل وغیرہ پیدا کئے ہیں، وہ اپنی کثیر تعداد کے باوجود خلقت، ہیئت، کیفیت اور رنگ میں مختلف ہیں حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مکمل طور پر دوسرے کی طرح نہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر بڑی مضبوط دلیل ہے۔ بیشک اس میں نصیحت ماننے والوں کے لئے نشانی ہے۔

آیت 14 فرمایا کہ اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دے دیئے تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت یعنی مچھلی کھاؤ اور تم اس میں سے زیور یعنی گوہر و مرجان نکالو جسے تم پہنتے ہو اور اگر تم میں سے کوئی سمندر پر جائے تو وہ دیکھے گا کہ ہوا کا رخ ایک طرف ہونے کے باوجود بادبانی کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی آجا رہی ہیں اور سمندر کو تمہارے قابو میں اس لئے دیا تاکہ تم تجارت کی غرض سے سمندر میں سفر کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفع حاصل کرو اور جب تم اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ **اہم باتیں:** (1) سمندر کی تسخیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمندر سے نفع اٹھانے کی قدرت عطا کر دی، وہ کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعے اس میں سفر کر سکتے ہیں، غوطے لگا کر اس کی تہہ میں پہنچ سکتے ہیں اور اس میں سے شکار کر سکتے ہیں۔ (2) زیور پہننے سے مراد عورتوں کا پہننا ہے کیونکہ زیور عورتوں کی زینت ہے اور چونکہ عورتوں کا زیوروں کے ذریعے سجنا سنورنا مردوں کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے گویا یہ مردوں کی زینت اور لباس ہے۔

آیت 15 زمین میں پیدا کی گئی نعمتوں میں سے بعض کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈالے تاکہ وہ تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور اس نے زمین میں نہریں بنائیں اور راستے بنائے جن پر تم اپنے سفر کے دوران چلتے ہو اور اپنی

وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝١٥ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝١٦ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ

بنائے تاکہ تم راستہ پالو○ اور (راستوں کیلئے) کئی نشانیاں بنائیں اور لوگ ستاروں سے راستہ پالیتے ہیں○ تو کیا جو پیدا کرنے والا ہے

كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝١٧ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۚ

وہ اس جیسا ہے جو کچھ بھی نہیں بنا سکتا؟ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟○ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کر سکو گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٨ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝١٩ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو○ اور اللہ کے سوا جن کی یہ لوگ

ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہو تاکہ تم اپنی منزلوں تک راستہ پالو اور بھٹک نہ جاؤ۔

آیت 16 فرمایا کہ اور اللہ تعالیٰ نے راستوں کی پہچان کے لئے کئی نشانیاں بنائیں جیسے پہاڑ کہ دن میں لوگ ان کے ذریعے راستہ پاتے ہیں اور رات کے وقت خشکی اور تری میں ستاروں سے بھی راستہ پالیتے ہیں اور اس سے انہیں قبلہ کی پہچان ہوتی ہے۔

آیت 17 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، صنعت کے عجائبات اور انوکھی مخلوقات کا ذکر ہوا یہاں ان لوگوں سے کلام فرمایا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر عاجز و ناکارہ بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو اپنی قدرت و حکمت سے ان تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے، کیا وہ ان بتوں جیسا ہے جو عاجز ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں بنا سکتے! جب اللہ تعالیٰ ان جیسا ہے ہی نہیں تو عقل مند کو کب سزاوار ہے کہ ایسے خالق و مالک کی عبادت چھوڑ کر عاجز و بے اختیار بتوں کی پرستش کرے یا انہیں عبادت میں اس کا شریک ٹھہرائے۔

آیت 18 اوپر بیان کردہ نعمتیں اور ان کے علاوہ بندے کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں جیسے تندرست بدن، صحیح آنکھیں، عقل سلیم، ایسی سماعت جو چیزوں کو سمجھنے میں مددگار ہے، ہاتھوں کا پکڑنا، پاؤں کا چلنا وغیرہ اور جتنی نعمتیں بندے پر فرمائی ہیں جیسے بندے کی دینی و دنیوی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئیں تمام چیزیں، یہ اتنی کثیر ہیں کہ اگر تم انہیں شمار کرنے کی کوشش کرو اور اس کام میں اپنی زندگیاں صرف کردو تو بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جیسا شکر ادا کرنا تم پر لازم ہے اگر تم ویسا نہ کر سکو تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری تقصیر معاف کرنے والا ہے، وہ شکر ادا کرنے میں تمہاری تقصیر کے باوجود تم پر نعمتیں وسیع فرماتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے تمہیں اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرماتا۔

آیت 19 فرمایا کہ تم اپنے عقائد و اعمال میں سے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ درس: اس میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو لوگوں سے چھپ کر برے اعمال کرتا اور ان کے لوگوں پر ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے جبکہ اس رب سے نہیں ڈرتا جو تنہائیوں اور خلوتوں کے اعمال بھی جانتا ہے۔

آیت 20 فرمایا کہ کفار اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات پر قادر نہیں کہ کوئی چیز پیدا کر سکیں بلکہ وہ خود

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

عبادت کرتے ہیں وہ تو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود بنائے جاتے ہیں ۝ بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں خبر نہیں

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ ع

کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے ۝ تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں

وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور وہ متکبر ہیں ۝ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ مغروروں کو پسند

پتھروں اور لکڑی وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں "یَدْعُوْن" کا معنی عبادت کرنا ہے، قرآن پاک میں لفظ "دُعا" عبادت کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔

آیت 21 جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ ہوتے، انہیں کبھی موت نہ آتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، زندہ نہیں اور ان بتوں کو خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے مجبور، بے جان اور بے علم معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ **اہم بات:** تمام مستند مفسرین نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ ان سے مراد بت ہیں، کسی بھی مستند مفسر نے ان آیات کا مصداق انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کو قرار نہیں دیا کیونکہ انبیاء تو اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام کر دیا پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ) نیز شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام کا مسجد اقصیٰ میں جمع ہونا، بعض کا آسمانوں پر ہونا صحیح احادیث میں موجود ہے۔

آیت 22 اس سے ماقبل آیات میں ذکر کیے گئے قطعی دلائل سے ثابت ہوا کہ عبادت کا مستحق ایک معبود یعنی اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں نظیر و شریک سے پاک ہے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والے ہیں اور وہ متکبر ہیں کہ حق ظاہر ہو جانے کے باوجود اس کی پیروی نہیں کرتے۔ **اہم بات:** یہاں آیات میں نہایت نفیس ترتیب ہے کہ پہلے کثیر دلائل بیان فرمائے اور اب ان دلائل کا اہم ترین نتیجہ توحیدِ باری تعالیٰ کی صورت میں بیان فرمایا اور دلائل و نتیجہ میں بھی کس قدر عمدہ کلام فرمایا کہ کوئی منطق کی باریکیاں اور فلسفے کی موشگافیاں نہیں بلکہ انتہائی عام فہم انداز میں فطرتِ انسانی کے قریب ترین دلائل کو جمع کرتے ہوئے بات کو سمجھا دیا گیا۔ یہی وہ قرآنی اسلوب ہے جو دل ودماغ کو تسخیر کر دینے والا ہے۔

آیت 23 حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے انکار اور ان کے غرور و تکبر کو جانتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا، خواہ مومن ہو یا کافر۔ حدیث پاک میں ہے: قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا اور لوگ ان کو روندیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہو گی۔ (رسائل ابن ابی دنیا، التواضع والخمول، 2/578، حدیث: 224)

تکبر کی تعریف: حدیث پاک میں ہے: تکبر حق بات کو جھٹلانے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ (مسلم، حدیث: 147(91))

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لا

نہیں فرماتا○ اور جب ان سے کہا جائے: تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں○

لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ

سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں○ بیشک ان سے پہلے لوگوں نے مکروفریب کیا تھا تو اللہ نے ان کی تعمیر کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا

آیت 24 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کے رد میں دلائل بیان ہوئے اب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات بیان کئے جارہے ہیں۔ **شانِ نزول:** نضر بن حارث نے بہت کہانیاں یاد کرلی تھیں، اس سے جب کوئی قرآنِ کریم کی نسبت دریافت کرتا تو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہہ دیتا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، ایسی کہانیاں مجھے بہت یاد ہیں۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جنہوں نے مکہ مکرمہ کے داخلی راستوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا، یہ لوگ حج کے لئے آنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے اور جب کوئی شخص ان سے دریافت کرتا کہ تمہارے رب نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کیا نازل فرمایا ہے؟ تو یہ کہتے: پہلے لوگوں کے جھوٹے افسانے ہیں، کوئی ماننے کی بات نہیں۔

آیت 25 جن کافروں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قرآنِ پاک کو پہلے لوگوں کی داستانیں کہا، ان کا انجام یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور گمراہی کے بوجھ پورے اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) کافروں پر دنیا میں آنے والی مصیبتوں کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں تمام گناہوں کی سزا ملے گی جبکہ مومنوں پر دنیا میں آنے والی مصیبتیں ان کے گناہوں کو مٹا دیں گی یا ان کے درجات بلند کردیں گی۔ (2) قوم کا امیر، سردار یا رہنما جو برا طریقہ ایجاد کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں تو اسے برا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ اور پیروی کرنے والوں کے گناہ کے برابر مزید گناہ ملے گا۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم، حدیث: 6، (2674))

آیت 26 پچھلی اُمتوں نے اپنے رسولوں علیہم السلام کے ساتھ مکر کرنے کے لئے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود انہیں کے منصوبوں میں ہلاک کردیا اور اُن کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہوگئے، اسی طرح کفار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہوئے اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا۔

فخر عليهم السقف من فوقهم واتىهم العذاب من حيث لا يشعرون ﴿٢٦﴾

اور اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہیں تھی۔

ثم يوم القيمة يخزيهم ويقول اين شركاءي الذين كنتم تشاقون فيهم

پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم جھگڑتے تھے؟

قال الذين اوتوا العلم ان الخزي اليوم والسوء على الكفرين ﴿٢٧﴾ الذين تتوفىهم

علم والے کہیں گے: بیشک آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔ فرشتے ان کافروں کی جان اس حال میں

الملئكة ظالمي انفسهم فالقوا السلم ما كنا نعمل من سوء بلى ان الله

نکالتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ صلح کی بات پیش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے۔ (فرشتے

عليم بما كنتم تعملون ﴿٢٨﴾ فادخلوا ابواب جهنم خلدين فيها فلبئس مثوى

کہتے ہیں:) ہاں کیوں نہیں، بیشک اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ تو اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے تو

آیت 27 کفار پر صرف دنیا میں ہی عذاب نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی انہیں رسوا کرے گا اور انہیں سختی سے فرمائے گا: وہ کہاں ہیں جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک سمجھتے تھے اور ان کے بارے میں تم مومنوں سے جھگڑتے تھے۔ بروزِ قیامت جب اہلِ ایمان کو طرح طرح کی عظمتوں اور شرافتوں سے نوازا جائے گا اور کافروں کو رسوائی کے ساتھ مختلف قسم کے عذابوں میں گرفتار کیا جائے گا تو انبیاء اور علما جو انہیں دنیا میں ایمان کی دعوت دیتے اور نصیحت کرتے تھے اور یہ لوگ ان کی بات نہ مانتے تھے، وہ حضرات ان کافروں سے کہیں گے: بے شک آج ساری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔ **اہم بات:** علما کا درجہ دنیا میں بھی اعلیٰ ہے اور آخرت میں بھی اعلیٰ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کا قول بیان فرمایا ہے۔

آیت 28 فرمایا کہ فرشتے جب کافروں کی جان نکالتے ہیں تو اس وقت یہ گفتگو ہوگی یا جب قیامت کے دن عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خوف کی شدت سے اپنے دنیوی طرزِ عمل کے برخلاف اسلام کی حقانیت تسلیم کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں کوئی شرک نہیں کیا کرتے تھے، یوں وہ اپنے کفر و سرکشی سے مکر جائیں گے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور علما ان کا رد کرتے ہوئے کہیں گے: ہاں، کیوں نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے، وہ تمہیں ان کی سزا دے گا لہٰذا تمہارے انکار کا کوئی فائدہ نہیں۔

آیت 29 اور ان سے کہا جائے گا: تو اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے تو ایمان سے تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۲۹ وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ

تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ۝ اور متقی لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: بھلائی نازل فرمائی۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ ۙ

جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی، ان کے لیے بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بیشک پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے ۝

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ

ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان کیلئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے۔

آیت 30 عرب کے قبائل حج کے دنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حال کی تحقیق کے لئے قاصد بھیجتے تھے، مکہ کے داخلی راستوں پر انہیں کفار کے کارندے ملتے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق جھوٹی باتیں کہتے اور ملاقات سے روکتے، لیکن جب قاصد مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے اور پوچھتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حالات، کمالات اور قرآن کریم کے مضامین سے مطلع کرتے، ان کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا کہ جب ایمانداروں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں: ہمارے رب نے قرآن شریف نازل فرمایا جو تمام خوبیوں کا جامع، حسنات وبرکات کا منبع اور دینی ودنیوی، ظاہری وباطنی کمالات کا سرچشمہ ہے۔ جن لوگوں نے دنیا کی زندگی میں اچھے عمل کیے تو ان کے لئے آخرت میں اچھا اجر ہے یا یہ معنی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے انہیں دنیا میں بھی اچھا اجر ملے گا۔ آیت میں مزید فرمایا: اور بے شک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بے شک پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ اہم باتیں: (1) اچھے اجر سے مراد ثواب عظیم ہے یا یہ مراد ہے کہ ان کی نیکیوں کا ثواب 10 سے لے کر 700 گنا تک بڑھا دیا جائے گا یا بے حساب اجر عطا کیا جائے گا۔ (2) دنیا میں حاصل ہونے والے اچھے اجر کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت وعقیدت پیدا کردے گا، مسلمان ان کے فضائل ومناقب بیان کریں گے اور ان کی عزت وتعظیم کریں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں پاکیزہ زندگی، فتح وکامیابی اور وسیع رزق وغیرہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف چھپانا کفار کا جبکہ عظمت وشان بیان کرنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

آیت 31 فرمایا کہ آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں پرہیز گار داخل ہوں گے، ان باغات میں جنتیوں کے گھروں، محلات اور رہائش گاہوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان کے لئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے اور یہ بات جنت کے سوا کسی کو کہیں حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝٣١ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ

اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے ○ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہوئے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو،

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٣٢ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ

تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ ○ یہ کافر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تمہارے

اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

رب کا عذاب آجائے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا تھا اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ۝٣٣ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٣٤ ع

کرتے تھے ○ تو ان کے اعمال کی برائیاں ان پر آپڑیں اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا ○

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا

اور مشرک کہنے لگے: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے

آیت 32 پرہیزگاروں کے بارے میں فرمایا گیا کہ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ شرک و کفر سے پاک ہوتے ہیں، ان کے اقوال، افعال، اخلاق اور خصلتیں پاکیزہ ہوتی ہیں، نیکیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں، حرام اور ممنوع افعال کے داغوں سے ان کا دامن عمل میلا نہیں ہوتا، روح قبض ہونے کے وقت اُن کو جنت و رضوان اور رحمت و کرامت کی بشارتیں دی جاتی ہیں، اس حالت میں موت انہیں خوشگوار معلوم ہوتی ہے، جان فرحت و سُرور کے ساتھ جسم سے نکلتی ہے اور ملائکہ عزت کے ساتھ اس کو قبض کرتے ہیں۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو اور آخرت میں یا روح نکلتے وقت اُن سے کہا جائے گا کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے آجائیں یا تمہارے رب کا دنیا میں یا روزِ قیامت والے عذاب کا حکم آجائے۔ ان سے پہلی امتوں کے کفار نے بھی ایسے ہی کیا تھا، انہوں نے اپنے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا کر کے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی کفر اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

آیت 34 فرمایا کہ انہوں نے اپنے خبیث اعمال کی سزا پائی اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر نازل ہو گیا۔

آیت 35 مشرکینِ مکہ مذاق کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر بحیرہ و سائبہ جانور وغیرہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان کی مراد یہ

وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

اور نہ اس کے (حکم کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو رسولوں پر تو

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝٣٥ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

صاف صاف تبلیغ کردینا ہی لازم ہے ○ اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے

الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے ہدایت دیدی اور کسی پر گمراہی ثابت ہوگئی تو تم زمین میں چل پھر کر

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٣٦ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ

دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ ○ اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرتے ہو تو بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے

تھی کہ ان کا شرک کرنا اور ان چیزوں کو حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ اپنے رسولوں علیہم السلام کی تکذیب کی، حلال کو حرام کیا اور ایسی ہی مذاق اڑانے والی باتیں کہیں، رسولوں علیہم السلام پر تو صاف صاف تبلیغ کر دینا یعنی حق کو ظاہر کر دینا اور شرک کے باطل و قبیح ہونے پر مطلع کر دینا ہی لازم ہے، ہدایت دینا ان پر لازم نہیں۔ جبریہ فرقے کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ بندہ مجبور محض ہے اور یہ عقیدہ باطل ہے۔

آیت 36 فرمایا کہ جس طرح ہم نے تم میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا اسی طرح ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا اور ہر رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے فرمائیں کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور شیطان کی پیروی کرنے سے بچو تو ان امتوں میں کسی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور کسی پر علم الٰہی میں گمراہی ثابت ہو گئی تو وہ اپنی ازلی شقاوت کی وجہ سے کفر پر مرے اور ایمان سے محروم رہے۔ اے کفارِ مکہ! تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا، ان کی اجڑی ہوئی بستیاں ان کی بربادی کی خبر دیتی ہیں، انہیں دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی ان کی طرح کفر و تکذیب پر مُصر رہے تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر امت میں رسول بھیجنے سے یہ مراد نہیں کہ ہر چھوٹے بڑے علاقے میں رسول بھیجا گیا بلکہ کسی جگہ رسول بھیجا گیا اور کسی جگہ اس کی رسالت کا پیغام پہنچا دیا گیا۔ (2) تاریخ و جغرافیہ بہت مفید علم ہیں کہ ان سے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جب ہی ہے کہ تاریخ و جغرافیہ صحیح ہو اور صحیح نیت سے پڑھے۔

آیت 37 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یہ لوگ ان میں سے ہیں جن کی گمراہی ثابت ہو چکی اور ان کی شقاوت ازلی ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ ان مشرکین کی ہدایت کی حرص کریں تو بے شک جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں لہٰذا اس بارے میں آپ کوشش نہ فرمائیں اور جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے وہ ان تک پہنچا دیں تا کہ حجت تمام ہو جائے اور جب اللہ تعالیٰ ان کے عذاب کا ارادہ فرمائے گا تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ اور ان کے عذاب کے درمیان حائل ہو کر ان کی مدد کرے۔

يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ

وہ گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں○ اور انہوں نے بڑی کوشش کر کے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا

بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ ۙ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ

کیوں نہیں؟ یہ سچا وعدہ اس کے ذمہ پر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○ تاکہ انہیں واضح کر کے وہ بات بتادے جس میں جھگڑتے

فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ

تھے اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے○ جب ہم کوئی چیز چاہیں تو اسے ہمارا صرف یہی فرمانا ہوتا ہے کہ ہم اسے

ع اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾ ۧ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

کہیں "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جاتی ہے○ اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں

آیت 38 یہ مشرکوں کا عمومی انکار ہے کہ وہ بڑی پختگی اور یقین کے ساتھ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کیوں مُردوں کو نہیں اٹھائے گا؟ یقیناً اٹھائے گا۔ یہ اس کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ اس اُٹھائے جانے کی حکمت اور اُس کی قدرت نہیں جانتے۔

آیت 39 اللہ تعالیٰ انہیں اس لئے اٹھائے گا تاکہ انہیں واضح کر کے وہ بات بتادے جس میں وہ مسلمانوں سے جھگڑتے تھے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے اور اس لئے اٹھائے گا تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے اور مردوں کو زندہ کیے جانے کا انکار غلط تھا۔

آیت 40 فرمایا کہ جب ہم کسی چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کریں تو اس سے ہم صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ "ہو جا" تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر مقدور چیز کو وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا زیادہ آسان ہے تو مرنے کے بعد اٹھانا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

آیت 41 یہ آیت ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں اتری جن پر اہلِ مکہ نے بہت ظلم کئے اور انہیں دین کی خاطر وطن چھوڑنا پڑا۔ فرمایا گیا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ یعنی مدینہ طیبہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ اگر کافر یہ بات جانتے کہ آخرت کا ثواب دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ بڑا ہے تو وہ اس کی طرف راغب ہوتے یا یہ معنی ہے کہ اگر مہاجرین کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں کتنی بڑی نعمتیں تیار کی ہیں تو جو مصیبتیں اور تکلیفیں انہیں پہنچیں، ان پر صبر کرنے کی اور زیادہ کوشش کرتے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہجرت کرنے سے رہ گئے وہ اگر جانتے کہ ہجرت کا اجر کتنا عظیم ہے تو وہ بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے۔ اہم باتیں: (1) مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑی فضیلت والے ہیں کہ ان کے لئے بڑے اجر کا وعدہ ہے اور ان کے خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہجرت کرنے کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ (2) آیت سے شہرِ محبوب و دیارِ مرغوب، مدینہ منورہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ یہاں اسے حَسَنَة فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ۔

فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی

دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ کسی طرح لوگ جانتے ○ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے

رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـٴَـلُوْۤا اَهْلَ

رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ○ اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ

علم والوں سے پوچھو ○ (ہم نے) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (رسولوں کو بھیجا) اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ

آیت 42 عظیم ثواب کے حق دار وہ ہیں جنہوں نے اپنے وطن مکہ مکرمہ سے جدا ہونے پر صبر کیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور سب کے دل میں اس کی محبت بسی ہوئی ہے، یونہی کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں اور جان و مال خرچ کرنے پر صبر کیا اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں اور مخلوق سے رشتہ منقطع کر کے بالکل حق کی طرف متوجہ ہیں۔

آیت 43 **شانِ نزول:** مشرکین مکہ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے، ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے، ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مزید فرمایا: اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں یعنی اہل کتاب سے پوچھو تاکہ وہ تمہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں میں انسانوں ہی کو بھیجا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کفار مکہ کو اہل کتاب سے دریافت کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ اہل کتاب کے پاس سابقہ کتابوں کا علم ہے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تھے۔ (2) آیت کے الفاظ کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مسئلے کا علم نہ ہو اس کے بارے میں علما کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ یہ آیت تقلید کے جواز بلکہ حکم پر بھی دلالت کرتی ہے۔

آیت 44 فرمایا کہ ہم نے روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ رسولوں کو بھیجا اور اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ اس کتاب میں موجود احکام، وعدہ اور وعید کو اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کر دیں اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں، ان میں موجود حقائق اور عبرت انگیز چیزوں پر مطلع ہوں اور ان کاموں سے بچیں جن کی وجہ سے سابقہ امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ **اہم بات:** تبیین قرآن یعنی قرآن کو کھول کر بیان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذمہ داری تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر، قابل قبول اور لائق عمل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآن پاک میں موجود احکام وغیرہ کو اپنے اقوال و افعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال اور افعال ہی کا تو نام

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

تم لوگوں سے وہ بیان کر دو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ تو کیا بری سازشیں کرنے والے اس بات سے

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ

بے خوف ہو گئے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو۔ یا انہیں چلتے پھرتے

تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾

پکڑ لے تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یا انہیں آہستہ آہستہ نقصان پہنچاتے ہوئے پکڑ لے تو بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

درس: قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھ کر اور اس میں بیان کیے گئے احکام، عبرت انگیز واقعات، موت کے وقت کی آفات، گناہگاروں اور کافروں پر ہونے والے جہنم کے عذابات اور نیک مسلمانوں کو ملنے والے جنت کے انعامات وغیرہ میں غور و فکر کرتے ہوئے اس کی تلاوت کرے۔

آیت 45 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کفارِ مکہ سازشیں کرتے، انہیں ایذائیں پہنچانے کی کوشش میں رہتے اور چھپ چھپ کر فساد پھیلانے کی تدبیریں کرتے ہیں، کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے جیسے قارون کو دھنسا دیا تھا یا ان پر آسمان سے اچانک عذاب نازل ہو جائے جیسے قومِ لوط پر ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ "مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو" سے مراد یومِ بدر ہے کیونکہ کفار کے بڑے بڑے سردار اس دن ہلاک کر دیئے گئے اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی ہلاکت کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔

آیت 46 فرمایا کہ کیا وہ اس بات سے ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر کسی بھی حالت میں یا سفر میں عذاب نازل کر دے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے شہروں میں ہلاک کرنے پر قادر ہے اسی طرح سفر کے دوران بھی انہیں ہلاک کرنے پر قادر ہے، یہ کسی دور دراز کے علاقے میں جا کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

آیت 47 اللہ تعالیٰ شروع سے ہی انہیں عذاب میں گرفتار نہیں کرے گا بلکہ پہلے خوف میں اس کے بعد عذاب میں گرفتار کرے گا۔ خوف میں مبتلا کرنے کی صورت یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو ہلاک کر دے گا تو اس کے قریب والے اس خوف میں مبتلا ہو جائیں گے کہ کہیں ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ طویل عرصہ تک وہ اس خوف اور وحشت میں مبتلا رہیں گے، اس کے بعد ان پر عذاب آئے گا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل نہیں کرے گا بلکہ ان کی جانوں اور مالوں کو تھوڑا تھوڑا کم کرتا رہے گا یہاں تک کہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ چونکہ بہت مہربان اور رحمت والا ہے اس لئے وہ اکثر امور میں مہلت دے دیتا ہے اور عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ

اور کیا انہوں نے اس طرف نہ دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتے ہیں

وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓىِٕكَةُ

اور وہ سائے عاجزی کر رہے ہیں ○ اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں

وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور فرشتے غرور نہیں کرتے ○ وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے ○

وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

اور اللہ نے فرما دیا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو ○

آیت 48 اللہ تعالیٰ نے سایہ دار جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کا حال یہ ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت اُس کا سایہ دائیں طرف اور سورج غروب ہوتے وقت بائیں طرف جھک جاتا ہے، سائے کا ایک سے دوسری طرف منتقل ہونا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا اور اس کی بارگاہ میں اپنی عاجزی و انکساری اور کمزوری کا اظہار کرنا ہے کیونکہ سایہ دائیں اور بائیں جھکنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند اور اسی کے آگے مسخر ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ظاہر ہے اور جب کفار سایہ دار چیزوں کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس میں غور و فکر کر کے عبرت و نصیحت حاصل کریں کہ سایہ وہ چیز ہے جس میں عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت نہیں رکھی گئی تو جب وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے اور صرف اسی کو سجدہ کر رہا ہے تو انسان جسے عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت دی گئی ہے اسے زیادہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور صرف اسی کے آگے سجدہ ریز ہو۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے، مسلمانوں اور فرشتوں کا سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور ان کے ماسوا کا سجدہ سجدہ بہ معنی اطاعت اور عاجزی ہے اور اگر باقاعدہ سجدہ ہی مراد ہو تو بھی حق ہے کہ کسی چیز کی حقیقت ہمیں معلوم نہ ہونا ہمارے علم کی کمی کی دلیل ہے، اس بات کی نہیں کہ وہ چیز ہی نہیں ہو سکتی۔ (2) یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت لازم ہو جائے گا۔ (3) فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ غرور نہیں کرتے، اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اپنے پیدا کرنے والے کے اطاعت گزار ہیں اور کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

آیت 50 فرمایا کہ فرشتے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی بلکہ اس کے ہر حکم کو پورا کیا اور ممنوعہ کاموں سے باز رہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مکلف ہیں۔

آیت 51 سابقہ آیات میں بتایا گیا کہ تمام کائنات بارگاہِ الٰہی میں عاجزی، حکمِ الٰہی کی اطاعت اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی ہے نیز سب اس کی ملکیت میں اور اسی کی قدرت و تصرف کے تحت ہیں اب یہاں شرک اور دو خدا ٹھہرانے سے ممانعت فرمائی جا رہی ہے، ارشاد فرمایا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور فرمانبرداری (کا حق) ہمیشہ اسی کیلئے ہے۔ تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے؟○

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ

اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو○ پھر جب وہ تم سے

الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ

برائی ٹال دیتا ہے تو اس وقت تم میں ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے○ تا کہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں

آیت 52 آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان میں سے کسی چیز میں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے انہیں پیدا کیا، وہی انہیں رزق دیتا ہے، اسی کے دستِ قدرت میں ان کی زندگی اور موت ہے اور ہمیشہ کے لئے اطاعت و فرمانبرداری کا وہی مستحق ہے، تو اے لوگو! کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خوف کھاؤ گے اور اس بات سے ڈرو گے کہ اگر تم نے صرف اپنے رب کی عبادت کی تو وہ تم سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں چھین نہ لے۔

آیت 53 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے بدنوں میں جو عافیت، صحت اور سلامتی ہے اور تمہارے مالوں میں جو نشو و نما ہو رہی ہے، تمہارے پاس یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کیونکہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں اور جب تمہارے بدن کسی بیماری میں مبتلا ہوتے اور تمہاری عیش و عشرت میں کمی واقع ہوتی ہے تو تم صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہو اور اسی سے مدد طلب کرتے ہو تاکہ وہ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔

آیت 54 پھر جب اللہ تعالیٰ تمہاری بدنی بیماریاں دور کر کے تمہیں عافیت عطا کر دے، تمہاری معاشی پریشانی ختم کر دے اور تم پر آنے والی مصیبتیں ٹال دے تو تم میں سے ایک گروہ عبادت میں غیروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے لگ جاتا ہے، بتوں کی عبادت میں مشغول ہونے کے ساتھ بتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا جس نے اس کی مشکلات دور کر کے انہیں آسانیاں عطا کیں۔

آیت 55 لوگوں نے مصیبت دور کرنے میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور شریک ٹھہرانے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ ان نعمتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ تم اس دنیا کی زندگی میں اپنی مدت پوری ہونے تک فائدہ اٹھالو، جب تم زندگی کا وقت پورا کر کے اپنے رب سے ملو گے تو اپنے کیے ہوئے اعمال کا وبال جان جاؤ گے اور اپنے برے کاموں کا انجام دیکھ لو گے۔ اس وقت تمہیں ندامت تو بہت ہو گی لیکن وہ ندامت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ درس: فی زمانہ اگر لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو شاید لاکھوں میں ایک انسان بھی ایسا نظر نہ آئے جو بیماری، تکلیف اور پریشانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہ مانگتا ہو اور اپنے گناہوں سے توبہ کا ارادہ نہ کرتا ہو لیکن مصائب ختم ہو جانے کے بعد اس کا جو حال ہوتا ہے" وہ سب کے سامنے ہے۔

فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ یَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ
تو کچھ فائدہ اٹھالو تو عنقریب تم جان جاؤ گے ○ اور (کافر) ہماری دی ہوئی روزی میں سے انجانی چیزوں کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم!
لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَ لَهُمْ
اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم جھوٹ باندھتے تھے ○ اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ پاک
مَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا
ہے اور اپنے لیے وہ (مانتے ہیں) جو اپنا جی چاہتا ہے ○ اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے
وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ
اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے ○ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں

آیت 56 مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے جو فصلیں اور مویشی عطا فرمائے وہ ان میں سے اُن بتوں کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں وہ معبود کہتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی شفاعت کریں گے حالانکہ بتوں میں یہ اوصاف موجود نہیں کیونکہ وہ تو پتھر ہیں، نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت کہاں سے رکھیں گے۔ مزید ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم بتوں کو معبود، تقرب کے لائق اور بت پرستی کو خدا کا حکم بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت 57 فرمایا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسے بنو خزاعہ اور کنانہ کے لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی شان میں ایسا کہنا بے ادبی و کفر ہے۔ ان کافروں میں کفر کے ساتھ بدتمیزی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جو مطلقاً اولاد سے پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ثابت کرنا ہی عیب لگانا ہے، اس کے لئے اولاد میں بھی وہ ثابت کرتے ہیں جس کو اپنے لئے حقیر اور عار کا سبب جانتے ہیں۔

آیت 58 جو مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دے رہے ہیں جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غم، پریشانی اور ناپسندیدگی کی وجہ سے سارا دن اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ **اہم بات:** لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے، فی زمانہ مسلمانوں میں بھی کئی جگہ بیٹی پیدا ہونے پر غمزدہ ہو جانے، چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے، صرف بیٹیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ماؤں پر ظلم و ستم کرنے اور انہیں طلاقیں دے دینے تک کی وبا عام ہے حالانکہ بیٹی پیدا ہونے اور اس کی پرورش کی بہت فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ در گور نہ کرے، اسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداؤد، حدیث: 5146)

آیت 59 زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کسی شخص کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہونے کا وقت بالکل قریب آتا تو وہ بچہ پیدا ہو جانے

فِي التُّرَابِ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ

دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں ○ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کیلئے بری حالت ہے

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ ع

اور اللہ کی سب سے بلند شان ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑ لیتا تو

عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کی مدت آجائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی

تک اپنی قوم سے چھپا رہتا، پھر اگر معلوم ہوتا کہ بیٹا پیدا ہوا ہے تو خوش ہوتا اور قوم کے سامنے آجاتا اور اگر پتا چلتا کہ بیٹی پیدا ہوئی ہے تو غمزدہ ہوتا اور شرم کے مارے کئی دن تک لوگوں کے سامنے نہ آتا۔ اس دوران غور کرتا رہتا کہ اس بیٹی کے ساتھ وہ کیا کرے؟ آیا ذلت برداشت کر کے اپنے پاس رکھے یا زندہ دفن کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں یعنی ان مشرکین نے جو فیصلہ کیا وہ کتنا برا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں جو انہیں اپنے لئے انتہائی ناگوار ہیں اور یونہی یہ بات کتنی بری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت ہی نہیں رکھتے اور جس رب نے انہیں پیدا کیا اور ان پر احسانات فرمائے اسے چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اہم بات: زمانہ جاہلیت میں کفار مختلف طریقوں سے بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے، بعض گڑھا کھودتے اور بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا بند کر دیتے اور بعض پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے۔ یہ اسلام کا احسان ہے جس نے دنیا میں اس ظلم کا خاتمہ کر کے سب سے پہلے عورت کو حقوق عطا فرمائے اور اسے عزت و وقار سے نوازا۔

آیت 60 فرمایا کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے بری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بلند شان ہے اور وہی عزت والا اور اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 61 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیتا اور عذاب میں جلدی فرماتا تو زمین پر کوئی چلنے والا یعنی کسی کافر کو نہ چھوڑتا بلکہ سب کو ہلاک کر دیتا۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ روئے زمین پر کسی چلنے والے کو باقی نہ چھوڑتا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو کوئی زمین پر تھا ان سب کو ہلاک کر دیا، صرف وہی باقی رہے جو زمین پر نہ تھے بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظالم باپ دادا کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیتا تو ان کی نسلیں منقطع ہو جاتیں اور زمین میں کوئی باقی نہ رہتا۔ فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ظلم پر پکڑ نہیں فرماتا بلکہ اپنے فضل و کرم اور علم کی وجہ سے انہیں زندگی کا وقت پورا ہونے تک یا قیامت آنے تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کی مقررہ مدت آجائے گی تو وہ اس مدت سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ

پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی آگے بڑھیں گے ○ اور اللہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو (خود) ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں

اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ

کہ ان کے لیے بھلائی ہے۔ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ (جہنمیوں کے) آگے آگے جانے والے ہوں گے ○ اللہ کی قسم!

لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ

ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے لوگوں کیلئے ان کے اعمال کو خوشنما بنادیا تو آج وہی ان کا ساتھی ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں کیلئے وہ بات واضح کردو جس میں

آیت 62 فرمایا کہ مشرکین اپنے لئے بیٹیاں اور یہ بات ناپسند کرتے ہیں کہ ان کی ملکیت میں کوئی دوسرا ان کا شریک بنے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے انہی چیزوں کا دعویٰ کرتے ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناقص اور بتوں کے لئے اعلیٰ مال جدا کرتے ہیں، اس کے باوجود خود کو حق پر گمان کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سچے ہوں اور مخلوق مرنے کے بعد پھر اٹھائی جائے تو جنت ہمیں ہی ملے گی کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی جھوٹی بات کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ جہنمیوں کے آگے آگے جانے والے ہوں گے اور جہنم ہی میں چھوڑ دیے جائیں گے۔

آیت 63 اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم بیان کرکے فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے سابقہ امتوں کی طرف جتنے رسول بھیجے، انہوں نے بھی آپ کی طرح اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی جبکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور بتوں کی عبادت پر قائم رہنے کو لوگوں کی نظروں میں خوشنما بنادیا حتی کہ انہوں نے اپنے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو رد کردیا تو دنیا یا آخرت میں شیطان ہی ان کا ساتھی ہے اور وہ نہایت برا ساتھی ہے۔ بروز قیامت شیطان ان کی کوئی مدد نہیں کرسکے گا بلکہ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

آیت 64 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے امور دین سے وہ بات واضح کردیں جس میں انہیں اختلاف ہے جیسے توحید، عبادات اور معاملات کے احکام، یوں آپ کے بیان کے ذریعے ان پر حجت قائم ہو جائے اور ہم نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ ایمان والے ہی اس سے نفع اٹھاسکتے ہیں۔ اہم بات: قرآن کریم کے احکام وحقائق بیان کرنے کا منصب اصلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے اور ان کی پیروی میں ان کے وارثوں یعنی علماء حق کا ہے جو ظاہر وباطن، شریعت وطریقت کی پیچیدگیاں اور اختلافی امور کی وضاحت کردیتے ہیں۔

اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٦٤﴾ وَاللَّهُ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ

انہیں اختلاف ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے

ع ۱۴ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ

زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا۔ بیشک اس میں سننے والوں کے لئے نشانی ہے ○ اور بیشک تمہارے لیے مویشیوں میں غور و فکر

لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا

کی باتیں ہیں (وہ یہ کہ) ہم تمہیں ان کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) پلاتے ہیں جو پینے والے کے

لِّلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ

گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے ○ اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کوئی پھل وہ ہے کہ اس سے تم نبیذ اور اچھا رزق بناتے ہو

آیت 65 اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرت کے کمال کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے زمین کو خشک اور بے سبزہ ہونے کے بعد سرسبزی و شادابی بخش کر زندہ کر دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے لیکن اس بات کو سمجھنا ان لوگوں کا کام ہے جو دل سے سنتے اور غور کر کے اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ جو قادرِ برحق زمین کو اس کی موت یعنی خشک ہو جانے کے بعد زندگی دیتا ہے وہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بے شک زندہ کرنے پر قادر ہے۔

آیت 66 اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کی نشانیاں ہر چیز میں موجود ہیں حتّٰی کہ اگر تم اپنے مویشیوں میں غور کرو تو تمہیں غور و فکر کی بہت سی باتیں مل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائب اور اس کی قدرت کے کمال پر آگاہی حاصل ہو گی۔ غور کرو کہ ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے، جس میں کسی چیز کی آمیزش کا کوئی شائبہ نہیں حالانکہ ان کے جسم میں غذا کا ایک ہی مقام ہے جہاں چارا، گھاس، بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور دودھ، خون گوبر سب اسی غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتا۔ اس سے حکمتِ الٰہی کی عجیب کاریگری کا اظہار ہے۔ **اہم بات:** کفار کا ایک شبہ یہ تھا کہ جب مرنے کے بعد آدمی کے جسم کے اجزا منتشر ہو کر خاک میں مل گئے، وہ اجزا کس طرح جمع کئے جائیں گے اور خاک کے ذروں سے انہیں کس طرح ممتاز کیا جائے گا؟ اس آیت میں جو صاف دودھ کا بیان فرمایا اس میں غور کرنے سے یہ شبہ بالکل ختم ہو جاتا ہے کہ قدرتِ الٰہی کی یہ شان روزانہ دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ غذا کے مخلوط اجزا میں سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس کے قرب و جوار کی چیزوں کی آمیزش کا شائبہ بھی اس میں نہیں آتا تو اس حکیم برحق کی قدرت سے کیا بعید کہ انسانی جسم کے اجزا کو منتشر ہونے کے بعد پھر جمع فرما دے۔

آیت 67 یہاں رزقِ الٰہی کے ان خزانوں کا بیان ہے جنہیں ان کی اصل حالت اور انسانی محنت کے بعد والی حالت دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے، فرمایا کہ اے لوگو! تم جو کھجور اور انگور کے بعض پھلوں کے رس سے نبیذ بنا کر پیتے ہو اور اچھا رزق یعنی چھوہارے، کشمش، سرکہ اور منقی بناتے ہو اس میں بھی تمہارے لئے غور و فکر کا مقام ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندوں پر عظیم نعمت ہے اور بھی

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ

بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے نشانی ہے ○ اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں

بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ

اور درختوں میں اور چھتوں میں گھر بناؤ ○ پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھاؤ اور اپنے رب کے (بنائے ہوئے) نرم و آسان راستوں پر

ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

چلتی رہو۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی رنگ برنگی چیز نکلتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے بیشک اس میں

لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ

غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے ○ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی

اللہ تعالیٰ کی عظمت و شانِ تخلیق کی دلیل بھی ہے کہ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی ہر کام کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

آیت 69،68 ارشاد فرمایا: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بعض پہاڑوں، درختوں اور چھتوں میں گھر بنائے، پھر میٹھے، کڑوے، پھیکے ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں میں سے کھائے اور ان کی تلاش میں اپنے رب کے بنائے ہوئے نرم و آسان راستوں پر چلتی رہے جن کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے الہام کیا گیا ہے اور وہ کتنی ہی دور نکل جائے راستہ نہیں بھٹکتی، اپنے مقام پر واپس آجاتی ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز یعنی شہد سفید، زرد اور سرخ رنگوں میں نکلتا ہے، اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، یہ نافع ترین دواؤں میں سے ہے اور بکثرت معجونوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت پر نشانی ہے کہ اُس نے ایک کمزور سی مکھی کو ایسی دانائی عطا فرمائی اور ایسی پیچیدہ صنعتیں مرحمت کیں، وہ پاک ہے اور اپنی ذات و صفات میں شریک سے مُنَزَّہ ہے نیز جو اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک ادنیٰ کمزور سی مکھی کو یہ صفت عطا فرماتا ہے کہ وہ مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں سے ایسے لطیف (ملائم) اجزا حاصل کرے جن سے نہایت خوشگوار، طاہر و پاکیزہ نفیس شہد بنے جس میں ہمیشہ تازگی رہے، وہ قادر حکیم اگر مرے ہوئے انسان کے منتشر اجزا کو جمع کردے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔

آیت 70 سابقہ آیات میں حیوانات کے عجیب و غریب افعال سے قدرتِ الٰہی کی دلیل بیان ہوئی اور اب قدرتِ الٰہی کے وہ آثار ظاہر فرمائے جارہے ہیں جو خود لوگوں اور ان کے احوال میں نمایاں ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وجود بخشا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے، پھر وہ اس وقت تمہاری جان قبض کرے گا جب تمہاری وہ مدت پوری ہو جائے جو اس نے مقرر فرمائی ہے، چاہے بچپن میں پوری ہو یا جوانی میں یا بڑھاپے میں، اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی طرف پھیر اجاتا ہے جس کا زمانہ انسانی عمر کے مراتب میں 60 سال کے بعد آتا ہے کیونکہ اس وقت اعضا اور حواس سب ناکارہ ہونے کے قریب ہوتے ہیں اور انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور نادانی میں بچوں سے زیادہ بدتر ہو جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پڑھا وہ اس اَرْذَل عمر کی حالت کو نہ پہنچے گا کہ علم کے بعد محض بے علم ہو جائے۔ وعا بد سول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

ع الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۷۰ وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى

طرف پھیر اجاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے ۝ اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے

بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ

پر رزق میں برتری دی ہے تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں، باندیوں پر نہیں لوٹاتے کہ کہیں وہ اس رزق میں

فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۷۱ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

برابر نہ ہو جائیں تو کیا صرف اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں؟ ۝ اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں

وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ

اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ باطل ہی پر

يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝۷۲ لا وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا

یقین کرتے ہیں؟ اور اللہ کے فضل ہی کے منکر ہوتے ہیں؟ ۝ اور اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے

یوں دعا مانگا کرتے تھے: اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ (اے اللہ!) میں بخل، سستی، نکمے پن کی عمر، عذابِ قبر، فتنۂ دجال اور زندگی و موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (بخاری، حدیث: 4707)

آیت 71 بڑے نفیس اور دلنشین انداز میں بت پرستی کا رد کیا جا رہا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے، کوئی غنی ہے کوئی فقیر، کوئی مالک ہے کوئی مملوک، تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیتے کہ کہیں وہ اس رزق میں ان کے برابر نہ ہو جائیں اور جب تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اس کے مملوکوں کو اس کا شریک ٹھہرانا کس طرح گوارا کرتے ہو، تو کیا صرف اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟

آیت 72 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں تاکہ تم ان سے انسیت حاصل کرو اور ان کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرو اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے، نواسے پیدا کیے جو ضرورت کے وقت تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہیں ستھری چیزوں یعنی طرح طرح کے غلوں، پھلوں اور کھانے پینے کی چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے باوجود شرک و بت پرستی پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ **اہم بات:** علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے مراد سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذاتِ گرامی یا وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیں۔

آیت 73، 74 سابقہ آیات میں توحید پر دلالت کرنے والی مختلف چیزوں کا بیان ہوا، اب بتوں کی عبادت کرنے والوں کا رد کیا جا رہا

مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْــٴًـا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ کچھ کرسکتے ہیں ○ تو تم اللہ کے لیے مثل نہ ٹھہراؤ، بیشک اللہ

یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ اللہ نے ایک بندے کی مثال بیان فرمائی جو خود کسی کی ملکیت میں ہے، وہ کسی شے پر قادر نہیں اور ایک وہ ہے

رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ

جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، کیا وہ سب برابر ہو جائیں گے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں ○ اور اللہ نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی، ان میں سے ایک گونگا ہے

لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىهُ ۙ اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ؕ هَلْ

جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر (صرف) بوجھ ہے، (اس کا آقا) اسے جدھر بھیجتا ہے وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا تو کیا

ہے، فرمایا: مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے کیونکہ نہ وہ زمین کی خشکی دور کر کے اس میں شادابی لانے کے لئے آسمانوں سے پانی نازل کرنے پر قادر ہیں اور نہ زمین سے نباتات اور پھل نکالنے پر اور ان کے بت زمین و آسمان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں بلکہ زمین، آسمان اور ان میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ ٹھہراؤ، بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں ہے اور تم یہ بات نہیں جانتے۔

آیت 75 یہاں دو شخصوں کی مثال بیان فرما کر شرک کا رد فرمایا جا رہا ہے کہ ایک شخص ایسا ہے جو خود کسی کی ملکیت میں ہے اور وہ مالک نہ ہونے کی وجہ سے کسی چیز پر قادر نہیں جبکہ ایک شخص ایسا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے، پہلا شخص عاجز، مملوک اور غلام ہے جبکہ دوسرا شخص آزاد، مالک اور صاحبِ مال ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدرت و اختیار بھی رکھتا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں، جب غلام اور آزاد شخص برابر نہیں ہو سکتے حالانکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو خالق، مالک اور قادر رب کے ساتھ قدرت و اختیار نہ رکھنے والے بت کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے کہ تمام تعریفیں اور عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

آیت 76 اللہ تعالیٰ مومن اور کافر کی مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک شخص گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ نہ وہ اپنی کہہ سکتا ہے اور نہ دوسرے کی سمجھ سکتا ہے اور وہ اپنے آقا پر صرف بوجھ ہے، اس کا آقا اسے جہاں بھی کسی کام کے لئے بھیجتا ہے وہ اس کا کوئی کام کر کے نہیں آتا، یہ مثال کافر کی ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس کے حواس سلامت ہیں، بھلائی اور دیانت داری کی

يَسْتَوِىْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٧٦ ع وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ

وہ اور دوسرا وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر بھی ہے کیا دونوں برابر ہیں؟ ○ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم

وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ

اللہ ہی کو ہے اور قیامت کا معاملہ صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر

قَدِيْرٌ ۝٧٧ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

قادر ہے ○ اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٧٨ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِىْ جَوِّ

اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر گزار بنو ○ کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی

وجہ سے بہت فائدہ مند ہے، وہ لوگوں کو عدل کا حکم کرتا ہے اور اس کی سیرت اچھی ہے، یہ مثال مومن کی ہے، تو کافر جو ناکارہ گونگے غلام کی طرح ہے وہ کسی طرح اس مسلمان کی مثل نہیں ہو سکتا جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک گونگے ناکارہ غلام سے بتوں کو تشبیہ دی گئی اور انصاف کا حکم دینے میں شانِ الٰہی کا بیان ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا باطل ہے کیونکہ انصاف قائم کرنے والے بادشاہ کے ساتھ گونگے اور ناکارہ غلام کو کیا نسبت۔

آیت 77 اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے کمال کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور قیامت قائم کرنے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ پلک مارنا بھی زمانہ چاہتا ہے جس میں پلک کی حرکت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا ہونا چاہے وہ کُن فرماتے ہی ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت قائم کرے اور مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے۔

آیت 78 قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والے مزید مظاہر کا بیان ہوا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، پیدائش کی ابتدا اور اوّل فطرت میں علم و معرفت سے خالی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے، یہ حواس اس لئے عطا کیے تاکہ تم ان سے اپنا پیدائشی جہل دور کرو، علم و عمل سے فیض یاب ہو جاؤ، نعمتیں عطا کرنے والے کا شکر بجالاؤ، اس کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اس کی نعمتوں کے حقوق ادا کرو۔ اہم بات: ہر عضو کا شکر یہ ہے کہ اسے اطاعتِ الٰہی میں لگایا جائے اور ناشکری یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے۔

آیت 79 یہاں پرندوں کی پرواز سے قدرتِ الٰہی پر استدلال کیا گیا ہے، فرمایا: کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ انہیں ہوا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گرنے سے نہیں روکتا حالانکہ بھاری جسم اپنی طبیعت کے اعتبار سے گرنا چاہتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو ایسا پیدا کیا کہ وہ ہوا میں پرواز کر سکے

السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

فضا میں (اللہ کے) حکم کے پابند ہیں۔ انہیں (وہاں) اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں ۝

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش بنایا اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے

یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا

دن اور اپنے قیام کے دن بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور بھیڑوں کی اون اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان

وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ

اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے ۝ اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں

اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْكُمْ

چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کچھ پہننے کے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ لباس بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری

ہیں اور اپنے بھاری جسم کی طبیعت کے برخلاف ہوا میں ٹھہرے رہتے ہیں اور ہوا کو ایسا پیدا کیا کہ اس میں ان کی پرواز ممکن ہے۔ اہم بات: فی زمانہ پرندوں سے کہیں بڑی اور وزنی چیز ہوائی جہاز کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسے بنایا اگرچہ انسان نے ہے لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل، سمجھ اور قدرت سے ہی بنایا ہے، از خود کوئی کہاں اس قابل تھا کہ ایسی چیز بنا سکے، یونہی اس کا پرواز کرنا بظاہر مشینی آلات کی وجہ سے ہے لیکن درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسی کے اثر سے ہوا میں محوِ پرواز ہے کیونکہ ہوا کو پرواز کے قابل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، کسی انسان نے نہیں بنایا۔

آیت 80 یہاں بھی توحید کے دلائل اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کیا گیا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری رہائش کے لئے اینٹوں اور پتھروں سے تمہارے گھروں کو بنایا جن میں تم آرام کرتے ہو اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے خیموں کی شکل میں کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دنوں میں اٹھا کر چلتے وقت اور منزلوں پر قیام کے وقت لگانے کے لئے بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھیڑوں کی اُون، اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان مثلاً بچھانے، اوڑھنے کی چیزیں اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے۔

آیت 81 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں بھی ہیں کہ اس نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں مکانوں، دیواروں، چھتوں، درختوں اور بادل وغیرہ سے سائے دیئے جس میں تم آرام کرکے گرمی کی شدت سے بچتے ہو اور تمہارے لیے پہاڑوں میں غار وغیرہ چھپنے کی جگہیں بنائیں تاکہ امیر و غریب سب ان میں آرام کر سکیں اور تمہارے پہننے کے لیے کچھ لباس ایسے بنائے جو تمہیں گرمی سردی سے بچاتے ہیں اور کچھ لباس جیسے زرہ اور بازو بند وغیرہ ایسے بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور تیر،

بَأْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ اسی طرح تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لے آؤ۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے حبیب!

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ

تم پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے۔ وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کردیتے ہیں اور ان میں اکثر

الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ع

کافر ہی ہیں۔ اور یاد کرو جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر کافروں کو اجازت نہیں دی جائے گی

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

اور نہ ان سے رجوع کرنا، طلب کیا جائے گا۔ اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے تو ان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی

تلوار، نیزے وغیرہ سے تمہارے بچاؤ کا سامان ہوتے ہیں۔ اے لوگو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ چیزیں پیدا فرمائیں اسی طرح دنیا میں تمہاری ضروریات کا سامان پیدا فرما کر وہ تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو، اس کی نعمتوں کا اعتراف کرکے اسلام لاؤ اور دینِ برحق قبول کرلو۔

آیت 82 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کفارِ مکہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے اعراض کریں اور اپنے کفر پر جمے رہیں تو آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے، جب آپ نے ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تو آپ کا کام پورا ہو چکا اور اب نہ ماننے کا وبال اُن کی گردن پر ہے۔

آیت 83 جو نعمتیں اس سورت میں ذکر کی گئیں کفارِ مکہ اُن سب کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں پھر بھی اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہیں، اس صورت میں معنی یہ ہے کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کے باوجود اس نعمت کا انکار کردیتے ہیں یعنی آپ پر ایمان نہیں لاتے اور اس طرح ان میں اکثر کافر ہی ہیں۔

آیت 84 سابقہ آیت میں کفار کے متعلق بتایا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود ان کا انکار کیا اب ان کفار پر عذاب کی وعید اور قیامت کے دن ان کا جو حال ہوگا اس کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو قیامت کے اس دن کے بارے میں بتائیں جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے جو اُن کی تصدیق و تکذیب اور ایمان و کفر کی گواہی دے گا اور یہ گواہ انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں، پھر کافروں کو معذرت کرنے یا کسی کلام یا دنیا کی طرف لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ اس دن انہیں اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب کو راضی کریں کیونکہ آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں۔

آیت 85 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کو جھٹلانے والے، آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے اور وہ لوگ جو آپ کی قوم کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں، جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کوئی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ دے سکے گی کیونکہ انہیں کلام کرنے کی

يُنظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ

انہیں مہلت دی جائے گی○ اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی

كُنَّا نَدْعُوا مِن دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ

ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے تو وہ ان کی طرف (یہی) بات پھینک دیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو○ اور وہ مشرک اس دن اللہ کی طرف

يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن

صلح کی پیشکش کریں گے اور ان کی خود ساختہ باتیں ان سے گم ہو جائیں گی○ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے

سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ

روکا ہم ان کے فساد کے بدلے میں عذاب پر عذاب کا اضافہ کردیں گے○ اور جس دن ہم ہر امت میں

اجازت نہ ہوگی کہ کوئی عذر بیان کر سکیں اور ان سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی کیونکہ توبہ کا وقت ختم ہو چکا۔

آیت86 قیامت کے دن مشرکین جب بتوں وغیرہ ان چیزوں کو دیکھیں گے جن کی عبادت کرتے تھے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ شریک کہیں گے: اے مشرکو! بے شک تم جھوٹے ہو، ہم نے تمہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی۔

آیت87 مشرکین دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑتے رہے جبکہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہونا چاہیں گے لیکن یہ فرمانبرداری انہیں کوئی نفع نہ دے گی اور جب مشرکوں کے معبود انہیں جھوٹا قرار دے کر ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے اس وقت مشرکین کی من گھڑت باتیں کہ یہ معبود ان کے مددگار ہیں اور ان کی شفاعت کریں گے، بے کار اور باطل ہو جائیں گی۔

آیت88 سابقہ آیت میں ان کافروں کی وعید بیان ہوئی جنہوں نے صرف خود کفر کیا اب ان کافروں کی وعید بیان ہو رہی ہے جو خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر اور گمراہ کر کے انہیں کافر بناتے تھے، فرمایا: اے حبیب! جن لوگوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اور جو آپ اپنے رب کے پاس سے لائے، اسے جھٹلایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے روکا ہم قیامت کے دن جہنم میں انہیں اس عذاب سے زیادہ عذاب دیں گے جس کے وہ صرف اپنے کفر کی وجہ سے حق دار ہوئے تھے۔ انہیں دگنا عذاب اس لئے ہوگا کہ دنیا میں یہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔

اہم بات: گمراہ گر کا عذاب گمراہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا جرم بھی زیادہ ہے، ایک تو خود گمراہ ہونا اور دوسرا دوسروں کو گمراہ کرنا۔

آیت89 فرمایا کہ اور جس دن ہم ہر امت میں انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! ہم تمہیں تمام امتوں اور ان کے خلاف گواہی دینے والے انبیاء کرام علیہم السلام کا گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے، جس نے قرآن کی تصدیق کی، اس میں موجود اللہ تعالیٰ کی حدوں اور امر و نہی پر عمل کیا، قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا اسے حلال

شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ ع ١٩

جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔ بیشک اللہ عدل

وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْىِ ۚ يَعِظُكُمْ

اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد

سمجھا اور جن چیزوں کو حرام کیا انہیں حرام جانا تو اس کے لئے قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کو قرآن آخرت میں بہترین ثواب اور عظیم مرتبے کی بشارت دیتا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں گواہ سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، یہ قیامت کے دن اپنی اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان تک پہنچایا اور ان لوگوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی۔ (2) آیت کے اس حصے ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جو تمام علوم کی جامع ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے کیونکہ اس میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: 107)

آیت 90 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور ہر شرمناک اور مذموم قول و فعل سے نیز شرک، کفر، گناہ اور تمام ممنوعاتِ شرعیہ سے منع فرماتا ہے۔ اس آیت میں جس چیز کا حکم دیا گیا اور جس سے منع کیا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو اور وہ کام کرو جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اہم باتیں: (1) عدل اور انصاف کا عام فہم معنیٰ یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے، اسی طرح عقائد، عبادات اور معاملات میں افراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا بھی عدل میں داخل ہے۔ (2) رشتے دار قریب کے ہوں یا دور کے، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے حاجت سے زائد کچھ مال انہیں دے کر ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور اگر اپنے پاس زائد مال نہ ہو تو رشتہ داروں کے ساتھ محبت سے پیش آنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرنا مستحب ہے۔ (3) رشتے داروں سے حسن سلوک کی بڑی فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: جس کو یہ پسند ہو کہ عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور رشتہ والوں سے سلوک کرے۔ (مستدرک، حدیث: 7262) (4) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2440)

آیت 91 اس آیت سے عہد پورے کرنے کا حکم بہت تاکید کے ساتھ دیا گیا کہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو

تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا
نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو۔ بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے○ اور تم اس عورت کی طرح
كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۚ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ
نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا، (ایسا نہ ہو کہ) تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو
أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ
کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ (طاقت ومال والا) ہے۔ اللہ تو اس کے ذریعے تمہیں صرف آزماتا ہے اور وہ ضرور قیامت کے دن
يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ
تمہارے لئے صاف ظاہر کردے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے○ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنادیتا لیکن
يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾
اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا○

اور قسموں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ مضبوط کرلینے کے بعد نہ توڑو کہ نام خدا کی حرمت کے خلاف ہے، پھر یہ بھی ہے کہ اللہ کا نام لے کر تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بھی بنا چکے ہوتے ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کاموں کو جانتا ہے۔ مسئلہ: قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہوسکے کم قسم کھانا بہتر ہے۔

آیت 92 مکہ مکرمہ میں کوئی عورت تھی جس کی طبیعت میں وہم اور عقل میں فتور تھا، وہ دوپہر تک سوت کاتتی، اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت توڑ کر ریزہ ریزہ کرڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑوادیتی، آیت میں فرمایا گیا کہ "تم اپنے معاہدے اور قسمیں توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا۔" لوگوں کا طریقہ تھا کہ وہ ایک قوم سے معاہدہ کرتے اور جب دوسری قوم اس سے زیادہ تعداد، مال یا قوت میں پاتے تو پہلوں سے کئے ہوئے معاہدے توڑ دیتے اور دوسرے سے معاہدہ کرتے، اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا: ایسا نہ ہو کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ طاقت ومال والا ہے۔ تمہیں جو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں صرف آزماتا ہے تاکہ تم میں سے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کو ظاہر کردے اور تم دنیا کے اندر عہد وغیرہ کے بارے میں جو جھگڑتے تھے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ضرور تمہارے لئے صاف ظاہر کردے گا کہ عہد توڑنے والے کو عذاب دے گا اور پورا کرنے والے کو ثواب سے نوازے گا۔

آیت 93 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب ایک ہی دین پر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت اور حکمت ہے جس کے مطابق وہ فیصلے فرماتا ہے تو وہ اپنے عدل سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا اور اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس میں کسی کو دخل کی ہمت ہے نہ اجازت، البتہ لوگ اس مشیت کو سامنے رکھ کر گناہوں پر جری نہ ہوجائیں کیونکہ قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا لہٰذا مشیت کا معاملہ جدا ہے اور حکم الٰہی کا جدا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ

اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ قدم ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم اللہ کے راستے سے

بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ

روکنے کی وجہ سے سزا کا مزہ چکھو گے اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔

اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

بیشک جو اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے

بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔ جو مرد یا عورت نیک

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ

عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں

آیت 94 فرمایا کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ تمہارے قدم اسلام کے صحیح راستے پر ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم خود عہد کی خلاف ورزی کرنے یا دوسروں کو عہد پورا کرنے سے روکنے کی وجہ سے دنیا میں عذاب کا مزہ چکھو گے کیونکہ تم عہد توڑ کر گناہ کا ایک طریقہ رائج کرنے کا ذریعہ بنے ہوگے اور تمہارے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بیعتِ اسلام توڑنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ثابت قدمی کے بعد قدموں کے پھسل جانے کی وعید اسی کے مناسب ہے۔ (2) عہد اور قسمیں توڑنے سے دوبارہ تاکیداً منع فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاہدہ اور قسمیں پورا کرنے کا معاملہ انتہائی اہم ہے کیونکہ عہد کی خلاف ورزی میں دنیا و آخرت سب کا نقصان ہے۔

آیت 95 ارشاد فرمایا: اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔ یعنی اسلام کا عہد توڑنے کی صورت میں اگر تمہیں دنیا کی کوئی بھلائی ملے تو اس کی طرف توجہ مت دو کیونکہ اسلام پر قائم رہنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو بھلائی تیار کی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم اسلام کا عہد توڑ کر دنیا میں پاؤ گے۔ اگر تم دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے مابین فرق جانتے تو یہ بات سمجھ جاتے۔

آیت 96 فرمایا کہ تمہارے پاس جو دنیا کا سامان ہے یہ سب فنا اور ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو خزانۂ رحمت اور آخرت کا ثواب ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

آیت 97 فرمایا کہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے دنیا میں حلال رزق اور قناعت عطا فرما کر اور آخرت میں جنت کی نعمتیں دے کر پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے۔ اہم باتیں: (1) بعض علما نے فرمایا کہ اچھی زندگی سے عبادت کی لذت مراد ہے۔ (2) مومن اگرچہ فقیر ہو اس کی زندگانی دولت مند

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ

کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے ○ تو جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی

الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا

پناہ مانگو ○ بیشک اسے ان لوگوں پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ○ اس کا

ع ۱۳ ۱۹ سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً

قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور وہ جو اس کو شریک ٹھہراتے ہیں ○ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ

مَّكَانَ اٰیَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

دوسری آیت بدل دیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے تو کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں ○

کافر کے عیش سے بہتر اور پاکیزہ ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو اس نے مقدر کیا اس پر راضی ہوتا ہے اور اس کا دل حرص کی پریشانیوں سے محفوظ اور آرام میں رہتا ہے جبکہ کافر جو اللہ تعالیٰ پر نظر نہیں رکھتا، حریص رہتا اور ہمیشہ رنج، مشقت اور تحصیل مال کی فکر میں پریشان رہتا ہے۔ (3) آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال پر ثواب ملنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، کافر کے تمام نیک اعمال بے کار ہیں۔

آیت 98 ارشاد فرمایا: تو جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا ارادہ کرو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو۔ یہ مستحب ہے۔

آیت 99 فرمایا کہ شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے مومن شیطانی وسوسے قبول نہیں کرتے یعنی شیطان کوشش بھی کرے تو اسے کامیابی نہیں ملتی۔

آیت 100 فرمایا کہ شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل ہے جو اسے اپنا دوست بناتے، اس کے وسوسوں کی پیروی کرتے اور اس کے وسوسوں کی وجہ سے مختلف چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیتے ہیں۔ **اہم بات:** شیطان کوئی زور زبردستی نہیں کرتا بلکہ جو خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسے دوست بناتا ہے وہی اس کا اثر قبول کرتا ہے۔

آیت 101 **شانِ نزول:** مشرکین مکہ اپنی جہالت کی وجہ سے آیتیں منسوخ ہونے پر اعتراض کرتے اور کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ایک روز ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے روز دوسرا، وہ اپنے دل سے باتیں بناتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا کہ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اپنی حکمت سے ایک حکم کو منسوخ کرکے دوسرا حکم دیتے ہیں تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے کہ اس میں کیا حکمت اور اس کے بندوں کے لئے کیا مصلحت ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کی اکثریت جاہل ہے، وہ نسخ اور تبدیلی کی حکمت و فوائد سے خبردار نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قرآن کریم کی طرف افترا کی نسبت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جس کلام کی مثل بنانا انسان کی طاقت سے باہر ہے وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کیسے ہو سکتا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تم فرماؤ: اسے مقدس روح نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کردے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ

اور (یہ) مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے ○ اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر کہتے ہیں: اس نبی کو ایک آدمی سکھاتا ہے،

لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

جس آدمی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے ○ بیشک جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي

اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دکھاتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ جھوٹا بہتان

آیت 102 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جو لوگ قرآن کے بارے میں آپ پر بہتان لگا رہے ہیں آپ ان سے فرما دیں کہ اے میرے رب کے پاس سے حضرت جبریل علیہ السلام حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں اور اس قرآن کے ناسخ و منسوخ کو میرے رب نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے مجھ پر نازل فرمایا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کر دے اور ناسخ و منسوخ کی تصدیق کی وجہ سے ان کے ایمانوں کو اور مضبوط کر دے اور یہ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔

آیت 103 کفارِ مکہ قرآنِ مجید کے خلاف جو باتیں کرتے تھے ان میں سے ایک یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عجمی غلام قرآن سکھاتا ہے، اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کر سکتا ہے، جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے، ایسا کلام بنانا اس کے لئے تو کیا ممکن ہوتا، تمہارے فصحاء و بلغا جن کی زبان دانی پر اہلِ عرب کو فخر ہے، وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا ان کی قدرت سے باہر ہے تو ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل ہے۔ **اہم بات:** خدا کی شان کہ جس غلام کی طرف کفار یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اعجاز نے تسخیر کیا اور وہ صدق و اخلاص کے ساتھ اسلام لے آیا۔

آیت 104 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حجتوں اور دلائل پر ایمان نہیں لاتے تاکہ ان پر ایمان لا کر اس کی تصدیق کرتے جس پر یہ حجتیں دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ دنیا میں انہیں حق بات قبول کرنے کی توفیق اور سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا، بروزِ قیامت جب یہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے اس وقت ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔

آیت 105 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی طرف سے قرآن بنا لینے کے بہتان کا رد کیا جا رہا ہے، فرمایا کہ جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں۔ **اہم بات:** جھوٹ کبیرہ گناہوں میں بدترین گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: بڑی خیانت کی بات یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان

الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۰۵ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ
ہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں○ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ
مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا
کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں
فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۶ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے○ یہ عذاب اس لئے ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو
عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۰۷ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى
پسند کرلیا اور اس لئے کہ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل

رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔ (ابوداود، حدیث: 4971)

آیت 106 شانِ نزول: حضرت عمار، ان کے والد حضرت یاسر اور والدہ حضرت سمیہ نیز حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت سالم رضی اللہ عنہم کو کفار نے سخت سخت ایذائیں دیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والدین کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ضعیف تھے جس کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ جان پر بن گئی تو مجبوراً کلمۂ کفر کا تلفظ کر دیا۔ پھر روتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بہت ہی برے کلمے میری زبان پر جاری ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا؟ عرض کی: دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جبکہ آدمی کو کسی ظالم کی طرف سے اپنی جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا حقیقی خوف ہو اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔ (2) اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہو گا۔ (3) جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہیں تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

آیت 107 فرمایا کہ جو لوگ دل کھول کر کافر ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اور بڑے عذاب کی وعید کا ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا اور دنیا کی محبت ان کے کفر کا سبب ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا جو سمجھ بوجھ کے باوجود کفر پر ڈٹے رہیں۔

آیت 108 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے، نہ وہ غور و فکر کرتے ہیں، نہ وعظ و

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ

اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی غافل ہیں○ حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں

الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ

برباد ہونے والے ہیں○ پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تکلیفیں دیئے جانے کے بعد اپنے گھر بار چھوڑے پھر

جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ ع ١٤ ٢٠

انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے○ یاد کرو جس دن ہر جان اپنی طرف سے جھگڑتی

عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

ہوئی آئے گی اور ہر جان کو اس کا عمل پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا○ اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی

قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ

جو امن و اطمینان والی تھی ہر طرف سے اس کے پاس اس کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہاں کے رہنے والے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے

نصیحت پر توجہ دیتے ہیں، نہ سیدھے اور ہدایت والے راستے کو دیکھتے ہیں اور یہی غفلت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں کہ اپنی عاقبت اور انجام کار کے بارے میں نہیں سوچتے۔ **اہم بات:** سب سے بڑی بدنصیبی دل کی غفلت اور سب سے بڑی خوش نصیبی دل کی بیداری ہے۔

آیت 109 فرمایا کہ حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں برباد ہونے والے ہیں کہ ان کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہے۔

آیت 110 ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک وہ لوگ جنہیں ہجرت سے پہلے ان کے دین کے بارے میں مشرکین کی طرف سے تکلیفیں دی گئیں، اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور اپنے شہر، گھر اور خاندانوں کو چھوڑ کر اہل اسلام کے شہر مدینہ طیبہ منتقل ہو گئے پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں، تلواروں اور زبانوں کے ساتھ مشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کے خلاف جہاد کیا اور جہاد کرنے پر صبر کیا تو بیشک یہ بخشش کے مستحق ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی اس آزمائش کے بعد انہیں ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 111 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو آخرت کے خطرات اور اس میں پیش آنے والے واقعات بتائیے جس دن ہر انسان اپنی ذات کے بارے جھگڑتا ہوا آئے گا، سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کی جزا پوری پوری دی جائے گی اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ **اہم بات:** جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنے دنیوی عملوں کے بارے میں عذر بیان کرے گا۔

آیت 112 اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی جس کے رہنے والے امن و اطمینان سے تھے، ان پر لٹیرے اور ڈاکو چڑھائی کرتے نہ وہ قتل اور قید کی مصیبت میں گرفتار کئے جاتے، ہر طرف سے ان کے پاس ان کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہ لوگ نافرمانیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے بدلے انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا کہ سات برس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے ضرر کی وجہ

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

تو اللہ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا○ اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول

مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا

تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ زیادتی کرنے والے تھے○ تو اللہ کا دیا ہوا حلال پاکیزہ رزق کھاؤ

وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ

اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو○ تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ

وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

جس کے ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا سب حرام کر دیا ہے پھر جو مجبور ہو اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو

وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

اور نہ حد سے بڑھ رہا ہو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ

سے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں گرفتار رہے حتی کہ مردار کھاتے تھے پھر امن و اطمینان کے بجائے خوف و ہراس ان پر مسلط ہوا اور ہر وقت مسلمانوں کے حملے اور لشکر کشی کا اندیشہ رہنے لگا، یہ ان کے اعمال کا بدلا تھا۔ **اہم بات:** اس آیت میں جس بستی کی مثال بیان فرمائی گئی، ممکن ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہو یا ممکن ہے کہ کوئی اور بستی مراد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سابقہ امتوں کی کوئی بستی مراد ہو۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

آیت 113 فرمایا کہ اہلِ مکہ کے پاس انہیں کی جنس سے ایک عظیم رسول یعنی انبیاء کے سردار، حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اہلِ مکہ نے انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ کفر کرنے والے تھے۔

آیت 114 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم لوٹ، غصب اور خبیث پیشوں سے حاصل کئے ہوئے جو حرام اور خبیث مال کھایا کرتے تھے ان کے بجائے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 115 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا، حرام کیا ہے نہ کہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ جانور جنہیں کفار اپنے گمان کے مطابق حرام سمجھتے تھے پھر جو شخص ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ ان میں سے کچھ کھا لے اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھا رہا ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اس کے سبب اس کا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔

آیت 116 زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کر لیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾

باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے○ تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

اور ہم نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہم نے پہلے آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ

وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے○ پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لئے (غفور رحیم ہے) جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں

ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾

پھر اس کے بعد توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے○

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٠﴾

بیشک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں کے مالک (یا) ایک پیشوا، اللہ کے فرمانبردار اور ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے○

تعالیٰ کی طرف کردیتے تھے، یہاں اس کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

آیت 117 فرمایا کہ ان جاہلوں کے لئے تھوڑا سا فائدہ اٹھانا اور دنیا کی چند روزہ آسائش ہے جو باقی رہنے والی نہیں جبکہ ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 118 اللہ تعالیٰ نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۂ انعام میں آیت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ... الخ﴾ میں آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام قرار دے کر ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود ہی بغاوت و معصیت کا ارتکاب کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے جس کی سزا میں وہ چیزیں اُن پر حرام ہوئیں۔ اہم بات: اس آیت کی تفسیر سورۂ نساء، آیت 160 اور سورۂ انعام، آیت 146 میں گزر چکی ہے۔

آیت 119 کافروں کو اسلام میں داخل ہونے اور گنہگاروں کو گناہوں سے توبہ کی ترغیب دی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ جو لوگ نادانی سے کفر و معصیت کا ارتکاب کر بیٹھیں، پھر ان سے توبہ کریں اور توبہ پر قائم رہ کر اپنے اعمال درست کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔

آیت 120-122 ان تین آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ بیشک حضرت ابراہیم علیہ

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا

ان کے احسانات پر شکر کرنے والے، اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی○ اور ہم نے اسے دنیا میں

حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ

بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوگا○ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ (آپ بھی) دین

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ

ابراہیم کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے○ ہفتہ صرف انہی لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے

اسلام تمام اچھی خصلتوں اور پسندیدہ اخلاق کے مالک، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار، دینِ اسلام پر قائم تھے اور مشرک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نبوت وخُلَّت کے لئے منتخب فرمالیا تھا اور انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں بھلائی یعنی رسالت، اموال، اولاد، اچھی تعریف اور قبولیتِ عامہ دی کہ مسلمان، یہودی، عیسائی اور عرب کے مشرکین سب ان کی عظمت بیان کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوں گے۔ اہم بات: کفارِ قریش اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی پر خیال کرتے تھے، اس میں ان کفار کا رد بھی ہے۔

آیت 123 فرمایا کہ پھر اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ بھی عقائد اور اصولِ دین میں دینِ ابراہیم کی مُوافقت کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔ اہم بات: سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس پیروی کا جو حکم دیا گیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و منزلت اور رفعتِ درجات کا اظہار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دینِ ابراہیمی کی موافقت فرمانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اُن کے تمام فضائل و کمالات میں سب سے اعلیٰ فضل و شرف ہے۔

آیت 124 یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہفتے کے دن کی تعظیم کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم تو دیتے ہیں لیکن جمعہ کے دن کی تعظیم کرکے ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں ہفتے کی نہیں بلکہ جمعہ کے دن کی تعظیم تھی۔ ہفتے کے دن کی تعظیم تو ان لوگوں پر فرض کی گئی تھی جنہوں نے اس کے بارے میں اپنے نبی سے اس وقت اختلاف کیا جب انہوں نے لوگوں سے کہا کہ وہ جمعے کے دن کی تعظیم کریں اور اس دن کام کاج چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ کرلیں تو لوگوں نے اس کام کے لئے ہفتے کے دن کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی اجازت دے دی پھر اس دن عبادت کرنے میں ان پر سختی کی گئی اور ہفتے کے دن ان پر شکار کرنا حرام کردیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد انہوں نے ہفتے کے دن شکار شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں مسخ کردیئے گئے اور یہودی ہفتے کے بارے میں جو اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان اس طرح فیصلہ فرمادے گا کہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرے گا اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کردے گا۔ اہم بات: ہفتے

اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ

اس دن کے بارے میں اختلاف کیا اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں

يَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٤﴾ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم

اختلاف کرتے تھے○ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ

سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ

خوب جانتا ہے○ اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو

لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ

بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے○ اور صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کی

کے دن شکار کرنے والوں کے مسخ ہونے کا واقعہ سورۂ اعراف کی آیت 163 میں بیان ہو چکا ہے۔

آیت 125 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت یعنی ایسی مضبوط دلیل جو حق کو واضح اور شبہات کو زائل کردے اور اچھی نصیحت یعنی کسی کام کو کرنے کی ترغیب دینے اور کوئی کام کرنے سے ڈرانے کے ساتھ بلائیں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو سب سے اچھا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری صرف لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اور ان تین طریقوں سے دین اسلام کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اہم بات: دعوتِ حق اور دین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کے لئے مناظرہ جائز ہے۔

آیت 126 شانِ نزول: جنگِ اُحد میں کفار نے مسلمانوں کے شہدا کے چہروں کو زخمی کر کے اُن کی شکلوں کو تبدیل کیا، پیٹ چاک کئے اور اعضا کاٹے، ان شہدا میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور قسم کھائی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ 70 کافروں سے لیا جائے گا اور 70 کا یہی حال کیا جائے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اگر تم کسی کو سزا دینے لگو تو وہ سزا جرم کے حساب سے ہو، اس سے زیادہ نہ ہو اور اگر تم صبر کرو اور انتقام نہ لو تو بے شک صبر والوں کے لئے صبر سب سے بہتر ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور قسم کا کفارہ دے دیا۔ اہم بات: مثلہ یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر کسی کی ہیئت تبدیل کرنا شریعت میں حرام ہے۔

آیت 127 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کے راستے میں کفار کی طرف سے آپ کو جو اذیتیں پہنچیں ان پر صبر فرمائیں اور آپ

فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾

سازشوں سے دل تنگ نہ ہو○ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیں○

کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے اور آپ ان مشرکین کا غم نہ کھائیں جو آپ کو جھٹلاتے، قرآن کا انکار کرتے اور آپ کی نصیحتوں سے اعراض کرتے ہیں اور مشرکین آپ کی طرف جو جادوگر اور کاہن ہونے کی نسبت کرتے اور لوگوں کو دین اسلام سے دور کرنے کی سازشیں کرتے ہیں آپ اس سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کے ناصر و مددگار ہیں۔

آیت 128 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیں یعنی اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ میری مدد، میرا فضل اور میری رحمت تیرے شامل حال ہو تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرنے والے ہیں۔ اہم بات: سورۂ نحل کی آخری تین آیات انتہائی شاندار احکام پر مشتمل ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان میں بیان کئے گئے احکام پر عمل کو اپنی زندگی کا خاص وظیفہ بنالے۔

۱۷ سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَكِّيَّةٌ ۵۰

سورۂ بنی اسرائیل مکیہ ہے، اس میں ۱۱۱ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں

ایاتها ۱۱۱ — رکوعاتها ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے

سورۂ بنی اسرائیل کا تعارف حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت ﴿وَ اِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ﴾ سے لے کر ﴿نَصِیْرًا﴾ تک 8 آیتوں کے علاوہ باقی پوری سورت مکہ میں نازل ہوئی جبکہ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ پوری سورت ہی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے عروج وزوال کے وہ احوال بیان کئے گئے ہیں جو دیگر سورتوں میں نہیں ہوئے، اس مناسبت سے اس سورت کو "بنی اسرائیل" کہتے ہیں اور یہی اس کا مشہور نام ہے۔ فضائل: (1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورۂ بنی اسرائیل، کہف اور مریم فصاحت وبلاغت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (بخاری، حدیث: 4708) (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس وقت تک اپنے بستر پر نیند نہیں فرماتے تھے جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی تلاوت نہ کر لیں۔ (ترمذی، حدیث: 2929) **خلاصہ مضامین:** سورۂ بنی اسرائیل میں توحید، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، بروزِ قیامت اعمال کی جزا و سزا ملنے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رات کے مختصر حصے میں مکہ سے بیت المقدس تشریف لے جانے کا بیان، بنی اسرائیل کے مفصل حالات، نزولِ قرآن کے مقاصد، قرآنِ پاک کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کرنے کی حکمت، اجتماعی زندگی گزارنے کے بہترین اصول جیسے میانہ روی اور والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم نیز فضول خرچی، ناحق قتل، زنا، ناپ تول میں کمی، یتیم کا مال ناحق کھانے اور زمین پر اترا کر چلنے کی ممانعت، فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا واقعہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے کا کچھ حصہ بیان ہوا ہے۔

آیت 1 روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شب معراج درجاتِ عالیہ اور مراتبِ رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا: اے محمد! یہ فضیلت و شرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ عرض کی: اس لئے کہ تو نے مجھے عَبدیّت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: ہر کمزوری، عیب اور نقص سے خداوندِ قدوس کی عظیم ذات پاک ہے جس نے اپنے خاص بندے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو شب معراج رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی حالانکہ مسجد اقصیٰ مکہ مکرمہ سے 30 دن سے زیادہ کی مسافت پر ہے، وہ مسجد اقصیٰ جس کے اردگرد اللہ تعالیٰ نے دینی و دُنیوی برکتیں رکھی ہیں اور سیر کرانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی عظمت و قدرت کی عظیم نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** آیت میں مسجد اقصیٰ کی شان بیان ہوئی کہ اس کے اردگرد برکتیں رکھی

حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے○ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور

جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ② ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا

اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ○ اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے

گئی ہیں دینی بھی اور دنیوی بھی۔ دینی برکتیں یہ کہ وہ سرزمین پاک وحی کے اترنے کی جگہ، انبیاء کرام علیہم السلام کی عبادت گاہ اور قیام گاہ بنی نیز ان کی عبادت کا قبلہ تھی۔ دنیوی برکتیں یہ کہ قرب وجوار میں نہروں اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے وہ زمین سرسبز وشاداب ہے نیز میووں اور پھلوں کی کثرت سے بہترین عیش وراحت کا مقام ہے۔ **عقائد:** (1) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک رات کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ (2) معراج شریف بحالت بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ ہوئی۔ یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول کی کثیر جماعتیں اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی کے معتقد ہیں۔ **سفرِ معراج کا خلاصہ:** نبوت کے 12 ویں سال مشہور قول کے مطابق 27 رجب کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معراج ہوئی۔ شبِ معراج حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معراج کی خوشخبری سنائی، آپ کا مقدس سینہ کھول کر آبِ زمزم سے دھویا پھر اسے حکمت وایمان سے بھر دیا۔ اس کے بعد انتہائی اکرام و احترام کے ساتھ براق پر سوار کر کے مسجدِ اقصیٰ لے گئے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام انبیاو مرسلین علیہم السلام کی امامت فرمائی پھر آسمانوں کی سیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے، ساتوں آسمانوں پر مختلف جلیل القدر انبیا علیہم السلام سے ملاقات ہوئی پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جہاں حضرت جبریل امین علیہ السلام رک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مقام قرب خاص میں ترقی فرمائی جو وہم وگمان سے بھی بالاتر ہے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاص رحمت وکرم، انعاماتِ الٰہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے، جنت کی سیر اور دوزخ کا مشاہدہ کیا نیز اُمت پر نمازیں فرض ہوئیں، اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس واقعے کی خبر دی تو کفار نے بہت واویلا کیا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملکِ شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں دریافت کرنے لگ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں سب بتادیا اور قافلوں کے جو احوال بتائے تھے، قافلوں کے آنے پر اُن سب کی تصدیق ہوئی۔

آیت 2 اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضل الٰہی کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنادیا کہ وہ اس کتاب کے ذریعے انہیں جہالت اور کفر کے اندھیروں سے علم اور دین کے نور کی طرف نکالتے ہیں تاکہ اے بنی اسرائیل! تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔

آیت 3 فرمایا کہ اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور طوفان نوح سے محفوظ فرمایا، تم بھی تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور شکر گزار بندے بن جاؤ جیسے حضرت نوح علیہ السلام تھے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ وَ قَضَيْنَاۤ اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ

نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا○ اور ہم نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم

فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے○ پھر جب ان دو مرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر

عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿۵﴾

اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کیلئے گھس گئے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا○

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾

پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہاری تعداد بھی زیادہ کر دی○

کرنے والے تھے۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السلام کو بطورِ خاص شکر گزار بندہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جب کوئی چیز کھاتے، پیتے یا لباس پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اس کا شکر بجالاتے۔ یہ وصف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں انتہائی اعلیٰ طریقے سے پایا جاتا تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھانا تناول فرماتے اور پانی پیتے، نیا لباس زیب تن فرماتے، بیت الخلاء سے باہر آتے، نیند سے بیدار ہوتے، سواری پر سوار ہوتے اور جب بہت سی چھوٹی بڑی نعمتیں ملتیں یا انہیں استعمال کرتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتے۔

آیت 4 اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب تورات میں یہ غیب کی خبر دی تھی کہ تم زمین یعنی سرزمین شام میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے۔ **اہم بات:** یہ غیب کی خبر پوری ہوئی کہ بنی اسرائیل نے فساد کیا، ظلم و بغاوت پر اترے اور اس کا انجام دیکھنے کے بعد سنبھلے لیکن دوبارہ پھر فساد میں مبتلا ہو گئے اور ہر مرتبہ فساد کے نتیجے میں ذلیل و رسوا ہوئے۔

آیت 5 سابقہ آیت کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ جب دو مرتبہ کے فساد میں سے پہلی مرتبہ کے فساد کا وقت آیا تو فساد کی صورت یہ بنی کہ انہوں نے تورات کے احکام کی مخالفت کی، گناہوں میں پڑ گئے اور حرام چیزوں کے مرتکب ہونے لگے حتی کہ حضرت شعیاء علیہ السلام اور ایک قول کے مطابق حضرت ارمیاء علیہ السلام کو شہید کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت زور و قوت والے لشکروں کو مسلط کر دیا تاکہ وہ انہیں لوٹیں اور قتل، قید اور ذلیل و رسوا کریں چنانچہ ان لشکروں نے بنی اسرائیل کے علما کو قتل کیا، تورات کو جلایا، مسجد اقصیٰ کو ویران کیا اور 70 ہزار افراد کو گرفتار کیا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔ **اہم بات:** ان مسلط کئے جانے والے لشکروں کے متعلق مختلف اقوال ہیں البتہ ان میں سے جس نے بنی اسرائیل کو بدترین شکست دی وہ بخت نصر تھا۔

درس: بدعملی کی وجہ سے ظالم بادشاہ مسلط کر دیئے جاتے ہیں، ظالم بادشاہ بھی عذابِ الٰہی ہے۔

آیت 6 بنی اسرائیل کی بربادی کے بعد سنبھلنے کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں تباہ و برباد ہونے کے بعد جب تم نے توبہ کی اور تکبر و فساد سے باز آئے تو ہم نے تمہیں دولت دی اور اتنی قوت و طاقت عطا فرمائی کہ تم دوبارہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے چنانچہ تمہیں اُن لوگوں پر غلبہ عطا کر دیا جو تم پر مسلط ہو چکے تھے۔ **اہم بات:** افرادی اور مالی قوت کی بڑی اہمیت ہے، اگر

إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ

اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہو گا۔ پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا

لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا

تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے

مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

وقف لازم

تباہ و برباد کر دیں ○ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر دوبارہ (شرارت) کرو گے تو ہم دوبارہ (سزا) دیں گے اور ہم نے

ان کا صحیح استعمال ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

آیت 7 جب بنی اسرائیل کو غلبہ، طاقت اور اقتدار عطا کیا گیا تو ساتھ ہی انہیں فرمادیا کہ اگر تم بھلائی کرو گے اور اس پر ثابت قدم رہو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے، پہلے کی طرح فتنہ وفساد اور نافرمانی کی زندگی گزارنے لگو گے تو اس کا انجام تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جب دوسری بار بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا وقت آیا اور انہوں نے دوبارہ وہی پرانی حرکتیں شروع کر دیں، فساد برپا کیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے درپے ہوئے اگرچہ کامیاب نہ ہوسکے اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل فارس اور روم کو مسلط کیا تاکہ وہ انہیں قتل، قید اور اتنا پریشان کریں کہ رنج و پریشانی کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں، ان مسلط ہونے والے لوگوں نے یہ بھی کیا کہ بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہوئے اور اسے ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے شہروں پر غلبہ پاکر انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ درس: بنی اسرائیل کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی تاریخ کو دیکھیں تو پہلی نظر میں ہی مسلمانوں کے عروج و زوال کا سبب واضح ہو جائے گا کہ مسلمان جب تک احکام قرآن اور اطاعتِ رسول پر عمل پیرا رہے تو دنیا بھر میں انہیں غلبہ، قوت اور اقتدار حاصل رہا اور جب سے انہوں نے قرآن و حدیث کی پیروی میں سستی کرنا شروع کی اور حرام و ناجائز افعال میں مبتلا ہوئے تب سے ان کی شوکت و اقتدار زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی، اگر اب بھی مسلمان نہ سنبھلے اور اپنی عملی حالت کو نہ سدھارا تو حالات اس سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔

آیت 8 فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! دوسری مرتبہ کے بعد بھی اگر تم توبہ کرو اور گناہوں سے باز آجاؤ تو ہم تم پر پھر اپنا رحم و کرم کریں گے لیکن اگر تم نے تیسری مرتبہ پھر شرارت کی اور فتنہ و فساد کیا تو ہم پھر تمہیں اس کی سزا دیں گے اور یہی ہوا کہ انہوں نے پھر وہی حرکات کیں اور زمانہ نبوی میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کی تو ان پر ذلت مسلط کر دی گئی اور فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی سہارا مل گیا تو ان کی کچھ بچت ہو جائے گی ورنہ ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے چنانچہ ہمارے زمانے میں یہودیوں کو دیکھ لیں کہ انہیں مغربی ممالک کا سہارا حاصل ہے، اگر وہ ہٹ جائے تو ایک دن میں اپنی اوقات دیکھ لیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنادیا ہے۔

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنادیا ہے○ بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے○ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ ع ۱

ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے○ اور (کبھی) آدمی برائی کی دعا کر بیٹھتا ہے جیسے وہ بھلائی کی دعا کرتا ہے اور آدمی بڑا

عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

جلد باز ہے○ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا کیا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والی بنایا تا کہ تم

آیت 9،10 قرآنِ پاک کی خوبیاں بیان ہو رہی ہیں، ارشاد فرمایا: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ اور وہ راہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اُن کی اطاعت کرنا ہے۔ یہی راستہ سیدھا جنت اور خدا تک پہنچانے والا اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں یعنی ولیوں اور ان نیک بندوں کا ہے جن کی پیروی کا قرآن میں حکم ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ یہ قرآن نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو جنت کی بشارت دیتا اور آخرت کے منکرین کو دردناک عذاب کی خبر دیتا ہے۔

آیت 11 آدمی جس طرح بھلائی کی دعائیں مانگتا ہے اسی طرح بعض اوقات برائی کی دعا بھی کر دیتا ہے جیسے کئی مرتبہ غصے میں آکر اپنے، اپنے گھر والوں اور اپنے مال و اولاد کے خلاف دعا کر دیتا ہے تو یہ انسان کی جلد بازی ہے اور جلد بازی عموماً نقصان دیتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بددعائیں قبول کرلے تو وہ شخص یا اس کے اہل و مال ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول نہیں فرماتا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے کافر اور برائی کی دعا سے اس کا عذاب کی جلدی کرنا مراد ہے۔ اہم بات: دینی اور دنیاوی بعض کاموں میں جلدی اچھی ہے لیکن بہت سے کاموں میں نقصان دہ ہے۔ اس سے کبھی عبادت ہی ضائع ہو جاتی ہے اور کبھی دنیاوی کاموں میں نقصان اور ندامت اٹھانا پڑتی ہے۔ درس: غصے میں اپنے یا کسی مسلمان کے لئے بددعا نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ منہ سے اچھی بات نکالنی چاہیے کہ نہ معلوم کون سا وقت قبولیت کا ہو۔ ہمارے معاشرے میں عموماً مائیں بچوں کو طرح طرح کی بددعائیں دیتی رہتی ہیں، اس طرح کے جملوں سے احتراز لازم ہے۔

آیت 12 قدرتِ الٰہی کی دو عظیم نشانیوں رات اور دن کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا بنایا یعنی رات کو تاریک بنایا کہ اس میں ہر چیز چھپ جاتی ہے اور تاریک بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں آرام کیا جائے جبکہ دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں سب چیزیں نظر آئیں اور تم اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی اپنی روزی آسانی سے کما سکو۔ رات اور دن کی تخلیق کا ایک مقصد یہ ہے کہ رات اور دن کے دورے سے تم دنوں کا حساب بناتے ہو، دنوں سے ہفتے، مہینے اور سال بنتے ہیں تو گویا یہ نظام تمہاری زندگی کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ہے اور اسی دن رات کی تبدیلی سے تم دینی و دنیوی کاموں کے اوقات کا حساب لگاتے ہو اور ہم نے قرآن میں ہر چیز کو تفصیل

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ۱۲

اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کردیا۔

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۱۳

اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ؕ ۱۴ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

(فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔ جس نے ہدایت پائی اس نے

یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ

اپنے فائدے کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو ہی گمراہ ہوا اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۱۵ وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً

اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے

سے بیان فرمادیا خواہ اس کی حاجت تمہیں دین میں ہو یا دنیا کے کاموں میں۔

آیت 14،13 فرمایا کہ جو کچھ جس آدمی کے لئے مقدر کیا گیا ہے، اچھا یا برا، نیک بختی یا بد بختی وہ ہر وقت اس طرح اس کے ساتھ رہے گی جیسے گلے کا ہار کہ آدمی جہاں جاتا ہے وہ ساتھ رہتا ہے، کبھی جدا نہیں ہوتا اور فرمایا گیا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو آدمی کا نامہ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس سے فرمایا جائے گا: اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کے لئے تو خود کافی ہے۔ **اہم بات:** امام مجاہد علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی سعادت یا شقاوت کا نوشتہ ڈال دیا جاتا ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت پائی کیونکہ اس کو اپنی ہدایت اور نیک اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا، یہ نہ ہوگا کہ نیکی تو یہ کرے اور جزا کسی اور کو دے دی جائے اور یہ خود محروم رہے، ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی نیکی سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچ جائے جیسے ایصال ثواب یا صدقہ جاریہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ یونہی جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو ہی گمراہ ہوا کیونکہ اس کے بھٹکنے کا گناہ اور وبال بھی اسی پر ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ ایک آدمی دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہاں! جہاں تک گناہ کی ترغیب دینے یا اس کے اسباب مہیا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا گناہ ملے گا۔ مزید فرمایا کہ ہم جس کو بھی سزا دیتے ہیں ہدایت کے اسباب مہیا ہونے کے بعد اس آدمی کے جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے کے بعد ہی سزا دیتے ہیں چنانچہ پہلے ہم رسول بھیجتے ہیں جو امت کو اس کے فرائض سے آگاہ فرماتا، راہ حق واضح کرتا اور حجت قائم فرماتا ہے، جب لوگ رسول کی نافرمانی کرتے ہیں تو ہم انہیں عذاب دیتے ہیں۔

آیت 16 گزشتہ اقوام کا اجمالی حال بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح وہ مرحلہ وار سزا و عذاب کے مستحق ہوئے، فرمایا گیا: ایسا نہیں ہوتا

أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿۱۶﴾

خوشحال لوگوں کو احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں تو اس بستی پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں○

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۱۷﴾

اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی کافی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے○

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ

جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے

يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ

جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا○ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا

کہ بغیر کسی رہنمائی اور مہلت کے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ پہلے ہم قوم کے سرداروں اور خوشحال لوگوں کو اپنے رسولوں علیہم السلام کے ذریعے احکام بھیجتے ہیں تاکہ لوگ اطاعتِ الٰہی کی طرف آئیں لیکن زیادہ تر یہی ہوا کہ سرداروں اور مالداروں نے رسول کی بارگاہ میں سر جھکانے کے بجائے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں عذاب کے مستحق بنے اور عذابِ الٰہی کا فیصلہ ان پر صادق آیا اور وہ تباہ و برباد ہوئے۔ درس: آیت میں سرداروں کا بطور خاص ذکر ہوا کیونکہ عوام سرداروں کے ہی پیچھے چلتی ہے لہٰذا سردارانِ قوم کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ ان کی غلطی عام آدمی کی غلطی سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔

آیت 17 فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے بعد کتنی ہی تکذیب کرنے والی اُمتیں جیسے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ ہلاک کر دیں کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں علیہم السلام کی مخالفت کی لہٰذا اس امت کے لوگوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ اگر انہوں نے سابقہ امتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا راستہ اختیار کیا اور اسی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اُن امتوں کی طرح انہیں بھی عذاب میں مبتلا نہ کر دے اور تمہارا رب تمام معلومات کو جاننے والا، تمام دیکھی جانے والی چیزوں کو دیکھنے والا ہے، مخلوق کا کوئی حال اس سے چھپا نہیں اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے لہٰذا وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی ویسی جزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے جس کا وہ مستحق ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ جو صرف دنیا کا طلبگار ہو تو یہ ضروری نہیں کہ طالبِ دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے بلکہ ہم ان میں سے جسے چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں یا وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں یا وہ عیش چاہتا ہے مگر تکلیف ملتی ہے۔ ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے خسارے میں رہا، اگر دنیا میں اس کی پوری مراد دے دی گئی تو آخرت کی بدنصیبی و شقاوت جب بھی ہے جبکہ مومن کا حال بالکل مختلف ہے کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اگر اس نے دنیا میں فقر کی زندگی بسر کی تو آخرت کی دائمی نعمتیں اس کے لئے موجود ہیں اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے عیش پایا تو دونوں جہان میں کامیاب، الغرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ کیونکہ بالآخر اسے ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں ہی جانا ہے۔

آیت 19 طالبِ دنیا کے بیان کے بعد طالبِ آخرت کا بیان ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اور اس کے لئے ایسی

فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ

بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی○ ہم آپ کے رب کی عطا سے ان (دنیا کے طلبگاروں) اور ان (آخرت کے طلبگاروں)

رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿٢٠﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ

ب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں○ دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کیسی بڑائی دی اور

لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

بیشک آخرت درجات کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے اور فضیلت میں سب سے بڑی ہے○ اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا

فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ ع

ورنہ تو مذموم، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا○ اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور

کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے یعنی نیک اعمال بجالاتا ہے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہ وہ آدمی ہے جس کا عمل مقبول ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کا اچھا صلہ دیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں، نیکیوں کے لئے ایمان ایسا ضروری ہے جیسے نماز کے لئے وضو۔ (2) عمل کی کامیابی کے لئے نیت اور صحیح طریقے سے محنت دونوں چیزیں ضروری ہیں۔

آیت 20 فرمایا کہ جو دنیا چاہتے ہیں اور جو طالبِ آخرت ہیں ہم سب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر دنیا میں کسی سے کوئی روک نہیں چنانچہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سب کو عطا فرما رہا ہے، سب کو روزی مل رہی ہے، دنیا میں سب اس سے فیض اٹھاتے ہیں نیک ہوں یا بد البتہ انجام ہر ایک کا اس کے حسبِ حال ہوگا۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر مال، عزت، شہرت، کمال میں بڑائی دی ہے لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ درجات اور فضیلت کے اعتبار سے آخرت ہی سب سے بڑی چیز ہے۔

آیت 22 فرمایا کہ اے سننے والے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تو مذموم، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔

آیت 23 تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرو اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچو اور تم اپنے والدین کے ساتھ انتہائی اچھے طریقے سے نیک سلوک کرو۔ اگر ان پر کمزوری کا غلبہ ہو جائے، اعضا میں طاقت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں اُن کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ اپنی آخری عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا یعنی ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ اُن کی طرف سے طبیعت پر کچھ بوجھ ہے اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا اور حسنِ ادب کے ساتھ اُن سے خطاب

لَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا ﴿٢٣﴾ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ

انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا○ اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھ اور دعا کر کہ اے میرے رب!

ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِيۡ نُفُوۡسِكُمۡ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا صٰلِحِيۡنَ

تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا○ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلۡاَوَّابِيۡنَ غَفُوۡرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ

تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے○ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (بھی دو) اور فضول خرچی

کرنا۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ایجاد ہے جبکہ ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں۔ (2) ماں باپ کو اُن کا نام لے کر پکارنا خلافِ ادب ہے اور اس میں اُن کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو ان کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے نیز ماں باپ سے اس طرح کلام کیا جائے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔ درس: والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے کی جیسی عظیم تعلیم اسلام نے دی ہے دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتی۔ غیر مسلم ممالک میں بوڑھے والدین جس تکلیف دہ صورتِ حال کا شکار ہیں وہ سب کو معلوم ہے کہ گھروں کی بجائے حکومت کے سینٹروں میں داخل کرا دیا جاتا ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ والدین کے ساتھ نرمی اور عاجزی کے ساتھ پیش آؤ اور ہر حال میں ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو کیونکہ اُنہوں نے تیری مجبوری کے وقت محبت سے تیری پرورش کی تھی اور جو چیز اُنہیں درکار ہو وہ اُن پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرو اور ان کے لئے دعا کرو کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ درس: والدین کے لئے دعا کو اپنے روزانہ کے معمولات میں داخل کر لینا چاہیے اور ان کی صحت و تندرستی، ایمان و عافیت کی سلامتی، بے حساب بخشش اور جنت میں داخلے کی دعا کرنی چاہیے۔ کافر والدین کے لئے ہدایت و ایمان کی دعا کرنی چاہیے کہ یہی ان کے حق میں رحمت ہے۔

آیت 25 آیت کا مفہوم اپنے اطلاق پر بھی ہے اور والدین کی خدمت کے حوالے سے لیں تو معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں والدین کی اطاعت کا کتنا ارادہ اور اُن کی خدمت کا کتنا ذوق ہے۔ ہاں! اگر یہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں تو ماں باپ کی خدمت کا شوق تھا لیکن اس کا موقعہ نہیں ملا تو اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ نہ فرمائے گا کیونکہ وہ ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے اور یونہی تم واقعی نیک تھے اس کے باوجود تم سے والدین کی خدمت میں کوئی کمی ہو گئی اور تم نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ بخشنے والا ہے۔

آیت 26 والدین کے بعد دیگر لوگوں کے حقوق بیان کئے جا رہے ہیں، سب سے پہلے رشتے داروں کا فرمایا کہ انہیں ان کا حق دو یعنی ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو، محبت سے پیش آؤ، میل جول رکھو، ان کی خبر گیری کرتے رہو، ضرورت کے موقع پر مدد کرو اور ان کے ساتھ ہر جگہ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ مسکین اور مسافر کو بھی ان کا حق دو اور اپنا مال ناجائز کام میں خرچ نہ کرو۔ اہم

تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾

نہ کرو○ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے○

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾

اور اگر تم اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے ان سے منہ پھیرو تو ان سے آسان بات کہو○

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ○

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾

بیشک تمہارا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے○

باتیں: (1) اگر رشتے دار محارم میں سے ہوں اور محتاج ہو جائیں تو ان کا خرچ اُٹھانا صاحبِ استطاعت رشتہ دار پر واجب ہے۔ (2) ناحق کام میں خرچ کرنا تبذیر ہے لہٰذا اگر کوئی اپنا پورا مال حق یعنی صحیح مصرف میں خرچ کر دے تو وہ فضول خرچی کرنے والا نہیں اور اگر کوئی ایک درہم بھی باطل یعنی ناجائز کام میں خرچ کرے تو وہ فضول خرچی کرنے والا ہے۔

آیت 27 فرمایا کہ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں کیونکہ یہ ان کے راستے پر چلتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے لہٰذا اُس کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

آیت 28 **شانِ نزول:** چند غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وقتاً فوقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے اپنی حاجات و ضروریات کے لئے سوال کرتے رہتے تھے، اگر کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ حیاءً اُن سے اِعراض کرتے اور اس انتظار میں خاموش ہو جاتے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بھیجے تو انہیں عطا فرمائیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ اگر کسی وقت تمہارے پاس فوری دینے کو کچھ نہ ہو تو ان سے آسان بات کہو جیسے اُن کی خوش دلی کے لئے اُن سے وعدہ کر لو یا اُن کے حق میں دعا کر دو۔ **اہم بات:** کسی بھی صورت مجبور رشتے دار، مسکین یا سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے، مستحق کو جھڑکنا حرام ہے البتہ جو غیر مستحق ہے اسے نہ دینے کا حکم ہے۔

آیت 29 آیت مبارکہ میں راہِ خدا میں خرچ کرنے میں اعتدال کو ملحوظ رکھنے کا فرمایا گیا، اسے ایک مثال سے سمجھایا کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے اور دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے کہ اس صورت میں آدمی کو پریشان ہو کر بیٹھنا پڑتا ہے۔

آیت 30 فرمایا کہ رزق کشادہ کرنا یا تنگ کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، وہی جس کا رزق بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا تنگ کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے، وہ تمام لوگوں کے حالات اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے لہٰذا اس نے جسے امیر بنایا اور جسے غریب رکھا، سب حکمت کے مطابق ہے۔ **اہم بات:** امیری و غریبی میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً بعض لوگوں کے ایمان کی بھلائی اسی میں

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ‌ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ‌ ؕ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ

اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا

كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا ۞۳۱ وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤى‌ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ۞۳۲

کبیرہ گناہ ہے○ اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے○

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَـقِّ‌ ؕ وَمَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِـوَلِيِّهٖ

اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو

ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مال عطا کرے، اگر وہ غریب ہوں تو ان کا ایمان تباہ ہو جائے گا اور کچھ کی بھلائی مال کم ہونے میں ہوتی ہے، اگر زیادہ آ جائے تو ان کا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں غریب رکھتا ہے۔

آیت 31 زمانہ جاہلیت میں بہت سے اہل عرب اپنی چھوٹی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، امیر تو اس لئے کہ کوئی ہمارا داماد نہ بنے جبکہ غریب اپنی غربت کی وجہ سے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے، انہیں اس حرکت سے منع کرتے ہوئے آیت میں فرمایا گیا کہ غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ **اہم بات:** امیر و غریب دونوں گروہوں کا فعل حرام تھا اور قرآن و حدیث میں دونوں کی مذمت ہے البتہ یہاں بطور خاص غریبوں کو اس حرکت سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اسلام کے زریں کارناموں میں سے ایک ہے کہ اس نے قتل و بربریت کی اس بدترین صورت کا بھی قلع قمع کیا اور بچیوں کی پرورش پر عظیم بشارتیں بھی عطا فرمائیں۔

آیت 32 زنا کی حرمت و خباثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ **اہم بات:** اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور فتنہ و فساد کی جڑ ہے بلکہ اب تو ایڈز کے خوفناک مرض کی شکل میں اس کے دوسرے نقصانات بھی سامنے آ رہے ہیں۔

آیت 33 یہاں ایک اور کبیرہ گناہ قتل ناحق کا بیان ہے، ارشاد فرمایا کہ جس جان کی اللہ تعالیٰ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل پر قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے جیسے زمانہ جاہلیت میں ایک مقتول کے بدلے میں کئی کئی لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تھا بلکہ صرف قاتل سے قصاص لیا جائے اور کسی سے نہیں۔ بے شک اس کی یعنی ولی کی یا مقتول مظلوم کی یا وہ شخص جس کو ولی ناحق قتل کرے اس کی مدد ہونی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) قصاص لینے کا حق ولی کو ہے اور ولی میں وہی ترتیب ہے جو عصبات (رشتے داروں کی ایک خاص قسم) میں ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ (2) قصاص حق العبد ہے، اگر ولی چاہے تو معاف کر دے۔ **درس:** اسلام میں انسانی جان کی بہت زیادہ حرمت ہے اور قتل ناحق شدید کبیرہ گناہ ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں اس کی سنگینی کم ہوتی جا رہی ہے۔

سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا

قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک اس کی مدد ہوتی ہے○ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر

بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿٣٤﴾

اسی طریقے سے جو سب سے اچھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی پکی عمر کو پہنچ جائے اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا○

وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿٣٥﴾

اور جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے○

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں

مَسْـُٔوْلًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ

سوال کیا جائے گا○ اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو

آیت 34 فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر صرف اچھے طریقے سے اور وہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرو اور اس کو بڑھاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کردو اور وہ 18 سال کی عمر ہے اور عہد پورا کرو خواہ اللہ تعالیٰ کا ہو یا بندوں کا۔ بے شک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) یتیم کا کل یا بعض مال غصب کرلینا، اس میں خیانت کرنا، اس کے دینے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا سب حرام ہے۔ (2) یتیم کا ولی یتیم کے مال سے تجارت کرسکتا ہے جس سے اس کا مال بڑھے۔ اسی طرح اس کا روپیہ سود کے بغیر بینک میں اس کے نام پر رکھنا جائز ہے کہ یہ حفاظت کی قسم ہے۔

آیت 35 فرمایا کہ جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دیتے وقت ناپ تول پورا کرنا فرض ہے بلکہ کچھ نیچا تول دینا یعنی بڑھا کر دینا مستحب ہے۔ (2) ناپ تول پورا کرنے کا دنیا میں بھی اچھا انجام ہے کہ لوگوں میں نیک نامی ہوتی ہے جس سے تجارت بڑھتی ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا: اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں یعنی جس چیز کو دیکھا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سنا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے اور فرمایا کہ کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے ان سے کیا کام لیا۔ **اہم بات:** آیت میں جھوٹی گواہی، جھوٹے الزامات اور دیگر جھوٹے اقوال کی ممانعت ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم واجب کردے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2373)

آیت 37 فرمایا کہ زمین میں اتراتے ہوئے یعنی تکبر و خود نمائی سے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا یعنی تکبر و خود نمائی سے کچھ فائدہ نہیں البتہ کئی صورتوں میں گناہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا اترانا چھوڑو اور عاجزی و

طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى

پہنچ جائے گا○ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں○ یہ وحی کی ان حکمت والی باتوں

اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ

میں سے ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ،

مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ اِنَاثًاؕ

مردود کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا○ کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے چن لئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالیں۔

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ۧ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْاؕ وَ مَا یَزِیْدُهُمْ ع

بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو○ اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا تاکہ وہ سمجھیں اور یہ سمجھانا ان کے

انکساری قبول کرو۔ اہم باتیں: (1) فخر و تکبر کی چال اور متکبرین کی سی بیٹھک وغیرہ سب ممنوع ہیں، ہمارے چلنے پھرنے میں تواضع، انکساری، وقار اور آہستگی ہونی چاہئے۔ متکبرانہ اور اوباشوں، لفنگوں والی چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (2) اسلام ہمیں صرف عقائد، عبادات ہی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ معاشرت اور رہن سہن کے طریقے بھی بتاتا ہے۔

آیت 38 فرمایا کہ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ اور اس کی مرضی کے برخلاف ہیں۔

آیت 39 فرمایا کہ یہ وحی یعنی اس رکوع میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ حکمت والے احکام ہیں جو اے حبیب! تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجے ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ، مردود کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) حکمت کا کام وہ ہے جس کی صحت پر عقل گواہی دے اور اُس سے نفس کی اصلاح ہو۔ (2) ان آیات کا حاصل توحید اور نیکیوں کا حکم دینا، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانا ہے۔ (3) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ یہ 18 آیتیں ﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ سے ﴿ مَدْحُوْرًا ﴾ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں میں تھیں۔

آیت 40 مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: بدنصیبو! اپنے لئے لڑکیاں پسند نہیں کرتے، ان کی پیدائش پر برا مناتے بلکہ انہیں قتل کر دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہو، کیا خدا نے تمہارے خیال کے مطابق اچھی چیز یعنی لڑکے تمہیں دیئے اور بری چیز اپنے لئے رکھی۔ یقیناً تم بہت ہی سخت بات کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے پھر اس میں بھی اپنی بڑائی رکھتے ہو کہ اپنے لئے بیٹے پسند کرتے اور اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔ یہ تمہاری کتنی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

آیت 41 فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں نصیحت کی باتیں بار بار اور کئی طرح سے جیسے کہیں دلائل سے تو کہیں مثالوں سے، کہیں حکمتوں سے اور کہیں عبرتوں سے بیان فرمائیں اور ان مختلف انداز میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ کسی طرح نصیحت وہدایت کی طرف

اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ

دور ہونے کو ہی بڑھا رہا ہے ○ تم فرماؤ: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف

سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ

کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے ○ وہ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے ○ ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہے

وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

سب اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد بیان کرنے کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ

آئیں اور یہ سمجھنا کفار کی حق سے نفرت میں ہی اضافہ کر رہا ہے کیونکہ بارش اگرچہ بابرکت ہوتی ہے لیکن جہاں گندگی کا ڈھیر ہو وہاں بدبو میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ اہم بات: یہاں علم نفسیات کا ایک اصول بیان ہوا کہ لوگوں سے ان کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق کلام کیا جائے کیونکہ بعض لوگ دلائل سے، بعض ڈر سے اور بعض مثالوں سے مانتے ہیں یونہی ایک آدمی کی حالت ہی مختلف ہوتی رہتی ہے، کبھی اسے ڈرا کر سمجھانا مفید ہوتا ہے اور کبھی نرمی سے۔ قرآن پاک نے تمام لوگوں کو ان کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے سمجھایا ہے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ اہم بات: یہاں توحید کی ایک قطعی مگر نہایت عام فہم دلیل بیان ہوئی کہ بالفرض اگر دو خدا ہوتے تو ان میں ایک کا دوسرے سے ٹکراؤ لازمی طور پر ممکن ہوتا جیسے ان میں سے ایک ارادہ کرتا کہ زید حرکت کرے اور دوسرا ارادہ کرتا کہ وہ ساکن رہے۔ اب اگر ان کے ارادوں کے مطابق حرکت اور سکون دونوں واقع ہوں تو دو متضاد چیزوں کا جمع ہونا لازم آئے گا، اگر دونوں ہی نہ واقع ہوں تو ان خداؤں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور اگر ایک واقع ہو دوسری نہ ہو تو دونوں میں سے ایک خدا کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور جو عاجز ہے وہ خدا نہیں کیونکہ عاجز ہونا محتاجی اور نقص ہے اور واجب الوجود ہونے کے منافی ہے تو ثابت ہوا کہ دو خدا ہونا ہی محال ہے۔

آیت 43 اللہ تعالیٰ ظالم کافروں کی شرکیہ بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔

آیت 44 عظمتِ الٰہی کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس میں مشغول ہے، یہ تسبیح زبانِ حال سے بھی ہے کہ تمام مخلوقات کے وجود اپنے بنانے والے کی قدرت و حکمت پر دلالت کرتے ہیں اور زبانِ قال سے بھی البتہ تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ زبانِ حال کی تسبیح تو وہ لوگ نہیں سمجھتے جو مخلوق میں غور کر کے خالق کی معرفت حاصل نہیں کرتے اور زبانِ قال کی تسبیح عمومی طور پر کوئی نہیں سمجھتا کیونکہ ہر شے کس زبان میں تسبیح کرتی ہے ہم نہیں سمجھتے اور ہر چیز کی تسبیح کا جان لینا ہمارے لئے مشکل ہے البتہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان چیزوں کی تسبیح سمجھنے کی صلاحیت دیدے تو جدا بات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ حلم والا، بخشنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (خازن، 3/176) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی

تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ

ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے ○ اور اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور

بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کردیا ○ اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں تاکہ

يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي

اس قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ

پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں ○ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں

انگشتِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے میں نے دیکھے اور ہم کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ (بخاری، حدیث:3579)
(2) مفسرین نے کہا ہے کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا بھی تسبیح کرنا ہے۔

آیت 45 شانِ نزول: جب سورہ تَبَّتْ يَدَآ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی پتھر لے کر آئی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بات کرکے واپس چلی گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے تعجب کے ساتھ عرض کیا کہ (آپ کے یہاں موجود ہونے کے باوجود) اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ فرمایا: میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل رہا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کردیا چنانچہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکی۔

آیت 46 فرمایا کہ کفار کی ضد و انانیت کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جس سے وہ قرآن کریم کو درست طور پر سمجھ نہیں سکتے اور ان کے کانوں میں بھی بوجھ ڈال دیئے جس کے باعث وہ قرآن شریف سنتے نہیں اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآن کی صحیح سمجھ ایمان اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، اس کے بغیر بسا اوقات ذہن الٹا کام کرتا ہے جیسا آج کل دیکھا جارہا ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر قرآن سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں، اس کی وجہ تمسخر اور تکذیب ہے اور جب وہ آپ کے متعلق آپس میں مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کررہے ہو جس پر جادو ہوا ہے۔ **اہم بات:** یہاں کفار کے دو جرم بیان ہوئے: (1) سنتے بھی ہیں تو تمسخر اور تکذیب کے لئے (2) ان میں کوئی آپ کو مجنون کہتا ہے، کوئی جادوگر، کوئی کاہن اور کوئی شاعر۔

نَجۡوٰۤى اِذۡ يَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ۞٤٧ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ
مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو ہوا ہے۞ دیکھو! انہوں نے تمہارے لئے کیسی
ضَرَبُوۡا لَكَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا ۞٤٨ وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا
مثالیں بیان کی ہیں تو یہ گمراہ ہوئے پس یہ راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے۞ اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ
ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ۞٤٩ قُلۡ كُوۡنُوۡا حِجَارَةً اَوۡ حَدِيۡدًا ۞٥٠ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا
ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟۞ تم فرماؤ کہ پتھر بن جاؤ یا لوہا۞ یا اور کوئی مخلوق جو
يَكۡبُرُ فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ ۚ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ يُّعِيۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِىۡ فَطَرَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ
تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے تو اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا
فَسَيُنۡغِضُوۡنَ اِلَيۡكَ رُءُوۡسَهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَرِيۡبًا ۞٥١ يَوۡمَ
تو اب آپ کی طرف تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تم فرماؤ: ہو سکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۞ جس دن

آیت 48 فرمایا کہ یہ کفار حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے کیسی باتیں کہتے ہیں کہ آپ کو ناقص صفات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسے جادوگر، کاہن وغیرہ کے ساتھ۔ فرمایا: اس سبب سے یہ گمراہ ہوئے پس یہ حق کا راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ **اہم بات:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا آپ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز سے تشبیہ دینا کفر ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم مبارک کو معاذ اللہ کوئی جانوروں کے علم سے تشبیہ دے تو یقیناً ایسا شخص توہین کا مرتکب ہے۔

آیت 49 یہاں سے رکوع کے آخر تک قیامت کے متعلق کفار کے عمومی اعتراض اور اس کے جواب کا بیان ہے، کفار نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟

آیت 50، 51 ان دو آیات میں کفار کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! تم کافروں سے فرماؤ کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا اس سے بڑی کوئی مخلوق مثلاً آسمان بن جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دے سکتا ہے، یہ سب چیزیں زندگی سے دور ہیں، ان میں کبھی تمہاری طرح روح نہیں پھونکی گئی، اگر اللہ چاہے تو انہیں بھی زندگی دے سکتا ہے تو ہڈیوں اور جسم کے ذروں کو زندہ کرنا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے جو پہلے بھی زندہ رہ چکے ہیں۔ مزید فرمایا کہ یہ کفار اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ کہ تمہیں وہی دوبارہ پیدا کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ یہ سن کر بھی کفار ماننے کی طرف نہیں آئیں گے بلکہ مذاق کے طور پر تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تم فرماؤ: ہو سکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۔

آیت 52 فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں قبروں سے میدانِ قیامت کی طرف بلائے گا تو تم سب اپنے سروں سے خاک جھاڑتے، سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ کہتے اور یہ اقرار کرتے ہوئے آؤ گے کہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد اٹھانے والا ہے اور

يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ وَ قُلْ

وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑا عرصہ رہے ہو○ اور اے حبیب! آپ

لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

میرے بندوں سے فرمادیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔ بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا کھلا دشمن ہے○ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ

اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا○ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک

قیامت کے کٹھن اوقات کی وجہ سے یا اس کے مقابلے میں تم سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبروں میں تمہارا قیام بڑا مختصر تھا۔

آیت 53 شانِ نزول: (1) مشرکین مسلمانوں کے ساتھ بدکلامیاں کرتے اور انہیں ایذائیں دیتے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ (2) ایک کافر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بیہودہ کلمہ زبان سے نکالا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ وہ کافروں سے وہ بات کیا کریں جو نرم یا پاکیزہ ہو، ادب اور تہذیب کی ہو، ارشاد وہدایت کی ہو حتّٰی کہ کفار اگر بے ہودگی کریں تو ان کا جواب اُنہیں کے انداز میں نہ دیا جائے۔ اور فرمایا کہ بدتہذیبی اور بدتمیزی شیطان کے ہتھیار ہیں، ان کے ذریعے وہ تمہیں غصہ دلاتا اور بھڑکاتا ہے کہ ترکی بہ ترکی جواب دو، جس سے لڑائی فساد کی نوبت آجائے۔ یہ شیطان کی انسان سے دشمنی ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر حال میں صبر کرنا جہاد کے حکم سے پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہوگیا۔ فی زمانہ جہاد کا حکم موجود ہے لیکن حکومت کے انتظام سے ہوتا ہے۔ (2) انفرادی طور پر کفار کی بداخلاقی کا جواب اخلاق سے دینا اب بھی سنت ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ دلیل تو قوی دو مگر بے ہودہ بات منہ سے نہ نکالو۔ فی زمانہ اس حکم پر عمل کرنے کی سخت حاجت ہے کیونکہ ہمارے ہاں دلیل سے پہلے گولی اور گالی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔

آیت 54 فرمایا کہ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ چاہے تو اے کافرو! تمہیں توبہ اور ایمان کی توفیق عطا فرما کر تم پر رحم فرمائے اور چاہے تو حالتِ کفر میں باقی رکھ کر عذاب دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرمایا کہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہوں بلکہ آپ صرف مبلغ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

آیت 55 فرمایا کہ تمہارا رب آسمان وزمین میں موجود ساری مخلوق کے سب احوال جانتا ہے اور اس بات کو بھی کہ کون کس لائق ہے اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر مخصوص فضائل کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا، سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حبیب بنایا اور بے شمار امور میں آپ کو فضیلت تامہ عطا فرمائی۔

فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ

ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی ○ تم فرماؤ: پکارو انہیں جن کو تم

مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ

اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو تو وہ تم سے تکلیف ہٹانے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اسے پھیر دینے کا ○ وہ مقبول بندے جن کی یہ کافر

یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ

عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں

وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَ اِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ

اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ○ اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ

مزید فرمایا: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ اہم بات: زبور کتاب الٰہی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس میں 150 سورتیں ہیں، سب میں دعا، اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اس کی تحمید و تمجید ہے، نہ اس میں حلال و حرام کا بیان، نہ فرائض نہ حدود و احکام۔

آیت 56 شانِ نزول: کفار شدید قحط میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فریاد لے کر آئے اور دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود مانتے ہو اس وقت انہیں پکارو تو وہ نہ تو اس پر قادر ہیں کہ تم سے تکلیف مٹا دیں اور نہ اس پر کہ تم سے مصیبت منتقل کر کے دوسرے پر ڈال دیں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو۔

آیت 57 کفار کے بہت سے گروہ تھے، کوئی بتوں اور دیوی دیوتاؤں اور کوئی فرشتوں کو پوجتا تھا، یونہی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر علیہ السلام کو نیز بہت سے لوگ ایسے جنوں کو پوجتے تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے لیکن ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان لوگوں کو شرم دلائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن مقربین بارگاہِ الٰہی کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے تاکہ جو سب سے زیادہ مقرب ہو اس کو وسیلہ بنائیں، جب یہ مقربین بھی بارگاہِ الٰہی تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرتے، رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں تو کافر انہیں کس طرح معبود سمجھتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔ اہم بات: مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا۔

آیت 58 فرمایا کہ کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے فرمانبردار ہونے کی صورت میں اچھی موت کے ساتھ روزِ قیامت سے پہلے ختم کر دیں گے اور اگر گنہگار ہو تو دُنیوی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیں گے اور اگر کسی کافر بستی کو دنیوی عذاب نہ آیا تو آخرت میں شدید عذاب دیں گے اور یہ بات لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۵۸

ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی دی

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۵۹ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ

تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں اور جب ہم نے تم سے فرمایا: بیشک سب لوگ تمہارے رب کے

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ

قابو میں ہیں اور ہم نے آپ کو جو مشاہدہ کرایا اسے لوگوں کیلئے آزمائش بنادیا اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے

آیت 59 **شانِ نزول:** اہلِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا تھا کہ صفا پہاڑ کو سونا کردیں اور پہاڑوں کو مکہ سے ہٹادیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وحی کی کہ اگر آپ فرمائیں تو آپ کی امت کو مہلت دی جائے اور اگر آپ فرمائیں تو جو انہوں نے طلب کیا ہے وہ پورا کیا جائے لیکن اگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو ان کو ہلاک کردیا جائے گا، اسی بیان میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ہمیں کفار کی مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کردیا اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ہم نے قومِ ثمود کے مطالبے پر حضرت صالح علیہ السلام کو نشانی کے طور پر اونٹنی دی تو قوم نے ماننے کے بجائے اونٹنی پر ہی ظلم کیا کہ اسے قتل کردیا اور یوں گویا اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا اور نتیجے میں ہلاک ہوگئے اور یاد رکھو کہ ہم نشانیاں جلد آنے والے عذاب سے ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

آیت 60 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یاد کرو جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں تو آپ تبلیغ فرمایئے اور کسی کا خوف نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور شبِ معراج بیداری کی حالت میں جو آیاتِ الٰہیہ کا آپ کو معائنہ کروایا گیا وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش تھا اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے یعنی زقوم کا درخت جو جہنم میں پیدا ہوتا ہے اس کو سبب آزمائش بنادیا کہ ابوجہل نے کہا: اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہیں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہیں کہ وہ پتھروں کو جلادے گی پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں درخت اُگیں گے۔ آگ میں درخت کہاں رہ سکتا ہے؟ آیت میں مزید فرمایا: ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کی بڑی سرکشی میں اضافہ کردیتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے انسانوں اور ہر شے کو گھیرنے کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے، جسمانی طور پر نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ (2) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو واقعہ معراج کی خبر دی تو کفار نے اس کی تکذیب کی اور بعض مسلمان بھی مرتد ہوگئے۔ (3) اس آیت میں معراج جسمانی کا ثبوت ہے کیونکہ مشرکین نے اس کا انکار کیا اور فتنہ اٹھایا، اگر یہ صرف خواب کی معراج ہوتی تو نہ اس کا انکار ہوتا اور نہ فتنہ۔ اس لئے آیت میں "رؤیا" لفظ سے مراد خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

ع٦ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿٦٠﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کی بڑی سرکشی میں اضافہ کر دیتا ہے ○ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿٦١﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ

تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا؟ ○ کہنے لگا: بھلا دیکھ تو جسے تو نے

كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾

میرے اوپر معزز بنایا، اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا ○

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ

اللہ نے فرمایا: چلا جا تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک جہنم تم سب کی بھرپور سزا ہے ○ اور تو اپنی آواز کے ذریعے

مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ

جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کر دے اور مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہو جا

آیت 61 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کا ذکر فرمایا اور یہاں بیان فرمایا کہ سابقہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ ان کے اہل زمانہ کی ایسی ہی روش رہی ہے، ان میں سے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھ لیں جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے مقرب بندے ہیں، انہیں ابلیس کی طرف سے کیسی شدید مشقت کا سامنا ہوا۔ آیت میں فرمایا: یاد کرو! جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے تکبر اور حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کی وجہ سے جواب دیا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری پیدائش آگ سے ہے اور میں حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہوں۔

آیت 62 شیطان نے مزید کہا کہ اے خدا! جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا، مجھ پر فضیلت دی اور سجدہ کرایا اسے مجھ پر کیوں فضیلت دی حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا یعنی گمراہ کر دوں گا سوائے ان چند لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور وہ اس کے مخلص بندے ہیں۔

آیت 63 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں میری بارگاہ سے نکل جا اور تجھے قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے، یاد رکھ کہ جو تیری پیروی کرے گا تو اسے جہنم کی بھرپور سزا ملے گی۔

آیت 64 اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کر دے یعنی اپنے تمام مکروفریب کے جال اور اپنے تمام لشکر ان کے خلاف استعمال کر لے اور تجھے مہلت دی جاتی ہے

وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ

اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے ○ بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا

سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا

قابو نہیں، اور تیرا رب کافی کارساز ہے ○ تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تاکہ تم

مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ

اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے ○ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾

وہ سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ناشکرا ہے ○

کہ گناہ کروا کر ان کے مالوں اور اولاد میں ان کا شریک ہو جا اور ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہ۔ اور فرمایا کہ شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شیطان کا پھسلانا وسوسے ڈالنا اور معصیت کی طرف بلانا ہے یا اس سے مراد گانے باجے اور لہو ولعب کی آوازیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔ (2) مال و اولاد میں شیطان کے شریک ہونے سے مراد ان دونوں میں ہونے والے گناہ ہیں کہ ابلیس اس گناہ کے ارتکاب میں شریک ہے مثلاً سود وغیرہ مال حاصل کرنے کے حرام طریقے اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا، مالی اُمور میں شیطان کی شرکت ہے جبکہ زنا اور ناجائز طریقے سے اولاد حاصل کرنا اولاد میں شیطان کی شرکت ہے۔

آیت 65 اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ تجھے مہلت اور اختیار دیا گیا کہ تو مخلوق کو گمراہ کر دے اور اپنے جال میں پھنسائے مگر میرے وہ بندے جو اصحابِ فضل وصلاح ہیں جیسے انبیا علیہم السلام، انہیں میں تجھ سے محفوظ رکھوں گا اور شیطانی مکر و فریب اور وساوس ان سے دور کروں گا۔ اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔ **اہم بات:** انہی آیات کی بنا پر انبیاءِ کرام علیہم السلام کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر علما نے فرمایا کہ اولیاءِ کرام علیہم الرحمہ بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں وہ بھی شامل ہیں۔

آیت 66 فرمایا کہ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تاکہ تم تجارت کے ذریعے اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔

آیت 67 فرمایا کہ اے مشرکو! تمہارا حال یہ ہے کہ جب تمہیں سمندری سفر میں مصیبت آتی اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، اس وقت ان جھوٹے معبودوں میں سے کسی کا نام زبان پر نہیں لاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنے لگتے ہو پھر جب اللہ تعالیٰ تمہیں طوفان سے نجات دے دیتا اور خشکی کی طرف صحیح سلامت لے آتا ہے تو تم پھر اس کی توحید سے منہ پھیر لیتے اور دوبارہ انہی ناکارہ بتوں کی پرستش شروع کر دیتے ہو۔ اس ساری صورتِ حال کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ
کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ اللہ تمہارے ساتھ خشکی کا کنارہ زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر بھیجے پھر تم اپنے لئے
وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً أُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ
کوئی حمایتی نہ پاؤ ○ یا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ وہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے
فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا
تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو اس پر ہم سے کوئی مطالبہ کر سکے ○ اور بیشک ہم نے
بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا
اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر

آیت 68 فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ تمہارے دریا سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی کے کنارے سمیت زمین میں دھنسا دے جیسا کہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ خشکی و تری سب اللہ تعالیٰ کے تحتِ قدرت ہیں جیسا وہ سمندر میں غرق کرنے اور بچانے دونوں پر قادر ہے ایسا ہی خشکی میں بھی زمین کے اندر دھنسا دینے اور محفوظ رکھنے دونوں پر قادر ہے۔ خشکی ہو یا تری ہر جگہ بندہ اس کی رحمت کا محتاج ہے نیز وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر پتھروں کی بارش برسا دے جیسے قومِ لوط پر بھیجی تھی، پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ جو تمہیں بچا سکے۔

آیت 69 مزید فرمایا کہ سمندر کی مشکلات سے نجات پانے کے بعد تم دوبارہ شرک میں پڑ جاتے ہو تو کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو ہم سے کوئی مطالبہ کر سکے اور دریافت کر سکے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا کیونکہ ہم قادر و مختار ہیں، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، ہمارے کام میں کوئی دخل دینے والا اور دم مارنے والا نہیں۔

آیت 70 اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، علم، قوتِ گویائی، پاکیزہ صورت اور معتدل قد و قامت عطا کی، جانوروں سے لے کر جہازوں تک کی سواریاں عطا فرمائیں، دنیا و آخرت سنوارنے کی تدبیریں سکھائیں، تمام چیزوں پر غلبہ عطا فرمایا، قوتِ تسخیر بخشی کہ آج انسان زمین اور اس کے نیچے یونہی ہواؤں بلکہ چاند تک کو تسخیر کر چکا ہے اور مریخ تک کی معلومات حاصل کر چکا ہے، بحر و بر میں انسان نے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں، یہ چند مثالیں ہیں ورنہ لاکھوں چیزیں اولادِ آدم کو عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اسے عزت دی، ان کو لطیف اور خوش ذائقہ غذائیں دیں اور تمام مخلوقات پر فضیلت دی۔ **اہم باتیں:** (1) انسانوں کے خاص افراد یعنی انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں کے خاص افراد سے افضل ہیں اور نیک انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ (2) فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی پر مجبور ہیں کیونکہ ان کی فطرت ہی یہ ہے، ان میں عقل ہے لیکن شہوت نہیں اور جانوروں میں شہوت ہے لیکن عقل نہیں جبکہ آدمی میں شہوت اور عقل دونوں ہیں تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ فرشتوں سے افضل اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ جانوروں سے بدتر ہے۔

ع تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

بہت سی برتری دی ○ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا

فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى

جائے گا تو وہ لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور جو اس زندگی میں اندھا ہو گا

فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٧٢﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا اور وہ زیادہ گمراہ ہو گا ○ اور کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹا دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے

لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ

کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کر دو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنا لیں ○ اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿٧٤﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ

تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہو جاتے ○ اور اگر ایسا ہوتا تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا

آیت 71 ﴿ فرمایا کہ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے جس کی وہ دنیا میں پیروی کرتا تھا تو نیک لوگ جو دنیا میں صاحبِ بصیرت تھے اور راہِ راست پر چلتے رہے، اُن کو اُن کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اس میں اپنی نیکیاں لکھی ہوئی دیکھیں گے تو اس کو ذوق و شوق سے پڑھیں گے اور ان کے اعمال کے ثواب میں ادنیٰ سی بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اہم بات: بعض مفسرین کے نزدیک یہاں "امام" سے مراد وہ پیشوا ہے جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت دی ہو یا باطل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں صالحین کو ہی اپنا پیشوا بنانا چاہیے تا کہ قیامت میں انہی کے ساتھ حشر ہو۔

آیت 72 ﴿ ارشاد فرمایا: جو دنیا کی زندگی میں ہدایت کا راستہ دیکھنے سے اندھا ہو گا وہ آخرت میں نجات کا راستہ دیکھنے سے بھی اندھا ہو گا بلکہ قیامت میں وہ اور زیادہ گمراہ ہو گا۔

آیت 73 ﴿ شانِ نزول: قبیلہ ثقیف کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ تین باتیں منظور کر لیں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے، ان میں سے ایک یہ بات کہی کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہو تا کہ ہم فخر کر سکیں اور اگر آپ کو عرب کے دوسرے لوگوں کے شکایت کرنے کا اندیشہ ہے تو آپ ان سے کہہ دیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی ایسا تھا یعنی معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ دیجئے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور معاملات کی نگہبانی تو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کر سکیں، آیت میں فرمایا: کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹا دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کر دو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنا لیں۔

آیت 74، 75 ﴿ ان دو آیات میں کفار کی بات کا رد اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان اور معصومیت کا بیان ہو رہا ہے،

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ﴿٧٥﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْكَ

کا مزہ چکھاتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے ○ اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس سرزمین سے پھسلا دیں تا کہ تمہیں

مِنْهَا وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے تھوڑی ہی مدت ٹھہرتے ○ جیسے ہمارے ان رسولوں کا طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے

مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ﴿٧٧﴾ ع اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ ع ٨ ٨

پہلے بھیجا اور تم ہمارے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ○ نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر ہم تمہیں معصوم بنا کر ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہو جاتے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور اگر بالفرض ایسا ہوتا کہ آپ ان کی طرف جھکتے تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا کا مزہ چکھاتے کیونکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مرتبہ دوسروں سے بلند تر ہے اس لئے آپ سے پاکیزگی اور کردار میں عظمت کا تقاضا بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ مزید فرمایا: پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

آیت 76 **شانِ نزول:** کفار نے آپس میں اتفاق کر کے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سرزمین عرب سے باہر نکال دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا، اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے آپ کو یہاں سے نکالنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ ہونے دیا اور اگر بالفرض یہ آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد یہ بھی جلد ہلاک کر دیئے جاتے کیونکہ نبی علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد عذابِ الٰہی آجاتا ہے۔

آیت 77 فرمایا کہ جیسے ہمارا ان رسولوں علیہم السلام کے بارے میں طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا کہ جس قوم نے انہیں ان کے وطن سے نکالا اور وہاں کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی بھی امید نہ رہی تو ہم نے اس قوم کو ہلاک کر دیا اور تم ہمارے اس قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ **اہم بات:** اہل مکہ کی بچت کی وجہ یہ رہی کہ وہاں مسلمان باقی رہے، وہاں خانہ کعبہ تھا اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں ایمان کی قوی امید بھی موجود تھی۔

آیت 78 ارشاد فرمایا: **نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک۔** اس دورانیے میں چار نمازیں آگئیں: ظہر، عصر، مغرب اور عشاء، کیونکہ یہ چاروں نمازیں سورج ڈھلنے سے رات گئے تک پڑھی جاتی ہیں۔ مزید فرمایا: **"صبح کا قرآن قائم رکھو"**، اس سے نمازِ فجر مراد ہے اور اسے قرآن اس لئے فرمایا گیا کہ قراءت ایک رُکن ہے اور صبح کی نماز کی فضیلت کے بارے میں فرمایا: **بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں** یعنی نمازِ فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آجاتے ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے: باجماعت نماز کو تمہارے تنہا کی نماز پر 25 درجے فضیلت حاصل ہے اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ (بخاری، حدیث: 485)

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ

اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں○ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے،

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ

قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں○ اور اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے

صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

میرے رب مجھے پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے پسندیدہ طریقے سے نکال دے اور میرے لئے اپنی طرف سے مددگار قوت بنادے○

آیت 79 مزید فرمایا: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص آپ لئے زیادہ ہے آپ کی امت پر یہ نماز فرض نہیں۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو آخرت میں ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) نماز تہجد حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر فرض تھی، جمہور کا یہی قول ہے جبکہ آپ کی اُمت کے لئے سنت ہے۔ حدیث پاک میں ہے: رات میں قیام کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ، تمہارے رب کی طرف قربت کا ذریعہ، گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔ (ترمذی، حدیث:3560) (2) آیت میں مقام محمود کا ذکر ہے اور مقام محمود مقام شفاعت ہے کہ اس میں اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حمد کریں گے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی گئی: مقام محمود کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ شفاعت ہے۔ (ترمذی، حدیث:3148) **حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا مانگنے کی فضیلت:** حدیث پاک میں ہے: "جو اذان سن کر یہ دعا کرے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ یعنی اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد مصطفیٰ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر کھڑا کرنا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔" تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو گئی۔ (بخاری، حدیث:614) اور مسلم شریف کی روایت میں اس دعا سے پہلے درود پڑھنے کا بھی فرمایا گیا ہے۔ (مسلم، حدیث:11(384)) **مسائل:** (1) نماز عشا کے بعد رات میں سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں تو یہ تہجد ہے، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔ (2) کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں۔ (3) جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے تہجد چھوڑنا مکروہ ہے۔

آیت 80 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے میرے رب! میرا داخل ہونا اور نکلنا پسندیدہ طریقے سے کر دے، جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں سے بھی میں باہر آؤں خواہ وہ کوئی مکان ہو یا منصب یا کام۔ ایک قول یہ ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں پسندیدہ داخلہ عنایت کر اور مکہ مکرمہ سے میرا نکلنا صدق کے ساتھ کر کہ اس سے میرا دل غمگین نہ ہو۔ یہ آخری توجیہ اس صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جبکہ یہ آیت مکی ہو۔ مزید فرمایا کہ اس طرح عرض کرو: اے اللہ! مجھے وہ قوت و حجت و دلیل عطا فرما جس سے میں تیرے دشمنوں پر غالب ہو جاؤں۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اُن کے دین کو غالب کرنے اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۸۱) وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ

اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو

شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲) وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو خسارہ ہی بڑھتا ہے۔ اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں

اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَــٴُـوْسًا (۸۳) قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ

تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ تم فرماؤ: سب اپنے اپنے

آیت 81 اور تم فرماؤ کہ حق یعنی اسلام آیا اور باطل یعنی کفر مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا کیونکہ اگرچہ باطل کو کسی وقت قوت و غلبہ حاصل ہو بھی جاتا ہے مگر اس کو پائیداری حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا انجام بربادی و خواری ہی ہوتا ہے۔ **اہم بات:** مروی ہے کہ مشرکین نے کعبۂ مقدسہ کے گرد 360 بت نصب کیے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے روز جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ یہ آیت پڑھ کر لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے وہ گرتا جاتا تھا۔

(معجم صغیر، 2/136)

آیت 82 ارشاد فرمایا: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے کہ اس سے گمراہی اور جہالت وغیرہ دور ہوتے اور ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ کتاب ایسے علوم و دلائل پر مشتمل ہے جو وہم پر مبنی چیزوں اور شیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست و نابود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا خزانہ ہے جس سے جسمانی امراض اور آسیب دور ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس قرآن کے ذریعے ظالموں یعنی کافروں کا خسارہ ہی بڑھتا ہے کہ کفر و ضد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم کی حقیقی شفا تو روحانی امراض سے ہے لیکن جسمانی امراض کی بھی اس میں شفا موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال و افعال سے ثابت ہے۔

آیت 83 ارشاد فرمایا: اور جب ہم کسی کافر انسان پر احسان کرتے ہیں کہ اس کو صحت، مال، جان، اولاد میں وسعت عطا فرماتے ہیں تو وہ ہمارا ذکر، ہماری بندگی اور ہمارا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا یعنی تکبر کرتا ہے اور جب اسے برائی یعنی تکلیف، نقصان یا فقر پہنچتا ہے تو تضرع و زاری سے دعائیں کرتا اور دعاؤں کی قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہونے پر مایوس ہو جاتا ہے۔ **اہم بات:** آرام و راحت کے وقت اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت میں لمبی دعائیں مانگنا اور اگر قبولیت میں دیر ہو تو مایوس ہو جانا کافر یا غافل کی علامت ہے۔ **درس:** کافر کی اس حالت کو بتا کر مسلمان کو سمجھایا گیا ہے کہ اسے ایسا نہیں بننا چاہیے بلکہ نعمت پر خدا کا شکر ادا کرے، مصیبت میں صبر کرے اور دعا مانگے اور بالفرض دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہو بلکہ رحمتِ الٰہی کا امیدوار رہے۔

آیت 84 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ: ہر کوئی اپنے اپنے انداز پر کام کرتا ہے، جس کی فطرت اور اصل شریف اور طاہر ہو اس سے افعالِ جمیلہ اور اخلاقِ پاکیزہ صادر ہوتے ہیں اور جس کا نفس خبیث ہے اس سے افعالِ خبیثہ سرزد ہوتے ہیں تو تمہارا رب اسے

عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا۠ (۸۴) وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ ع

اندازپر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے۔ اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (۸۵) وَ لَىٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ

تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم جو آپ کی طرف

بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًاۙ (۸۶) اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَؕ

وحی بھیجتے ہیں اسے لے جاتے پھر تم اپنے لئے اس پر ہمارے حضور کوئی وکیل نہ پاتے۔ مگر تمہارے رب کی رحمت ہی ہے۔

خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے۔

آیت 85 شانِ نزول: (1) ایک بار مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا گزر یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے ابو القاسم! روح کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم خاموش ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، میں کھڑا رہا اور جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بخاری، حدیث: 125) (2) قریش نے یہودیوں سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جسے ہم ان (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا: ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ قریش نے آپ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔ (ترمذی، حدیث: 3151) ہو سکتا ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو اور دونوں کو ایک ہی جواب دینے کا حکم دیا گیا۔ آیت میں فرمایا گیا: تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح امرِ ربی ہے یعنی میرے رب کے حکم سے ایک خاص چیز ہے اور اے لوگو! تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ اہم باتیں: (1) آیت میں بتایا گیا کہ روح کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے اور اس کے بارے میں علمِ حقیقی سب کو حاصل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائے وہی جان سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اس کا علم عطا کیا گیا۔ اولیاء کرام کی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے روح کا علم حاصل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ (2) تمام مخلوق یعنی انسان، جنات، فرشتوں وغیرہا سب کا علم علمِ حادث ہے اور علمِ حادث، خالقِ کائنات کے علمِ قدیم کے مقابلے میں تھوڑا ہے کیونکہ بندوں کا علم متناہی (یعنی اس کی ایک انتہا) ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی انتہا نہیں اور متناہی علم غیر متناہی علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے ایک قطرہ کسی عظیم سمندر کے مقابلے میں ہو جس کی کوئی انتہا نہیں۔

آیت 86، 87 ان دو آیات میں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو جو شفا اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ان تمام علوم کا جامع ہے جو آپ کو عطا کئے گئے، اسے سینوں اور صحیفوں سے محو فرما دیتے، پھر آپ کوئی وکیل نہ پاتے جو ہماری بارگاہ میں آپ کے لئے اس قرآن کو لوٹا دینے کی وکالت کرتا لیکن آپ کے رب کی رحمت ہی ہے کہ اس نے قیامت تک اسے باقی رکھا اور ہر طرح کی کمی بیشی اور تبدیلی سے محفوظ فرما دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان در احسان ہے کہ اس نے پہلے قرآن نازل فرما کر احسانِ عظیم فرمایا اور پھر اسے محفوظ فرما کر اور قیامت تک باقی رکھ کر احسان فرمایا۔ اے حبیب! بیشک تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اُس نے آپ پر قرآن کریم

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا

بیشک تمہارے اوپر اس کا بڑا فضل ہے۔ تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ

بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا

اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔ اور بیشک ہم نے

لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؗ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾ وَ قَالُوْا

لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا۔ اور انہوں نے کہا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ

ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہادو۔ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ

ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کردو۔ یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادو جیسا تم نے کہا ہے یا

نازل فرمایا، آپ کو تمام بنی آدم کا سردار اور خاتم النبیین کیا اور مقام محمود عطا فرمایا۔

آیت 88 مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: تم فرماؤ: اگر تمام جن و انس اس پر متفق ہو جائیں کہ فصاحت و بلاغت، حسن ترتیب، علوم غیبیہ اور معارف الٰہیہ وغیرہا میں سے کسی کمال میں قرآن کے برابر کوئی چیز لے آئیں تو وہ ایسا نہ کرسکیں گے اگرچہ وہ سب باہم مل کر کوشش کریں۔ ایسا ہی ہوا، تمام کفار عاجز ہوئے، انہیں رسوائی اُٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآنِ کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کرسکے کیونکہ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ ایسا کلام پیش کرسکے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرح بلاغت وہدایت وتاثیر کا جامع ہو۔

آیت 89 ارشاد فرمایا: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم وجلیل نعمت ہے لہٰذا ہر عالم اور حافظ پر لازم ہے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کے حقوق ادا کرنے پر ہمیشگی اختیار کرے۔

آیت 90-93 **شانِ نزول:** جب قرآنِ کریم کا اعجاز خوب ظاہر ہو چکا، واضح معجزات نے حجت قائم کردی اور کفار کے لئے عذر کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جب ان کی ضد، عناد اور حق سے دشمنی کا حد سے گزرنا دیکھا تو آپ کو ان کی حالت پر رنج ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان 4 آیات میں فرمایا گیا: انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے سرزمین مکہ سے کوئی چشمہ بہادو یا

تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ قَبِیْلًاۙ(۹۲) اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِؕ

اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ

وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ

اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہر گز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا(۹۳) وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ

میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔ اور لوگوں کو ایمان لانے سے ان کے پاس ہدایت آجانے کے بعد اسی بات نے منع کر رکھا ہے

اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا(۹۴) قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىٕنِّیْنَ

کہ وہ کہتے ہیں: کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا؟ تم فرماؤ: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے

تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کر دو یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دو جیسا تم نے کہا ہے یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ تو ہم انہیں دیکھیں یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں اور اس میں تمہاری تصدیق ہو۔ کفار کے تمام مطالبات کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایک ہی جواب دینے کا ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں: میرا رب پاک ہے، میں تو صرف دیگر رسولوں علیہم السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔ میرا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے، وہ میں نے پہنچا دیا اور جس قدر معجزات و آیات یقین واطمینان کے لئے درکار ہیں اُن سے بہت زیادہ میرا پروردگار ظاہر فرما چکا لہٰذا حجت پوری ہو چکی ہے اور باقی تمہارے مطالبات پر معجزات کا ظاہر کرنا میرے ذاتی اختیار میں نہیں بلکہ رب کے حقیقی اختیار میں ہے اور معجزات کے اظہار کا رب اپنی حکمت سے جب چاہے اجازت دیتا ہے لہٰذا مجھ سے اس کا مطالبہ نہ کرو اور قرآن کے دلائل کے بعد تم اس پر غور کر لو کہ رسول کے انکار کرنے اور آیاتِ الٰہیہ سے مکرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

آیت 94 ارشاد فرمایا: حالانکہ لوگوں کے پاس ہدایت آچکی ہے مگر انہیں صرف اس بات نے ایمان لانے سے روک رکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یعنی وہ لوگ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور اُن کے منصبِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے معترف نہ ہوئے، یہی اُن کے کفر کی اصل وجہ تھی اور اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔

آیت 95 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم ان کفار سے فرما دو کہ اگر انسانوں کے بجائے زمین میں صرف فرشتے رہائش پذیر ہوتے جو یہاں چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں انسان بستے ہیں تو رسول بھی انسان ہی بنایا جاتا ہے۔

لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ

تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے ۝ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے،

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ

بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے ۝ اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے

فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

تو تم ہرگز ان کیلئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ

عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لئے اور بھڑکا دیں گے ۝ یہ ان کی سزا ہے

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے

النصف

آیت 96 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اس بات پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے کہ جس چیز کے ساتھ مجھے بھیجا گیا وہ میں نے تم تک پہنچادی اور تم نے اسے جھٹلایا اور دشمنی کی، بے شک وہ اپنے بندوں یعنی رسولوں اور جن کی طرف انہیں بھیجا گیا ان کے ظاہری اور باطنی تمام احوال کی خبر رکھنے والا اور انہیں دیکھنے والا ہے تو وہ انہیں اس کی جزا دے گا۔

آیت 97 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے تو تم ہرگز ان کے لئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اس حال میں اٹھائیں گے کہ وہ جس طرح دنیا میں حق دیکھنے کی بصیرت نہ رکھتے تھے، حق بات بول نہیں سکتے تھے اور حق بات سننے سے بہرے تھے اسی طرح آخرت میں بھی اس چیز کو دیکھنے سے اندھے ہوں گے جو ان کی نگاہوں کو ٹھنڈا کرے، وہ بات بولنے سے گونگے ہوں گے جو ان کی طرف سے قبول کی جائے اور اس بات کو سننے سے بہرے ہوں گے جو ان کے کانوں کو لذت دے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی اس کی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ **اہم بات:** بروزِ قیامت کفار کو منہ کے بل اٹھایا جائے گا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: قیامت کے دن لوگ تین حالتوں میں اٹھائے جائیں گے، بعض پیدل، بعض سوار اور بعض چہروں کے بل چلیں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس نے انہیں قدموں پر چلایا وہ انہیں منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے، سن لو! وہ اپنے منہ کے ذریعے ہر بلند جگہ اور کانٹے سے بچیں گے۔ (ترمذی، حدیث: 3153)

آیت 98 سابقہ آیت میں بیان کی گئی وعید کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عذاب ان کی سزا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں

خَلْقًا جَدِیْدًا ۝۹۸ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ

پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟○ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں وہ اس پر قادر ہے کہ

عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ

ان لوگوں کی مثل اور پیدا کر دے اور اس نے ان کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالموں نے

اِلَّا كُفُوْرًا ۝۹۹ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ

کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کر دیا○ تم فرماؤ: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے

ع خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝۱۰۰ ع وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ

ڈر سے تم (انہیں) روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں

گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے سابقہ مادے کے بغیر آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق پیدا کر دی ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان لوگوں کی مثل اور پیدا کر دے کیونکہ زمین و آسمان کے مقابلے میں انسانوں کی مثل پیدا کرنا آسان ہے اور جب وہ انسانوں کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے تو انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور اس نے ان کے مرنے، دوبارہ زندہ کئے جانے اور عذاب کے لئے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور قیامت کے دن جزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات رکھ دی گئی تو ظالموں نے کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کر دیا۔

آیت 100 کفار نے مطالبہ کیا تھا کہ ان کے شہر میں نہریں اور چشمے جاری کر دیئے جائیں تاکہ ان کے مال زیادہ اور معیشت بہتر ہو جائے، اس پر جواب دیا گیا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو بھی تم اپنے بخل اور کنجوسی پر قائم رہتے اور خرچ ہو جانے کے ڈر سے ان خزانوں کو روک رکھتے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ آدمی بڑا کنجوس ہے۔ اہم بات: یہاں انسان کو اس کی اصل کے اعتبار سے بڑا کنجوس فرمایا گیا ہے کیونکہ انسان کو محتاج پیدا کیا گیا ہے اور محتاج لازمی طور پر وہ چیز پسند کرتا ہے جس سے محتاجی کا ضرر اس سے دور ہو جائے اور اسی لئے وہ اس چیز کو اپنی ذات کے لئے روک لیتا ہے جبکہ اس کی سخاوت خارجی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے اسے اپنی تعریف پسند ہے یا ثواب ملنے کی امید ہے۔

آیت 101 فرمایا: بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو 9 روشن نشانیاں دیں تو اے حبیب! آپ بنی اسرائیل سے پوچھو، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بے شک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے یعنی معاذ اللہ جادو کے اثر سے تمہاری عقل اپنی جگہ نہیں رہی یا یہاں "مَسْحُوْر" ساحر کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ عجائب جو آپ دکھلاتے ہیں، جادو کے کرشمے ہیں۔ اہم بات: حضرت موسیٰ

فَسْـَٔلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى

تو بنی اسرائیل سے پوچھو، جب وہ موسیٰ ان کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بیشک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ

مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىٕرَ

تم پر جادو کیا ہوا ہے ○ فرمایا: یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں کر کے آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے

وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے ○ تو فرعون نے چاہا کہ ان (بنی اسرائیل) کو زمین سے نکال دے

فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ

تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا ○ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اس سرزمین میں سکونت اختیار کرو

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ

پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر لائیں گے ○ اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا

علیہ السلام کو جو 9 نشانیاں دی گئیں، یہ ہیں: (1) عصا (2) ید بیضا (3) بولنے میں دقت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا (4) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا (5) طوفان (6) ٹڈی (7) گھن (8) مینڈک (9) خون۔

آیت 102 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اے فرعون! یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں بنا کر آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے کیونکہ ان نشانیوں اور معجزات سے میری سچائی، میرا کامل العقل ہونا اور جادوگر نہ ہونا نیز ان نشانیوں کا خدا کی طرف سے ہونا ظاہر ہے اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔

آیت 103 فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو سرزمین مصر سے نکال دے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو سلامتی عطا فرمائی۔

آیت 104 فرعون کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم اس سرزمین یعنی مصر و شام میں سکونت اختیار کرو، پھر جب قیامت آئے گی تو ہم تمہیں دوبارہ جمع کریں گے اور میدانِ قیامت میں سعادت مندوں اور بدبختوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں گے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا: ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا یعنی قرآن شیاطین کے خلط ملط سے محفوظ رہا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی لہٰذا قرآن کا ایک ایک جملہ، کلمہ اور حرف برحق ہے۔ مزید فرمایا: اے حبیب! ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر فرمانبرداروں کو جنت کی خوش خبری دینے والا اور نافرمانوں کو ڈر سنانے والا۔ اہم بات: آیت کا یہ جملہ ﴿وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ ہر بیماری کے لئے مجرب ہے، مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو باذن اللہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا○ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر

عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ

ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا○ تم فرماؤ: (اے لوگو!) تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک جن لوگوں کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّیَقُوْلُوْنَ

اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں○ اور کہتے ہیں

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ

ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا○ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں

آیت 106 فرمایا کہ ہم نے قرآن کو 23 سال کے عرصہ میں جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو کیونکہ اس طرح مضامین بآسانی سننے والوں کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے حالات و واقعات کی ضرورت کے مطابق نازل کیا۔

آیت 107 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان لوگوں سے فرمادو کہ تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اور اپنے لئے نعمتِ آخرت اختیار کرو یا عذابِ جہنم تمہاری مرضی لیکن جن سلیم الفطرت لوگوں کو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کسی آسمانی کتاب کا علم دیا گیا یعنی مومنین اہلِ کتاب جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے انتظار و جستجو میں تھے اور آپ کی بعثت کے بعد شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے جیسے حضرت زید بن عمرو بن نفیل، حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم، تو جب ان حضرات کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

آیت 109،108 سابقہ آیت میں جن سعادت مندوں کا تذکرہ ہوا انہی کے قول و فعل کا ذکر ان دو آیات میں ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا رب ہر عیب سے پاک ہے لہٰذا وہ وعدہ خلافی سے بھی پاک ہے تو بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا جو اُس نے اپنی پہلی کتابوں میں فرمایا تھا کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا جائے گا اور یہ وعدہ پورا ہو چکا اور جب وہ قرآن سنتے ہیں تو اپنے رب کے حضور عجز و نیاز اور نرم دلی سے روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے خشوع و خضوع اور جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: بیشک یہ قرآن حزن (غم کی کیفیت) کے ساتھ اترا ہے، اس لئے جب تم اسے پڑھو تو رو دو اور اگر رونہ سکو تو رونے جیسی شکل بناؤ۔ (ابن ماجہ، حدیث: 1337) (2) قرآنِ کریم دل میں نرمی اور خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے۔ (3) یہ آیت ان آیات میں سے ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

وَیَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ

اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے ○ تم فرماؤ: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جو کہہ کر پکارو سب اسی کے

الۡحُسۡنٰی ۚ وَلَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتۡ بِہَا وَابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ

اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ آواز زیادہ بلند کرو اور نہ اسے بالکل آہستہ کرو اور دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کرو ○ اور تم کہو:

الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ

سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا

وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

کوئی مددگار نہیں اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو ○

آیت 110 شانِ نزول: ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے طویل سجدہ کیا اور سجدہ میں یا اللہ، یا رحمٰن فرماتے رہے۔ ابو جہل نے سنا تو کہنے لگا: محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہمیں تو کئی معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو کو پکارتے ہیں: اللہ کو اور رحمٰن کو۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اللہ اور رحمٰن دو نام ایک ہی معبودِ برحق کے ہیں خواہ کسی نام سے پکارو، اس کے بہت سے نام ہیں اور سب اچھے ہیں۔ شانِ نزول: مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے، کافر سن لیتے تو قرآنِ کریم، اس کے اتارنے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ نماز کی قراءت کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے اور نہ اصحاب سے یوں آہستہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

آیت 111 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ: سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا جیسا کہ مشرکین فرشتوں کو رب کی بیٹیاں، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار نہیں یعنی وہ کمزور نہیں کہ اس کو کسی حمایتی اور مددگار کی حاجت ہو اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو۔ اہم باتیں: (1) آیت میں اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح بڑائی بیان کرنے کا فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہا اس کے لئے اِس کے بدلے 20 نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے 20 گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (مسند امام احمد، حدیث:8099) (2) امام عبد اللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کا نام "آیۃ العز" رکھا ہے اور بنی عبد المطلب کے بچے جب بولنا شروع کرتے تو ان کو سب سے پہلے یہی آیت سکھائی جاتی تھی۔

آیاتها ۱۱۰ | ۱۸ سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ ۶۹ | رکوعاتها ۱۲

سورۂ کہف مکیہ ہے، اس میں ۱۱۰ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۟ؕ(۱) قَیِّمًا

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی ○ لوگوں کی مصلحتوں کو قائم

لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

رکھنے والی نہایت معتدل کتاب تاکہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور اچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دے کہ

سورۂ کہف کا تعارف سورۂ کہف مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 12 رکوع اور 110 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 9 تا 26 میں اصحابِ کہف یعنی پہاڑی غار والے چند اولیاء کرام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام "کہف" رکھا گیا۔ **فضائل:** (1) سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکون اور برکت نازل ہوتی ہے۔ (2) جو سورۂ کہف کی ابتدائی 10 آیات یاد کرے وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم، حدیث: 257(809)) (3) جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے تو آیندہ جمعہ تک اس کے لئے خاص نور کی روشنی رہے گی۔ (مستدرک، حدیث: 3444) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ کہف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہم کے بارے میں کئے گئے کفار کے سوالات کا جواب، اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کر کے حق ظاہر کرنے کے بعد کفار کو سرزنش، آخرت میں کفار کے اعمال برباد اور ضائع ہونے کا اعلان، کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غمزدہ ہونے کا بیان، ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان، فرشتوں کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے اور شیطان کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ، اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی حد اور انتہا نہ ہونے کا بیان اور قرآنِ مجید کے اوصاف بیان کئے گئے کہ یہ عدل والی اور مستقیم کتاب ہے، مسلمانوں کو جنت کی بشارت اور کافروں کو عذابِ جہنم کی وعید سنانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہترین نعمت اور بندوں کے لئے نجات و فلاح کا سبب ہے اور اس قرآن میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی یعنی نہ کوئی لفظی خرابی نہ معنوی، نہ اس کی آیتوں میں آپس میں اختلاف ہے اور نہ تضاد۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور یہی آپ کے لئے عزت و شرف ہے، نہ کہ خدا یا خدا کی اولاد کہنا شروع کر دیا جائے جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔

آیت 2-4 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید بندوں کی دینی و دنیوی مصلحتیں قائم رکھنے والی انتہائی معتدل کتاب ہے اور

لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ ﴿۲﴾ مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًاۙ ﴿۳﴾ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًاۗ ﴿۴﴾

ان کے لیے اچھا ثواب ہے○ جس میں ہمیشہ رہیں گے○ اور ان لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے○

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ

اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا۔ کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ

اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

کہہ رہے ہیں○ اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہو سکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کر دو○

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَ اِنَّا

بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے○ اور بیشک

ے اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو سخت عذاب سے ڈرائیں اور رضائے الٰہی کے لئے اچھے عمل کرنے والے مومنوں کو خوش خبری دیں کہ ان کے لئے اچھا ثواب یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور قرآنِ کریم کو اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی اولاد بنائی ہے۔

آیت 5 یہ قول کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے" اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا جن کی وہ اس عقیدے میں پیروی کر رہے ہیں یعنی علم اس بات کا تقاضا ہی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کوئی اولاد بنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بچے کا ہونا فی نفسہٖ محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بچہ ہونا کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں بالکل جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

آیت 6 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے پر نہایت رنجیدہ رہتے تھے اس پر آپ کے قلبِ مبارک کو تسلی دی گئی کہ آپ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر اس قدر رنج و غم نہ کیجئے اور اپنی جانِ پاک کو اس غم سے ہلاکت میں نہ ڈالیے کہ وہ قرآنِ پاک پر ایمان نہیں لاتے۔ اہم بات: اس طرح کی آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جذبۂ تبلیغ، امت، دعوت پر رحمت اور رسالت کے حقوق کو انتہائی اعلیٰ طریقے سے ادا کرنے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس قدر غمزدہ ہو رہے ہیں جس سے جان چلی جانے کا خطرہ ہے۔ تبلیغِ دین کا جذبہ اور نیکی کی دعوت بہت عظیم عمل ہیں۔

آیت 7 فرمایا کہ ہم نے زمین پر موجود چیزوں جیسے حیوانات، نباتات، معدنیات، نہروں اور دریاؤں کو زمین کے لئے زینت بنایا ہے اور ان چیزوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے، کون زہد و تقویٰ اختیار کرتا اور محرمات و ممنوعات سے بچتا ہے۔

آیت 8 دنیا کی ناپائیداری اور قابلِ فنا ہونے کو بیان فرمایا گیا کہ جو کچھ زمین پر ہے قیامت کے دن وہ سب کا سب خشک میدان کی

لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا ﴿٨﴾ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ

جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے خشک میدان بنا دیں گے۞ کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے

كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا

وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۞ جب ان نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لی، پھر کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمیں

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ

اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما۞ تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر

طرح بنا دیا جائے گا جس پر کوئی رونق نہ ہوگی لہٰذا ایسی فانی چیز سے کیا دل لگانا۔ **اہم بات:** دنیا کی محبت دور کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اس کی فنائیت میں غور کیا جائے، آدمی جتنا اس میں غور کرتا جاتا ہے اتنی ہی دنیا کی محبت اس کے دل سے کم ہوتی جاتی ہے۔

آیت 9 اصحابِ کہف کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، فرمایا: اے حبیب! کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔ **اہم باتیں:** (1) اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عجیب نشانیوں میں سے ایک نشانی اس لئے قرار دیا کہ اس میں بہت سی نصیحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف ہیں۔

آیت 10 ان نوجوانوں نے اپنی کافر قوم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک غار میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہدایت و نصرت اور رزق و مغفرت اور دشمنوں سے امن عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما۔ **اہم باتیں:** (1) اصحابِ کہف کے متعلق قوی ترین قول یہ ہے کہ وہ سات حضرات تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ان کے نام یہ ہیں: (۱) مکسلمینا (۲) یملیخا (۳) مرطونس (۴) بینونس (۵) ساریونس (۶) ذونوانس (۷) کشفیط طنونس اور اُن کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ (2) اصحابِ کہف کے نام بڑے بابرکت ہیں۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ بچے کے رونے، باری کے بخار، دردِ سر، اُمُّ الصبیان (خاص قسم کے دماغی جھٹکے اور دورے)، خشکی و تری کے سفر، جان و مال کی حفاظت، عقل کی تیزی اور قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسما لکھ کر تعویذ کی طرح بازو میں باندھے جائیں۔ (3) اکثر مفسرین کے نزدیک اصحابِ کہف کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد رونما ہوا۔ یہ اُفسوس نامی ایک شہر کے صاحبِ ایمان جوان تھے۔ ان کے زمانے میں دقیانوس نامی ایک بڑا جابر بادشاہ تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا اور جو راضی نہ ہوتا اسے قتل کر ڈالتا۔ بادشاہ کے ظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے یہ حضرات قریب کے پہاڑ میں غار کے اندر پناہ گزین ہوئے، وہاں سو گئے اور 300 برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں رہے۔

آیت 11 جب وہ غار میں لیٹے تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک پردہ لگا رکھا یعنی انہیں ایسی نیند سلا دیا کہ کوئی آواز بیدار نہ کر سکے۔ **اہم باتیں:** (1) کراماتِ اولیا حق ہیں، اصحابِ کہف بنی اسرائیل کے اولیا ہیں، ان کا کھائے پئے بغیر اتنی

سِنِیْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا

گنتی کے کئی سال پردہ لگا رکھا○ پھر ہم نے انہیں جگایا تاکہ دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست

اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

بتاتا ہے○ ہم آپ کے سامنے ان کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے

ع ۱۲

وَزِدْنٰهُمْ هُدًی ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا

اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کردیا○ اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت عطا فرمائی جب وہ کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ

جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی

اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ

بات کہنے والے ہوں گے○ یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے؟

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟○ اور (آپس میں کہا:) جب تم ان لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن کو یہ پوجتے

مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ (2) کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہو سکتی ہے اور بعد وفات بھی۔ (3) یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو، بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار اور علم کے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے۔

آیت 12 فرمایا کہ پھر ہم نے اصحاب کہف کو 309 سال کی نیند کے بعد جگایا تاکہ دیکھیں کہ ان کے سونے کی مدت کے بارے میں اختلاف کرنے والے دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست بتاتا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ ہم آپ کے سامنے اصحاب کہف کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت یعنی ایمان اور بصیرت میں اضافہ کردیا۔

آیت 14 اور ہم نے ان کے دلوں کو حق بات کہنے پر قوت عطا فرمائی جب وہ اپنے بادشاہ دقیانوس کے سامنے کھڑے ہوگئے اور بادشاہ نے انہیں بتوں کی عبادت نہ کرنے پر باز پرس کی تو وہ کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی بات کہنے والے ہوں گے۔

آیت 15 یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان کی عبادت پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے؟ تو اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور یہ گمان کرے کہ اس کا کوئی شریک یا اس کی کوئی اولاد ہے۔

آیت 16 جب اصحاب کہف نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے قوم سے علیحدہ ہونے کا پختہ ارادہ کرلیا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ جب

فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ

ہیں ان سے جدا ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو، تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی

مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ

مہیا کر دے گا○ اور اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہو کر نکل جاتا ہے اور

اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ

جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے حصے میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع ۱۴ ۱۳

جسے اللہ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے○

وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ

اور تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں اور ان کا کتا

تم ان لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ پوجتے ہیں ان سے جدا ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو جہاں ان کے فتنہ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو، تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی مہیا کر دے گا۔ اہم باتیں: (1) فتنوں کے زمانہ میں خلقت سے علیحدگی حفاظتِ ایمان کا ذریعہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر یہ پہاڑ کی چوٹیوں اور برساتی مقامات پر چلا جائے گا کیونکہ وہ اپنے دین کو بچانے کی خاطر فتنوں سے بھاگ رہا ہو گا۔ (بخاری، حدیث: 7088) (2) مقبولانِ بارگاہِ الٰہی تقیہ نہیں کرتے جیسے اصحابِ کہف نے علاقہ چھوڑ دیا لیکن تقیہ نہ کیا۔

آیت 17 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہو کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے یعنی ان پر تمام دن سایہ رہتا ہے اور طلوع سے غروب تک کسی وقت دھوپ کی گرمی انہیں نہیں پہنچتی حالانکہ وہ غار کے کھلے حصے میں ہیں جہاں خوشگوار ٹھنڈی ہوا پہنچتی رہتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کے لئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے۔ اہم بات: مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کا غار جنوب رخ (میں) واقع ہوا ہے کہ سورج نکلتے وقت بائیں اور غروب کے وقت داہنے ہوتا ہے اور ان پر کسی وقت دھوپ نہیں پہنچتی، یہ ہی تفسیر زیادہ قوی ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ اگر تم انہیں دیکھو تو تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں تاکہ ایک ہی طرح لیٹے رہنے سے ان کے بدن کو نقصان نہ پہنچے اور ان کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے اور جب اصحاب کہف کروٹ بدلتے ہیں تو وہ بھی کروٹ بدلتا ہے۔ اے سننے والے! اگر تو انہیں

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ
غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے۔ اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور
لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ
ان کی ہیبت سے بھر جائے○ اور ویسا ہی ہم نے انہیں جگایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے
مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ
نے کہا: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا: کہ ہم ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ دوسروں نے کہا: تمہارا رب خوب
بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ
جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا
اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾
زیادہ عمدہ ہے پھر تمہارے پاس اسی میں سے کوئی کھانا لے آئے اور اسے چاہیے کہ نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے○

جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور ان کی ہیبت سے بھر جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہیبت سے ان کی حفاظت فرمائی ہے کہ ان تک کوئی جا نہیں سکتا۔ اہم باتیں: (1) جو کوئی یہ کلمات ﴿وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ لکھ کر اپنے ساتھ رکھے تو کتے کے ضرر سے امن میں رہے گا۔ (2) علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب نیک بندوں اور اولیاء کرام کی صحبت میں رہنے کی برکت سے ایک کتا اتنا بلند مقام پا گیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآنِ پاک میں فرمایا تو اس مسلمان کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو اولیا اور صالحین سے محبت کرنے والا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے والا ہے بلکہ اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے تسلی ہے جو کسی بلند مقام پر فائز نہیں (قرطبی، 5/ 269) کہ وہ اپنی اس محبت وعقیدت کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہوں گے۔

آیت 19 یہاں سے بقیہ واقعے کی تفصیل بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا: جیسا ہم نے انہیں سلایا ویسا ہی ایک مدتِ دراز کے بعد ہم نے انہیں جگایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ دیکھ کر ان کا یقین زیادہ ہو اور وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں چنانچہ جب وہ بیدار ہوئے تو ان میں سے ایک کہنے والے یعنی مَکْسَلْمِیْنَا جو ان میں سب سے بڑے تھے، کہنے لگے: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا کہ ہم یہاں ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ کیونکہ وہ غار میں طلوعِ آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب اُٹھے تو آفتاب قریبِ غروب تھا، اس سے انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی دن ہے۔ بقیہ لوگوں نے کہا: تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو کہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے یا زیادہ، تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ جا کر دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے جس میں حرمت کا کوئی شبہ نہ ہو پھر وہی کھانا لے آئے اور جانے والے کو چاہیے کہ آنے جانے میں نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ اہم بات: اصحابِ کہف اپنے ساتھ دقیانوسی سکے

إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا

بیشک اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے یا تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی بھی فلاح

أَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

نہ پاؤ گے ○ اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کر دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ

فِيهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۖ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ

نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے،

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ

جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے ○ اب لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں

رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ

(جبکہ) چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ کہیں گے: وہ پانچ ہیں (اور) چھٹا ان کا کتا ہے (یہ سب) بغیر دیکھے اندازے ہیں اور کچھ کہیں گے:

لے کر گئے تھے اور سوتے وقت انہیں اپنے سرہانے رکھ لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ مسافر کو خرچ ساتھ رکھنا طریقۂ توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 20 اصحابِ کہف نے آپس میں کہا کہ اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے اور بری طرح قتل کریں گے یا جبر و ستم سے تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔

آیت 21 فرمایا کہ جیسے ہم نے اصحابِ کہف کو جگایا تھا اسی طرح ہم نے لوگوں کو دقیانوس کے مرنے اور مدت گزر جانے کے بعد اصحابِ کہف کے بارے میں مطلع کر دیا تاکہ تمام لوگ اور بالخصوص بیدروس بادشاہ کی قوم کے منکرینِ قیامت جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ پھر اصحابِ کہف کی وفات کے بعد ان کے اردگرد عمارت بنانے میں لوگ باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو۔ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے یعنی بیدروس بادشاہ اور اس کے ساتھی، انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں۔ اہم باتیں: (1) بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے، قرآن کریم نے یہاں اسی کو بیان فرمایا ہے۔ (2) بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔

آیت 22 فرمایا کہ اب کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں جبکہ چوتھا ان کا کتا ہے اور کوئی کہے گا کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ سب بغیر دیکھے اندازے ہیں یعنی یہ دونوں اندازے غلط ہیں وہ نہ تین ہیں نہ پانچ، اور کچھ کہیں گے: وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے اور یہ کہنے والے مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ثابت رکھا کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۫

دو سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے۔ انہیں بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں۔

فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَقُوْلَنَّ

ع ١٥

تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو ○ اور ہر گز

لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ

کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں ○ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو اور یوں کہو کہ

عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے ○ اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے

علم حاصل کر کے کہا۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے کیونکہ تمام جہانوں کی تمام تفصیلات اور گزشتہ و آئندہ کی کائنات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا جسے وہ عطا فرمائے۔ اصحاب کہف کی تعداد کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں تو ان کے بارے میں اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔ **اہم بات:** اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق لوگوں کا اختلاف اور اس اختلاف کا حل ارشاد فرمایا گیا۔ یہی حل ہر اس مسئلے کا ہے جو اہم نہ ہو اور جس کے جاننے سے کوئی خاص فائدہ و ضرورت نہ ہو۔

آیت 24،23 **شانِ نزول:** اہل مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روح، اصحاب کہف اور حضرت ذو القرنین کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہیں فرمایا تو کئی روز وحی نہیں آئی پھر یہ آیت اتری اور ان دو آیات میں فرمایا گیا: اور ہر گز کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں مگر ساتھ ہی یہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو میں کر لوں گا۔ اور فرمایا کہ "جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کر لو" یعنی اگر اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لو۔ اس آیت کی تفسیر میں اور اقوال بھی ہیں۔ مزید فرمایا: یوں کہو کہ قریب ہے کہ میرا رب میری نبوت پر دلائل کے لئے اصحاب کہف کے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے جو میری نبوت پر اس سے بھی زیادہ ظاہر دلالت کریں جیسے انبیاء سابقین کے احوال کا بیان، غیوب کا علم، قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا بیان، چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات کا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا وغیرہ۔ **اہم بات:** یہاں اسلامی تعلیمات کی ایک بنیادی چیز بیان ہوئی کہ مسلمان اپنے ارادے میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ ضرور کہا کرے۔

آیت 25 اصحاب کہف کے غار میں قیام کی مدت کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے غار میں تین سو نو سال ٹھہرے۔

وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ۲۵ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ

اور نو سال زیادہ○ تم فرماؤ: اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے۔ آسمانوں اور زمین کے سب غیب اسی کے لیے ہیں، وہ کتنا دیکھنے والا اور

اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّ لَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ۲۶ وَ اتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ

سننے والا ہے۔ ان کیلئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا○ اور اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی

اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۫ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۲۷

تلاوت کرو جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے○

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ

اور اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں

آیت 26 شانِ نزول: نجران کے نصرانیوں نے کہا تھا کہ 300 برس تک ٹھیک ہے اور 9 کی زیادتی کیسی ہے، اس کا ہمیں علم نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اگر لوگ اس مدت میں جھگڑا کریں تو اللہ تعالیٰ ہی کا فرمانا برحق ہے لہٰذا تم ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ لوگ کتنا ٹھہرے تھے، خواہ وہ ان کے غار میں سونے والی مدت ہو یا تب سے لے کر اب تک کی مدت کیونکہ آسمانوں اور زمین کے سب غیبوں کا علم اسی کو ہے، کوئی ظاہر اور کوئی باطن اس سے چھپا نہیں۔ آسمانوں اور زمین والوں کے لئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا کیونکہ وہ شریک سے بے پرواہ ہے۔

آیت 27 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے اور کفار کی ان باتوں کی پروا نہ کریں کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اسے تبدیل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے پر کوئی قادر نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے۔

آیت 28 شانِ نزول: سرداران کفار کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غریبوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے۔ اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لانے سے خلق کثیر اسلام لے آئے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں یعنی جو اخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں اور وہ غریب ہیں۔ مزید فرمایا کہ تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ اہم باتیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تربیت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جیسے یہاں ہوا۔ (2) اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فقرا ہوں اور بروں کے ساتھ

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ

اور تیری آنکھیں دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے

عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿٢٨﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۗ

اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ اور تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ

تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی

سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ

اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو ان کے منہ کو بھون دے گا۔

رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔ (3) صبح و شام خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ قرآن پاک میں بطورِ خاص صبح و شام کے ذکر کو بکثرت بیان فرمایا ہے۔ درس: اس حکم میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں، متکبروں، ریاکاروں، دنیاداروں کی نہ مانا کریں اور ان کے مال و دولت پر نظریں نہ جمائیں بلکہ مخلص، صالح، غربا و مساکین کے ساتھ تعلق رکھیں اور ان ہی کی اطاعت کیا کریں۔ دنیا کی محبت میں گرفتار مالداروں کی بات ماننا دین کو برباد کر دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ مال اور مالدار فی نفسہ نہ برے ہیں اور نہ اچھے بلکہ مال کا غلط استعمال اور ایسے مالدار برے ہیں اور چونکہ مالدار عموماً نفس پرستی میں پڑ جاتے ہیں اسی لئے ان کی عمومی مذمت بیان کی جاتی ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے اور حق و باطل ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا میں تو مسلمانوں کو ان کی غربت کے باعث تمہاری دل جوئی کے لئے اپنی مجلس مبارک سے جدا نہیں کروں گا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے اور خود ہی اپنا انجام سوچ اور سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پیاس کی شدت سے پانی کے لئے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو ان کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا: وہ روغن زیتون کی تلچھٹ کی طرح گاڑھا پانی ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ جب وہ منہ کے قریب کیا جائے گا تو منہ کی کھال اس سے جل کر گر پڑے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2592) اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ وہ پگھلایا ہوا رانگ اور پیتل ہے۔ **درس:** آیت میں ہر اس مسلمان کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو ظلم اور گناہ کرنے میں مصروف ہے، اسے اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرنا اور نیک اعمال میں مصروف ہو جانا چاہئے ورنہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد کا سفر انتہائی طویل ہے، جہنم کی گرمی بڑی شدید ہے، اہل جہنم کا پانی پگھلے ہوئے تانبے کی طرح اور جہنمیوں کی پیپ ہے اور جہنم کی قید بہت سخت ہے۔

بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا

کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم

لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہِمُ الۡاَنۡہٰرُ

ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں۔ ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّیَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ

انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے

مُّتَّکِئِیۡنَ فِیۡہَا عَلَی الۡاَرَآئِکِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَاضۡرِبۡ لَہُمۡ ع

وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔ اور ان کے سامنے

مَّثَلًا رَّجُلَیۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِہِمَا جَنَّتَیۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّحَفَفۡنٰہُمَا بِنَخۡلٍ

دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی کیلئے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا

آیت 31،30 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں بلکہ انہیں ان کی نیکیوں کی جزا دیتے ہیں اور ان کا اجر جناتِ عدن یعنی ہمیشہ بسنے کے باغات ہیں کہ نہ وہاں سے نکالے جائیں اور نہ کسی کو موت آئے، ان باغات کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جنتیوں کو ان باغوں میں سونے، چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ انتہائی خوبصورت ریشمی لباس پہنے ہوں گے کوئی باریک ہو گا اور کوئی موٹا ریشم اور وہ جنت میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔ اہم باتیں: (1) حدیث پاک میں ہے کہ وضو کا پانی جہاں جہاں پہنچتا ہے وہ تمام اعضا جنتی زیورات سے آراستہ کئے جائیں گے۔ (مسلم، حدیث: 40(250)) (2) ریشمی لباس اور سونے چاندی کے کنگن جنتی لباس ہیں، دنیا میں عورتوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام ہے۔ (نسائی، حدیث: 5275)

آیت 32 مسلمان اور کافر کا حال بیان کر کے ہر کافر و مومن کو دعوتِ فکر دی جا رہی ہے کہ اس واقعے میں غور کر کے اپنا اپنا انجام سمجھیں، فرمایا کہ ان کے سامنے دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی یعنی کافر کے لئے اللہ تعالیٰ نے انگوروں کے دو باغ بنا دیئے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اور ان کے درمیان کھیتی بھی بنا دی یعنی انہیں نہایت بہترین ترتیب کے ساتھ مرتب کیا۔ آس پاس سبز باغ اور بیچ میں ہرا بھرا کھیت ہو تو دیکھنے میں بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے اور اس سے مالک اپنی تمام ضروریات پوری کر لیتا ہے، کھیت سے غذا اور باغ سے پھل حاصل ہوتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۳۲ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا

اور ان کے درمیان میں کھیتی بھی بنادی O دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیے اور اس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے

خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ ۳۳ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

ایک نہر جاری کر دی O اور اس آدمی کے پاس پھل تھے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے فخر و غرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ

(اس سے کہا) میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں O اور وہ اپنے باغ میں گیا حالانکہ وہ اپنی جان پر ظلم

قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۙ ۳۵ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

کرنے والا تھا، کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ (باغ) کبھی فنا ہوگا O اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر

رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۳۶ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا O اس کے ساتھی نے اس کی فخر و غرور کی باتوں

آیت 33 کھجور اور انگور دونوں باغوں میں ہی خوب بہار آئی، پھل خوب لگے جبکہ باغ کے بیچ میں موجود نہر نے باغ کی خوبصورتی اور زینت میں بھی اضافہ کر دیا اور وہ باغ کے تروتازہ رہنے کا باعث بھی ہوئی۔

آیت 34 اس باغ والے کافر آدمی کے پاس باغ کے علاوہ اور بھی بہت مال و اسباب جیسے سونا، چاندی وغیرہ ہر قسم کا مال تھا تو وہ اپنے مسلمان ساتھی سے کہنے لگا جس سے وہ فخر و غرور کی باتیں کرتا رہتا تھا کہ میں تجھ سے زیادہ مال دار اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں یعنی میرا کنبہ قبیلہ بڑا ہے اور خدمت گار، نوکر چاکر بھی میرے پاس بہت ہیں۔ **اہم بات:** نعمتوں پر فخر و غرور کا اظہار اور مومن کو ذلیل جاننا کفار کا کام ہے۔

آیت 35 وہ باغات کا مالک مسلمان کو ساتھ لے کر باغ میں گیا، اسے فخریہ طور پر ہر طرف لے کر پھرا، ہر ہر چیز دکھائی حالانکہ وہ اپنے کفر کے سبب اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا تو وہ باغ کی زینت اور رونق دیکھ کر مغرور ہو گیا اور کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہو گا یعنی ساری عمر مجھے پھل دیتا رہے گا۔ **اہم بات:** دنیوی دولت غافل کے لئے زیادہ جرم کرنے کا باعث ہو جاتی ہے۔

آیت 36 باغ کے کافر مالک نے کہا کہ مجھے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہے کہ قیامت قائم ہو گی جیسے تیرا گمان ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ قیامت نہ آئے گی اور اگر بالفرض آ بھی گئی تو مجھے آخرت میں اس دنیوی باغ سے بہتر باغ دیا جائے گا کیونکہ دنیا میں بھی میں نے بہترین جگہ پائی ہے۔ **اہم بات:** برے اعمال کر کے جنت کی آس لگانا نیز دنیا میں مال ملنے کو رضائے الٰہی کی علامت سمجھنا کافروں کا کام ہے۔

آیت 37، 38 یہ سب باتیں سن کر اس کافر کے مسلمان ساتھی نے اس کی فخر و غرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس خداوند قدوس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے اور پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنا دیا یعنی اس نے تجھے عقل و

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لٰكِنَّا۠

کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنادیا ۔ لیکن

هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

(میں تو یہی کہتا ہوں کہ) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ۔ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٣٩﴾

تو کہتا: (یہ سب وہ ہے) جو اللہ نے چاہا، ساری قوت اللہ کی مدد سے ہی ہے۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم دیکھ رہا ہے ۔

فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا

تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر

زَلَقًا ﴿٤٠﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ

رہ جائے ۔ یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے ۔ اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو وہ ان اخراجات پر

بلوغ، قوت وطاقت عطا کی اور تو سب کچھ پا کر کافر ہو گیا لہٰذا تو اس کو مان یا نہ مان لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا۔

آیت 39 مسلمان نے اس کافر کو سمجھاتے ہوئے کہا: ایسا کیوں نہ ہوا کہ تو باغ دیکھ کر مَا شَآءَ اللّٰهُ کہتا اور اعتراف کرتا کہ یہ باغ اور اس کے تمام محاصل و منافع اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور اس کے فضل وکرم سے ہیں اور سب کچھ اس کے اختیار میں ہے، چاہے اس کو آباد رکھے یا ویران کردے، ایسا کہتا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم سمجھ رہا تھا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا تو تو نے ایسا کیوں نہیں کہا جو اوپر بیان ہوا۔ اہم باتیں: (1) یہاں سے مسلمان اور کافر کا فرق واضح ہوا کہ کافر اپنے مال و دولت اور کامیابی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے جبکہ مسلمان اپنی ہر کامیابی کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ (2) حدیث پاک میں ہے: جو شخص کوئی پسندیدہ چیز دیکھ کر مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے اسے نگاہ، نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (کنز العمال، حدیث: 17666)

آیت 40، 41 مسلمان نے مزید کہا: ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے کہ اس میں سبزہ کا نام ونشان نہ رہے اور اپنی زندگی ہی میں تو اس باغ کو برباد ہوتا ہوا دیکھے یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے کہ کسی طرح نکالا نہ جاسکے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

آیت 42 اس کافر کے باغ پر عذاب آگیا، اس کے ہر طرح کے مال و اسباب پھل ہلاکت میں گھیر لئے گئے اور باغ بالکل ویران ہو گیا تو وہ حسرت کے ساتھ ان اخراجات پر ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس نے باغ کی دیکھ بھال میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گر گیا، اس حال کو پہنچ کر اسے مومن کی نصیحت یاد آئی اور وہ سمجھا کہ یہ اس کے کفر و سرکشی کا نتیجہ ہے تو وہ کہنے لگا: اے

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ

اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس باغ میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور وہ مالک کہہ رہا ہے، اے کاش!

لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ

میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا○ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ خود

مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾

بدلہ لینے کے قابل تھا○ یہاں پتہ چلتا ہے کہ تمام اختیار سچے اللہ کا ہے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے○

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ

اور ان کے سامنے بیان کرو کہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پانی ہو جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب

نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾

زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا پھر وہ سوکھی گھاس بن گیا جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے○

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر

کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

آیت 43 فرمایا کہ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتی اور نہ ہی وہ خود بدلہ لینے کے قابل تھا۔

آیت 44 مذکورہ واقعے کا سبق بیان فرمایا گیا کہ یہاں پتہ چلتا ہے اور ایسے حالات میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہی چاہے تو پھلوں سے لدے باغات عطا فرما دے اور چاہے تو ایک لمحے میں سب کچھ تہس نہس کر دے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے۔

آیت 45 دنیوی زندگی کے قابلِ فنا ہونے اور قیامت کے حساب کتاب کے متعلق سمجھایا گیا، فرمایا: اے حبیب! لوگوں کے سامنے دنیا کی حقیقت بیان کرو اور اس کے سمجھانے کے لئے اس مثال کا سہارا لو کہ دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے زمین کی سرسبزی و شادابی، جو ہمارے نازل کئے ہوئے پانی کے سبب زمین سے نکلی لیکن کچھ عرصے بعد وہ سبزہ فنا کے گھاٹ اتر جاتا اور سوکھی ہوئی گھاس میں تبدیل ہو جاتا ہے جسے ہوائیں اِدھر سے اُدھر اڑائے پھرتی ہیں اور اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی یہی حالت دنیا کی بے اعتبار حیات کی ہے، اس پر مغرور و شیدا ہونا عقل مند کا کام نہیں اور یہ سب فنا و بقا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ اہم بات: آیت میں بیان کی گئی مثال مزید تفصیل کے ساتھ سورۂ یونس کی آیت 24 میں گزر چکی ہے۔

آیت 46 دنیا کے مال و اسباب کے متعلق فرمایا کہ مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی رونق ہیں کہ ان کے ذریعے دنیا میں آدمی فخر کرتا اور

وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً
اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں ۝ اور یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے (جس پر
وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا
پہاڑ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا) اور ہم لوگوں کو اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے ۝ اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے
لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ
پیش کیے جائیں گے، بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے
لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ
کوئی وعدے کا وقت نہ رکھیں گے ۝ اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے

انہیں دنیا کی سہولیات و لذات حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے اور باقیاتِ صالحات یعنی نیک اعمال جیسے پنجگانہ نماز، تسبیح، تحمید اور تمام عبادات رب تعالیٰ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں۔ **اہم بات:** مال اور اولاد فی نفسہٖ اگرچہ دنیا ہیں لیکن یہ آخرت کے لئے عظیم زادِ راہ بھی بن سکتی ہیں کیونکہ اگر مال کو راہِ خدا میں خرچ کیا، خصوصاً کوئی صدقہ جاریہ کا کام کیا تو یہ نجات کا ذریعہ بنے گا اور اولاد کی اگر اچھی تربیت کی، نیکی کے راستے پر لگایا تو ان کی نیکیوں کا ثواب بھی ملے گا اور ان کی دعائیں بھی ملتی رہیں گی۔

آیت 47 دنیا کی ناپائیداری اور اسبابِ دنیا کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب قیامت کی ہولناکی کا بیان کیا جا رہا ہے، فرمایا: یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے کہ وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ کر بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے جس پر پہاڑ، درخت، عمارت کچھ نہ ہوگا بلکہ ایک چٹیل میدان ہوگا اور ہم لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر میدانِ قیامت میں حاضر کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

آیت 48 قیامت واقع ہونے کے بعد کی منظر کشی کی گئی کہ سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کیے جائیں گے، ہر ہر امت کی جماعت کی قطاریں علیحدہ علیحدہ ہوں گی اور اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: بے شک تم ہمارے پاس ویسے ہی ننگے بدن، ننگے پاؤں، مال و زر سے خالی ہو کر آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پھر منکرین قیامت سے کہا جائے گا: تمہارا تو گمان تھا کہ قیامت نہیں آئے گی اور تمہارے لئے حساب کتاب کا کوئی وعدہ نہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام نے جو تمہیں اس وعدے سے خبردار کیا تھا اسے تو تم نے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔

آیت 49 یہاں قیامت کا وہ اہم اور نازک ترین مرحلہ بیان ہو رہا ہے جہاں جنتی اور جہنمی ہونے کا اعلان ہونا ہے کہ ہر بندے کا نامۂ اعمال اس کو دیا جائے گا، مومن کا دائیں ہاتھ میں اور کافر کا بائیں میں، نامۂ اعمال کو دیکھ کر برے لوگوں کی حالت دہشت انگیز ہوگی، وہ

وَيَقُولُونَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَ

ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامۂ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور

وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ع ۵ ۱۸

لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا:

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ

آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا تو وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰

تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کیلئے کیا ہی برا بدلہ ہے۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ

نہ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میں

ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامۂ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال اپنے سامنے موجود پائیں گے اور رب تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا، نہ کسی پر بغیر جرم عذاب کرے گا اور نہ کسی کی نیکیاں گھٹائے گا۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے: ہائے بربادی، اے لوگو! کبیرہ گناہوں سے پہلے صغیرہ گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرلو۔ (قرطبی، 5/302)

آیت 50 شیطان کے ابتدائی کردار کا بیان کرکے لوگوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے مردود ہوا، تم اس طرح نہ کرنا، ارشاد فرمایا: یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے طور پر انہیں سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس جو جنوں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے حکمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر و حسد کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رب کے حکم سے نکل گیا تو اے لوگو! کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے اور ان کی اطاعت اختیار کرتے ہو، وہ یوں کہ بجائے میری بندگی کے ان کی بندگی میں مبتلا ہوتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، تمہیں تو ان سے ہوشیار اور دور رہنا چاہیے نہ کہ دوستی کرنی چاہئے اور یاد رکھو کہ شیطان، اس کی اولاد اور شیطان کے فرمانبردار سب ظالم ہیں اور ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے۔

آیت 51 شیطان، اس کی اولاد نیز جن بتوں یا چیزوں کو مشرکین اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں ان میں سے کسی کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اشیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ذات منفرد و یگانہ ہے، نہ اس کا کوئی شریکِ عمل ہے نہ مشیر کار، پھر اس کے سوا اور کسی کی عبادت کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہوں ○ اور یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا: میرے ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم (میرا شریک)

زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

گمان کرتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے ○

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع وَلَقَدْ ع ۱۹

اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ○ اور بیشک

صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ

ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال طرح طرح سے بیان فرمائی اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے ○ اور

مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ

جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت مانگنے سے کس چیز نے روکا سوائے اس کے کہ ان پر بھی

آیت 52 ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: اب تم ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے لیکن ان کے شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان بتوں اور بت پرستوں نیز اہلِ حق اور گمراہوں کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے جس میں اہلِ باطل اور ان کے بت پڑے رہیں گے۔ اہم بات: مَوْبِقْ دوزخ کا ایک طبقہ ہے یا اس سے مراد مطلقاً ہلاکت کی جگہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَوْبِقْ جہنم میں ایک وادی ہے۔

آیت 53 فرمایا کہ جب مجرموں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا تو وہ اسے دیکھ کر یقین کرلیں گے کہ اب وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے کیونکہ جہنم ہر طرف سے انہیں گھیرلے گی۔

آیت 54 فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال مختلف انداز سے بیان فرمائی تاکہ لوگ انہیں سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں لیکن اکثر لوگ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ فضول بحث مباحثہ شروع کردیتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ اہم بات: یہ آیت اگرچہ بطورِ خاص نضر بن حارث یا اُبی بن خلف کافر کے متعلق نازل ہوئی لیکن اس میں تمام کفار داخل ہیں جو حق کو تسلیم کرنے کی بجائے صرف بحث مباحثہ کرتے ہیں اور آیت کے عموم میں تمام لوگ داخل ہیں کیونکہ انسان کی عمومی عادت ہے کہ فوراً بات تسلیم نہیں کرتا اگرچہ حق بات ہی کیوں نہ ہو بلکہ بحث مباحثہ کرتا ہے۔

آیت 55 یہاں کلام اس انداز میں ہے جیسے کوئی شخص سمجھانے کے باوجود غلط حرکتیں کرتا رہے تو اسے کہا جاتا ہے: لگتا ہے کہ جناب کو صرف جوتوں کی ضرورت ہے۔ مراد یہ ہوتا ہے کہ اب تمہارا علاج یہی ہے۔ یہی بات کفار سے کہی گئی کہ ہدایت کی تعلیم آجانے کے بعد اب انہیں ایمان لانے اور استغفار کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہوا ہے کہ ان پر بھی پہلے لوگوں جیسا عذاب آجائے یا

سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ

پہلے لوگوں کا طریقہ آجائے یا ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے○ اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور

مُنْذِرِیْنَ ۚ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں اور کافر باطل باتوں کے ذریعے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے حق بات کو مٹادیں

وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ

اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور ان اعمال کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بیشک ہم نے ان کے

اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی

دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ

فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ

توجب بھی ہر گز کبھی ہدایت نہ پائیں گے○ اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد

ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے۔

آیت 56 فرمایا کہ ہم رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف بھیجتے ہیں تاکہ وہ ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو ثواب اور جنت کے درجات کی خوشخبری دیں جبکہ کافروں اور گنہگاروں کو عذاب اور جہنم کے درکات سے ڈرانے والی خبریں سنائیں لیکن کافر باطل باتوں کے ذریعے ان رسولوں سے جھگڑا کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا، یہ جھگڑا وہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے اُس حق بات کو مٹادیں جو رسولوں کے ساتھ ہے، اس طرز عمل کے ذریعے کافروں نے میری وحدانیت وقدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کو اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔

آیت 57 فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کے کلام قرآن مجید کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے، ان میں غور و فکر نہ کرے اور کفر وغیرہ ان اعمال کے انجام کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بے شک ہم نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں تاکہ حق کو سن نہ سکیں اور اے حبیب! اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو جب بھی ہر گز کبھی ہدایت نہ پائیں گے کیونکہ ان کی قسمت میں ہی کفر کرنا لکھا ہوا ہے۔

آیت 58 اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہلت کا بیان ہے کہ اگر کوئی کروڑوں گناہ کرنے اور ساری زندگی گناہوں میں گزارنے کے بعد بھی

لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ

ان پر عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے ۝ اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کردیں

لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ ع ۸

جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کیلئے ایک وعدہ کررکھا تھا ۝ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل

حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝٦۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا

سفر میں رہوں گا جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں گا ۝ پھر جب وہ دونوں دو سمندروں کے ملنے

مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹاتا اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور شانِ رحمت میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ کفر و گناہ کے باوجود لوگوں کو دنیا کا رزق دیتا رہتا ہے۔ اور فرمایا: اگر وہ لوگوں کو دنیا ہی میں ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن اس کی رحمت ہے کہ اُس نے عذاب میں جلدی نہ فرمائی بلکہ ان کے لئے ایک وعدے کا وقت یعنی قیامت کا دن مقرر کر دیا۔ اس دن ساری مہلتیں ختم ہو جائیں گی اور کوئی پناہ نہ ہوگی۔ **اہم بات:** دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن اور کافر دونوں کو عام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا رزق منقطع کر کے ان کا مؤاخذہ نہیں فرماتا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن کے ساتھ اور دائمی عذاب کافر کے ساتھ خاص ہے۔

آیت 59 کفار کو سمجھانے کے لئے اجمالی طور پر پچھلی قوموں کا انجام بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ان بستیوں کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے کفر کیا اور وہ بستیاں ویران ہو گئیں اور ہم نے ان کو ہلاک کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا تو جیسے وہ بستیاں اپنے کفر و سرکشی کی وجہ سے برباد ہوئی ایسے تم بھی ہو سکتے ہو۔ **اہم بات:** ان بستیوں سے قوم لوط، عاد اور ثمود وغیرہ کی بستیاں مراد ہیں۔

آیت 60 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے کے لئے جانے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، ایک بار آپ نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت شاندار وعظ فرمایا، کسی نے پوچھا کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ! تم سے بڑے عالم حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کا پتہ پوچھا۔ ارشاد فرمایا: مجمع بحرین میں رہتے ہیں، وہاں کی نشانی یہ بتائی کہ جہاں بھنی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے اور پانی میں سرنگ بن جائے وہاں حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک کہ مشرق کی جانب دو سمندروں بحر فارس اور بحر روم کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا اگر وہ جگہ دور ہو تو مدتوں چلتا رہوں گا۔ پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت و صحبت میں رہتے اور آپ سے علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام ہی آپ کے ولی عہد بنے۔ (2) علم کے لئے سفر کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ (3) سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے۔

آیت 61 حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون علیہما السلام دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے۔ وہاں ایک پتھر کی چٹان اور چشمہ حیات

نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ

کی جگہ پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا ○ پھر جب وہ وہاں سے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم

اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ

سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے ○ خادم نے عرض کی: سنئے! جب ہم نے

اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۫ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ

اس چٹان کے پاس (آرام کیلئے) ٹھکانہ بنایا تھا تو بیشک میں مچھلی (کے متعلق بتانا) بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلادیا

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا

اور (ہوا یہ ہے کہ) مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا ○ موسیٰ نے فرمایا: یہی تو ہم چاہتے تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات

قَصَصًا ﴿٦٤﴾ لا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ

دیکھتے واپس لوٹ گئے ○ تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی اور اسے

تھا۔ اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آرام فرمایا اور حضرت یوشع علیہ السلام وضو کرنے لگے۔ اسی دوران بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہوئی اور تڑپ کر دریا میں گر گئی، اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع علیہ السلام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان سے مچھلی کا واقعہ ذکر کرنا یاد نہ رہا۔

آیت 62 پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے گزر گئے اور چلتے رہے حتی کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ، بے شک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے کہ تھکان بھی ہے اور بھوک کی شدت بھی۔ اہم بات: مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن پہنچنے سے پہلے انہیں تھکن اور بھوک کی شدت محسوس نہ ہوئی اور جب منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو تھکن اور بھوک معلوم ہوئی، اس میں حکمت یہ تھی کہ وہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں۔

آیت 63 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھانا طلب فرمانے پر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے معذرت کی اور کہا: سنئے! جب ہم نے اس چٹان کے پاس آرام کے لئے ٹھکانہ بنایا تھا تو بے شک میں مچھلی کے متعلق بتانا بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا اور ہوا یہ ہے کہ مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا۔

آیت 64 حضرت یوشع علیہ السلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مچھلی کا جانا ہی تو ہمارے مقصد حاصل ہونے کی علامت ہے۔ جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان سے ملاقات وہیں ہوگی۔ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے واپس لوٹے۔

آیت 65 جب وہ دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے خاص رحمت یعنی نبوت، ولایت، علم یا لمبی زندگی دی تھی اور

مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

اپنا علم لدنی عطا فرمایا○ اس سے موسیٰ نے کہا: کیا اس شرط پر میں تمہارے ساتھ رہوں کہ تم مجھے وہ درست بات سکھادو جو تمہیں سکھائی گئی ہے○

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

جواب دیا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے○ اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں○

قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

موسیٰ نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا○ کہا، تو اگر

آپ کو اپنا علم لدنی یعنی غیب کا علم عطا فرمایا۔ اہم باتیں: (1) حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں: جو حضرت خضر علیہ السلام کا نام ان کی ولدیت اور کنیت سمیت یاد رکھے گا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ! اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (2) حضرت خضر علیہ السلام ولی تو بالیقین ہیں جبکہ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ (یعنی حضرت خضر علیہ السلام) نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، 28/610) (3) علم لدنی وہ ہے جو بندے کو الہام کے ذریعے حاصل ہو۔

آیت 66 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو سلام کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا: میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا: جی ہاں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: کیا اس شرط پر میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے وہ درست بات سکھادیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ **اہم بات:** آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو نیز جس سے علم سیکھے اس کے ساتھ عاجزی اور ادب سے پیش آنا چاہئے۔

آیت 67 حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ **اہم بات:** چونکہ حضرت خضر علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع کام دیکھنا پڑیں گے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ ممنوع کام دیکھ کر صبر کرسکیں، اس لئے آپ نے یہ فرمایا۔

آیت 68 حضرت خضر علیہ السلام نے اس ترکِ صبر کا عذر بھی خود ہی بیان کردیا اور فرمایا کہ آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں اور ظاہر میں وہ ممنوع ہے۔ **اہم بات:** حدیث پاک میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا۔ (بخاری، حدیث: 4725)

آیت 69 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے اعتراض اور انکار کرنے سے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔

آیت 70 حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو آپ میرے کسی ایسے عمل کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا جو آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہو جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کردوں۔ **اہم بات:** شاگرد اور مرید کے آداب میں سے ہے کہ اپنے استاد اور پیر کے افعال پر زبانِ اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرمادیں۔

اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۟۷۰

آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کردوں ○

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی کو چیر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے اسے اس لیے چیر دیا تاکہ

اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ۟۷۱ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۟۷۲ قَالَ

کشتی والوں کو غرق کردو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا ○ کہا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے ○ موسیٰ نے کہا:

لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ۟۷۳ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا

میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کرو اور مجھے میرے کام کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو ○ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب انہیں ایک لڑکا ملا

فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ۟۷۴

تو اس نے اسے قتل کردیا۔ موسیٰ نے کہا کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان کو قتل کردیا۔ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے ○

آیت 71 پھر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کشتی کی تلاش میں ساحل کے کنارے چلنے لگے، ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان کر بغیر معاوضہ سوار کرلیا، جب کشتی سمندر کے بیچ میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑی کے ذریعے اس کے ایک یا دو تختے اکھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا: کیا تم نے کشتی کو اس لئے چیر دیا تاکہ کشتی والوں کو غرق کردو، بے شک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔

آیت 72 حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

آیت 73 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عذر خواہی فرمائی کہ میں آپ سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا تھا لہٰذا اس پر میرا مواخذہ نہ کریں اور مجھے میرے کام یعنی اپنی پیروی کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو۔

آیت 74 کشتی سے اتر کر دونوں حضرات چلے اور ایک ایسے مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے۔ وہاں انہیں ایک لڑکا ملا جو کافی خوبصورت تھا اور حدِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ وہ لڑکا جوان تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کردیا۔ یہ دیکھ کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور فرمایا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان جس کا کوئی گناہ ثابت نہ تھا، کو قتل کردیا؟ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔